مجھے ہے حکمِ اذاں

جدید ایڈیشن مع اضافہ جات

سوشل میڈیا پر تشیع مخالف
64 عنوانات پر علمی و منطقی جوابات

مجموعہ تحاریر

مدافع مکتبِ اہل بیتؑ

سید ابو عبداللہ زیدی

ناشر

دار الصدیقة سلام اللہ علیہا، قم المقدس

مجھے ہے حکمِ اذاں

جدید ایڈیشن مع اضافہ جات

سوشل میڈیا پر تشیع مخالف
64 عنوانات پر علمی و منطقی جوابات

مجموعہ تحاریر، مدافع مذہبِ اہل بیتؑ

سید ابو عبداللہ زیدی

ناشر: ادارہ دار الصدیقہؑ، قم المقدس

کتاب کی شناخت

کتاب	:	مجھے ہے حکمِ اذاں (جدید ایڈیشن)
تالیف	:	سید ابو عبد اللہ زیدی
کمپوزنگ	:	ولایت گرافکس
کتابت	:	سید اصغر علی نقوی
پروف ریڈنگ	:	سید دانش علی کاظمی
ناشر	:	ادارہ دار الصدیقہؑ، قم المقدس
طبع	:	کربلاویوز پبلیکشنز
ایڈیشن	:	جدید مع اضافہ
تعداد	:	1000
صفحات	:	823
سال طبع	:	فروری 2024، 15 شعبان سنہ 1445ھ

عرضِ ناشر

بسمہ تعالی

پوری دنیا اور بالخصوص پاکستانی معاشرہ، اجتماعی حوالے سے پیچیدہ ترین معاشرے میں تبدیل ہوچکا ہے۔ ہر قسم کی سازش خواہ وہ وطن کے خلاف ہو یا وحدت مسلمین کے خلاف ہو، اس معاشرے میں پنپ رہی ہے۔ خصوصاً مکتب تشیع کے خلاف دشمنان اہل بیت کسی بھی سازش سے دریغ نہیں کر رہے اور اب یہ جنگ مسجد و منبر سے نکل کر سوشل میڈیا پر عام عوام کے اذہان کو گمراہ و نفرت کا بازار گرم کر کے لڑی جارہی ہے۔

لائق تحسین ہیں وہ لوگ جو شب وروز دین خدا کی خدمت اور اس کے دفاع میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ادارہ دارالصدیقہؑ، قم المقدس بھی دین الہی کی خدمت کرنے کا عزم و ارادہ رکھتا ہے لہذا مکتب اہل بیتؑ کی تبلیغ وترویج میں مصروف عمل ہے اسی عزم وارادہ کے پیش نظر مکتب تشیع کے اندرونی و بیرونی محاذوں پر انتشار کی اس جنگ کو علمی انداز میں ختم کرنے کے لئے سوشل میڈیا پر موجود مدافع تشیع جنابِ سید ابوعبداللہ زیدی صاحب کی متفرق عناوین پر لکھی دفاعی تحاریر کو یکجا کر کے کتابی شکل میں زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے تاکہ ہمارا نوجوان ہر طرح کی اندرونی و بیرونی حملوں سے واقف بھی رہے اور اس میں یہ استطاعت بھی ہو کہ وہ اپنے مذہب کا بھرپور علمی انداز میں دفاع بھی کر سکے۔

ادارارہ ان تمام افراد کا تہہ دل سے مشکور و ممنون ہے جن کا مسلسل تعاون جاری رہتا ہے اور بالخصوص سید ابوعبداللہ زیدی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اپنی عظیم کاوش کو کتابی شکل میں استعمال کرنے کے پورے حقوق تفویض فرمائے۔

آخر میں خداوند عالم سے دعا ہے کہ جن افراد نے اس کتاب کو آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے، انکی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

والسلام

مؤسس و مدیر دارالصدیقہؑ، قم المقدس

۱۵ شعبان ۱۴۴۵ھ

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کوششوں اور سعی ناچیز کو قطب عالم امکان، محور دائرۂ عالم وجود، مصلح جہان، منجی عالم بشریت، حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام مہدی علیہ السلام اور اس آفتاب ولایت کے ظہور کے حقیقی منتظرین، اور اس امام عصر (عج) کی غیبت کے زمانے میں ایمان و عمل صالح پر قائم و دائم مومنین و مومنات کی مقدس بارگاہ میں تقدیم کرتا ہوں۔

احقر، سید ابوعبداللہ زیدی

دفاع ولایتِ تکوینی و معصومینؑ سے براہ راست دعا کرنا عینِ توحید ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم، السلام علیکم۔ تحفہ یا علیؑ مدد

آج کل سوشل میڈیا پر موجود کافی حلقوں کی جانب سے اختیاراتِ معصومین علیہم السلام کو لے کر کافی کنفیوژن نظر آرہی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ سب علیاًؑ ولی اللہ کا اقرار کرنے والے اور مراجع عظام و علماء حق کا احترام کرنے والے بھی ہیں یعنی نام نہاد خود ساختہ اخباری و نظام اجتہاد کے مخالف بھی نہیں لیکن پھر بھی نجانے کیوں ولایتِ تکوینی کے مخالف نظر آتے ہیں۔۔

ایسی وہابی سوچ کا مکتبِ تشیع سے کوئی تعلق نہیں جہاں یا علیؑ مدد اور اختیاراتِ آئمہ معصومین علیہم السلام کو یہ کہہ کر رد کیا جائے کہ یہ سب باتیں توحید کے خلاف ہیں اور توہین اللہ کا سبب ہیں (معاذاللہ)۔

حقیقت میں ایسے افراد کا عقیدہ توحید کمزور ہے جس میں انہیں ارتقاء کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلے میں ایک دو چینلز، یوٹیوب پر بھی موجود ہیں جو ہر فضائلِ اہل بیتؑ کو غلو کا سہرا پہنا کر تقصیرِ معصومین علیہم السلام کر رہے ہیں اور ثناء خوانِ اہل بیتؑ پر اپنی کم علمی کی وجہ سے غالی ہونے کے فتوے ٹھوک رہے ہیں۔

لیکن ایک بات قابلِ تحسین ہے کہ ایسے یوٹیوب چینل واقعاً ان جاہل ذاکرین کو بے نقاب بھی کر رہے ہیں جو حقیقت میں غالی و نصیری افکار کا پرچار کرتے ہوئے عقائدِ امامیہ پر حملہ آور ہیں جو یقیناً بہت ضروری کام ہے۔

لیکن شاید کم علمی کی وجہ سے جید علماء جیسے مولانا سید علی رضا رضوی، مولانا شیخ کمیل مہدوی اور کئی منقبت و نوحہ خواں حضرات جن کو میں بذات خود جانتا ہوں اور ان کے افکار و نظریات سے واقف ہوں انہیں بھی غلو کے ڈنڈے سے ہانکنے میں لگ پڑے ہیں اور ہر اشعار کو غلو کا پرچار ظاہر کر کے مومنین کے اذہان کو منتشر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اگر فیس بُک پر دیکھا جائے تو یہاں بھی کچھ افراد مکمّل وہابی افکار لیے ہر فضائلِ اہل بیتؑ کو غلو و تفویض کہہ کر جھٹلا رہے ہیں اور فقط اُن مختصر فضائلِ معصومین علیہم السلام کو حقیقی مان رہے ہیں جو مکمّل ایک صفحے پر لکھے جاسکتے ہیں جبکہ رسول اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے علیؑ اگر پوری زمین قرطاس بن جائے، درخت قلم بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائیں پھر بھی تمہارے فضائل کو لکھا نہیں جا سکتا۔

عجیب ہے واللہ ایسے افراد کی سوچ عجیب ہے جس کا مکتبِ تشیع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

اگر تمہید ہی باندھتا چلا گیا تو یقین مانیں تمہید پر ہی پوری تحریر ختم ہو جائے گی تو اب ولایتِ تکوینی کے دفاع میں تحریر کو آگے بڑھاتا ہوں۔

یا صاحب الزمان (عج) المدد

میری پوری کوشش ہو گی کہ ولایت تکوینی یا اختیارات معصومین علیہم السلام جیسے دقیق عنوان پر انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں مطالب کو بیان کروں جبکہ یہ خاص علم الکلام کی دقیق مباحث میں سے ایک ہے اور تحریر کو جتنا ممکن ہو سکا مختصر رکھنے کی کوشش کروں گا۔ سب سے پہلے ولایت تکوینی کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کرتا ہوں۔

ولایتِ تکوینی کا تعارف

دیکھیے مومنین، ولایت اصل میں قرب اور نزدیکی کے معنی میں ہے یعنی لفظی تعریف میں ایک چیز دوسری چیز کے پاس اِس طرح سے قرار پائے کہ ان کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہ رہے۔

اصطلاحی معنی میں ولایت ایسی نزدیکی اور قرب کو کہا جاتا ہے جو دوسروں کے کاموں میں خاص طرح کا تصرف و اختیار رکھے۔

اور اسی ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک ولایت تکوینی اور دوسری ولایت تشریعی۔

تکوین کہ جو لفظ "کون" سے نکلا ہے، "ہونے" کے معنی میں ہے اور "عالم تکوین" سے مراد، خلقت کا کُل نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور امر سے "وجود" میں آیا ہے۔

المختصر کہ ولایت تکوینی مخلوقات اور تکوینی امور میں تصرف کرنے کو کہا جاتا ہے جیسے خلق کرنا، مخلوقات کو باقی رکھنا اور ان میں تبدیلیاں پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ

یہ سب اللہ تعالی کے ارادے اور قبضہ قدرت میں ہے۔ لہذا پروردگارِ عالم سب مخلوقات پر تکوینی ولایت رکھتا ہے۔

ولایت تشریعی کو اگر آسان کر کے پیش کروں تو یہ کہوں گا کہ جسے ہم شریعت کہتے ہیں جس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچائی گئی اسی ولایت کو تشریع، امر و نہی اور حکم دینے کا حق کہا جاتا ہے۔

المختصر کہ اللہ تعالی کی ولایت تشریعی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کسی کام کا حکم دیتا ہے اور کسی کام کے ارتکاب سے منع کرتا ہے، جسے ماننا اس کی مخلوق پر واجب ہے۔

خیر میرا موضوع ولایت تشریعی نہیں بلکہ ولایتِ تکوینی ہے اور یہی ولایت تکوینی کہ جس کی اصل خود اللہ رب العزت ہے، اس نے اپنی یہ ولایت اپنے کن کن مقرب بندوں کو عطا کی ہے یعنی معصومین علیہم السلام کا اختیارِ تکوینی کہ جس پر تحریر جاری ہے۔

کیا کائنات میں تکوینی تصرف فقط اللہ تک محدود ہے؟

اکثر جو اعتراض اٹھایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ولایتِ تکوینی فقط اللہ کے لیے خاص ہے اور اس کی مخلوق کو حاصل نہیں اور جب مخلوق کو حاصل نہیں تو پھر کسی مخلوق کو ولایتِ تکوینی کا حامل ماننا توحید پر حملہ ہے۔

ایسا اعتراض فقط قرآن مجید کو لفظی ترجمہ سے سمجھ کر کیا جاتا ہے جو سو فیصد کم علمی کا ثبوت ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں اللہ فرماتا ہے کہ میں "محیی "یعنی زندہ کرنے والا ہوں مگر یہ نہیں فرمایا کہ زندہ کرنے کی طاقت کسی کو نہیں دوں گا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسی طاقت دی گئی۔

علم غیب صرف اللہ کا ہے لیکن اللہ نے یہ نہیں کہا کہ میں یہ علم کسی کو عطا نہیں کروں گا بلکہ انبیاؑ اور کتنے اولیاؑ کو اللہ نے علم غیب عطا فرمایا، مگر وہ غیب سے مطلع ہونے میں اللہ ہی کے محتاج ہیں۔

اسی طرح ولایت صرف اللہ کی ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ میں کسی کو ولایت نہیں دوں گا بلکہ ولایت عطا کی اور جسے اللہ کی طرف سے ولایت ملی وہ ولایت کو استعمال کرنے میں قطعی طور پر اللہ ہی کا محتاج ہے۔

اس کی آسان سی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان اور بدن کے دیگر تمام اعضاء اللہ ہی کی ملکیت ہیں مگر اللہ نے ان کو اذن اور حکم دے رکھا ہے کہ ہمارے ارادے کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں۔ مگر جس حد تک اللہ نے ان کو اجازت اور حکم دیا ہے وہ اتنی ہی مقدار میں ہماری فرمانبرداری کرتے ہیں اور اس سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارا بدن سب سے پہلے اللہ کا فرمانبردار ہے اس کے بعد ہمارا اور اگر ہمارے کنٹرول میں ہے تو درحقیقت اللہ ہی کی فرمانبرداری کر رہا ہے۔

اب ہم اگر اس سے شریعتِ خداوندی کے مطابق فائدہ اٹھائیں تو ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ہے ورنہ ہمارے بدن نے تو اللہ کی فرمانبرداری کی ہے لیکن ہم نے گناہ کرتے ہوئے اللہ کی نافرمانی کر دی ہے لہٰذا اِسی بدن پر ہمیں ولایت تکوینی حاصل ہے۔

تو قارئین معصومین علیہم السلام کے پاس ولایت تکوینی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معصومین علیہم السلام اللہ کے اذن و عطا سے کائنات کے امور میں تصرّف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور معصومین علیہم السلام کے پاس ولایت تشریعی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین اور دنیا کے سب امور میں انہیں امت کے تمام افراد کو امر و نہی کرنے کا حق حاصل ہے اور کوئی شخص ان کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی نافرمانی دراصل خدا کی نافرمانی شمار ہو گی!

مثالیں تو لاتعداد دی جا سکتی ہیں لیکن تحریر کو مختصر رکھنا بھی مقصود ہے تو یہاں اب صحیح السند روایات اور علماء تشیع کے نظریات نقل کروں گا کیونکہ کوئی بھی عام مومن اپنے علم میں اُن

مجتہدین سے زیادہ نہیں ہو سکتا جو اپنی پوری زندگی دین کو سمجھنے میں لگادیتے ہیں تبھی یہی علماء غیبتِ امامؑ میں ہم پر امامؑ کی جانب سے حجت ہیں اور انہی کی طرف رجوع کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

تو وہ احباب جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مجتہدین عظام کی فقط فقہ میں تقلید واجب ہے عقائد میں نہیں تو یقیناً وہ درست کہتے ہیں بے شک عقائد میں تقلید حرام ہے لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ جس روایت و دعا کو عام مومن اردو ترجمہ پڑھ کر سمجھ رہا ہے وہ اس سے زیادہ سمجھ رہا ہے جو مجتہد اپنی تمام زندگی دین کے علم میں لگا کر سمجھا ہے؟

یقیناً فقہاء کا فہم ہر طرح سے عام مومن سے بلند ہے اور اگر وہ کسی بات پر اپنا نظریہ پیش کریں تو وہ زیادہ قابل قبول ہو گا۔ تو آیئے ولایت تکوینی پر پہلے قرآن مجید و روایات سے مختصر دلائل پھر فقہائے تشیع کے نظریات پیش خدمت ہیں۔

دفاعِ ولایت تکوینی در قرآنِ مجید

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے

انی قد جئتکم بأیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیءة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراباذن الله وابریء الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن الله وأنبئکم بما تأکلون وماتدّخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیةلکم ان کنتم مؤمنین۔‘‘(آل عمرآن۴۹)

’’میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لیکر تمہارے پاس آیا ہوں (وہ یہ ہے کہ) میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور برص کے

مریض کو تندرست اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اور میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا جمع کر کے رکھتے ہو اگر تم صاحبان ایمان ہو تو اس میں تمھارے لیے نشانی ہے۔

مومنین بغور جائزہ لیں یہ آیت کائنات میں تکوینی تصرف کی طرف واضح اشارہ کر رہی ہے جیسے خلق کرنا، موت دینا، زندہ کرنا، مریضوں کو شفا دینا وغیرہ لیکن ساتھ ساتھ ہم اس بات کی طرف بڑی واضح تاکید بھی دیکھتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام بار بار کہہ رہے ہیں کہ میں یہ کام اللہ کے اذن سے کرتا ہوں یعنی اس کی عطا کردہ قدرت سے کرتا ہوں مستقل طور پر نہیں کرتا اور بار بار اذن الٰہی کا تکرار اس لیے کیا تاکہ کوئی جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اولوہیت کا معتقد نہ ہو جائے۔

اب یہاں بعض افراد یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جب یہ برگزیدہ ہستیاں اپنے افعال میں مستقل نہیں ہیں یعنی اللہ کی قدرت سے انجام دیتے ہیں تو پھر یہ عمل ان کا اپنا تو نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہے؟

لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ اس بات میں کوئی مانع نہیں ہے کہ فعل انجام دینے کی قدرت خدا کی طرف سے ہو مگر فعل، حقیقی طور پر ان ہستیوں کا ہو اور ظاہرِ آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہ افعال جناب عیسیٰؑ کے اپنے افعال تھے مگر ان کاموں کی طاقت خدا نے دی ہے اور اسی بات کی طرف آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ نے اس آیت کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے:

''فاستعمال افعال مثل وابرى واحيى الموتى وبضمير المتكلم تدل على ان هذه الافعال من عمل الانبياء انفسهم وان القول بان هذه الافعال كانت

تقع بسبب دعاءهم فقط هوقول لا يقوم عليه دليل بل ان ظاهر آيات يدل على انهم كانوايتصرفون بعالم التكوين ويقومون بتلك الافعال۔‘‘

(الامثل فی تفسير كتاب الله المنزل، ج۲ص۵۰۷،۵۰۶)

’’ابرىء ‘‘اور’’احيى الموتى ‘‘کے افعال کا ضمیرِ متکلم کے ساتھ استعمال کرنا یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ افعال انبیاء کے اپنے افعال ہیں اور یہ کہنا کہ یہ تکوینی افعال فقط ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں تو اِس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ظاہر آیات دلالت کرتی ہیں کہ انبیاءؑ کائنات کے تکوینی امور میں تصرف کرتے تھے اور ان امور کو خود انجام دیتے تھے۔

مزید آیات بھی ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کو زندہ کرنا، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا واپس آنا، تختِ بلقیس کو پلک جھپکتے سامنے لانا وغیرہ جسے اسکپ کر رہا ہوں اور روایات کی جانب آ رہا ہوں۔

پہلی روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن أبي بصير قال: دخلت على أبي جعفر عليه السلام فقلت له: أنتم ورثة رسول الله صلى الله عليه وآله؟

قال: نعم، قلت: رسول الله صلى الله عليه وآله وارث الأنبياء، علم كما علموا؟ قال لي: نعم، قلت: فأنتم تقدرون على أن تحيوا الموتى وتبرؤا الأكمه والأبرص؟ قال: نعم بإذن الله،

ابو بصیر بیان کرتے ہے ایک دن میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا مولاؑ آپ نبیؐ کے وارث ہیں؟

مولاؑ نے فرمایا: ہاں

میں نے عرض کیا: رسولؐ خدا تمام انبیاء کے وارث ہیں اور جو کچھ دوسرے انبیاءؑ کے پاس تھا آپؐ کے پاس بھی تھا تو جو کچھ دوسرے جانتے تھے آیا وہ رسولؐ خدا بھی جانتے تھے؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

میں نے سوال کیا: مولاؑ آیا آپؑ مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں؟

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں لیکن اللہ کے اذن اور اجازت سے ہم مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں۔

حواله : اصول کافی، جلد 1، صفحه 470، حدیث 3

دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں:

فعن جابر الجعفی عن الاما م الباقر علیه السلام:قلت یاابن رسول الله ومن المقصر؟قال الذین قصروا فی معرفة الأئمة وعن معرفة ما فرض الله علیهم من امره وروحه۔قلت یا سیدی وما معرفة روحه؟قال ان یعرف کل من خصه الله تعالیٰ بالروح فقد فوض الیه امره یخلق باذنه ویحیی باذنه ویعلم الغیر ما فی الضمائر ویعلم ماکان وما یکون الی یوم القیامة وذلک ان هذا الروح من امر الله تعالیٰ فمن خصه الله بهذا الروح فهذا کامل غیر ناقص یفعل ما یشاء باذن الله یسیر من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة یعرج به الی السماء وینزل به الی الارض ویفعل مایشاء واراد قلت یا سیدی اوجدنی بیان هذا الروح من کتاب الله قال نعم اقراء هذه الآیة ’’وکذلک اوحینا الیک روحاًمن امرنا‘‘

جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا: اے فرزند رسولؐ مقصر کون ہیں؟

فرمایا: ’’وہ لوگ جنہوں نے آئمہؑ کی معرفت میں کوتاہی کی اور اُس روح کی معرفت میں تقصیر کی جسے اللہ نے آئمہؑ پر لازم قرار دیا ہے۔‘‘

میں نے کہا اے میرے سردار، روح کی معرفت کیا ہے؟

فرمایا: ”ہر وہ جسے اللہ تعالیٰ نے روح کے ساتھ مخصوص کیا ہے اسے ایسے پہچانا جائے کہ اللہ نے اپنا امر اسکی طرف سپرد کر دیا ہے وہ اس کے اذن سے خلق کرتا ہے اور اس کے اذن سے زندہ کرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ گذشتہ اور قیامت تک آنے والے واقعات سے باخبر ہے اس وجہ سے کہ یہ روح اللہ کا امر ہے اللہ جسے یہ روح عطا کرتا ہے وہ کامل انسان ہے۔ اللہ کے اذن سے جو چاہے وہ کرتا ہے ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب پہنچ جاتا ہے۔ اسی روح کے ذریعہ آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور زمین کی طرف اترتا ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔“

میں نے کہا اے میرے سردار اس روح کے بارے میں قرآن سے کوئی بیان فرمائیں تو

فرمایا: کیوں نہیں اس آیت کی تلاوت کرو

”اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنی روح کی وحی کی ہے۔“

حوالہ : الزام الناصب، جلد ۱، صفحہ ۴۲، الھدایۃالکبریٰ
صفحہ ۴۳۱، بحارالانوار، جلد ۲۶، صفحہ ۱۴۔۱۵

تیسری روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی حمزة الثمالی عن علی ابن الحسین علیه السلام قال قلت له الائمة یحیون الموتی ویبرؤن الاکمة والابرص یمشون علی الماء؟قال ماعطی الله نبیا قط الا وقد اعطاء الله محمدا صل الله علیه وآله وسلم واعطاء ما لم یکن عندهم۔قلت وکل ماکان عند رسول الله صلی الله علیه وآله فقداعطاه امیر المؤمنین علیه السلام؟قال نعم ثم الحسن والحسین علیهما السلام بعد کل امام الی یوم القیامة۔

ابو حمزہ ثمالی امام زین العابدینؑ سے نقل کرتے ہیں: ’’میں نے کہا: کیا آئمہؑ مردوں کو زندہ کرتے ہیں مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو شفا دیتے ہیں اور پانی پر چلتے ہیں؟

تو امامؑ نے فرمایا اللہ نے کسی نبی کو کوئی ایسی چیز نہیں دی ہے جو محمدؐ کو عطا نہ کی ہو بلکہ جو کچھ رسول خداؐ کو عطا کیا وہ باقی انبیاءؑ کے پاس نہیں ہے۔ میں نے کہا جو کچھ رسول اللہؐ کے پاس ہے کیا وہ رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ کو عطا کیا ہے؟ فرمایا: ہاں پھر امیر المؤمنینؑ کے بعد امام حسنؑ و حسینؑ کو عطا کیا اور پھر ان کے بعد قیامت کے دن تک ہر امامؑ کے پاس وہ سب کچھ ہے جو رسولؐ خدا کے پاس تھا۔‘‘

حوالہ : بصائر الدرجات الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۱۵

چوتھی روایت ملاحظہ فرمائیں جسے صاحب بصائر الدرجات نے جزء الخامس کے صفحہ ۲۱۲ پر صحیح السند سے ذکر کیا ہے:

عبد اللہ بن بکیر کہتا ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس تھا پس جناب سلیمانؑ کا تذکرہ ہوا اور انہیں جو علم اور سلطنت عطاء کی گئی تھی اس کا تذکرہ ہوا تو امامؑ نے فرمایا سلیمان بن داؤدؑ کو ایک حرف اسم اعظم کا عطاء کیا گیا تھا اور تمہارے صاحب (امیر المومنینؑ) جس کے بارے میں اللہ نے کہا

"اے میرے حبیب کہہ دیجیے میرے اور تمہارے درمیان گواہی کیلئے اللہ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی ہے۔"

خدا کی قسم علیؑ کے پاس پوری کتاب کا علم تھا میں نے کہا میں آپؑ پہ قربان جاؤں آپؑ نے سچ فرمایا۔

اب تحریر کے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اپنے پنجتنی ہونے کی نسبت سے پانچویں اور آخری روایت پیش کر رہا ہوں ورنہ اس سلسلے میں لاتعداد صحیح السند روایات موجود ہیں اور آخر میں سند پر مختصر بحث کر کے فقہائے تشیع کے نظریات بیان کرتا ہوں۔

یونس بن ظبیان والمفضل ابن عمر وابی سلمة السراج والحسین بن ثویر بن ابی فاختة قالو اکنا عندابی عبد اللہ فقال ” لنا خزائن الارض ومفاتیحها ولو شئت ان اقول باحدی رجلی اخرجی مافیک من الذهب لا خرجت ،، قال فقام باحدی رجلیه فخطهافی الا رض خطاًفان فجرت الارض ثم قام بیده فاخرج سبیکة ذهب قدر شبر فتنا ولها فقال انظروافیها حسا حسنا لا تشکو اثم قال انظر وافی الارض فاذاسبائک فی الارض کشیر بعضها علی بعض یتلألأ۔ فقال له بعضنا جعلت فداک اعطیتم کل هذا و شیعتکم محتا جون ؟ فقال ان اللہ سیجمع لنا و لشیعتنا الدنیا والاخر ـة ید خلهم جنات النعیم وید خل عدونا الجحیم۔

مومنین کی ایک جماعت کہتی ہے ہم امام صادقؑ کی خدمت میں تھے امامؑ نے ہمیں کہا زمین کے خزانے اور ان کی کنجیاں ہمارے پاس ہیں اگر میں چاہوں تو اپنی ایک ٹانگ کو حکم دوں کہ جو کچھ تیرے اندر سونا ہے اسے نکال دو تو میری ٹانگ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سونے کو باہر نکال دے پس امامؑ نے اپنی ایک ٹانگ کو اٹھایا اور زمین پر خط کھینچا پس زمین شگافتہ ہو گئی امامؑ نے اپنا دست مبارک زمین میں داخل کیا پس ایک بالشت چوڑی سونے کی ڈلی کو باہر نکالا اور اس کو ہاتھ میں پکڑا اور کہا اس کو اچھی طرح دیکھو اور شک نہ کرو۔

پھر فرمایا زمین میں نگاہ کرو جب ہم نے زمین میں نگاہ کی تو زمین کے اندر بہت زیادہ سونے کی ڈلیاں دیکھیں جو ایک دوسرے پر چمک رہی تھیں۔ ہم میں سے کچھ افراد نے کہا مولاؑ اتنا کچھ آپؑ کو اللہ نے عطاء کیا اور آپؑ کے شیعہ پھر بھی محتاج ہیں تو فرمایا:

”عنقریب اللہ ہمارے شیعوں کے لئے دنیا اور آخرت کو اکٹھا کر دے گا اور شیعوں کو نعمتوں بھری جنت میں داخل کرے گا اور ہمارے دشمنوں کو جہنم میں داخل کرے گا،،

سند پر مختصر بحث:

یہ روایت سند کے اعتبار سے معتبر ہے کیونکہ صاحب بصائر محمد بن الحسن الصفار ثقہ ہیں۔ احمد بن محمد اس سے مراد ما تو ابن عیسی ہیں یا ابن خالد البرقی ہے اور دونوں ثقہ ہیں عمر بن عبد العزیز ابن ابی بشار ہے جو زحل کے نام سے معروف ہے اور آغا خوئیؒ نے اس کو ثقہ کہا ہے اس نے الحمیری سے روایت کی ہے۔ جس کا نام ثقہ الجلیل عبد اللہ بن جعفر الحمیری ہے اس نے حسین بن ثویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے جو ثقہ ہے۔

حوالہ : بصائرالدرجات، جلد ۸، باب ۲، حدیث ۱

یہ کچھ روایات معصومین علیہم السلام کو حاصل ولایت تکوینی پر تھیں جبکہ ولایتِ تشریعی بھی معصومین علیہم السلام کا خاصہ ہے جس پر لاتعداد روایات موجود ہیں جنہیں یہاں پیش نہیں کر رہا کیونکہ یہاں تحریر کا عنوان ولایت تکوینی ہے۔

اب ان عظیم فقہائے تشیع میں سے کچھ کے نظریات یہاں قلمبند کر رہا ہوں تاکہ وہ نادان مومنین جو فقط اردو ترجمے سے حدیث کو سمجھ کر معصومین علیہم السلام کے اختیارات کا انکار کر دیتے۔۔ ان کو یہ باور کرواسکو کہ آپ ان عظیم علماء و مجتہدین سے زیادہ حدیث شناسی اور دینی ادراک نہیں رکھتے۔

تو اب ملاحظہ فرمائیں فقہائے تشیع کے ولایتِ تکوینی پر نظریات

چہاردہ معصومینؑ کی ولایت تکوینی پر امام خمینیؒ کا نظریہ

امام خمینیؒ کشف الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں:

شرک کے معنی ہیں غیر اللہ سے اس عنوان سے مدد مانگی جائے کہ وہ خدا ہے، چانچہ اگر کوئی شخص کسی غیر اللہ سے اس عنوان سے مدد مانگے کہ وہ غیر اللہ ہے تو یہ ہرگز مشرک نہیں خواہ وہ غیر اللہ زندہ ہو یا مُردہ۔ لہذا اس عنوان سے مانگنے والا اگر پتھر یا لکڑی سے بھی مانگے تب بھی اسے مشرک نہیں کہا جا سکتا، یہ الگ بات ہے کہ ایسی درخواست لغو، بیہودہ و فضول ہو گی۔

جب ہم مدد کی درخواست کرتے ہیں تو ہم ارواح انبیا و آئمہ علیم اسلام سے اس ارادے سے کرتے ہیں کہ اللہ نے ان ہستیوں کو مشکل کشائی کی قدرت عطا فرمائی ہوئی ہے۔

حواله : کشف الاسرار ، صفحه 30

ولایت تکوینی پر رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای کا نظریہ

آیت اللہ خامنہ ای ولایت فقیہ کی بحث میں ایک جگہ فرماتے ہیں

ولی فقیه، ولایت تکوینی ندارد۔ این امر اختصاص به معصومینؑ دارد

ترجمہ : ولی فقیہ ولایت تکوینی نہیں رکھتا، یہ امر صرف معصومین علیہم السلام سے مخصوص ہے۔

ولایت تکوینی پر آیت اللہ العظمیٰ سید سیستانی کا نظریہ

سوال : از معصومین علیهم السلام مستقیما کمک خواستن جایز است با اینکه اعتقاد این است که خدا این قدرت را به آنها داده است؟

جواب: از آنجایی که ما معتقدیم ایشان ولی خدا است و به استقلال نمی تواند کاری انجام | دهد با این اعتقاد به هر نحو توسل کردن جایز است۔

سوال: کیا معصومینؑ سے براہ راست مدد مانگ سکتے ہیں جبکہ یہ عقیدہ ہو کہ انہیں یہ قدرت اللہ ہی نے عطا کی ہے۔؟

جواب: جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ ولی خدا ہیں اور خدا سے جدا گانہ کچھ بھی انجام نہیں دیتے اگر اس عقیدے سے ہو تو ہر طرح کا توسل جائز ہے۔

دوسرا فتویٰ۔۔

78السؤال:

ما هو رأيكم الشريف في المقولة التي تقول : أن الأئمة عليهم السلام يخلقون ويرزقون بإذن الله ، فقد أثارت الجدل ؟

الفتوى:

الاعتقاد بذلك ليس بواجب ، ولا وجه لإثارة الجدل فيه بعد فرض كونه بإذن الله تعالى۔ وكل إنسان يمكنه أن يخلق ويرزق بإذن الله تعالى ، بل هو أمر واقع ، فكل ما يصنعه الانسان مخلوق له بإذن الله ، قال الله تعالى في سورة المائدة آية 110 (وإذا تخلق من الطين كهيئة الطير بإذني) وكل من ينفق عليه الانسان ، فهو مرزوق له ۔

حواله : كنز الفتاوى/فتاوى السيد السيستاني - /مسائل متنوعة/مسائل متنوعة – 3

ترجمہ :

سوال: اس قول کے بارے میں آپ کی رائے ہے کہ ائمہ علیہم السلام خلق کرتے ہیں اور رزق بانٹتے ہیں اللہ کے اذن سے۔ اس بات کی وجہ سے مومنین کے درمیان بہت زیادہ بحث و تکرار ہوتی ہے ؟

فتویٰ: اس بات کا عقیدہ رکھنا واجب نہیں ہے اور کوئی وجہ نہیں بنتی کہ اس عقیدہ کی وجہ سے بے جا بحث و تکرار کی جائے اس فرض کو مان لینے کے بعد کہ اگر ائمہ علیہم السلام یہ کام کرتے بھی ہیں تو اللہ کے اذن اور اجازت سے کرتے ہیں بلکہ ائمہ تو کیا ہر انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ اللہ کے اذن سے خلق کرے اور رزق دے بلکہ یہ تو وہ بات ہے جو واقع ہو چکی ہے پس انسان جو کچھ بھی بناتا ہے وہ اس کی مخلوق ہے لیکن اللہ کے اذن سے۔ سورہ مائدہ کی آیت نمبر 110 میں اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے:

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم میرے اذن مٹی سے پرندہ کی شکل جیسی ہیئت بناتے تھے اور اسی ہر وہ شخص جس پر انسان انفاق اور خرچ کرتا ہے وہ خرچ کرنے والے انسان سے رزق پا رہا ہے پس وہ رازق ہوا اور یہ مرزوق (لیکن اللہ کے اذن سے)۔

نوٹ: آیت اللہ سیستانی تو عام افراد کے لئے اذنِ پروردگار سے اِن امور کو مان رہے ہیں، معصومین علیہم السلام کی تو بات ہی اور ہے۔

ولایت تکوینی پر آیت اللہ العظمیٰ شیخ ناصر مکارم شیرازی کا نظریہ

ولایت تکوینی وہ موضوع ہے جس میں ہمارے مخالفین بالخصوص متعصب حضرات بعض آیات کے ظواہر سے تمسک اختیار کرتے ہوئے، اس کا انکار کرتے ہیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ولایت تکوینی کے منکر افراد نے مذکورہ آیت میں لفظ (باذن اللہ) پر توجہ نہیں کی؛ وہ چیز جو توحید و شرک کے درمیان پائے جانے والی سرحد ہے۔ اگر کسی کی جانب ان افعال کی نسبت اذن الٰہی کے بغیر دی جائے تو یہ شرک ہے، لیکن اگر باذن اللہ ہو، جیسا کہ آیہ شریفہ میں آیا ہے، (تو یہ) عین توحید ہے۔

اگر جناب عیسیٰؑ باذن اللہ لاعلاج مریض کو شفا دینے پر قادر ہیں، سو اگر کوئی انہیں خطاب کر کے کہے: (یا مسیح ! اشفعنی باذن الله) یعنی اے عیسیٰؑ مجھے خدا کے اذن سے شفا دیجیے تو کیا کوئی ناحق کام کیا؟ کیا اس پر شرک کا الزام لگایا جا سکتا ہے ؟

آیت کے مطابق ایسا شخص نہ کسی ناحق فعل کا مرتکب ہوا ہے ورنہ توحید کی راہ سے منحرف ہوا ہے، بلکہ وہ جنہوں نے اس پر انگشت اعتراض بلند کی ہے وہ آیہ شریفہ اور معارف دینی کے سمجھنے میں خطا کا شکار ہوئے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ ولایت تکوینی غیر خدا کے لیے بھی امکان رکھتی ہے؛ لیکن اذن الٰہی کے ساتھ ۔ یہ کام دو طرح سے ہو سکتا ہے: اول یہ کہ مثلاً آپ کہیں: اے امیر المومنینؑ! بارگاہ الٰہی میں شفاعت کیجیے تاکہ میری فلاں خواہش پوری ہو جائے۔ دوم یہ کہ آپ کہیں: مولا علیؑ! میری فلاں حاجت کو باذن اللہ قبول کر لیجیے۔

حوالہ : مبانی تفسیر قرآن۔ ص 95 تا 98

ولایت تکوینی پر آیت اللہ شیخ حافظ بشیر حسین نجفی سے ایک استفتاء

آیت اللہ شیخ حافظ بشیر نجفی ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: باب الحوائج سے کیا مراد ہے؟ نیز کیسے یہ حضرات مشکلات کو حل کرتے ہیں تفصیلاً ارشاد فرمائیں۔

جواب: بسمہ سبحانہ! خداوند عالم نے بعض معصومینؑ کو اور بعض صالحینؒ کو عزت اور کرامت سے نوازہ ہے اور ان کو صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ مؤمنین کے لیے خدا سے شفاعت کے ذریعے ان کی حاجتیں پوری کروائیں اور یہ معنی ہے باب الحوائج کا اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ کیسے مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ واللہ العالم

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ جوادی آملی کا نظریہ

آیت اللہ جوادی آملی کتاب علی مظہر اسای حسنای الہی میں فرماتے ہیں کہ "ولی" اللہ کے اسماء فعلیہ میں سے ہے۔ بعض ہستیاں اس مقام تک پہنچ جاتی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مظہر بن جاتی ہیں۔ امیر المومنینؑ تکوین اور تشریع میں اسم "ولی" کا مظہرِ اتم اور اکمل ہیں لہذا آپؑ کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ زمین اور آسان کی طاقتیں ان کے اختیار اور قبضے میں ہیں۔

حواله : کتاب:علی مظهر اسمای حسنای الهی-ص ۲۲

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی کا نظریہ

جس طرح معصومینؑ کیلئے ولایت تشریعی ثابت ہے ویسے ہی ولایت تکوینی بھی ثابت ہے۔ یہ موت وحیات اور شفا دینے اور غنی کرنے پر خدا کے اذن سے قادر ہیں اور خدا نے انہیں یہ قدرت اس طرح عطا کی ہے کہ خود اسکی قدرت اور استقلال کا کمال محفوظ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا کفر کا مستلزم نہیں بلکہ یہ تو کمال توحید ہے۔ اس صحیح عقیدے کا معتقد یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قدرت الہی کا دائرہ محدود نہیں ہے اور خدا جس طرح خود موت وحیات پر قادر ہے ایسے ہی وہ دوسروں کو بھی یہ قدرت بخشنے پر قادر ہے۔ خدا کا اپنی برتری کو محفوظ رکھتے ہوئے کسی کو اس برتری سے نوازنا دراصل خود اسکی اپنی برتری ہے۔۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی مزید بیان کرتے ہیں کہ ولایت تکوینی کے اعتقاد کو شرک کہنے کا فساد واضح ہے کیونکہ شرک اس وقت ہو گا جب ذات، فعل یا عبادت میں اتحادِ رتبہ کا دعویٰ کیا جائے اور ہم اپنے آئمہؑ کے بارے میں ایسا اعتقاد نہیں رکھتے اور یہ عقیدہ کسی صورت شرک کی طرف نہیں پلٹتا۔

کیونکہ ان کی قدرت اللہ کی قدرت کے تابع ہے اور یہ خدا کی قدرت کے عرض میں واقع نہیں ہوتی۔ جیسے وکیل کی قدرت موکل کی قدرت کے (عرض میں نہیں بلکہ اس کے) طول میں ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ تعجب خیز بات تو تشیع میں واردات داخل کرنے والے ان افراد کی بات ہے جو امامت کا اعتقاد تو رکھتے ہیں لیکن دوسروں پر آئمہ علیہم السلام کی فضیلت کے قائل نہیں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آئمہ علیہم السلام کا امتیاز فقط استجابت دعا میں ہے اور وہ مذکورہ امور میں سے کسی پر قادر نہیں ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام خدا کے اذن

سے مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہیں تو امام اس پر کیسے قادر نہ ہوں گے ؟؟ اس اعتقاد کو شرک کہنے کا فساد واضح ہے۔

حواله : الأسئلة الاعتقادية التي أجاب عنها مكتب سماحة آية الله الشيخ فاضل اللنكراني

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ شیخ علی پناہ اشتہاردی کا نظریہ

بعض لوگوں کو جو یہ وہم لاحق ہے کہ آئمہ معصومینؑ ولایت تشریعیہ تو رکھتے ہیں ولایت تکوینیہ نہیں تو میری نظر میں یہ ایک باطل اور بے فائدہ بحث ہے اور اس وہم کے لاحق ہونے کی وجہ حقیقتِ نبوت و امامت کو درک نہ کرنا ہے اور خدا کی درست معرفت سے محروم رہنا ہے۔

حواله : حقیقت معجزه از انبیاء و آئمه معصومین، صفحه 44,43

آیت اللہ سید محمد حسینی شاہرودی أجوبة المسائل الأعتقادية میں فرماتے ہیں

ولایت تکوینی یہ ہے کہ خدا نے اپنی قدرت سے آئمہؑ اور انبیاءؑ کو عالم اور اسکی موجودات میں ہر قسم کے تصرف سے نوازا ہے۔ پس یہ اذن الٰہی سے مردہ کو زندہ کرنے اور مریض کو شفا دینے پر قادر ہیں اور فقط ایسا نہیں ہے کہ یہ دعا کرتے ہوں اور خدا اسے قبول کر لیتا ہے بلکہ یہ تو ہر مومن کی شان ہے، ان معصومینؑ کے لئے تو یہ ایک قدرت ہے جو انہیں خدا نے عطا کی ہے۔

جو لوگ آئمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی انکار کرتے ہیں وہ شیعیت کی حقیقت اور اس کے مسلمات سے واقف نہیں ہیں، بلکہ نہ وہ آیات قرآنی سمجھے ہیں اور نہ ان کا کامل اور دقیق فہم حاصل کر سکے ہیں۔۔

حوالہ : أجوبة المسائل الأعتقادية صفحه 110، آیت اللہ سید محمد حسینی شاهرودی

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ سیّد مہدی حسینی مرعشی کا نظریہ

مسئلہ ولایت تکوینی ہم شیعوں کے درمیان متفقہ مسائل میں سے ہے اور یہ آئمہ معصومینؑ کیلئے ایک ثابت شدہ چیز ہے۔۔

حواله : إن مسألة الولاية التكوينية من المسائل المتفق عليها بيننافي كونهاثابتة لهم عليهم السلام، اجوبة الشبهات البيروتيه، سوال نمبر۹

حضرت فاطمہ زہراؑ کا علم لدنی اور ولایت تکوینی

آیت اللہ شیخ لطف اللہ صافی گلپایگانی فرماتے ہیں کہ

اوسيدةنساءالعالمين وسيدة نساءاهل الجنه است، وعدل قرآن مجيدودرمقامات ودرجات ولايت تكويني وعلم لدني باساير معصومين عليهم السلام همانندوهمطرازاست

حضرت فاطمہ زہرا علیہ السلام کائنات کی خواتین اور جنت کی خواتین کی سردار ہیں قرآن کے ہم پلہ ہیں اور مراتب اور درجات اور ولایت تکوینی اور علم لدنی کے اعتبار سے تمام معصومین علیہم السلام کے مثل اور برابر ہیں۔

حوالہ: کتاب معارف دین جلد دوم،سوال نمبر 22، آیت اللہ العظمی لطف اللہ صافی گلپایگانی

امام زمانہؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق آیت اللہ سید محمد صادق روحانی سے ایک استفتاء

سوال: آئمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی کے بارے میں جناب عالی کی کیا رائے ہے؟

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آئمہ علیہم السلام ولایت تکوینی رکھتے ہیں تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف دنیا کے ظاہری امور پر خداوند عالم سے جدا ہوئے بغیر اختیار رکھتے ہیں یا اس کے معنی یہ ہیں کہ امام علیہ السلام فقط ظواہر کے بارے میں باخبر ہیں لیکن ان امور میں دخالت اور تصرف نہیں کر سکتے؟

جواب: بسمہ تعالی، کوئی شک نہیں کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کہ جن میں امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف بھی شامل ہیں، ولایت تکوینی رکھتے ہیں لیکن اس ولایت کو کس طرح اجراء اور نافذ کرتے ہیں اس کے بارے میں یا اللہ جانتا ہے یا یہ ہستیاں جانتی ہیں۔

حوالہ: پایگاہ اطلاع رسانی دفتر حضرت آیت اللہ العظمی روحانی

آیت اللہ شیخ لطف اللہ صافی گلپائیگانی کا ولایت تکوینی پر مؤقف

احادیث و روایت متواترہ و کثیرہ جو سنی و شیعہ دونوں نے نقل کی ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسوا اللہ اور آئمہ اطہار اس ولایت (تکوینی و اذن الٰہی کے حامل ہیں اور خارق العادۃ امور کے تحت بہت سے مقامات پر ان کا کائنات میں تصرف کرنا تاریخ کے مسلم حقائق میں سے ہے اور اسکا انکار عقلمندانہ کام نہیں کیونکہ خدا کی جانب سے اس ولایت (تکوینی) کے عطا کرنے پر اعتراض، ایک بڑی گستاخی اور خلاف تسلیم کام ہے جو جہالت اور بے معرفتی کا عکاس ہے۔۔

حواله : ولايت تكويني و ولايت تشريعی صفحه 99۔ آيت الله شيخ لطف الله صافی گلپائیگانی

مخلوقات پر حضرات معصومینؑ کی ولایت تکوینی پر آیت اللہ سید ابو القاسم الخوئی کا نظریہ

پس جیسا کہ ظاہر ہے کہ تمام مخلوقات پر معصومین کی ولایت کے ہونے میں کوئی اعتراض نہیں جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایجاد میں واسطہ ہیں اور وجود میں بھی اور یہی ہیں جو خلق کا سبب ہیں کیونکہ اگر یہ نہ ہوتے تو تمام انسان بھی خلق نہ ہوتے۔ بتحقیق یہ ان کے واسطے سے خلق ہوئے ہیں اور ان کا وجود انہی سے ہے اور یہی واسطہ فیض ہیں بلکہ خالق کے علاوہ باقی سب پر ان کی لیے ولایت تکوینی ہے اور یہ ولایت خلق پر خدا کی ولایت کے اسلوب سے ہے۔

حواله : مصباح الفقاهة - السيدالخوئي جلد 3 الصفحة 279

امام زمانہؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق شیخ بہائیؒ کا نظریہ

شیخ بہائیؒ رسالہ قصیدہ وسیلۃ الفوز و الامان فی مدح صاحب الزمان میں کہتے ہیں :

امام زمانہؑ، اللہ کے خلیفہ اور کائنات عالم میں ہر شخص پر اللہ کا سایہ ہیں۔ کائنات کے علوم آپؑ کے پہلو میں اس طرح ہیں جس طرح چلو میں پانی ہوتا ہے۔ کائنات کا ہر نور آپ کی وجہ سے ہے اور کونین کو روشنی آپ ہی عطا کرتے ہیں۔ یہ وہ کریم ہیں جو ہر حاجت مند کی حاجت روائی کرتے ہیں اور حتیٰ کہ گونگے کو بولنے کی طاقت عطا کرتے ہیں۔

ولایت تکوینی پر آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی کا نظریہ

ہم آئمہ معصومینؑ کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں لیکن یہ ولایت خدا کی اذن سے ہے، کوئی بھی شیعہ عالم اور فقیہ ایسا نہیں ہے جو یہ بتائے کہ ہم مستقل طور پر (بغیر اذن و ارادہ خدا کے) آئمہؑ کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں۔ دشمن جہالت، عناد اور شیعہ دشمنی میں شیعوں سے یہ نامناسب نسبت دیتا ہے لیکن ہم آئمہ اطہارؑ کی ولایت تکوینی اور ان کے علم ماکان ومایکون کو قبول کرتے ہیں لیکن اذن خدا سے اور یہی درمیانی راستہ ہے۔

اسی درمیانی راستہ کو انتخاب کرنے کے بارے میں ہمارے آئمہ معصومین نے بہت سفارش کی ہے، ہمیں اعتقاد میں معتدل ہونا چاہیئے نہ غلو کریں اور نہ تقصیر۔

حوالہ: درس خارج اصول فقہ میں 1993/07/09 کوحضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت آیت اللہ شیخ فاضل لنکرانی کاخطاب

اللہ کے اذن سے آئمہ ؑ معصومین کے معجزات اور ولایت تکوینی پر

آیت اللہ سید محمد صادق روحانی سے ایک استفتاء

استفتاء: کیا کوئی ایسی روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہو کہ آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے کسی امام نے مردے کو زندہ کیا ہو؟

جواب: بسمہ تعالی، ایسی بے شمار روایات موجود ہیں جو آئمہ اطہار علیہم السلام سے بعض ایسے افعال کے صادر ہونے کو بیان کرتی ہیں جو امامؑ کی ولایت تکوینی کے تقاضے کے مطابق ہیں ان افعال میں سے ایک فعل مردے کو زندہ کرنا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم افعال آئمہ اطہار علیہم السلام سے صادر ہوئے ہیں جیسے کہ امام رضا علیہ السلام کے فقط ایک اشارے سے تصویر میں بنے شیر کا زندہ شیر میں تبدیل ہو جانا۔

نقل ہوا ہے کہ ایک پردے پر چند شیروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں خلیفہ وقت جو کہ اہل بیت علیہم السلام کے مقام خلافت کو غصب کر کے تخت نشین تھا اس نے کچھ جادوگروں کو جمع کیا اور چاہتا تھا کہ جادوگر اپنے جادو سے کچھ ایسے افعال امام علیہ السلام کے ساتھ انجام دیں جس سے لوگوں کی نگاہ میں ان کی بے حرمتی ہو اور لوگوں کی نگاہوں سے ان کا مقام و مرتبہ گر جائے۔

امام رضاؑ کے ایک اشارے سے تصویر میں بنے ہوئے شیر اللہ کے اذن سے اصلی شیر میں تبدیل ہو گئے جنہوں نے جادوگروں پر حملہ کیا اور انہیں سب کی نگاہوں کے سامنے نگل گئے اور پھر دوبارہ اسی طرح سے شیر کی تصویر میں تبدیل ہو گئے۔

اس کے علاوہ بھی دیگر آئمہ علیہم السلام سے ایسی ہی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ مزید مطالعہ کے لئے کتاب القطرہ یا اس کے ترجمہ کی طرف رجوع کریں۔

حوالہ : پایگاہ اطلاع رسانی دفتر حضرت آیت اللہ العظمی روحانی

چہاردہ معصومینؑ کی ولایت تکوینی پر آیت اللہ محمد علی اراکی کا نظریہ

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بنایا ہے اور تمام امور کا قبض وبسط ان کے ہاتھوں میں اس طرح دے دیا ہے کہ تمام اشیاء پر انہیں قدرت عطا کر دی ہے اور کائنات کی ہر چیز پر انہیں تصرف عطا کر دیا ہے۔

یفعلون مایشاؤن ویحکمون مایریدون

آپ جو چاہتے ہیں انجام دیتے ہیں اور جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اس کا حکم دیتے ہیں۔

حوالہ : ولایت تکوینی چهارده معصومینؑ۔ یادنامہ آیت اللہ العظمی اراکی۔ آیت اللہ استاد رضا استادی صفحه۴۰۵ تا ۴۱۲

اب آخر میں علامہ مجلسیؒ کا ولایت تکوینی پر نظریہ پیش کر کے حاصل کلام پر تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

معصومینؑ کی ولایت تکوینی سے متعلق علّامہ مجلسیؒ کا نظریہ

آیت اللہ شہید دستغیب شیرازی اپنی کتاب هشتاد و دو پرسش میں لکھتے ہیں کہ علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں حضرت امیر المومنینؑ سے متعلق ایک بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

امیر المومنین متفرق مقامات پر اپنے جسم اصلی ومادی سے نہیں گئے بلکہ اپنے جسم مثالی سے تمام مقامات پر حاضر ہوئے۔ جسم مثالی انتہائی لطیف ہوتا ہے اور شکل وصورت میں جسم مادی کی مکمل شبیہ ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں ارواح کا تعلق بھی اسی جسم مثالی سے ہوتا ہے اور ولایت کلیہ کے حامل حضرات کو اللہ تعالی نے یہ قدرت عطا کی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں بدن مثالی کے ساتھ مختلف مقامات پر حاضر ہوسکتے ہیں اور جس عمل کا ارادہ کریں اور جہاں ارادہ کریں اسے سر انجام دے سکتے ہیں۔"

حواله : هشتاد و دو پرسش، صفحه 87,86 آيت الله شهيد دستغيب شيرازى جواب حاضر هے ، صفحه 107,106

یہی اب فقہائے تشیع کے نظریات کا بیان روکتا ہوں ورنہ تحریر مزید طول پکڑلے گی۔

آخر میں کچھ باتوں کی وضاحت کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض حضرات ولایت تکوینی کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ معصومین علیہم السلام سے خارق عادت فعل یا تو معجزے سے ہوتا ہے یا اس کے علاوہ دعا کی صورت میں صادر ہوتا ہے معصومؑ دعا کرتے ہیں تو خدا انکی دعا کو قبول کرتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسا آیات قرآنی اور روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ولایت تکوینی استجابت دعا کی ایک قسم نہیں بلکہ ولایت تکوینی اور مستجاب دعا میں فرق ہے یہ دونوں ایک نکتہ میں جمع ہوتے ہیں اور ایک نکتہ میں جدا ہوتے ہیں۔

دونوں جس نکتہ میں جمع ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ولایت تکوینی کے نیتجے میں بھی خارق عادت فعل رونما ہوتا ہے اور دعا کے نیتجے میں بھی خارق عادت فعل رونما ہوتا ہے لیکن جہاں ولایت تکوینی اور دعا ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ ولایت تکوینی میں

تصرف کرنے والی ذات خود وہ معصوم ہستی ہوتی ہے مگر اللہ کے اذن سے یعنی اس کی عطا کردہ قدرت کے ساتھ تصرف کرتی ہے جبکہ دعاء مستجاب میں تصرف کرنے والی ہستی معصوم نہیں ہوتی بلکہ تصرف خدا کرتا ہے معصوم فقط طلب کرتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ معصومین علیہم السلام نے تکوینی تصرف نہ چیلنج کی صورت میں کیا نہ اپنے منصب کو ثابت کرنے کے لیے یعنی معجزہ دکھانا اور نہ ہی ہر جگہ دعا کا استعمال کیا اور اسی کو ولایت تکوینی کہتے ہیں۔

ولایت تکوینی سے قطعاً یہ بھی مراد نہیں کہ معصومین علیہم السلام ہی اس وقت خلق کر رہے ہیں وہی رزق دے رہے ہیں اور وہی مردہ کو زندہ کرتے ہیں، وہی زندوں کو موت دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ بلکہ ولایت تکوینی سے مراد یہ ہے کہ خدا نے اپنے اولیاء کو کائنات میں تکوینی تصرف کرنے کی قدرت دی ہے اور وہ تکوینی تصرف اور مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے انہوں نے تکوینی تصرفات کیے بھی ہیں اور یہی عقیدہ آیات قرآنی واحادیث معصومینؑ اور علماء امامیہ کے اقوال و نظریات سے سمجھا گیا ہے۔

اس عقیدے کا مالک مومن ہر گز مشرکانہ عقیدے کا حامل نہیں اور نہ ہی ایسا عقیدہ رکھنے سے انسان مفوضہ وشیخیت میں سے شمار ہوتا ہے بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا انسان ہی حقیقی موحد ہے جو توحیدِ افعالی کی باریکیوں کو سمجھتا ہے۔

والسلام، ابو عبد اللہ

کیاباب الحوائج علیہم السلام سے براہ راست مانگنا توحید کے خلاف ہے؟

السلام علیکم مومنین و مومنات۔۔

جب سے بے اولاد جوڑوں کو شہزداہ علی اصغرؑ کا عمل بتایا ہے تب سے مسلسل کمنٹس میں اور واٹس ایپ پر ہلکی پھلکی خستہ حال توحید کے ماننے والوں نے مچھلی بازار لگا کر کفر و شرک کے سرٹیفکیٹ مع سود جاری کرنا شروع کر دیے ہیں۔

یہی وجہ بنی کہ اب "باب الحوائج" پر مختصر تحریر سے ان سب افراد کو دعوت فکر دے کر ان کی توحید کو عرفانِ اہل بیتؑ کے پانی سے سینچ کر خستگی سے نکالا جائے اور حقیقی توحید کی جانب ان کے اذہان کو متوجہ کیا جائے۔

جن بھائیوں کو خدا کے علاوہ کسی اور سے اولاد یا رزق مانگنے پر تحفظات ہیں ان سے گزارش ہے کہ ولایت تکوینی کے عنوان پر لکھی میری تحریر ایک بار ضرور مطالعہ فرمائیں (صفحہ 01) تا کہ آپ معصومین علیہم السلام سے مانگنے اور حاجات پورا کرنے میں جس تذبب کا شکار ہو کر ان کی شان میں تقصیر کرتے ہیں اس کا ازالہ ہو سکے۔

سب سے پہلے مختصراً یہ بیان ہو جائے کہ آخر باب الحوائج سے مراد کیا ہے۔

باب الحوائج بنیادی طور پر دو عربی الفاظ کا مجموعہ ہے۔

باب کا مطلب ہے "در" یعنی دروازہ اور حوائج لفظ "حاجت" کی جمع ہے جس کا مطلب ہے "ضرورت و خواہش" یا درخواست۔

اس مجموعہ کے لیے جو مناسب معنی بیان کیے جاسکتے ہیں ان میں سے ایک "حاجات کا دروازہ" یا "ضروریات کو پورا کرنے کی دہلیز" یا "باب ضروریات" ہیں اور اصل معنی وہ ہے جو لوگوں کی ضروریات کو پورا کرے اس اولیاء اللہ کو باب الحوائج کہا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ کسی شخصیات کا کسی لقب سے مشہور ہونا اس کا انہی کے لئے خاص ہونا شرط نہیں یعنی تمام معصومین علیہم السلام اور ان کی اولاد جو تقویٰ و عبودیت کے سبب خدا کی بارگاہ میں خاص مقام رکھتے ہیں، یہ تمام باب الحوائج ہیں لیکن یہ لقب خاندانِ اہل بیتؑ میں تین نفوس کے لئے مشہور ہوا جن میں حضرت ابالفضل مولا عباس علیہ السلام، شہزادہ مولا علی اصغر علیہ السلام اور معصومین علیہم السلام کی نویں قندیل یعنی ہمارے ساتویں امام آقا و مولا حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام شامل ہیں۔

نتیجتاً، باب الحوائج، ضروریات فراہم کرنے والا اور ضروریات تک پہنچنے کا راستہ، ان ناموں میں سے ہے جو شیعان علیؑ ایسے لوگوں کے لیے استعمال کرتے ہیں جن سے توسل کیا جاسکتا ہے۔

باب الحوائج کا لفظ کلامِ معصومین علیہم السلام میں مجھ حقیر سے طالب علم کو نہیں ملا لیکن یہ ایک ایسا عنوان ہے جسے شیعوں نے ان اولیاء سے حاصل برکات کے سبب دیا ہے اور آج تک اپنے توسل میں استعمال کیا ہے، جو تمام شیعہ علماء میں بھی ایک معروف عنوان ہے۔ جس کی تصدیق اہل سنت کتابوں میں بھی نظر آتی ہیں مثال کے طور پر۔

امامِ اہل سنت قرمانی اپنی کتاب اخبار الدول میں امام کاظمؑ کے بارے میں لکھتے ہے :

هو الامام الكبير القدر، الأوحد، الحجة، الساهر ليله قائما، القاطع نهاره صائما، المسمي لفرط حلمه وتجاوزه عن المعتدين كاظما۔ هوالمعروف عند أهل العراق بباب الحوائج، لأنه ما خاب المتوسل به في قضاء حجاة قط۔

وہ ایک عالی قدر امام، نابغہ زمان، اور حجت تھے اور شب زندہ دار (عبادت سے کنایہ) اور دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ آپ کو دوسروں کی بنسبت کثرت حلم وصبر کی بناء پر کاظم کہا جاتا ہے۔ اور آپ اہل عراق کے درمیان باب الحوائج کے نام سے مشہور تھے اس لئے کہ جو بھی حاجت کے لئے آپ سے توسل کرتا تھا اس کی حاجت پوری ہوتی تھی۔

(أخبار الدول و آثار الأول في التاريخ، جلد 1، صفحه 337)

یا امام ابن حجر ہیتمی لکھتا ہے :

وی به سبب گذشت و بردباری بسیارش، کاظم نامیده شد و در نزد عراقیان به باب قضاء الحوائج عندالله " یعنی درِ برآوردنِ نیازها نزد خدا " معروف بود

انہیں عفو ودرگزر اور صبر کی وجہ سے کاظم کہا جاتا تھا اور وہ عراقیوں میں خدا کی جانب سے حاجتیں پوری کرنے کے لیے مشہور تھے۔

(الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع و الزندقة، ابن حجر هیتمی، مکتبة القاهرة، بی‌تا، ص۲۰۳)

امام شبلنجی بھی لکھتے ہیں :

کاظم [ع] امام بزرگواری بود۔۔۔ و او در نزد مردم عراق به باب الحوائج الی الله معروف بود و این لقب به علت برآورده شدن حاجات کسانی است که به او متوسل می‌شوند

کاظم علیہ السلام ایک عظیم امام تھے۔۔۔ اور اہل عراق انہیں اللہ کے نزدیک باب الحوائج کے نام سے جانتے تھے اور یہ لقب ان کی طرف رجوع کرنے والوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی وجہ سے ہے۔

نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، مؤمن الشبلنجی، ص ۳۳۱

ایسے ہی اگر شیعہ کتابوں میں دیکھیں تو علامہ مجلسیؒ بحارالانوار میں امام کاظمؑ کے بارے میں مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کرتے ہیں:

۔۔۔ ودفن ببغداد بالجانب الغربي في المقبرة المعروفة بمقابر قريش من باب التين ، فصارت باب الحوائج ۔۔۔

کہ انہیں بغداد میں مغربی جانب کے قبرستان جسے قریش کے نام سے جانا جاتا ہے اس کے باب التین کی جانب دفن کیا گیا جو کہ باب الحوائج بن گیا۔۔۔

بحار الأنوار العلامة المجلسي، جلد 48، صفحه 7 ، ط مؤسسةالوفاء

اسی طرح صاحب شرح احقاق الحق سید مرعشی بیان کرتے ہیں :

و يعرف بالعراق به باب الحوائج الى الله لنحج مطالب المتوسلين الى الله تعالى به

امام موسیٰ کاظمؑ عراق میں باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں۔ ان لوگوں کی توسل کی تکمیل کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ایسی دیگر کتابیں جن میں۔۔ سید بحر العلوم کی تحفة العالم في شرح خطبة المعالم، سید محمد تقی مدرسی کی العباس بن علیؑ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔

اب یہاں میں تفصیلاً یہ ثابت نہیں کروں گا کہ غیر اللہ شخصیات جو چودہ معصومینؑ ہیں یا چودہ معصومینؑ میں نہیں لیکن اپنے تقرب خدا کی وجہ سے باب الحوائج ہیں ان سے براہ راست مانگنا بھی توسل کی ہی ایک صورت ہے جو اللہ کی جانب ہی پلٹتی ہے۔ ان سے براہ راست مدد طلب کرنا قطعاً توحید کے منافی نہیں کیونکہ در حقیقت ضروریات کے عنوان سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی ضروریات کو آزادانہ طور پر پورا کرتے ہیں بلکہ یہ خدا کی اجازت اور دیکھ بھال سے ہوتا ہے، دوسرے لفظوں میں یہ خدا تک پہنچنے کا راستہ ہیں مگر یاد رکھیں کہ خدا کی مرضی معصومینؑ سمیت دیگر شخصیات اہل بیت کو ایک عامل کے طور پر مختص کی گئی ہے تاکہ بندوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے، یعنی ایسے معاملات میں خدا کی مرضی نے اسے تفویض کیا ہے کہ وہ خود ان کے پاس ضرورت کو حل کرنے کا اختیار ہے۔

مثال کے طور پر کسی محکمہ کا سربراہ شہریوں سے متعلق تمام مسائل کی چھان بین اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کسی کو مقرر کرتا ہے۔ لہذا، ان معاملات میں کوئی شخص خود صدر یا صدر کے مقرر کردہ شخص سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور اس کا ایسے رجوع کرنا دراصل صدر سے ہی رجوع سمجھا جائے گا اسی طرح ان عظیم اولیاء سے براہ راست مانگنا دراصل خدا ہی سے مانگنا شمار ہوتا ہے جو عینِ توحید ہے کیونکہ خدا ہی کی دی گئی قدرت وطاقت کے سبب وہ یہ سب کرنے پر قادر ہیں۔

خیر اس عنوان پر جو میری ولایت تکوینی پر لکھی تحریر موجود ہے اس کی طرف رجوع کریں یا ایک علمی کتابی مسلمان سے جو توسل کے عنوان پر مکالمہ تھا اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ ایک دو آیات سے یہ ثابت کر دیتا ہوں کہ خدا کے اذن سے خدا کے مقرب بندے جو اولیائے خدا کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں ان سے مدد کی جانب اشارے خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔۔

مثال کے طور پر

سورہ بقرہ آیت 255 جو کہ آیت الکرسی سے مشہور ہے ارشاد ہوتا ہے

مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

ترجمہ: کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے

اور سورہ انبیاء کی آیت 28 میں بھی اشارہ ملتا ہے کہ

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ

ترجمہ: اور وہ کسی کی شفاعت نہیں کرتے سوائے اس کے جس سے خدا راضی ہو۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے اولیاء اللہ موجود ہیں جن کی سفارش کو خدا قبول کرتا ہے۔

اب آخر میں آیت اللہ العظمیٰ سید سیستانی سے کیا گیا ایک استفتاء پیش کر کے تحریر کو ختم کرتا ہوں تاکہ وہ شیعہ معترضین دیکھ لیں کہ جو فقیہ ان سب سے زیادہ توحید کے اسرار اور علوم اہل بیتؑ کا علم رکھتا ہے وہ براہ راست مانگنے پر کیا نظریہ رکھتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں

سوال: از معصومین علیهم السلام مستقیما کمک خواستن جایز است با اینکه اعتقاد این است که خدا این قدرت را به آنها داده است؟

جواب: از آنجایی که ما معتقدیم ایشان ولي خدا است و به استقلال نمی تواند کاری انجام دهد با این اعتقاد به هر نحو توسل کردن جایز است۔

ترجمہ :

سوال: کیا معصومین سے براہ راست مدد مانگ سکتے ھیں جبکہ یہ عقیدہ ہو کہ انھیں یہ قدرت اللہ ہی نے عطا کی ہے۔؟

جواب: بسمہ تعالی

جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ ولی خدا ہیں اور خدا سے جدا گانہ کچھ بھی انجام نہیں دیتے اگر اس عقیدے سے ہو تو ہر طرح کا توسل جائز ہے۔

امید کرتا ہوں مختصر سے مقالے میں باب الحوائج سے براہ راست مانگنے کو سمجھا سکا۔۔

والسلام، ابو عبد اللہ

توحیدِ اہل سنت کا تاریخی آپریشن

السلام علیکم مومنین و مومنات۔۔

کافی عرصے بعد تحریر لکھنے بیٹھا ہوں کیونکہ جب سے مومنین کے سوالات بذریعہ واٹس ایپ آنے لگے ہیں تو دامن وقت میں گنجائش ہی نہیں رہتی کہ کسی اور عنوان پر منظم تحریر لکھ کر آپ کی خدمت کر سکوں۔۔ اب یہ آپ گلہ سمجھ لیں یا میری معذرت خواہی۔۔

خیر۔۔ آج قلم کو حرکت دینا اس لئے بھی ناگزیر ہو گیا کیونکہ جب سے سوشل میڈیا متحرک ہوا ہے تب سے شیعوں کی جانب سے بہترین انداز میں مکتب اہل بیت کا دفاع جاری ہے اور تمام نامراد امتی بری طرح سے بے نقاب ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے ایام عزا اور پھر ایام فاطمیہ میں یہ بات نوٹس کی کہ دشمنان اہل بیتؑ کے پاس جب کچھ نہیں بچتا تو وہ اپنی باتوں کو توحید کی جانب موڑ کر ہم شیعوں پر حملہ کرتے ہیں اور کیونکہ اس پر اردو زبان میں اتنا مناظرانہ کام نہیں ہوا کہ عام عوام توحید کو لے کر ان خبیث صفت افراد کو خود ان کی ہی کتابوں سے آئینہ دکھا سکیں تو سوچا اس پر لکھ کر اپنے مومنین کو مزید مضبوط کیا جائے تاکہ جب بھی دشمن توحید کی اوڑ لے کر بھاگنے کی کوشش کرے تو ان کے سامنے یہ تحریر پیش کر کے جواب طلب کیا جا سکے کہ تمہاری لنگڑی لولی توحید کا یہ حال ہے اور تم ہم شیعوں پر کفر و شرک کے فتوے ٹھوک کر خود کو بہت بڑا توحیدی ظاہر کرتے ہو۔۔ اب جواب دو ان سب کا۔

قطعاً کوئی لمبی چوڑی تمہید نہیں باندھوں گا، بس ان نام نہاد مسلمانوں اور بالخصوص خود کو علمی کتابی ظاہر کرکے اور یہ نعرہ لگاتے کہ۔۔

مرنے سے پہلے اے مسلماں کرلے اس پر غور

بابوں کا خدا اور ہے کتابوں کا خدا اور

تو اب ان بیچارو کو کتابوں کا خدا خود ان کی اپنی کتابوں سے دکھاتے ہیں تاکہ یہ افراد ہم شیعوں کو پہلے اپنا مسلمان ہونا علمی کتابی انداز میں ثابت کریں کہ وہ ایک جسم کی پوجا نہیں کرتے اور جو ان کی کتابوں میں درج ہے جیسا کہ

معاذاللہ خدا حقیقی چہرہ، منہ اور زبان رکھتا ہے اور وہ حقیقت میں ہنستا ہے، افسردہ اور تھک جاتا ہے۔ وہ مکر و چالاکی سے متصف ہوتا ہے۔ وہ دایاں اور بایاں ہاتھ رکھتا ہے اور ایک اور گروپ کے نزدیک فقط بایاں ہاتھ رکھتا ہے۔

اور خدائے بزرگ و برتر کی توہین باعنوانِ اوصاف اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ اس کی ایک ہی طرف ہے اور اس کی بہت ساری آنکھیں ہیں اور بعض لوگوں کے نزدیک اس کی صرف ایک ہی آنکھ ہے۔

وہ چلتا ہے، وہ آتا ہے، وہ سچ میں دوڑتا ہے، وہ اوپر سے نیچے آتا ہے اور نیچے سے اوپر جاتا ہے، وہ عرش پر بیٹھتا ہے، وہ آخرت میں تشریف لائے گا اور چونکہ اس کے دو پاؤں ہیں تو ان کے خیال میں اس کو کرسی کی ضرورت ہے تاکہ اپنے پاؤں وہاں پر رکھ سکے۔

اور بعض کتابوں کے نزدیک اس کا صرف ایک ہی پاوں ہے وہ جہنم میں ڈال دیتا ہے لیکن آگ اسے جلانے سے قاصر ہے اسی طرح سے جسطرح سے عذاب کے فرشتے، آگ میں ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ خدا کے لئے اعضاء و جوارح جیسے ہاتھ، بہت ساری انگلیاں، پنڈلی اور بازو کے قائل ہیں۔ ان کی کتابوں کے مطابق معاذ اللہ خدا ساکن اور متحرک نزول و صعود کی حالت میں ہے، اگر وہ چاہے تو کسی مچھر کی پشت پر بیٹھ سکتا ہے اور یہ کہ وہ فطری طور پر اور واقعتا، عرش سے آسمان کی طرف اُترتا ہے۔ خدا اپنی مٹھی سے گنہگاروں کو جہنم کی آگ سے نکال دیتا ہے اور بادلوں کے ساتھ جبکہ جبرئیل اس کی دائیں طرف ہے اور جہنم اس کی بائیں طرف ہے وہ نیچے آتا ہے۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔

المختصر کہ یہ خود کو اہل سنت والجماعت کہلانے والے مسلمان اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ایک ایسے جسم کی عبادت کرتے ہیں جو کہ ان کے مطابق عرش پر بیٹھا ہے؛ جبکہ یہ جسم موجود ہی نہیں۔ اس بناء پر یہ چہروں، جسموں اور وہم و خیال کے پجاری ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ہم خالص توحید کے پیروکاروں یعنی شیعوں کو مشرک، بت پرست اور قبوری کہتے ہیں۔

جب کہ حقیقت میں ہم شیعانِ علیؑ ہی ہیں جو حقیقی ربوبیت میں موحد ہیں اور پروردگار سے واقف ہیں اور اللہ کو ان ناقص صفات سے پاک و منزہ سمجھتے ہیں جن کی نسبت اللہ کی طرف جسم پرست یہ سو کالڈ توحیدی دیتے ہیں۔

اب آؤ تم لوگ اور ہم شیعوں کو پہلے اپنی ایمانیات کا امتحان دو پھر مسلمان قرار پا کر ہم سے عقیدتی سوالات کرنا۔۔

- تو شروع کرتا ہوں اس بزرگ و برتر کے پاک نام سے جو اجزائے ترکیبی نہیں رکھتا کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے اجزاء کی احتیاج پیدا کرتا جبکہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔
- اس خداوند متعال کے نام سے شروع کرتا ہوں جو جسم نہیں رکھتا کیونکہ ہر جسم محدود، متغیر اور نابودی کے قابل ہوتا ہے۔
- اس کے نام سے شروع جو مرئی نہیں ہے یعنی دکھائی نہیں دیتا کیونکہ اگر وہ دکھائی دیتا تو جسم ہوتا اور محدود اور قابل فنا ہوتا۔
- اسی عظیم رب کے نام سے جو کوئی محل نہیں رکھتا کیونکہ وہ جسم نہیں ہے تاکہ اسے محل کی ضرورت پڑے۔
- شروع کرتا ہو اس خدا کے نام سے جس کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ اگر اس کا کوئی شریک ہوتا تو اسے ایک محدود موجود ہونا چاہیئے تھا چونکہ دو لا محدود موجودات ہر جہت سے ناممکن ہیں۔
- المختصر میں شروع کرتا ہوں لیس کمثلہ شیءٍ سے اور اس خدا سے جو اہل بیتؑ کا خالق و مالک و رازق ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيد الخلق محمد المبعوث
للرسالة وعلى آله الأئمة الهداة

اللهمّ صلّ على فاطمة وأبيها وبعلها وبنيها والسرّ المستودع فيها السلام
عليكِ يا عصمة الله الكبرى فاطمة الزهراء (عليها السلام)

علمی کتابی افراد کی توحید کا فل فلیش آپریشن!

سب سے پہلے بھیا اسماعیل بخاری کی اس کتاب سے جو قرآن کے بعد مبینہ طور پر سب سے صحیح کتاب ہے۔

(قدسي) حدثنا عبد الله بن محمد، حدثنا عبد الرزاق، اخبرنا معمر، عن همام، عن ابي هريرة رضي الله عنه، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم:" تحاجت الجنة والنار، فقالت النار: اوثرت بالمتكبرين والمتجبرين، وقالت الجنة: ما لي لا يدخلني إلا ضعفاء الناس وسقطهم، قال الله تبارك وتعالى للجنة: انت رحمتي، ارحم بك من اشاء من عبادي، وقال للنار: إنما انت عذابي، اعذب بك من اشاء من عبادي، ولكل واحدة منهما ملؤها، فاما النار فلا تمتلئ حتى يضع رجله، فتقول: قط قط، فهنالك تمتلئ ويزوى بعضها إلى بعض، ولا يظلم الله عز وجل من خلقه احدا، واما الجنة، فإن الله عز وجل ينشئ لها خلقا

ترجمہ:

"ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں حمام نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ نے بحث کی، دوزخ نے کہا میں متکبروں اور ظالموں کے لیے خاص کی گئی ہوں۔ جنت نے کہا مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر صرف کمزور اور کم رتبہ والے لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت سے کہا کہ تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعہ میں اپنے بندوں میں جس پر چاہوں رحم کروں اور دوزخ سے کہا کہ تو عذاب ہے تیرے ذریعہ میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں۔ جنت اور دوزخ دونوں بھریں گی۔ دوزخ تو اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک اللہ رب العزت اپنا قدم اس میں نہیں رکھ دے گا۔ اس وقت وہ بولے گی کہ بس بس بس! اور اس وقت بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے پر چڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا «وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب» ”اور اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے رہئیے سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے چھپنے سے پہلے۔“

صحيح البخاري ، كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ ، باب 1 : حديث نمبر: 4850

یہی حدیث بخاری نے یہاں بھی نقل کی ہے۔

صحيح البخاري ، كِتَاب التَّوْحِيدِ ، باب 25 : حديث نمبر: 7449

اسی سے ملتی جلتی احادیث صحیح مسلم میں بھی ہیں اور مسند احمد بن حنبل میں بھی۔

بخاری میں ایک اور طویل حدیث میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں

---- ربنا، قال: فياتيهم الجبار في صورة غير صورته التي راوه فيها اول مرة، فيقول: انا ربكم، فيقولون: انت ربنا، فلا يكلمه إلا الانبياء، فيقول: هل بينكم وبينه آية تعرفونه؟، فيقولون: الساق، فيكشف عن ساقه، فيسجد له كل مؤمن ويبقى من كان يسجد لله ---

بیان کیا کہ پھر اللہ جبار ان کے سامنے اس صورت کے علاوہ دوسری صورت میں آئے گا جس میں انہوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا ہو گا اور کہے گا کہ میں تمہارارب ہوں !لوگ کہیں گے کہ تو ہی ہمارارب ہے اور اس دن انبیاء کے سوااور کوئی بات نہیں کرے گا۔ پھر پوچھے گا: کیا تمہیں اس کی کوئی نشانی معلوم ہے ؟وہ کہیں گے کہ « ساق۔ » پنڈلی، پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گااور ہر مومن اس کے لیے سجدہ میں گر جائے گا۔

صحيح البخاري، كِتَاب التَّوْحِيدِ ، باب 24 : حديث نمبر: 7439

تو اہل سنت مبینہ توحیدی ٹولے کے خدا کا پیر اور اس کی پنڈلی ملاحظہ فرمالی ہو گی اب اس کا ہاتھ ہونا بھی ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا ابو اليمان، اخبرنا شعيب، حدثنا ابو الزناد، عن الاعرج، عن ابي هريرة، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:" يد الله ملاى لا يغيضها نفقة سحاء الليل والنهار، وقال: ارايتم ما انفق منذ خلق السموات والارض فإنه لم يغض ما في يده، وقال: عرشه على الماء وبيده الاخرى الميزان يخفض ويرفع

۔۔۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اللہ کاہاتھ بھرا ہواہے،اسے رات دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکیا تمہیں معلوم ہے کہ جب اس نے آسمان وزمین پیداکئے ہیں اس نے کتناخرچ کیاہے اس نے بھی اس میں کوئی کمی نہیں پیداکی جواس کے ہاتھ میں ہے اور فرمایاکہ اس کاعرش پانی پر ہے اوراس کے دوسرے ہاتھ میں ترازوہے،جسے وہ جھکاتااوراٹھاتارہتاہے۔

صحيح البخاري ، كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ ، باب 19 : حديث نمبر: 7411

یہی حدیث بخاری کی کتاب التفسیر کے باب 2 پر بھی موجودہے جس کاحدیث نمبر 4684

اوریہی حدیث صحیح مسلم،مشکوۃ المصابیح،جامع الترمذي،سنن ابن ماجہ اورصحیفۂ ہمام بن منبہ میں صحیح سندسے موجودہے،پھکی کے طورپر صحیح مسلم کاحوالہ لگے ہاتھ دیتاچلوں۔۔

صحيح مسلم، كِتَاب الزَّكَاةِ ، باب 11 ، حديث نمبر: 2308

ہاں جی اب جبکہ ان کے خداکے پیروں کے ساتھ ہاتھ بھی ثابت ہوچکے توآئیں ان ہاتھوں سے آپ کومصافحہ بھی دکھاتے ہیں اوربھی قاتل فاطمہ زہراؑ کے ساتھ یعنی اللہ کامصافحہ عمر بن خطاب کے ساتھ (معاذاللہ) ملاحظہ فرمائیں۔۔

حدثنا إسماعيل بن محمد الطلحي ، انبانا داود بن عطاء المديني ، عن صالح بن كيسان ، عن ابن شهاب ، عن سعيد بن المسيب ، عن ابي بن كعب ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" اول من يصافحه الحق عمر، واول من يسلم عليه، واول من ياخذ بيده، فيدخله الجنة"۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حق تعالیٰ سب سے پہلے قیامت کے دن عمر سے مصافحہ کریں گے، اور سب سے پہلے انہیں سے سلام کریں گے، اور سب سے پہلے ان کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کریں گے“۔

سنن ابن ماجه ، باب فی فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، 13۔ بَابُ : فَضْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، حديث نمبر: 104

ارے کیا ہوا۔۔ آپ حضرات تو فقط اللہ کا عمر سے ہاتھ ملانا دیکھ کر ہی ششدر رہیں ابھی رکیں ابھی میں آپ کو قاتل زہراؑ کے ایسے فضائل مزید دکھاتا ہوں جس سے توحید کی دھجیاں مزید بکھر جائیں گی۔۔

ملاحظہ فرمائیں ان کے اللہ میاں کا قاتل فاطمہ زہراؑ یعنی عمر بن خطاب سے گلے ملنا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کروانا۔۔

أخبرنا عبد الله بن إسحاق إبن الخراساني العدل ببغداد ثنا أحمد بن محمد بن عبد الحميد الجعفي ثنا الفضل بن جبير الوراق ثنا إسمعيل بن زكريا الخلقاني ثنا يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب عن أبي بن كعب (ر) قال سمعت النبي ﷺيقول : أول من يعانقه الحق يوم القيامة عمر وأول من يصافحه الحق يوم القيامة عمر وأول من يؤخذ بيده فينطلق به إلى الجنة عمر بن الخطاب (ر)

ابی بن کعب کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ: قیامت کے دن سب سے پہلا شخص جسے اللہ گلے لگائے گا وہ عمر ہے اور سب سے پہلے جس سے اللہ قیامت کے دن مصافحہ

کرے گا وہ عمر ہے اور پہلا شخص جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جایا جائے گا وہ عمر بن خطاب ہے۔

كتاب المستدرك على الصحيحين للحاكم - ط العلمية ، الجزء 3، باب : ومن مناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه - رقم الصفحة : 90 ، رقم الحديث : 4489

ان کے امام طبری بھی اسے نقل کرتے ہیں، حوالہ ملاحظہ فرمائیں

كتاب الرياض النضرة في مناقب العشرة، الباب الثاني: في مناقب أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه الفصل السادس: في خصائصه، الجزء : (2) - رقم الصفحة (308) :

تاریخ دمشق کا بھی حوالہ لیتے جائیں۔۔

كتاب تاريخ دمشق لابن عساكر ، حرف العين المهملة عمر بن الخطاب رضي الله عنه ، الجزء : (44) - رقم الصفحة : (158) - رقم الحديث: 5206

اب یہ بھی دیکھیں کہ خدا کہاں پر بیٹھتا ہے اپنے جسم کے ساتھ (معاذاللہ)

ایک بار عمر بن خطاب کے ہونہار بیٹے کے دماغ میں ایک سوال آیا جو اس نے ابن عباس سے پوچھا ملاحظہ فرمائیں مع مکمل سند کے ساتھ اور وہ بھی اہل سنت کے عقائد پر لکھی کتاب میں ۔۔یعنی جہاں عقائد کا بیان ہو وہاں تو ہلکی سے بھی ضعیف حدیث چل ہی نہیں سکتی۔۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: ثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ،

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، بَعَثَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ يَسْأَلُهُ: هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟ [٤٨٤] فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ: أَنْ نَعَمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَسُولَهُ أَنْ كَيْفَ رَآهُ؟ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنَّهُ «رَآهُ فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ دُونَهُ فِرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ عَلَى كُرْسِيٍّ مِنْ ذَهَبٍ تَحْمِلُهُ أَرْبَعَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَلَكٌ فِي صُورَةِ رَجُلٍ، وَمَلَكٌ فِي صُورَةِ ثَوْرٍ، وَمَلَكٌ فِي صُورَةِ نَسْرٍ، وَمَلَكٌ فِي صُورَةِ أَسَدٍ«

۔۔۔ کہ عبد اللہ ابن عمر نے ابن عباس کو پیغام بھیجا اور پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو دیکھا ہے؟ ابن عباس نے جواب دیا: ہاں، تو ابن عمر بھیجے شخص نے سوال کیا کہ کس کیفیت میں؟ تو ابن عباس نے کہا: اللہ سبز گھاس پر سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جسے چار فرشتے اٹھائے ہوئے تھے جن میں ایک فرشتہ انسانی شکل میں تھا، دوسرا بیل کی شکل کا، تیسرا عقاب کی شکل کا اور چوتھا شیر کی شکل کا۔ (العیاذ باللہ)

حواله :كتاب التوحيد وإثبات صفات الرب عز وجل لابن خزيمة ، الجزء : (2) - رقم الصفحة : (483) - رقم الحديث: 48

یہ ہیں توحیدی اہل سنت امام، جو خدا کی توحید اور اس کی صفات کو ثابت کرنے والی کتاب میں ایسی غیر توحیدی حدیث سے نجانے کیا ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔۔۔

اس نام نہاد امام خزیمہ کا درجہ اہل سنت میں کیا ہے یہ بھی مختصر بیان کر دوں تا کہ دیگر اہل سنت علماء کا عقلی معیار آپ سب پر واضح ہو جائے۔۔

امامِ اہل سنت شمس الدین ذہبی، ابن حزیمہ کو ان القاب سے یاد کرتا ہے: الحافظ الحجۃ الفقیہ، شیخ الاسلام، امام الآئمہ

حواله : تذكرة الحفاظ، جلد 2، صفحه 262/261

امامِ اہل سنت ابن حبان لکھتا ہے: میں نے روئے زمین پر بجز امام ابن خزیمہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جسے فن حدیث میں اِس قدر مہارت ہو کہ اُسے صحیح الفاظ اور زیاداتِ حدیث اِس طرح یاد ہوں کہ گویا حدیث کی سب کتابیں اُس کے سامنے کھلی پڑی ہیں۔

حواله : تذكرة الحفاظ، جلد 2، صفحه 262/261

امامِ اہل سنت دار قطنی نے کہا ہے کہ ابن خزیمہ پختہ کار اور بے نظیر عالم تھے۔

حواله : تذكرة الحفاظ، جلد 2، صفحه 266

المختصر کہ اہل سنت کا ایک ایسا امام جو حافظ الحجۃ ہو، فقیہ ہو، شیخ الاسلام ہو اور سب سے بڑھ کر تمام اہل سنت آئمہ کا بھی امام ہو یعنی امام الآئمہ۔۔ وہ اپنی توحید پر لکھی کتاب میں ایسی توحید بیان کرے جس سے خدا کا مجسم ہونا ثابت ہو تو پھر آگے بچتا ہی کیا ہے؟؟

اگر اب بھی کسی کو یہ حدیث قبول نہ ہو تو اس کے مزید حوالے بطور حلوہ پیش کیے دیتا ہوں، ہمارے مشرک بھائی مزے لے کر کھائیں۔۔

اسی حدیث کو امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے

حوالہ : كتاب الأسماء والصفات - البيهقي، الجزء :(2) - رقم الصفحة :(361) - رقم الحديث: 934 الناشر: مكتبة السوادي، دة - المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، ١٤١٣ هـ - ١٩٩٣ م

جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر میں۔۔

حوالہ : كتاب الدر المنثور في التفسير بالمأثور ، الجزء : (7) - رقم الصفحة : (648) - رقم الحديث: 6 ، الناشر: دار الفكر - بيروت

شمس الدین ذہبی نے اپنی میزان میں۔۔

حوالہ : كتاب ميزان الاعتدال - شمس الدين الذهبي ، الجزء : (3) - رقم الصفحة(473) : تحقيق: علي محمد البجاوي، الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت - لبنان ، الطبعة: الأولى، ١٣٨٢ هـ - ١٩٦٣ م

ابن جوزی نے العلل میں۔۔

حوالہ : كتاب العلل المتناهية في الأحاديث الواهية ، الجزء : (1) - رقم الصفحة : (24) - رقم الحديث: 19 المحقق: إرشاد الحق الأثري ، الناشر: إدارة العلوم الأثرية، فيصل آباد، باكستان ، الطبعة: الثانية، ١٤٠١هـ/١٩٨١م

امام ابن احمد نے السنہ میں۔۔

حوالہ : كتاب السنة لعبد الله بن أحمد ، الجزء : (1) - رقم الصفحة : (175) - رقم الحديث: 217 المحقق: د. محمد بن

سعيد بن سالم القحطاني ، الناشر: دار ابن القيم - الدمام ،
الطبعة: الأولى، ١٤٠٦ هـ - ١٩٨٦ م

فی الحال اس حدیث کے اتنے حوالے ہی کافی ہیں، اب آگے بڑھتے ہیں

اگر کتب اہل سنت کا مطالعہ کریں تو ان کے علماء کی توحید کے بارے میں رائے انسان کو ان کے مسلمان ہونے سے خارج کر دیتی ہے، ملاحظہ فرمائیں کہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب لسان المیزان میں اپنے امام ابن حزم کے بارے میں کیا کچھ لکھ رہا ہے، ارے وہی ابن حزم جس کے بارے میں اہل سنت علماء کا دعویٰ ہے کہ اگر اس کی یہ دو کتابیں المحلی اور الاحکام فی اصول الاحکام نہ ہوتیں تو مسلکِ اہل سنت کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔ ذرا اس امام کی توحید ملاحظہ فرمائیں :

ذكر ابن حزم انه كان مجسما وكان يقول إن ربه في صورة انسان لحم ودم ويفرح ويحزن ويمرض ويفيق

ترجمہ: ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ کو مجسم مانتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس کا رب ایک انسان، گوشت اور خون کی صورت میں ہے، جو خوش ہوتا ہے اور غم کرتا ہے، بیمار ہوتا ہے اور بیدار ہوتا ہے۔

حواله : كتاب لسان الميزان - ابن حجر العسقلاني ، الجزء : (7) - رقم الصفحة : (63) - رقم : 591 المحقق: دائرة المعرف النظامية - الهند ، الناشر: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات بيروت - لبنان ، الطبعة: الثانية، ١٣٩٠هـ /١٩٧١م

چلیں دوبارہ ان کے عظیم محدثین کی طرف پلٹے ہیں اور ان کی کتابوں میں توحید کس شکل میں ملاحظہ فرماتے ہیں۔۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں ایک روایت نقل کرتے ہیں :

حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ جَابِرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِشٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ ذَاتَ غَدَاةٍ وَهُوَ طَيِّبُ النَّفْسِ، مُسْفِرُ الْوَجْهِ، أَوْ مُشْرِقُ الْوَجْهِ، قُلْنَا: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّا نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ، مُسْفِرَ الْوَجْهِ، أَوْ مُشْرِقَ الْوَجْهِ، فَقَالَ: " وَمَا يَمْنَعُنِي، وَأَتَانِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ اللَّيْلَةَ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَبِّي وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ: لَا أَدْرِي أَيْ رَبِّ، قَالَ: ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ: فَوَضَعَ كَفَّيْهِ بَيْنَ كَتِفَيَّ، فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتَّى تَجَلَّى لِي مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ {وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ} ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قَالَ: قُلْتُ: فِي الْكَفَّارَاتِ، قَالَ: وَمَا الْكَفَّارَاتُ؟ قُلْتُ: الْمَشْيُ عَلَى الْأَقْدَامِ إِلَى الْجُمُعَاتِ ، وَالْجُلُوسُ فِي الْمَسْجِدِ خِلَافَ الصَّلَوَاتِ، وَإِبْلَاغُ الْوُضُوءِ فِي الْمَكَارِهِ، قَالَ: مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ، وَمَاتَ بِخَيْرٍ، وَكَانَ

۔۔۔رسول اللہ نے فرمایا: اور میرا رب آج رات میرے پاس بہترین شکل میں آیا اور کہا: اے محمد، تو میں نے کہا: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، میرے رب، اور میں آپ سے خوش ہوں، اس نے اپنی ہتھیلیاں میرے کندھوں کے درمیان رکھ دیں اور میں نے اپنے سینوں کے درمیان اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔۔۔

حواله : كتاب مسند أحمد - ط الرسالة ، الجزء : (27) - رقم الصفحة : (171) - رقم الحديث: 16621، المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون ، إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن التركي ، الناشر: مؤسسة الرسالة ، الطبعة: الأولى، ١٤٢١ هـ - ٢٠٠١ م

امام ہیثمی نے بھی یہی روایت نقل کی ہے اور آخر میں اس کی اسناد کو رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ لکھا ہے، حوالہ ملاحظہ فرمائیں

حواله : كتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، كتاب التعبير ، باب فيما رآه النبي صلى الله عليه وسلم في المنام ، الجزء : (7) - رقم الصفحة : (176) - رقم الحديث: 11737 -المحقق: حسام الدين القدسي، الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة ، عام النشر: ١٤١٤ هـ، ١٩٩٤ م

اب ایسی ہی حدیث ترمذی مبینہ شریف میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔۔

(قدسي) حدثنا حدثنا محمد بن بشار، حدثنا معاذ بن هشام، حدثني ابي، عن قتادة، عن ابي قلابة، عن خالد بن اللجلاج، عن ابن عباس، ان النبي صلى الله عليه وسلم، قال: " اتاني ربي في احسن صورة، فقال: يا محمد، قلت: لبيك رب وسعديك، قال: فيم يختصم الملا الاعلى؟ قلت: رب لا ادري، فوضع يده بين كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلمت ما بين المشرق والمغرب، فقال: يا محمد، فقلت: لبيك رب وسعديك، قال: فيم يختصم الملا الاعلى؟ قلت: في الدرجات، والكفارات، وفي نقل الاقدام إلى الجماعات، وإسباغ الوضوء في المكروهات، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، ومن يحافظ عليهن عاش بخير ومات بخير وكان من ذنوبه كيوم ولدته امه "۔ قال ابو عيسى: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه، قال: وفي الباب، عن معاذ بن جبل، وعبد الرحمن بن عائش، عن النبي صلى الله

عليه وسلم، وقد روي هذا الحديث عن معاذ بن جبل، عن النبي صلى الله عليه وسلم بطوله، وقال: " إني نعست فاستثقلت نوما فرايت ربي في احسن صورة، فقال: فيم يختصم الملا الاعلى" ۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے میرا رب بہترین صورت میں نظر آیا، اور اس نے مجھ سے کہا: محمد! میں نے کہا: میرے رب! میں تیری خدمت میں حاضر و موجود ہوں، کہا: اونچے مرتبے والے فرشتوں کی جماعت کس بات پر جھگڑ رہی ہے؟ میں نے عرض کیا: (میرے) رب! میں نہیں جانتا، (اس پر) میرے رب نے اپنا دست شفقت و عزت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنی چھاتیوں کے درمیان (سینے میں) محسوس کی، اور مجھے مشرق و مغرب کے درمیان کی چیزوں کا علم حاصل ہو گیا، (پھر) کہا: محمد! میں نے عرض کیا: (میرے) رب! میں حاضر ہوں، اور تیرے حضور میری موجودگی میری خوش بختی ہے، فرمایا: فرشتوں کی اونچے مرتبے والی جماعت کس بات پر جھگڑ رہی ہے؟ میں نے کہا: انسان کا درجہ و مرتبہ بڑھانے والی اور گناہوں کو مٹانے والی چیزوں کے بارے میں (کہ وہ کیا کیا ہیں) تکرار کر رہے ہیں، جماعتوں کی طرف جانے کے لیے اٹھنے والے قدموں کے بارے میں اور طبیعت کے نہ چاہتے ہوئے بھی مکمل وضو کرنے کے بارے میں۔ اور ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کا انتظار کرنے کے بارے میں، جو شخص ان کی پابندی کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندگی گزارے گا، اور خیر (بھلائی) ہی کے ساتھ مرے گا، اور اپنے گناہوں سے اس

دن کی طرح پاک وصاف ہو جائے گا جس دن کہ ان کی ماں نے جنا تھا، اور وہ گناہوں سے پاک وصاف تھا“۔

تخريج الحديث: «انظر ماقبله (تحفة الأشراف: 5787) (صحيح)«

قال الشيخ الألباني: صحيح انظر ما قبله(3233)

حواله : سنن ترمذي ، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، 39- باب وَمِنْ سُورَةِ ص ، حديث نمبر: 3234

اختصار لاحق ہے ورنہ تمام کتابوں سے اس حدیث کو نقل کرتا، تو کچھ کے نام لکھ رہا ہوں۔

1 -العلل المتناهية في الأحاديث الواهية [ابن الجوزي]

2 -الجامع لعلوم الإمام أحمد - العقيدة [أحمد بن حنبل]

3 -رؤية الله للدارقطني [الدارقطني]

4 -جامع المسانيد لابن الجوزي [ابن الجوزي]

5 -الدر المنثور في التفسير بالمأثور [الجلال السيوطي]

6 -مسند البزار = البحر الزخار [أبو بكر البزار]

7 -مسند أبي يعلى - ت حسين أسد [أبو يعلى الموصلي]

فی الحال اتنے ہی حوالے کافی ہیں اس ایک عجیب وغریب حدیث کے لیے ورنہ 46 سے اوپر کتابوں میں یہ درج ہے۔

اب آخرت میں خدا کو دیکھنے پر اہل سنت روایات ملاحظہ فرمائیں

حدثنا عبدة بن عبد الله، حدثنا حسين الجعفي، عن زائدة، حدثنا بيان بن بشر، عن قيس بن ابي حازم، حدثنا جرير، قال:" خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة البدر، فقال: إنكم سترون ربكم يوم القيامة كما ترون هذا لا تضامون في رؤيته

۔۔ جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں رات کو ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اپنے رب کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں کوئی مزاحمت نہیں ہو گی۔ کھلم کھلا دیکھو گے، بے تکلف، بے مشقت، بے زحمت۔

صحيح البخاري ، كِتَاب التَّوْحِيدِ ، بَابُ 24 ، حديث نمبر: 554

یہ روایت صحیح بخاری میں 6 الگ الگ جگہوں پر نقل ہوئی ہے اور اہل سنت کے منابع میں تقریباً 15 طرق میں موجود ہے جس میں صحیح مسلم، جامع الترمذي، سنن أبي داود، سنن ابن ماجه، مسند الحميدي، الدر المنثور، سنن الدارمي وغیرہ شامل ہیں جو اختصار کے پیش نظر یہاں نقل نہیں کر رہا۔

چلیں اب ان کے خدا کا نازل ہونا بھی بیان کر دیا جائے۔

دارمی کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں جس میں یہ اپنے خدا کو کرسی پر ایسے اتار رہا ہے جیسے یہ معاذاللہ خدا نہیں بلکہ تامل فیلموں کا کوئی ہیرو ہو۔۔ العیاذ باللہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الصَّعْقُ بْنُ حَزْنٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قِيلَ لَهُ: مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ؟ قَالَ: " ذَاكَ يَوْمٌ يَنْزِلُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى كُرْسِيِّهِ يَئِطُّ كَمَا يَئِطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيدُ مِنْ تَضَايُقِهِ بِهِ، وَهُوَ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَيُجَاءُ بِكُمْ حُفَاةً، عُرَاةً، غُرْلًا، فَيَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى إِبْرَاهِيمُ، يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: اكْسُوا خَلِيلِي، فَيُؤْتَى بِرَيْطَتَيْنِ بَيْضَاوَيْنِ مِنْ رِيَاطِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ أُكْسَى عَلَى أَثْرِهِ، ثُمَّ أَقُومُ عَنْ يَمِينِ اللَّهِ مَقَامًا يَغْبِطُنِي الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ

۔۔۔۔ابن مسعود کہتے ہیں کہ بنی سے پوچھا گیا کہ مقام محمود کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا: اس دن جب اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر اترے گا اور وہ کرسی (وزن) اور تنگی کی وجہ سے اس طرح چرچراتی ہو گی جیسے نیا پالان چرچراتا ہے حالانکہ وہ اتنی کشادہ ہو گی جتنی آسمان وزمین کے درمیان مسافت ہے۔۔۔۔

حواله : كتاب مسند الدارمي، كتاب الرقاق، باب: في شأن الساعة ونزول الرب تعالى ، الجزء : (3) - رقم الصفحة : (1845) - رقم الحديث: 2842-تحقيق: حسين سليم أسد الداراني [ت ١٤٤٣ هـ] ، الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية ، الطبعة: الأولى، ١٤١٢ هـ - ٢٠٠٠ م

دارمی کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(حديث قدسي) حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ [١٨٤٥] الْأَرْضِ؟"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

”(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا: آج صرف میں بادشاہ ہوں دنیا کے بادشاہ (آج) کہاں ہیں؟

تخريج الحديث: «إسناده صحيح، [مكتبه الشامله نمبر: 2841]

اس روایت کی سند صحیح اور حدیث متفق علیہ ہے۔ دیکھئے:

[بخاري 4812]، [مسلم 2787]، [أبويعلى 5850]

قال الشيخ حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح

حواله : كتاب مسند الدارمي، كتاب الرقاق، باب: في شأن الساعة ونزول الرب تعالى ، الجزء : (3) - رقم الصفحة : (1844) - رقم الحديث: 2841 -تحقيق: حسين سليم أسد الداراني [ت ١٤٤٣ هـ] ، الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية ، الطبعة: الأولى، ١٤١٢ هـ - ٢٠٠٠ م

لو جی دارمی جی کمال کر دیا آپ نے۔۔

اب تحریر طویل ہوتی جارہی ہے تو فقط روایت کا متن اور حوالہ لکھتا ہوں ترجمہ کی ضرورت نہیں

- 274 –عن عمر (ر) : أن إمرأة أتت النبي ﷺ، فقالت : إدع الله أن يدخلني الجنة فعظم الرب تبارك وتعالى وقال : إن كرسيه وسع السموات والأرض وإن له أطيطاً ، كأطيط الرحل الجديد إذا ركب من ثقله ، رواه البزار ورجاله رجال الصحيح۔

حواله : الهيثمي - مجمع الزوائد - كتاب الإيمان - باب - الجزء : (1) - رقم الصفحة(83) :

- 17272 -وعن عمر (يعني إبن الخطاب) قال: أتت إمرأة النبي ﷺ، فقالت : إدع الله أن يدخلني الجنة ، قال: فعظم الرب تبارك وتعالى وقال: إن كرسيه وسع السماوات والأرض ، وإن له أطيط كأطيط الرحل الجديد إذا ركب من ثقله ، رواه أبو يعلى في الكبير ، ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن خليفة الهمذاني وهو ثقة۔

حواله : الهيثمي - مجمع الزوائد - كتاب الأدعية - باب فيما يستفتح به الدعاء من حسن الثناء على الله سبحانه والصلاة على النبي محمد ﷺ- الجزء : (10) - رقم الصفحة(159) :

-عن إبن مسعود ، عن ناس من أصحاب رسول الله ﷺفي قوله : وسع كرسيه السموات والأرض ، فإن السموات والأرض في جوف الكرسي والكرسي بين يدى العرش ، وأرباب أنا يحملونها على عظم الملك وجلالة السلطان ، وينكرون وجود العرش والكرسي وليس بشئ ، وأهل الحق يجيزونهما ، إذ في قدرة اللهمتسع فيجب الإيمان بذلك ، قال أبو موسى الأشعري : الكرسي موضع القدمين وله أطيط كأطيط الرحل۔

حواله : القرطبي - الجامع لأحكام القرآن - سورة البقرة - قوله تعالى : الله لا إله إلا هو الحي القيوم - الجزء : (3) - رقم الصفحة(253) :

- 59 -حدثنا: الحسن بن علي ، وإسماعيل بن إبراهيم بن غزوان قالا : ، نا : عبد الصمد بن عبد الوارث ، حدثني : أبي ، نا : محمد جحاده ، عن سلمة بن كهيل ، عن عمارة ، عن أبي بن عمير موسى قال : الكرسي موضع القدمين وله أطيط كأطيط الرحل۔

حواله : إبن أبي شيبة - كتاب العرش - رقم الصفحة(78)

ابھی بھی ان کے خدا کے وزن سے کرسی چرچرانے کے مزید 21 حوالے رہتے ہیں جنہیں نقل نہیں کر رہا۔۔

اب ان کے خدا کا عرش پر آرام کرنے کا احوال بیان ہو جائے (العیاذ باللہ)

-حدثنا : محمد بن منصور الطوسي ، قال : ثنا : حسين بن محمد ، عن أبي معشر ، عن محمد بن قيس قال : جاء رجل إلى كعب فقال : يا كعب أين ربنا ؟ فقال له الناس : دق الله تعالى ، أفتسأل عن هذا ؟ فقال كعب : دعوه ، فإن يك عالماً إزداد ، وإن يك جاهلاً تعلم ، سألت أين ربنا ، وهو على العرش العظيم متكئ ، واضع إحدى رجليه على الأخرى ----

پوچھا اللہ کہاں ہے تو۔۔جواب۔۔وہ عرش عظیم پر تکیہ لگائے ہوئے ہے اور اپنی ایک ٹانگ دوسری پر رکھے ہوئے ہے۔(معاذاللہ)

حواله : الطبري - تفسير الطبري - تفسير سورة الشورى - القول في تأويل قوله تعالى : له ما في السماوات وما في الأرض وهو العلي العظيم - الجزء : (21) - رقم الصفحة(501) :

اسی خرافات کے ضمن میں تقریباً 6 مزید حوالے ہیں جن کا متن نہیں فقط حوالہ پیش کر رہا ہوں۔۔

1. أبو يعلى الفراء - إبطال التأويلات لأخبار الصفات - الجزء : (1) - رقم الصفحة : (188 / 189 / 190) - الرقم(182) :
2. أبي بكر بن أبي عاصم الخلال - السنة - الجزء : (1) - رقم الصفحة : (248 / 249) - رقم : (568) - ط المكتب الإسلامي / بيروت - سنة 1400هـ- 1980م ط-1

3. إبن عثيمين - فتح رب البرية بتلخيص الحموية - رقم الصفحة : (15) - منقول من موقعه الرسمي
4. السبكي - السيف الصقيل رد ابن زفيل - هامش الصفحة 200) : (
5. الهيثمي - مجمع الزوائد ومنبع الفوائد - كتاب الأدب - باب فيمن يضطجع ويضع إحدى رجليه على الأخرى - الجزء : (19) - رقم الصفحة(13) :
6. الطبراني - المعجم الكبير - باب القاف - من إسمه قتادة - قتادة بن النعمان الأنصاري - ما أسند قتادة بن النعمان - عبيد بن حنين عن قتادة بن النعمان - الجزء : (19) - رقم الصفحة(13) :

چلیں مزید آگے چلتے ہیں پر ذرا جلدی جلدی۔۔ تحریر لکھنے بیٹھا تھا پوری کتاب ہی بنتی جا رہی ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ ان کا خدا جب کچھ بھی نہ تھا تو کہاں رہتا تھا۔۔۔ ملاحظہ فرمائیں

حدثنا احمد بن منيع، حدثنا يزيد بن هارون، اخبرنا حماد بن سلمة، عن يعلى بن عطاء، عن وكيع بن حدس، عن عمه ابي رزين، قال: قلت: يا رسول الله، اين كان ربنا قبل ان يخلق خلقه؟ قال: " كان في عماء ما تحته هواء وما فوقه هواء وخلق عرشه على الماء - وهذا حديث حسن

ابو رزین کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: ”وہ عماء میں تھا، نہ تو اس کے نیچے ہوا تھی نہ ہی اس کے اوپر۔ اس نے اپنا عرش پانی پر بنایا“ اور امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

حواله : سنن ترمذي ، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، 12۔ باب وَمِنْ سُورَةِ هُودٍ ، حديث نمبر: 3109

اس عنوان کی مزید 8 احادیث کے حوالہ یہ ہیں (متن اور ترجمہ نہیں پیش کر رہا)

1. مسند أحمد - أول مسند المدنين (ر) - حديث أبي رزين العقيلي لقيط بن عامر المنتفق (ر) ، حديث 15767
2. سنن إبن ماجه - كتاب المقدمة - باب فيما أنكرت الجهمية ، حديث 182
3. إبن أبي عاصم - السنة - باب : (كان في عماء) ، حديث 497
4. الطبراني - المعجم الكبير - باب السلام ، حديث 15195
5. إبن أبي شيبة - العرش وما روي فيه - كتاب العرش ، حديث 7
6. أبي الشيخ الإصبهاني - العظمة - باب الأمر، حديث 83
7. البيهقي - الأسماء والصفات - باب ما جاء في قول الله عز وجل : الرحمن علي العرش إستوى، حديث 833
8. الطبري - جامع البيان - القول في تفسير السورة ـ- حديث 16500

اب ان کے خدا کا چلنا پھرنا اور ہنسنا ملاحظہ فرمائیں۔۔

حدثني عبيد الله بن سعيد ، وإسحاق بن منصور كلاهما،ـــــ من تنظرون؟ فيقولون: ننظر ربنا، فيقول: انا ربكم، فيقولون: حتى ننظر إليك، فيتجلى لهم يضحك، قال: فينطلق بهم، ويتبعونه، ــــ

(حدیث طویل ہے تو وہی پورشن پیش کر رہا ہوں جو ہمارا مدعا ہے)

۔۔۔ پھر دوسری امت بعد اس کے ہمارا پروردگار آئے گا اور فرمائے گا: تم کس کو دیکھ رہے ہو؟ (یعنی امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمائے گا۔) وہ کہیں گے: ہم اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہیں (یعنی اس کے منتظر ہیں) پروردگار فرمائے گا: میں تمہارا

مالک ہوں وہ کہیں گے: ہم تجھ کو دیکھیں (تو معلوم ہو) پھر دکھائی دے گا پروردگار ان کو ہنستا ہوا اور ان کے ساتھ چلے گا۔۔۔

حواله : صحيح مسلم، كِتَاب الْإِيمَانِ ، 84- باب أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا ، حديث نمبر: 469

اب اسی سلسلے کی مزید 15 روایات ہیں جن کے فقط حوالے پیش کر دیتا ہوں تا کہ تحریر مزید طویل نہ ہو۔۔

1. صحيح البخاري - أبواب صفة الصلاة - باب فضل السجود ، حديث 773
2. صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب معرفة طريق الرؤية ، حديث 182
3. صحيح مسلم - كتاب الإمارة - باب بيان الرجلين يقتل أحدهما الآخر يدخلان الجنة، حديث 1890
4. مسند أحمد - من مسند بني هاشم - بداية مسند عبد الله بن العباس (ر) ، حديث 3049
5. مسند أحمد - باقي مسند المكثرين - مسند أبي هريرة (ر) ، حديث 7660
6. مسند أحمد - باقي مسند المكثرين - مسند أبي سعيد الخدري (ر) حديث 11352
7. مسند أحمد - من مسند القبائل - من حديث أسماء إبنة يزيد (ر) حديث 27034
8. سنن النسائي - كتاب الجهاد - تفسير ذلك ، حديث 3166
9. سنن إبن ماجه - كتاب المقدمة - باب فيما أنكرت الجهمية ، حديث 200

10.موطأ مالك - كتاب الجهاد - باب الشهداء في سبيل الله ، حديث 1000
11.إبن تيمية - العقيدة الواسطية - متن العقيدة الواسطية - فصل الإيمان بسنة رسول الله ﷺ- الجزء : (1) - رقم الصفحة) : 57)
12.المتقي الهندي - كنز العمال - الجزء : (1) - رقم الصفحة : (236) ، حديث 1184
13.السيوطي - الدر المنثور - الجزء : (6) - رقم الصفحة (291) :
14.السيوطي - الدر المنثور - الجزء : (6) - رقم الصفحة(292) :
15.السيوطي - الدر المنثور - الجزء : (6) - رقم الصفحة(293) :

بس بس بس قارئین۔۔

اب مجبوراً یہاں خود کو روکنا پڑے گا ورنہ ان کی کتابوں میں توہین خدا اگر پیش کرتا چلا گیا تو پوری کتاب ہی لکھنا پڑے گی۔

تو اب تمام وہ حضرات جو کتابوں کے خدا کو ماننے کا دم بھرتے ہوئے توحید کی مالا جھپتے ہیں وہ یا تو ان کتابوں سے برات کا اظہار کر کے حقیقی مکتب اہل بیت کو قبول کریں ورنہ پھر ایسے ہی ہندوؤں جیسے خدا کو مان کر آنکھیں بند کیے رہیں۔

والسلام ۔

عبدِ حقیر، ابو عبد اللہ

مولا علیؑ کا وصی رسولؐ ہونا، اہل سنت کتابوں سے

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مولا علی علیہ السلام کا وصی رسولؐ ہونے کا ثبوت اہلسنت کی کون کون سی کتابوں میں درج ہے؟ عید غدیر عید مباہلہ سے ہٹ کر اگر نبیؐ نے کسی اور موقع پر اس کا اعلان کیا ہے تو بھیج دیں۔

جواب: سلام، لاتعداد روایات اہل سنت میں مولا علی علیہ السلام کا وصی رسولؐ ہونا موجود ہے۔ کچھ کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

أخرج ابن عساكر والكنجي وابن المغازلي والموفّق بن أحمد وعن البغوي في معجمه عن بريدة الأسلمي قال : قال النبيّ صلّى الله عليه وآله وسلّم : **لكلّ نبيّ وصيّ ووارث وإنّ عليّاً وصيّي ووارثي**

حوالہ جات:

1. تاريخ دمشق : جلد 42، ص392
2. ينابيع المودة، صفحه 79 و 207 و 232
3. كفاية الطالب، 228
4. المناقب للخوارزمی، ص 85 ح : 74
5. المناقب لابن المغازلي، صفحه 200 . 201 ح : 238
6. الرياض النضارة، جلد 3، ص 138
7. ميزان الاعتدال، جلد 2، ص273 م : 3697
8. العقد الثمين في إثبات وصاية أمير المؤمنين للشوكاني، صفحه 49

وأخرج الطبراني والدارقطني ومحمد بن سليمان والحسكاني والموفّق بن أحمد والكنجي والجويني عن سلمان قال : قلت : يا رسول الله إنّ لكلّ نبيّ وصيّاً فمن وصيّك ؟ فسكت عني ، فلما كان بعد رآني فقال : « يا سلمان ! » فأسرعت إليه ، قلت : لبّيك ، قال : « تعلم من وصيّ موسى

؟ » قلت : نعم ، يوشع بن نون ، قال : « لم ؟ » قلت : لأنّه كان أعلمهم يومئذ ، قال : فإن وصيّي وموضع سرّي وخير من أترك بعدي وينجز عدتي ويقضي ديني علي بن أبي طالب۔

عزاه كل من الهندي والشامي للطبراني عن أبي سعيد وسلمان۔

وأخرج محمد بن سليمان بطريق آخر عن أشياخ من كندة ، قالوا : أتينا سلمان وهو نازل في كندة ۔۔۔ فذكر القصّة إلى أن قال : ثم قال : ألكم حاجة ؟ فقلنا : نعم ، جئنا نسألك عن وصي النبي صلّى الله عليه وآله وسلّم من هو ؟ قال : سألت النبي صلّى الله عليه وآله وسلّم فقلت : من وصيك ؟

فقال : إنّ وصيّي وموضع سرّي وخليفتي في أهلي وخير من أترك بعدي عليّ بن أبي طالب

حواله جات:

1. المعجم الكبير : ٦ / ٢٢١ ح : ٦٠٦٣
2. شواهد التنزيل : ١ / ٧٦. ٧٧ ح : ١١٥
3. مجمع الزوائد : ٩ / ١١٣. ١١٤
4. كفاية الطالب / ٢٥٩
5. كنز العمال : ١١ / ٦١٠ ح : ٣٢٩٥٢
6. المناقب للخوارزمي / ١١٢ ح ١٢١
7. سبل الهدى والرشاد : ١١ / ٢٩١
8. منتخب الكنز : ٥ / ٣٢
9. المؤتلف والمختلف للدارقطني : ٣ / ١٦١١
10. المناقب لمحمد بن سليمان : ١ / ٣٨٤. ٣٨٥ و ٣٨٧ ح : ٣٠٢ و ٣٠٤ و ٣٠٧

عن أبي ذر الغفاري قال : رأيت رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم آخذاً بيد عليّ وهو يقول : يا عليّ أنت أخي وصفيّي ووصيّي ووزيري وأميني ، مكانك منّي مكان هارون من موسى إلّا أنّه لا نبيّ بعدي ، من مات وهو يحبّك ختم الله عزّوجلّ له بالأمن والإيمان ، ومن مات وهو يبغضك لم يكن له نصيب من الإسلام

حوالہ جات:

1. المناقب للخوارزمي / ١١٢ ح : ١٢٢
2. ينابيع المودة / ٨١ ب : ١٥ و ٤٣٤ و ٤٣٦ ب : ٧٣
3. المعجم الكبير : ٤ / ١٧١ ح : ٤٠٤٦
4. منتخب الكنز : ٥ / ٣١
5. مناقب علي بن أبي طالب لابن المغازلي / ١٠١ و ١٥١ ح : ١٤٤ و ١٨٨
6. كنزالعمال : ١١ / ٦٠٤ ح : ٣٢٩٢٣
7. المعجم الصغير : ١ / ٣٧
8. ذخائر العقبى / ٨٩
9. البيان للكنجي / ٦٣ ب : ٢
10. مسند فاطمة للسيوطي / ٤١ . ٤٢ ح : ٦٤

والسلام، ابوعبداللہ

کیا اولیاء اللہ کے جسم بھی قبر میں خراب ہو جاتے ہیں؟

جواد نقوی صاحب کو جواب

سوال:

سلام علیکم، قبلہ ایک ویڈیو گردش کر رہی جس میں لاہور کے مدرسہ کے استاد جواد نقوی کہہ رہے ہیں کہ قبر میں صالح مومنین کا جسم خراب نہ ہونا اس میت کا کمال نہیں بلکہ اس زمین کا کمال ہے جس میں وہ دفن ہو؟ اس پر فرعون کو اولیاء اللہ سے بھی تشبیہ دی ہے کہ اگر کسی کی سالم میت کئی سالوں بعد قبر سے تر و تازہ نکل آئے تو وہ اولیاء اللہ نہیں بن جاتا ورنہ فرعون بھی اولیاء اللہ ہو گا، برائے مہربانی وضاحت کر دیں

جواب:

سلام، جی وہ ویڈیو میری نظر سے بھی گزری ہے۔ سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ جواد نقوی صاحب ہم شیعوں پر حجت نہیں جو ان کی فضولیات ہمارے لیے قابل قبول ہوں!

مختصر جواب یہ ہے کہ دنیا میں تقویٰ و پرہیز گاری انسانی جسم کو متاثر کرتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اپنا اثر اس جسم پر باقی رکھتا ہے جس جسم کو انسان نے خدا کی بندگی میں تھکایا ہو اور یہ قطعاً خدا کی قدرت و حکمت سے باہر نہیں ہے (معاذ اللہ) جو عقل قبول نہ کرے۔۔

تو جسم کا قبر میں صحیح و سالم اور تر و تازہ رہنا تقویٰ کی خصوصیات میں سے ہے جو خدا کی جانب سے اپنے متقی بندے پر خاص لطف و کرم ہے۔

اور اگر تاریخ میں دیکھا جائے تو متعدد واقعات مشہور ہیں جیسے آیت اللہ مجتہدی کی قبر کو جب منتقل کیا جارہا تھا تو ان کا جسم مرنے کے 30 سال بعد بھی تر و تازہ تھا۔

اسی طرح سنہ 1238 ہجری کے قریب ایران کے شہر ری کے اطراف میں ایک بہت بڑا سیلاب آیا تھا اور پانی نے شہر کے اطراف کی تمام کاشت کی ہوئی زمینیں اور باغات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور کچھ علاقوں کو تباہ کر دیا اور وہیں ایک جگہ بنام باغ مستوفی میں بھی سیلاب کی وجہ سے بڑا اگڑھا اور شگاف ہو گیا تھا جس کی مرمت کے کام کے دوران اس سرداب میں ایک لاش مزدوروں کو نظر آئی تھی جو بالکل تازہ، خوشبودار، مکمل سالم اور بغیر کسی تبدیلی اور نقص کے موجود تھی۔

یہ خبر پورے ایران میں تیزی سے پھیلی اور جب بادشاہ تک پہنچی تو اس نے فوری طور پر بزرگ علماء و دانشوروں کی ایک ٹیم تشکیل دے کر وہاں روانہ کی تا کہ خبر کی تصدیق ہو سکے۔

اس حکومتی ٹیم میں اس وقت مرحوم حاج آقا محمد آل آقا کرمانشاہی، مرحوم میرزا ابوالحسن جلوہ، حکیم گرانمایہ، مرحوم آیت اللہ مُلا محمد رستم آبادی اور مرحوم علامہ سید محمود مرعشی نجفی شامل تھے۔

جب علماء نے اس سرداب کی دقت کے ساتھ چھان بین کی تو وہاں انہیں ایک مقبرہ کے ساتھ پتھر کی تختی نظر آئی جس پر یہ عبارت درج تھی:

هذا المرقد العالم الكامل المحدث، ثقة الامحدثين، صدوق الطايفه، ابوجعفر محمد بن على بن حسين بن موسى بن بابويه قمى۔

علماء کی تحقیق و تصدیق کے بعد بیان جاری ہوا کہ یہ مقدس میت شیخ صدوقؒ کی ہے جس کے بعد اس سرداب کو عالی شان انداز میں مرمت کر کے بند کر دیا گیا۔

آیت اللہ مرعشی نجفی فرماتے تھے کہ میرے والد علامہ سید محمود مرعشی نے اس وقت شیخ صدوق کے ہاتھ کا بوسہ لیا تھا اور وہ فرماتے تھے کہ شیخ کی وفات اور تدفین کے تقریباً900 سال بعد ان کا ہاتھ بہت نرم و ملائم تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل تشیع کے جید علماء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے جن میں آقائے خوانساری نے کتاب روضات میں، آقائے تنکابنی نے کتاب قصص العلم میں، آیت اللہ مامقانی نے کتاب تنقیح المقال میں، آقائے خراسانی نے کتاب منتخب التواریخ، آقائے قمی نے کتاب فوائد الرضویہ و آقائے رازی نے کتاب اختران فروزان ری میں نقل کی ہے یہاں تک کہ یہ واقعہ خصال صدوق کے مقدمہ میں بھی درج ہے۔

ایک اور تازہ حوالہ دیتا ہوں۔۔

سال 2012، 21 مئی کو جب کربلا میں تدفین کی خاطر آیت اللہ سید محمد کاظم قزوینی کی 17 سال بعد قبر کشائی کی گئی تو ان کا جسم بھی مکمل ترو تازہ برامد ہوا تھا جس کی ویڈیو اور خبریں اب بھی انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

ایسے لاتعداد واقعات موجود ہیں جو اختصار کے پیشِ نظر یہاں بیان نہیں کر رہا۔۔

اگر کوئی ان تصدیق شدہ واقعات کو بھی جھٹلا دے تو میں اسے یہی کہوں گا کہ جا کر شیعہ احادیث کا مطالعہ کر لے جس میں متعدد روایات موجود ہیں کہ جو 40 جمعہ مسلسل غسل جمعہ ترک نہ کرے تو اس کا جسم قبر میں خراب نہیں ہو گا۔۔

من اغتسل غسل الجمعة اربعين جمعة لم يتفسخ بدنه فى القبر ---

ایسے ہی معراج کی ایک طویل روایت میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں:

انه رأى ليلة الاسراء ، هذه الكلمات مكتوبة على الباب السادس من الجنّة : لا إله إلا الله ، محمّد رسول الله ، على ولىّ الله ، من أحب أن يكون قبره واسعا فسيحا ، فليبن المساجد ، ومن أحبّ أن لا تأكله الديدان تحت الأرض ، فليكنس المساجد ، ومن أحب أن لا يظلم لحده ، فلينوّر المساجد ، ومن أحب ان يبقى طريا تحت الأرض فلا يبلى جسده ، فليشتر بُسط المسجد

یعنی جب شب معراج رسول اکرمؐ جنت کے چھٹے دروازے پر پہنچے تو اس پر لکھا تھا کہ جو یہ چاہتا ہے کہ قبر میں اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو تو اسے چاہیے کہ مسجد کی صفائی کیا کرے۔۔

حوالہ جات:

قمی، شاذان بن جبرئيل، الفضائل، ص۱۵۳

نوری طبرسی، میرزا حسین، مستدرک الوسائل، ج۳، ص۳۸۵، ح ۳۸۴۷

مجلسی، محمدباقر، بحار الانوار، ج۸، ص۱۴۵، ح ۶۷

جہاں تک فرعون کی قبیح ترین تشبیہ کا تعلق ہے تو موصوف کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آپ کے فرعون صاحب کو کیمیکل لگا کر بوسیدگی میں اب تک باقی رکھا گیا ہے جبکہ عام شیعہ جو 40 جمعہ غسل انجام دیں یا مساجد کو صاف کریں تو انہیں اپنا جسم بچانے کے لیے یہی اعمال کافی ہیں جبکہ جید علماء و محدثین کا تو مقابلہ ہی نہیں۔

المختصر کہ جواد نقوی صاحب کو یہی کہہ سکتا ہوں۔۔

خدارا مکتب تشیع میں وہابی افکار کی ترویج کرنے سے گریز کریں اور اگر واقعی انقلابی فکر رکھتے ہیں اور رہبر معظم کے معتقد ہیں تو کچھ بھی بیان کرنے سے پہلے ایسے معاملات میں رہبر کی رسمی ویب سائٹ پر سوال بھیج کر جواب لے لیا کریں۔

والسلام، ابو عبد اللہ

دفاعِ دعائے نادِ علیؑ

میرے کچھ سوال ہے برائے کرم ترتیب وار جواب دیجئے۔

1 ناد علی علیہ السلام کے متعلق سوال ہے کہ اس میں مولا علی علیہ السلام کو مظہر العجائب کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ کلمات نبی کریم صلی آلہ علیہ و آلہ وسلم نے خود پڑھے تھے مولا علی علیہ السلام کو بلانے کیلیئے۔ کیا یہ سب روایت صحیح ہے۔۔۔

2 اگر ایسا ہے تو ہماری کتب اربعہ اور دوسری بڑی کتب اور مصنفین جیسے شیخ صدوق شیخ کلینی اور شیخ طوسی وغیرہ نے اپنی کتب میں یہ روایت کیوں نہیں لکھی۔

3 ۔اور مجتہدین بھی ناد علی کے متعلق خاموش ہیں صرف صوفیاء اور بعض ہندو کتب سے ناد علی ثابت ہے وہ بھی 12 صدی ہجری کے بعد سے۔

4 اس لیں ہم پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ناد علی علیہ السلام گھڑا ہوا ہے اس کا تعلق نبی کریم صلی آلہ علیہ و آلہ وسلم سے نہیں ہے۔

جواب:

سلام، اجمالی جواب یہ ہے کہ ناد علی ایک دعا کے طور پر رائج ہے اور جس واقعہ کے ضمن میں یہ نقل ہوئی ہے وہ روایت مرسل ہے یعنی احد کے دن۔۔

تو مرسل یا ضعیف کی بحث تب کارگر ہو گی جب فقہاء اسے دعاؤں میں اصول ماننے کا کہیں جبکہ شیعہ فقہاء کے نزدیک دعاؤں میں ان کا مستند سند سے نقل ہونا ضروری نہیں بلکہ متن کا عقائد مخالف ہونا یا نہ ہونا معیار ہے۔

جیسا کہ آقائے صافی گلپایگانی، آقائے سیستانی، آقائے خامنہ ای و آقائے فاضل لنکرانی وغیرہ نے لکھا ہے۔۔

لا بأس بقراءة الأدعية التى لا يعلم لها سند معتبر رجاء للثواب لا بقصد الورود

ایسی دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کی معتبر سند معلوم نہ ہو لیکن ثواب کی امید سے، نہ کہ اس کے ثابت ہونے کی نیت سے (یعنی اسے ثواب کی امید میں پڑھنا چاہیے، نہ کہ اس ارادے سے کہ یہ معصوم سے روایت کی گئی ہے)

آية الله الصافى الگلپايگانى، معارف دين، ص 260

آية الله فاضل لنكرانى، استفتاءات، ج 2، ص 537

یعنی ایسی دعا پڑھنا جو نص معصوم سے نہ ہو رجائے مطلوبیت کی نیت سے قطعاً جائز ہے۔

اب رہا سوال کہ یہ کتب اربعہ میں کیوں نہیں لکھی تو یاد رکھیں کہ کتب اربعہ بنیادی کتب ہیں جبکہ احادیث کے دیگر نسخے بھی موجود ہیں۔

علامہ مجلسی نے نادعلی کو بحار الانوار میں نقل کیا، آقائے میرزا نوری نے مستدرک الوسائل میں اور آقائے سید بروجردی نے جامع احادیث شیعہ میں اسے نقل کیا، آقائے میرزا تقی سپہر نے ناسخ التواریخ میں اور اس کا پہلا مصدر آقائے کفعمی نے اپنی شاندار کتاب جنۃ

الأمان الواقیہ وجنۃ الایمان الباقیۃ جو کہ مصباحِ کفعمی سے مشہور ہے اس میں شیخ کفعمی نے ناد علی کو شہید اول جیسے بزرگ شیعہ عالم کے ہاتھوں لکھے نسخے سے نقل کیا ہے :

ورأيت بخط الشهيد رحمه الله: ذكر لرد الضائع والآبق تكرار هذين البيتين:

ناد عليا مظهر العجائب * تجده عونا لك في النوائب كل هم وغم سينجلي * بولايتك يا علي يا علي يا علي

اب یہ کہنا کہ یہ بارہویں صدی کے بعد صوفیا کی پیداوار ہے تو یہ جہالت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ شیخ کفعمی نویں صدی ہجری کے عالم ہیں۔۔

المختصر کہ کسی دعا کا مصدر مستند طور پر ثابت ہونا ضروری نہیں بس یہ دیکھنا کافی ہے کہ کیا وہ اصول عقائد کے منافی ہے یا نہیں۔

یہاں میں بتاتا چلوں کہ جید علماء تشیع نے اس کے پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور خود اس مجرب ذکر سے مستفید ہوئے ہیں۔

مثال کے طور پر آیت اللہ سید عبدالکریم کشمیری خود فرماتے ہیں:

كانت إذا عرضت لي مشكلة أذهب إلى صحن أمير المؤمنين عليه السلام وأقرأ سبع مرات (ناد علياً...) فتحل هذه المشكلة

اگر مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو میں امیر المومنین علیہ السلام کے صحن میں جاتا اور سات مرتبہ ناد علیؑ پڑھتا اور میرا مسئلہ حل ہو جاتا تھا۔

حوالہ: کتاب ذکرهای شگفت عارفانه ج2، ص54 ؛ کتاب رهنمای گرفتاران، ص ۳۱۹

ایسے ہی مجھ ناچیز کے پاس عارف کامل مرحوم آیت اللہ حاج شیخ حسن علی نخود کی کا خطی نسخہ بھی موجود ہے جس پر ان کا دستور عمل لکھا ہے مع ان کے دستخط کے۔۔

جس میں وہ 110 مرتبہ روزانہ ناد علیؑ پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔

اور آیت اللہ گر گانی کا فتوی ہے کہ اگرچہ اس کی سند معتبر نہیں ہے لیکن بزرگان نے اسے پڑھنے کی وصیت کی ہے اور اسکا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور ناد علی کے ذریعے اہل بیت علیہم السلام سے توسل میں کوئی حرج نہیں۔

سوال : سندیت دعای ناد علی در کجا آمد وچه کسی انرا نقل کرده؟

جواب : سند معتبر ندارد اما بزرگان به خواندن آن توصیه کرده اند و انکار آن جایز نیست و توسل به اهل بیتؑ توسط آن مانعی ندارد ۔

اب رہی یہ بات کہ اہل سنت اعتراض کرتے ہیں تو بھائی جان ان بیچاروں کے پاس فقط اعتراض کرنے کے سوا کچھ ہے بھی کہاں۔۔ ان سے فقط اتنا پوچھ لیا کریں کہ جو تم ماہ رمضان میں اپنی ٹانگوں کو اذیت دے کر مساجد میں دین کے خلاف عمل جسے تم تراویح کہتے ہو کیا وہ ثابت ہے رسول اکرمؐ سے ؟؟

ان کے اچھے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔۔ نان سینس ہیں یہ سب انہیں چھوڑیں۔۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ مولا علی علیہ السلام اور دیگر معصومین علیہم السلام سے توسل ایک ناقابل تردید ثابت شدہ امر ہے لیکن ناد علی کی سند ذکر نہیں ہوئی البتہ اس کو رجائے مطلوبیت کی نیت سے پڑھنے میں حرج نہیں ہے بلکہ پڑھنے پر علماء نے تاکید کی ہے۔

والسلام، ابو عبد اللہ

حدیث عشرہ مبشرہ پر مختصر جواب

سوال: حضرت کچھ روشنی آپ اہل سنت میں مشہور حدیث عشرہ مبشرہ پر بھی ڈالیں کہ اس کا کیا اسٹیٹس ہے؟

جواب:

سلام، جو یہ کہتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ کی حدیث درست ہے تو وہ بیچارے خود بخود اس بات کا اقرار و اعلان کر دیتے ہیں کہ سارے صحابہ جنتی نہیں بلکہ فقط دس صحابہ کو جنت کی بشارت ہے۔

تو پھر ان کو اس حدیث کو مان کر اُس عقیدے سے ہاتھ دھونا پڑے گا جس میں اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔۔

کیا رسول معاذاللہ مفقود کلام کرتے ہیں؟؟ جب سب ہی صحابہ جنتی ہیں تو پھر رسولؐ اکرم کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ فقط دس صحابہ کو جنت کی بشارت دیں؟؟

کیا رسولؐ کو نہیں معلوم تھا کہ میرے سارے صحابہ جنتی ہیں؟؟ یا یہ مانیں کہ رسولؐ کو معاذاللہ علم ہی نہیں تھا کہ باقی بھی جنتی ہیں۔

اب دو ہی صورتیں بچتی ہیں۔۔

یا تو عشرہ مبشرہ کی حدیث کو سچا مان کر دس کے علاوہ تمام اصحاب کو جنت سے خارج کروائیں یہ عشرہ مبشرہ کو نہ مان کر باقی اصحاب کو جنت کا سرٹیفکیٹ دلوائیں۔

چلیں جی اب حدیث کا تھوڑا پوسٹ مارٹم بھی ہو جائے تا کہ فرار کے راستے بلاک ہو جائیں۔

ملاحظہ فرمائیں حدیث عشرہ مبشرہ کی خستہ حالی، اہل سنت کتابوں سے۔

قال رسول الله (صلی الله علیه و آله و سلم): "ابو بکر فی الجنة، و عمر فی الجنة، و عثمان فی الجنة، و علی فی الجنة، و طلحة فی الجنة، و الزبیر فی الجنة، و عبد الرحمن بن عوف فی الجنة، و سعد بن ابی وقاص فی الجنة، و سعید بن زید فی الجنة، و ابو عبیدة الجراح فی الجنة

حوالہ جات:

مسند احمد بن حنبل، ج۳، ص۱۳۶

ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۲۔

ایک اور پھکی۔۔

یہ حدیث عبد العزیز بن محمد دراوردی، سعید بن زید، عبد اللہ بن ظالم سے نقل ہوئی جو خود اہل سنت کے ہاں غیر ثقہ راوی ہیں۔

دیکھیں امام ذہبی کی۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۶۳۴

ایک اور بات قابل غور ہے کہ اہل سنت منابع میں مختلف طرق میں اس حدیث کا متن مختلف ہے مثال کے طور پر ایک جگہ ابو عبیدہ کا نام ان دس افراد میں شامل ہے اور حاکم نیشاپوری کے نقل کے مطابق، ان کے نام کی جگہ عبد اللہ بن مسعود کا نام ذکر ہوا ہے جبکہ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ میں نقل حدیث میں ان دونوں ہی حضرات کا نام نہیں ہے بلکہ ان دونوں کے مقام پر رسولؐ اللہ کا نام مبارک ذکر ہوا ہے۔

یعنی سب گول مول ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام صحابی جنتی کا نعرہ لگانے والے اہل سنت قرآن میں سورہ توبہ کی آیت 100 کو دلیل کے طور پر لاتے ہیں کہ

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهاجِرِينَ وَ الْأَنْصارِ وَالَّذينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْري تَحْتَهَا الْأَنْهارُ خالِدينَ فيها أَبَداً ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظيم۔

سابقون اولون۔۔

اور ساتھ میں جابر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں

سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم یقول لا تمس النار مسلما رانی

یعنی جس مسلمان نے مجھے دیکھا، اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

سنن الترمذی،جلد2، صفحه705، حدیث3826

جبکہ سورہ توبہ کی آیت سے ایک آیت بعد یہ آیت بھی موجود ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُواْ عَلَيَ النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نحَنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبهُم مَّرَّتَينْ ۔ثمُ يُرَدُّونَ إِليَ عَذَابِ عَظِيم

اور تمہارے گردونواح کے بعض اعراب منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

والسلام، ابو عبد اللہ

الصلاۃ خیر من النوم پر انجینئر محمد علی مرزا کو جواب

السلام علیکم یا علیؑ مدد۔۔

اپنی اس تحریر کا آغاز نہ چاہتے ہوئے بھی اہل سنت کتب صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے کروں گا جو دشمنِ بنتِ رسول و گستاخِ امام مہدیؑ یعنی انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے اس کلپ میں پیش کی جس میں موصوف نے خلیفہ عمر بن خطاب کے جرائم کو چھپاتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اذانِ فجر میں موجود بدعتی کلمات "الصلاۃ خیر من النوم" عمر بن خطاب نے نہیں بلکہ یہ الفاظ خود رسول اکرمؐ نے تعلیم فرمائے تھے۔۔

باقی باتیں بعد میں پہلے اس حدیث سے بسم اللہ جو انجینئر نے پیش کی!

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

" من احدث في امرنا هذا ما ليس فيه فهو رد"

ترجمہ: رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی چیز داخل کی وہ مردود ہے"

جی قارئین۔۔انجینئر صاحب نے اپنے ابتدائیہ میں جو یہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث پیش کی اس سے واضح ہو گیا کہ اگر دین میں کوئی بھی شخص خود سے کچھ بھی اضافہ کرے وہ عقیدہ اہل سنت میں بھی "مردود" ہے جیسے اہل تشیع میں تو یقیناً ہے!

یعنی اگر میں نے انجینئر کے اس دعوے کو جس میں یہ خود زندہ مردود اپنے مردہ مردود کی جانب سے دین میں داخل کی ہوئی متعدد بدعات میں سے ایک کا دفاع کرتے ہوئے عمر بن

خطاب کو مردود ہونے سے بچانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے تو اختتامِ تحریر تک یہ زندہ انجینئر اور اِس کا مُردو خلیفہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کی روشنی میں بازبانِ رسالتؐ مردود قرار پائیں گے۔

چلیں جی یا علیؑ مدد کہہ کر پوسٹ مارٹم کا آغاز کرتا ہوں۔۔

تو انجینئر کا دعویٰ ہے کہ اہل سنت اذان فجر میں "الصلاۃ خیر من النوم" یعنی نماز نیند سے بہتر ہے کے جملے اول تو بدعت نہیں کیونکہ یہ رسولؐ اللہ نے خود تعلیم کیے تھے اور دوسری جانب ان جملات کو دوسرے خلیفہ سے منسوب کرنا سرار جھوٹ ہے۔

گستاخِ امام مہدیؑ اپنی اس ویڈیو میں دوسرے خلیفہ کو مردود قرار پانے سے بچانے کی خاطر پہلی دلیل کو کچھ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

" صحیح مسلم میں حدیث موجود ہے کہ جو ابو محذورہ صحابی تھے اُن کو نبی علیہ السلام نے خود اذان سیکھائی ہے اور اذان کے الفاظ موجود ہیں، جو اہل سنت کے ہاں اذان دی جاتی ہے "

قارئین کرام۔۔ یقین مانیں کہ میں فقط ایک سوال سے اس انجینئر مرزا کے دعوے کو جھوٹا ثابت کر سکتا ہوں پر لفظوں سے دشمنِ زہراؑ پر غبار نکالنے کا دل ہے تو تحریر لکھنے بیٹھ گیا۔

آپ سوچ رہے ہونگے کہ آخر میں کس طرح فقط ایک سوال سے انجینئر کو جھوٹا ثابت کر سکتا ہوں تو ٹینشن نہ لیں ابھی بیان کیے دیتا ہوں۔

انجینئر مرزا سے سوال :

ابو عبداللہ کا انجینئر محمد علی مرزا کو شیطان مردود کی طرح وقتِ معلوم تک چیلنج ہے کہ وہ ابو محذورہ والی صحیح مسلم کی حدیث جس کا انٹر نیشنل نمبر 842 ہے اس میں نبی کریم کی جانب سے تعلیم کی ہوئی اذان کے الفاظ میں مجھے "الصلاۃ خیر من النوم" دکھادے بلکہ صحیح مسلم میں کسی بھی جگہ کسی کی بھی زبانی یہ الفاظ "الصلاۃ خیر من النوم" مجھے پیش کردے؟

اب قارئین کو سمجھ آرہا ہوگا کہ میں نے پوسٹ مارٹم کا لفظ کیوں استعمال کیا تھا۔

جی جی اس جاہل انجینئر مرزا کی علمی حیثیت کا اندازہ لگائیں کہ لوگوں کو بیوقوف بناتے ہوئے اپنی طرف سے آئیں بائیں شائیں کر کے وہ بات پیش کررہا ہے جو خود صحیح مسلم میں موجود ہی نہیں۔

اسے کہتے ہیں غلامِ علیؑ کا مدافع دشمنِ زہراؑ کے گال پر زوردار علمی تھپڑ!

چلیں اب لگے ہاتھوں صحیح مسلم سے یہ حدیث بھی بیان کردیتا ہوں جو اہل سنت امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الصلاۃ کے باب صفۃ الاذان میں بیان کی ہے۔۔ ملاحظہ فرمائیں

مکمل عربی متن:

حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ أَبُو غَسَّانَ: حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، وَقَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، صَاحِبِ الدَّسْتُوَائِيِّ، وَحَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ هَذَا الْأَذَانَ: «اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ»، ثُمَّ يَعُودُ فَيَقُولُ: «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ» زَادَ إِسْحَاقُ: «اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ«

ترجمہ:

ابو غسان مسمعی اور اسحاق بن ابراہیم نے مجھے حدیث بیان کی، (کہا:) ابو غسان نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث سنائی اور اسحاق نے کہا: ہمیں دستوائی (کپڑے) والے ہشام کے بیٹے معاذ نے خبر دی، انہوں (معاذ) نے کہا: مجھے میرے والد نے عامر احول سے حدیث سنائی، انہوں نے حضرت ابو محذورہ سے روایت کی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں یہ اذان سکھائی: اللہ أکبر اللہ أکبر، أشہد أن لا إلہ إلا اللہ، أشہد أن لا إلہ إلا اللہ، أشہد أن محمدا رسول اللہ، أشہد أن محمدا رسول اللہ، پھر دوبارہ کہے: أشہد أن لا إلہ إلا اللہ، پھر دوبار، أشہد أن محمدا رسول اللہ، دوبار حی علی الصلوٰۃ دوبار حی علی الفلاح دوبار۔ اسحاق نے یہ اضافہ کیا: اللہ أکبر اللہ أکبر، لا إلہ إلا اللہ

حوالہ : صحیح مسلم، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ صِفَةِ الْأَذَانِ ، حدیث نمبر 842

انجینئر مرزا اور اس کے چیلوں کو مزید بلبلانے کے لیئے بیان کر دوں کہ تمہارے امام مسلم نے صحیح مسلم میں ابو محذورہ نامی صحابی سے فقط یہی ایک حدیث بیان کی ہے اور اس نام کے صحابی کی صحیح مسلم میں کوئی بھی دوسری حدیث روایت نہیں ہوئی۔۔

تو سوچنا بھی مت کہ تم بھاگ سکو گے یہ کہہ کر کہ یہ وہ ابو محذورہ کی حدیث نہیں بلکہ دوسری حدیث ہے کیونکہ کے صحیح مسلم میں اس نام کا ایک ہی راوی موجود ہے جس کی حدیث میں تمہارے انجینئر نے دعویٰ کیا ہے کہ اس میں موجود اذان کے الفاظ میں "الصلاۃ خیر من النوم" رسول اللہ کی جانب سے تعلیم کیا گیا۔

چلیں آگے بڑھ کر اس انجینئر کے دوسرے حوالوں کا پوسٹ مارٹم بھی ہو جائے۔۔

کہتا ہے: **اسی حدیث کا ایک طریق جو ہے وہ سنن ابی داؤد کے اندر بھی موجود ہے اور سنن نسائی کے اندر بھی، اور نسائی جو ہے نا وہ اس روئے زمین پر بخاری و مسلم کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ہے، سنن نسائی کے اندر انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق 634 نمبر حدیث ہے ، سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے لیکن نسائی والی روایت مضبوط ہے!**

جی تو تحریر کو طوالت سے بچانے کی خاطر۔۔ انجینئر مرزا کے مطابق جو روایت سنن ابی داؤد میں ہے وہ خود اس کی زبانی کمزور ہے تو میں اسے اسکپ کر رہا ہوں اور سنن نسائی والی روایت کا پوسٹ مارٹم پیش کر دیتا ہوں۔

امام نسائی اپنی سنن کی کتاب الاذن کے باب الاذان فی السفر کہ جس میں حدیث کا انٹرنیشنل نمبر 634 ہے بیان کرتے ہیں:

مکمل عربی متن :

أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ السَّائِبِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي وَأُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ خَرَجْتُ عَاشِرَ عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ نَطْلُبُهُمْ فَسَمِعْنَاهُمْ يُؤَذِّنُونَ بِالصَّلَاةِ فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعْتُ فِي هَؤُلَاءِ تَأْذِينَ إِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا فَأَذَّنَّا رَجُلٌ رَجُلٌ وَكُنْتُ آخِرَهُمْ فَقَالَ حِينَ أَذَّنْتُ تَعَالَ فَأَجْلَسَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ عَلَى نَاصِيَتِي وَبَرَّكَ عَلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَذِّنْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قُلْتُ كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَلَّمَنِي كَمَا تُؤَذِّنُونَ الْآنَ بِهَا اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى

الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنْ النَّوْمِ فِي الْأُولَى مِنْ الصُّبْحِ قَالَ وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتْ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتْ الصَّلَاةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ هَذَا الْخَبَرَ كُلَّهُ عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ أُمِّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا ذَلِكَ مِنْ أَبِي مَحْذُورَةَ

ترجمہ:

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین (کی وادی) سے نکلے ہم مکہ والے دس لڑکے ان (مسلمانوں) کی تلاش میں نکلے۔ ہم نے انھیں سنا، وہ نماز کی اذان کہہ رہے تھے۔ ہم بھی کھڑے ہو کر انھیں مذاق کرتے ہوئے اذان کہنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے ان میں سے ایک اچھی آواز والے لڑکے کی آواز سنی ہے۔“ سو آپ نے ہمیں بلا بھیجا۔ ہم میں سے ہر ایک نے باری باری اذان کہی۔ میں سب سے آخر میں تھا۔ جب میں نے اذان کہی تو آپ نے فرمایا: ”ادھر آؤ۔“ اور مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگے اور تین دفعہ میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: ”جاؤ، بیت اللہ کے پاس اذان کہا کرو۔“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیسے (اذان کہوں)؟ تو آپ نے مجھے اذان سکھلائی جیسا کہ تم اب کہتے ہو: اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، حی علی اصلاۃ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح اور صبح کی پہلی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ خیر من النوم ”نماز نیند سے بہتر ہے۔“ انہوں نے کہا: آپ نے مجھے اقامت دہری سکھائی، اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر

اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمد ارسول اللہ، اشھد ان محمد ا رسول اللہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلاۃ، قد قامت الصلاۃ، ”نماز کھڑی ہو گئی، نماز کھڑی ہو گئی“ اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث عثمان بن سائب نے اپنے والد اور عبد الملک بن ابو محذورہ کی والدہ سے بیان کی ہے اور ان دونوں نے یہ حدیث خود حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

حواله :

سنن نسائي، كتاب الأذان، بَابُ : الأَذَانِ فِي السَّفَرِ، حديث نمبر: 634

جی تو اب اس روایت کا جرح و تعدیل سے آپریشن پیش خدمت ہے۔۔

نوٹ: انجینئر مرزا نے نسائی کی اس حدیث کو **صحیح حدیث** کہہ کر پیش کیا ہے

1 -نسائی کی روایت کا پہلا ضعیف راوی۔۔ اہل سنت علم الرجال کی روشنی میں:

الأسم : إبراهيم بن الحسن

لو جی پہلا راوی ہی امام ابن حجر عسقلانی نے مجھول نکال دیا۔۔

عبارت ملاحظہ فرمائیں:

قال علي بن المديني: هو والكندي مجهولان۔ انتهى۔

ترجمہ: علی بن المدنی نے کہتے ہیں: یہ (ابراہیم بن حسن) اور کندی مجھول ہیں

حواله : كتاب لسان الميزان، جلد 4، صفحه 541

2 -نسائی کی روایت کا دوسرا ضعیف راوی۔۔اہل سنت علم الرجال کی روشنی میں:

الأسم :حَجَّاجٌ

قال عنه ابن حجر العسقلاني : وَذكره أَبُو الْعَرَب الصّقليّ فِي الضُّعَفَاء بِسَبَب أَنه تغير فِي آخر عمره وَاخْتَلَطَ

ترجمہ:ابن حجر عسقلانی نے اس کے بارے میں کہا:ابو عرب صقیلی نے اسے ضعیف شمار کیا ہے کیونکہ یہ اپنی آخری عمر میں بدل گیا تھااور اختلاط کا شکار ہو گیا۔

حواله : ابن حجر کی کتاب فتح الباری، جلد 1، صفحه 396

3 -نسائی کی روایت کا تیسرا مجہول راوی۔۔اہل سنت علم الرجال کی روشنی میں:

الأسم :عُثْمَانَ بْنِ السَّائِبِ

روى له المصنف وأبو داود هذا الحديث فقط، قال ابن القطان غير معروف، وقال الذهبي: لا يعرف

ترجمہ:فقط المصنف اور اَبو داود نے اس سے حدیث لی ہے،ابن قطان کے نزدیک غیر معروف ہے اور ذھبی کہتے ہیں میں اسے نہیں جانتا۔

حواله : كتاب ذخيرة العقبى، جلد8 ، صفحه 18

ایک اور جگہ کتاب المسند المصنف المعلل میں اس طرح موجود ہے:

قلنا: إسناده ضعيفٌ؛ قال أَبو الحسن بن القطان الفاسي: وَهب هذا مجهول الحال. «بيان الوهم والإيهام» ٤/ ١٦٨

ترجمہ:اس کا سلسلہ ضعیف ہے اور ابن قطان فاسی نے اسے مجہول الحال کہا ہے۔

حواله : كتاب المسند المصنف المعلل، [مجموعة من المؤلفين]، جلد 11 ، صفحه 489

4 -نسائی کی روایت کا چوتھا نامعلوم راوی۔۔ اہل سنت علم الرجال کی روشنی میں:

الأسم : أُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ

بشار عواد لکھتے ہیں:

أم صالح بنت صالح: لا يُعرف حالها، من السابعة

ترجمہ: ام صالح بنت صالح نے کہا اس کی حالت نامعلوم ہے، سات سال سے

أم عبد الحميد الهذلية: مجهولةٌ، فقد تفرَّد ابنها بالرواية عنها، ولم يوثقها أحد

ترجمہ: یہ مجہول ہے کیونکہ اس کا بیٹا اس سے روایت کرنے میں منفرد تھا اور کسی نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔

أم عبد الملك: مجهولةٌ، فقد تفرَّد بالرواية عنها عثمان بن السائب المكي، ولم يوثقها أحد

ترجمہ: یہ نامعلوم ہے کیونکہ عثمان بن السائب المکی روایت میں تفرد کا شکار تھا اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

حواله : قريب التهذيب[بشار عواد]، جلد 4 ، صفحه 444

تو دیکھا قارئین۔۔ انجینئر محمد علی مرزا نامی ایک خود ساختہ محقق کی علمی حیثیت۔۔ جو پہلے صحیح مسلم کی نامعلوم روایت پیش کر کے رسول اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتا ہے تو بعد میں سنن نسائی کی روایت کے گلے میں صحیح کی مالا پہنا کر دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کو مردود ہونے سے بچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن بے چارہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی منہ کی کھا گیا۔۔

توجناب اب انگھوٹوں میں مزید ٹائپنگ کی طاقت نہیں رہی۔۔ توتحریر کو یہی پر تمام کرتا ہوں اس دعوے کے ساتھ کہ انجینئر مرزا جتنا بھی زور لگا لے۔۔ قاتلِ بنتِ رسول ؐ کو کبھی نہیں بچا سکتا کیونکہ جس نے بھی آل رسولؐ سے دشمنی کی اور ان پر ظلم ڈھائے خدا نے رہتی دنیا تک اس کے نصیب میں رسوائی و ذلت کو لکھ دیا۔

تو اس تحریر کے اختتام پر انجینئر مرزا اپنی پیش کی ہوئی حدیث کے مطابق اپنے آقا سمیت خود بھی "مردود" ثابت ہو گیا۔۔

والسلام،

فقیر درِ زہراؑ، ابو عبداللہ

غیر انبیاءؑ (معصومینؑ) پر وحی اور اُن کا علم غیب

سوال: کیا امامؑ پر وحی آتی ہے قرآن وحدیث سے ثابت کریں؟ اور کیا امامؑ کے پاس علم غیب ہوتا ہے ثابت کریں؟

جواب: سلام، وحی کا سوال شاید اس زمرے میں کیا گیا ہے کہ کیا امام معصومؑ کو غیب کا علم ہوتا ہے ؟؟ تو پہلے حصے میں وحی پر لکھتا ہوں باقی میں علمِ امامؑ پر مختصر جواب کی کوشش ہوگی جو کہ محال محسوس ہوتا ہے۔۔ خیر بسم اللہ

زیارت جامعہ کبیرہ میں امام علی نقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ، وَ مَوْضِعَ الرِّسالَةِ، وَ مُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ، وَ مَهْبِطَ الْوَحْىِ

آپ پر سلام ہو اے نبوتؐ کا گھرانہ، اور رسالتؐ کا مقام، اور ملائکہ کے آمد و رفت کا مقام، اور وحی کے اترنے کا مقام۔

اس فقرے سے مراد تشریعی وحی ہے جو صرف رسولوں پر نازل ہوتی ہے۔ اس بنا پر، اہل بیت علیہم السلام کا گھر اس لحاظ سے کہ رسولؐ اللہ کی اہل بیت علیہم السلام ہیں اور نیز آنحضرت کی جان ہیں "انفسنا وانفسکم" تو اہل بیت علیہم السلام کا گھر، تشریعی وحی کے نازل ہونے اور قرار پانے کی جگہ ہے۔

اب یہاں پر وحی کی اقسام پر بحث کا وقت نہیں جیسے تسدید و تأدیب وحی۔۔

مختصر یہ کہ تسدیدی وحی سے مراد ایک قسم کی غیر تشریعی وحی ہے جو انسان کامل پر اترتی ہے اور یہ وحی احکام شریعت بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ ذاتی ہدایات، معاشرتی راہنمائیاں، مستقبل کے واقعات کی خبریں یا پھر سکون واطمینان نازل کرنے وغیرہ سے عبارت ہے جو انسان کے قلبی استحکام واطمینان کا موجب بنتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے عراق کے سفر میں کوفی آدمی سے ملاقات کرتے ہوئے وحی کی اسی قسم کی طرف اشارہ فرمایا:

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ أَمَّا وَ اللَّهِ لَوْ لَقِيتُكَ بِالْمَدِينَةِ لَأَرَيْتُكَ أَثَرَ جَبْرَئِيلَ مِنْ دَارِنَا وَ نُزُولِهِ عَلَى جَدِّي بِالْوَحْيِ

اے کوفہ والے! آگاہ رہو اللہ کی قسم، اگر میں مدینہ میں تمہاری ملاقات کرتا تو ضرور تمہیں دکھاتا ہمارے گھر میں جبرئیل کے (آنے کا) اور اس کا میرے جدّ پر وحی کے ساتھ نازل ہونے کا نشان۔

(صائر الدرجات، ص۱۲)

ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد تشریعی وحی، تسدیدی وحی، غیبی خبریں اور ان جیسی چیزیں ہوں کہ سب معصومین علیہم السلام پر نازل ہوتی ہیں۔

غیبی خبریں جو معصومین علیہم السلام پر نازل ہوتی ہیں اس کی مثال اس طرح ہے۔۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد الٰہی:

قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُولُهُ وَ الْمُؤْمِنُونَ کے بارے میں فرمایا:

هُمُ الْأَئِمَّةُ تُعْرَضُ عَلَيْهِمْ أَعْمَالُ الْعِبَادِ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

وہ ائمہؑ ہیں جن پر بندوں کے اعمال ہر روز پیش کیے جاتے ہیں قیامت کے دن تک۔

(بصائر الدرجات، ص۴۲۷)

اور ابو بصیر نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

تُعْرَضُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ أَعْمَالُ الْعِبَادِ كُلَّ صَبَاح أَبْرَارُهَا وَ فُجَّارُهَا فَاحْذَرُوا

رسولؐ اللہ پر بندوں کے نیک اور برے اعمال ہر صبح پیش کیے جاتے ہیں، لہذا (گناہ) سے بچو۔

(بحارالانوار، ج۲۳، ص۳۴۶)

ظاہر ہے کہ بندوں کے اعمال کے پیش کرنے اور ماضی اور مستقبل کی خبریں دینے کے ساتھ لوگوں کے ارادے اور نیتیں بھی ہیں کہ جن کا ان کے اعمال سے تعلق ہے، دکھائی جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں تین آیات موجود ہیں جن سے علم غیب کا دوسرے افراد کو بھی علم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی آیت سورہ حج کی آیت 78 ہے

وَجاهِدُوافِي اللهِ حَقَّ جِهادِهِ هُوَ اجْتَباكُمْ وَماجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَج مِلَّةَ أَبيكُمْ إِبْراهيمَ هُوَسَمّاكُمُ الْمُسْلِمينَ مِنْ قَبْلُ وَ في هذا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا شُهَداءَ عَلَى النّاسِ فَأَقيمُوا الصَّلاةَ وَ آتُوا الزَّكاةَ وَ اعْتَصِمُوا بِاللهِ هُوَ مَوْلاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلى وَ نِعْمَ النَّصيرُ

"اور اللہ کے بارے میں اس طرح جہاد کرو جو جہاد کرنے کا حق ہے کہ اس نے تمہیں منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے یہی تمہارے بابا ابراہیم علیہ السّلام کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گزار رکھا ہے تاکہ

رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو لہذا اب تم نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ سے باقاعدہ طور پر وابستہ ہو جاؤ کہ وہی تمہارا مولا ہے اور وہی بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے"۔

اس آیت کریمہ کا مخاطب ایک خاص گروہ ہے کہ خدا نے ان کو لوگوں کے درمیان سے انتخاب کیا ہے اور اس کا مخاطب تمام لوگ نہیں ہیں۔

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ رسولؐ تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو یہاں پر تین گروہ کو بیان فرمایا ہے، رسولؐ، لوگ اور وہ گروہ جو رسولؐ اور لوگوں کے درمیان ہیں۔

یہ آیت اتنی واضح ہے جو تفسیر کی محتاج نہیں، آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ رسولؐ لوگوں کے ایک گروہ پر گواہ ہیں اور یہ گروہ خود تمام لوگوں پر گواہ ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ گروہ کون ہیں؟

کوئی بھی شخص اگر تعصب کی عینک اتار کر خود جاکر تاریخ اسلام کے اوراق کو پلٹا کر دیکھ لے تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت علیہم السلام کے علاوہ ایسا علم کس کے پاس تھا؟

بہرحال اس آیہ کریمہ کے مطابق ایک گروہ ہے جو تمام لوگوں کے اعمال پر گواہ ہے تو لوگوں پر گواہ ہونے کا معنی یہ نہیں ہے کہ خود ان کے وجود پر گواہ ہوں بلکہ ان کے اعمال کے گواہ ہیں، ان کے ایمان اور کفر، حب و بغض اور ہر وہ چیز جو ان کے اعمال سے مربوط

ہیں، خصوصا دینی امور، لہذا آیہ کریمہ مطلق ہے اور یہ فرماتا ہے یہ گروہ لوگوں کے تمام اعمال پر گواہ ہیں حتی کہ شخصی اعمال پر بھی۔

لہذا روایات میں بھی کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

نحن الشهداء على الناس۔ ہم لوگوں کے اعمال پر گواہ ہیں۔

یعنی گواہی دینا اس وقت ہے جب کسی چیز کو جانتا ہو جو شخص کوئی گواہی دینا چاہتا ہو وہ جب تک اس چیز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہو گواہی نہیں دے سکتا، تو یہ گروہ آئمہ علیہم السلام ہیں کہ جو لوگوں کے تمام اعمال کے بارے میں جانتے ہیں فرق نہیں وہ اسی وقت ہو یا گذشتہ زمانے میں یا آئندہ زمانے میں چونکہ ناس کے معنی صرف اسی زمانے کے لوگ نہیں ہیں۔

تو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس گروہ پر گواہ ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف اپنی حیات طیبہ میں گواہ ہیں؟ نہیں! رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گواہ ہیں حتی کہ حیات کے بعد بھی۔

تو یہ گروہ بھی ایسا ہی ہے کہ اپنے حیات کے بعد بھی گواہ ہیں، آیہ کریمہ مطلق ہے اور صرف زمان حیات پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ آیہ کریمہ اثبات امامت اور امامت کی خصوصیات کو ثابت کرنے کے لئے بہت ہی قوی آیت ہے، بعض لوگ جن کے پاس علم نہیں ہے کہتے ہیں کہ امامت پر دلالت کرنی والی کوئی آیت موجود نہیں ہے، تو ہمارا ان سے یہی سوال ہے کہ اس آیت کریمہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

اس کا مخاطب کون ہے؟ آیہ کریمہ کا ظاہر رسول، لوگ اور ایک گروہ کے بارے میں تصریح ہے اور ہم شیعہ اس چیز کے معتقد ہیں کہ پیغمبر اور لوگوں کے علاوہ جو گروہ ہے اس سے مراد ہمارے آئمہ علیہم السلام ہیں۔ اس بارے میں دوسری آیت سورہ فاطر کی آیت 32 ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتابَ الَّذينَ اصْطَفَيْنا مِنْ عِبادِنا فَمِنْهُمْ ظالِمٌ لِنَفْسِهِ وَ مِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سابِقٌ بِالْخَيْراتِ بِإِذْنِ اللهِ ذلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبير

پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور در حقیقت یہی بہت بڑا افضل و شرف ہے۔

اس سے پہلی آیت میں فرماتا ہے:

وَ الَّذي أَوْحَيْنا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِما بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللهَ بِعِبادِهِ لَخَبيرٌ بَصيرٌ

اور جس کتاب کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے وہ برحق ہے اور اپنے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور بیشک اللہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

ہم نے قرآن کو آپ کی طرف وحی کی ہے، یعنی پیغمبر اکرم صو آلہ وسلم پر وحی ہوئی ہے ،اس کے بعد فرماتا ہے

ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا ہے جنہیں اپنے بندوں میں سے چن لیا

وارث کے کیا معنی ہیں؟ ظاہری بات ہے کہ وراث نبی اکرم صلو آلہ وسلم کے بعد ہی ہو گا چونکہ "اورثنا" میں یقینا نبی اکرم شامل نہیں ہے بلکہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ایک گروہ ہے الَّذینَ اصْطَفَیْنا یعنی لوگوں کے درمیان ایک گروہ ہیں کہ ہم نے انہیں نبی اکرم کے بعد کتاب کا وارث چن لیا ہے، قرآن کریم کی اس بارے میں کچھ دوسری آیات ہیں جیسے یہ آیت:

إِنَّ اللهَ اصْطَفى آدَمَ وَ نُوحًا وَ آلَ إِبْراهيمَ وَ آلَ عِمْرانَ عَلَى الْعالَمينَ ۔۔

اللہ نے آدم علیہ السّلام, نوح علیہ السّلام اور آل ابراہیم علیہ السّلام اور آل عمران علیہ السّلام کو منتخب کر لیا ہے۔۔

ان آیات میں غور و فکر کرنے سے یہی واضح ہوتا ہے کہ مصطفون ایک خاص گروہ ہیں نہ کہ سارے لوگ، اور شیعہ اس گروہ کو آئمہ اطہار علیہم السلام جانتے ہیں اور "اور ثنا الکتاب" میں کتاب سے مراد بھی قرآن کریم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد وراثت میں چھوڑا گیا ہے، اور اس سے مراد تورات اور انجیل نہیں ہے، اسی وجہ سے روایات میں ہے: نحن الوارثون، کتاب کے وارثین ہم اہل بیت ہیں۔

اس روایت کی بنیاد قرآن کریم کی یہی آیہ کریمہ ہے، پس اس آیہ کریمہ سے بھی یہی استفادہ ہوتا ہے کہ ایک گروہ ہیں جو کتاب کے وارث ہیں اور وارث کتاب ہونے اور کتاب کے بارے میں علم رکھنے کے درمیان لازم و ملزوم ہونا بھی واضح ہے تو وراثت کے یہ معنی نہیں کہ کتاب کا وجودِ ظاہری ان کے پاس ہو بلکہ وارثت کے حقیقی معنی کتاب کا رکھنا ہے۔

جیسا کہ بعض آیات میں اس بارے میں تصریح ہوئی ہے،

جیسے یہ آیت کریمہ :مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ (الرعد / 43)

تبھی شیعوں کا یہ اعتقاد ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام قرآن کے بارے میں عالم تھے چونکہ وارث کتاب تھے اور وارث کے لئے اس کے بارے میں علم ہونا ضروری ہے، آئمہ اطہار علیہم السلام سے منقول خود روایات میں یہ تعبیر موجود ہے کہ ہمارے پاس علم الکتاب کامل طور پر موجود ہے۔

مختصر کہ جب آئمہ اطہار علیہم السلام کتاب کے بارے میں عالم ہیں اور یہ کتاب ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آئمہ علیہم السلام تمام امور کے بارے میں عالم ہیں!

اب علم آئمہ علیہم السلام کی کیفیت خود اپنی جگہ ایک الگ بحث ہے کہ اس کی طرف ہم اشارہ کریں گے۔ تیسری آیت سورہ توبہ کی آیت 105 ہے:

قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُولُهُ وَ الْمُؤْمِنُونَ

اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہؐ رسول اور صاحبانِ ایمان سب دیکھ رہے ہیں۔

تو اس آیت سے مراد آئمہ اطہار علیہم السلام ہیں، یہ آیت بھی آیت وَتَكُونُوا شُهَداءَ عَلَى النّاسِ کی طرح ہے، یعنی خدا اور رسول اور مومنین میں سے ایک گروہ آپ کے اعمال پر گواہ ہیں۔

یہاں تک ہم نے قرآن کریم کی آیات سے یہ نتیجہ حاصل کیا کہ علم الغیب اس کے کامل اور وسیع معنی میں خداوند تبارک وتعالی کے پاس ہے اور محدود انداز میں موجبہ جزئیہ کی صورت میں انبیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے پاس ہیں۔

یہ مطلب بہترین انداز میں قرآن کریم سے استفادہ ہوتا ہے، یعنی صرف آیات کی طرف توجہ کرنے سے بغیر کسی غور وفکر کے حتی کہ روایات کے بھی بغیر خود قرآن سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ علم غیب کچھ محدود انداز میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے پاس موجود ہے۔

والسلام، ابو عبد اللہ

مولودِ کعبہ کون؟ مولوی اسحاق مدنی کو جواب

السلام علیکم مومنین و مومنات، یا علیؑ مدد

ماہِ رجب کی ابتداء ہی سے مجھے مسلسل میسجز پر مومنین رابطہ کر رہے ہیں کہ ابو عبد اللہ آپ کعبہ میں امام علیؑ کی ولادت پر تحقیقی آرٹیکل لکھیں کیونکہ دشمنانِ علیؑ کی جانب سے مولانا اسحاق کی ایک ویڈیو کو بہت وائرل کیا جا رہا ہے جس میں وہ کعبہ کے اندر امام علیؑ کی ولادت کو افسانہ قرار دے کر اس ولادت کو حکیم بن حزام کے مناقب میں شمار کر رہے ہیں اور تو اور کعبہ میں امیر المومنینؑ کی عظیم الشان ولادت کو فضیلت ماننے سے بھی انکاری ہیں۔

تو جی اب ذوالفقارِ حیدریؑ کی چمک سے روشنائی کا صدقہ لے کر اپنے قلم کو میان سے باہر نکال کر زندہ و مردہ تمام دشمنانِ علیؑ پر برق زنی شروع کرتا ہوں

۔۔۔ نعرہ حیدری۔۔۔۔یا علیؑ۔۔۔۔!

سب سے پہلے تمہیدی طور پر اپنے مومنین و مومنات پر کچھ شفیق سا غصہ نکال دوں جو معصومین علیہم السلام کی ہر ولادت باسعادت کے موقع پر لفظ "ولادت" کو ظہور، ظہور پُر نور یا نزول سے بدل کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اصل میں ادبِ اہل بیتؑ کا حق ادا کر رہے ہیں اور خود معصومینؑ علیہم السلام سے زیادہ ان کی عصمت و طہارت کے دفاع پر معمور ہیں جبکہ نادانی میں یہی الفاظ "مولودِ کعبہ" کے خلاف دشمن کو بولنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں کہ دیکھا، شیعہ تو خود ظہور کے قائل ہیں نا کہ ولادت کے۔ تو حضرت علیؑ کا مولودِ کعبہ نہ ہونا تو شیعوں کے درمیان ہی ثابت نہیں!!!

خدارا ہوش کے ناخن لیں اور اپنی عقیدت کو عقائد کے خلاف کھڑا نہ ہونے دیں۔ اس پر میں متعدد بار لکھ چکا ہوں کہ آخر کیوں ظہور پر نور جیسے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔

یہاں پر بس مختصر سا بیان کر کے تحریر کے اصل موضوع کی جانب آتا ہوں۔

دیکھیئے مومنین و مومنات یقیناً آپ اہل بیت علیہم السلام سے عقیدت کے اظہار میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں، آپ کے اخلاص پر کسی قسم کا کوئی شک و شبہ ممکن نہیں پر خدارا سازشوں کو پہچان کر اس کا سدباب کریں۔

ایک منظم سازش کے تحت ایسے الفاظ کو شیعوں میں رائج کیا گیا ہے جو خود کلامِ معصومینؑ کے صریحاً خلاف ہیں۔ یاد رکھیں کہ دشمن کئی سالوں کی پلاننگ کرتا ہے پھر وقت آنے پر چوٹ ماری جاتی ہے۔

بے شک بے شک۔۔ معصومین علیہم السلام کی ولادت قطعاً قطعاً ہم انسانوں جیسی نہیں ہوتی! وہ ہر طرح کی نجاسات سے بالکل پاک اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ اس عقیدے میں اگر کوئی شک کرے تو میں اس کے ایمان پر شک کرنے میں دریغ نہیں کروں گا لیکن خدارا سمجھیں کہ دشمن کیسے حملے کرتا ہے۔

آج اس عظیم الشان فضیلت جو فقط آقا علیؑ کو حاصل ہے اس کے دفاع میں تحریر لکھنے کی نوبت آن پہنچی۔۔ دیکھیئے ہم معصومینؑ سے زیادہ ان کی طہارت و پاکیزگی کے مدافع نہیں ہو سکتے اور جو الفاظ معصومینؑ استعمال کر دیں وہی ان کے ماننے والوں پر حجت ہو جاتے ہیں۔ اور ہر جگہ پر معصومین علیہم السلام نے اپنی نوری پیدائش کو لفظ "ولادت" سے تعبیر کیا ہے۔

اب اگر ہم ولایتِ معصومینؑ کے داعی ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ معصومینؑ کے اس کلام پر کبھی سبقت نہ کریں جو ان کے پاک دہن سے ادا ہو چکے ہوں!

یاد رکھیں کہ لفظ ظہور کو رائج کرنے کے پیچھے یہ گھناؤنی سازش کی جاری رہی ہے کہ کسی طرح سے بھی امام مہدی (عج) کے وجود کا انکار کیا جائے کیونکہ امام کا ظاہر ہونا تب ہی ممکن ہے جب اس بات پر عقیدہ ہو کہ ان کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے اور اب وہ خدا کے حکم سے غائب ہیں اور اذن خدا ہی سے وہ ظہور فرمائیں گے۔

اب اگر اس لفظ ظہور کو جس پر شیعہ عقیدہ کھڑا ہوا اُسے اتنا عام کر دیا جائے کہ شیعہ ہر امامؑ کی ولادت پر اس کو استعمال کریں تو دشمن کو یہ موقع مل جائے گا کہ دیکھا ہم تو کہتے تھے کوئی مھدی (عج) غیبت میں موجود نہیں کیونکہ شیعہ تو خود اپنے اماموں کی پیدائش پر ظہور استعمال کرتے ہیں تو ہم اہل سنت کا عقیدہ درست ہے کہ جس آخری منجی بشریت کا رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وہ ابھی پیدا ہو گا نا کہ کہیں غائب ہے جو ظہور کرے گا۔

اور لگے ہاتھوں اس بات پر بھی ذہن سازی کی جائے کہ تمہارے آئمہ کی ولادت نہیں ظہور ہوتا ہے اور ظہور تو نور کا ہوتا ہے اور نور کا اگر ظہور ہے تو نور کو تو موت ہی نہیں آتی اب جو تم لوگ کربلا اور دیگر مقاماتِ مقدسہ پر جاتے ہو تو وہاں تو کوئی دفن ہی نہیں کیونکہ نور کو تو موت نہیں تو اس کی قبر کیسے بن سکتی ہے؟؟۔۔ ساتھ ساتھ مولود ولادت سے نکلا ہے اور شیعہ تو ولادت مانتے ہی نہیں ان کے ہاں تو ظہور ہوتا ہے تو مولودِ کعبہ کا لقب ان کے ہاں بھی ثابت نہیں بلکہ انہیں تو ظہورِ کعبہ کہنا چاہیے۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ اکبر

مجھے نہیں معلوم کے میں اپنی بات کتنی حد تک سمجھا سکا ہوں۔۔ لیکن خدارا اتنے جری کبھی نہ بنیں کہ اہل بیت علیہم السلام کے ادا کیے گئے الفاظ پر اپنے عشق کو وجہ قرار دے دیں کہ

یہ لفظ زیادہ بہتر ہے اور وہ نہیں (معاذ اللہ) جبکہ ہمارا قطعی عقیدہ ہے کہ معصومین علیہم السلام کی ولادت قطعاً ہم عام انسانوں جیسی نہیں ہوتی لیکن ولایت کی زنجیر سے بندھے ان کے پیروکاروکو وہی لفظ استعمال کرنا ہے جو معصومینؑ نے ہمیں تعلیم کیا ہے!

چلیں جی اپنوں سے کافی گلہ ہو چکا اب غیروں کا منہ کالا کرنے پر سیاہی کو جوش دیا جائے۔

تو مولوی اسحاق نے کیا فرمایا اسے ایک ایک کر کے پیش کر تا ہوں پھر اس کا رد بھی!

- مولانا اسحاق نے کہا کہ خانہ کعبہ میں فقط حکیم بن حزام نامی شخص کی ولادت ہوئی ہے اور کوئی اس میں شریک نہیں۔
- مولوی مردود نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ صرف حکیم بن حزام کی ولادت صحیح سند سے ثابت ہے اور کسی کی بھی (یعنی امام علیؑ) کعبہ میں ولادت کا ثبوت صحیح السند نہیں بلکہ سب ضعیف السند ہے
- پھر یہ مردود مولوی اپنی قبر کو آگ سے بھرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر کعبہ میں پیدا ہونا کوئی شرف ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ کو یہ شرف ملتا نا کہ امام علی علیہ السلام کو۔۔ یعنی اسے فضیلت ماننا ہی نہیں چاہیے۔۔

جی قارئین۔۔ یہ ہیں وہ ذرائع جن سے اس مولوی نے اپنی ماں کی نجاست کا اعلان کیا تھا۔

بڑھتے ہیں پہلے اعتراض کی جانب۔۔

"خانہ کعبہ میں فقط حکیم بن حزام نامی شخص کی ولادت ہوئی ہے اور

کوئی اس میں شریک نہیں"

تو آئیں جی اس مولوی کو قبر میں اور اس کے زندہ مریدوں کو اسی دنیا میں حکیم بن حزام کی پھکی لگواتے ہیں

حکیم بن حزام کی روایات کا رجالی آپریشن

مومنین کرام میں یہاں ایک نقطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھوں گا کہ آخر بنو امیہ کے پالتو کتوں نے حکیم بن حزام کو ہی کیوں مولودِ کعبہ بنانے کی جسارت کی آخر اس کے پیچھے راز کیا ہے ؟

تو تفصیل میں جائے بغیر فقط اتنا کہ حکیم ہی ان چار افراد میں سے ایک تھا جنھوں نے مبینہ ذوالنورین عثمان بن عفان کا لاشہ دفن کیا تھا۔۔جی جی۔۔۔ مسلمانوں کے تیسرا خلیفہ جو بنو امیہ میں سے تھا اور ساتھ ساتھ اس حکیم کی موت امام علیؑ کے مقابلے میں میدان جمل میں ہوئی تھی۔یہ نظر کرم اسی وجہ سے کی گئی۔۔

تفصیل کے لئے ان حوالوں کی طرف رجوع کریں۔۔

1 -ابن سعد : الطبقات، جلد 3 صفحه 78، 79.

2 -الزبيري : نسب قريش ،صفحه 102

3 -ابن بكار : جمهرة نسب قريش، صفحه 376

تو سب سے پہلے روایات کو نقل کرتا ہوں جو حکیم بن حزام کی مبینہ کعبہ میں ولادت کو بیان کرتی ہیں اور اس کے راویان کا جرح و تعدیلی آپریشن کرتا ہوں تا کہ تحریر مختصر ہی رہے۔

لیں جی وہ حوالہ جو اہل سنت کی اس قدیم کتاب سے ہے جس میں پہلی بار اس افسانے کا ذکر موجود ہے۔

یعنی ازرقی کی کتاب أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار سے۔۔ملاحظہ فرمائیں ٹوٹی پھوٹی سند کے ساتھ

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عِمْرَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ فَاخِتَةَ ابْنَةَ زُهَيْرِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى، - وَهِيَ أُمُّ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ - دَخَلَتِ الْكَعْبَةَ وَهِيَ حَامِلٌ، فَأَدْرَكَهَا الْمَخَاضُ فِيهَا، فَوَلَدَتْ حَكِيمًا فِي الْكَعْبَةِ

حوالہ:

كتاب أخبار مكة للأزرقي، جلد 1، صفحه 174

تو اب ذرا جرح وتعدیل کی چھلنی میں اس حدیث کو چھانتے ہیں۔

ازرقی کی حدیث کا پہلا راوی: **محمد بن یحیی**

پورا نام: أبو غسان محمد بن يحيى بن علي بن عبد الحميد بن عبيد الكناني

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ :

وقال السليماني : حديثه منكر

سلیمانی نے اس کی تضعیف کی ہے۔

وقال ابن حزم : محمد بن يحيى الكتاني مجهول

یعنی امام ابن حزم نے محمد بن یحیی کو مجہول قرار دیا ہے

حواله :

الذهبي : ميزان الاعتدال،جلد 4 صفحه 62

اس روایت کا دوسرا راوی: **عبد العزیز بن عمران**

پورا نام : أبو ثابت عبد العزيز بن عمران بن عبد العزيز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف الزهري المدني

امام حافظ اپنی تہذیب میں لکھتے ہیں :

كان صاحب نسب ولم يكن من أصحاب الحديث

وہ نسبی تھا اور اصحاب حدیث میں سے نہیں تھا۔

وقال عثمان الدارمي عن يحيى ليس بثقة إنما كان صاحب شعر وقال الحسين بن حبان عن يحيى قد رأيته ببغداد كان يشتم الناس ويطعن في احسابهم ليس حديثه بشيء

عثمان الدارمی نے یحییٰ کے حوالے سے کہا کہ وہ ثقہ نہیں لیکن شاعر تھا۔

وقال محمد بن يحيى الذهلي علي بدنة أن حدثت عنه حديثا وضعفه جدا

اور محمد بن یحییٰ الذھلی نے بدانہ سے کہا کہ میں نے اس سے حدیث بیان کی اور وہ بہت ضعیف ہے۔

وقال البخاري منكر الحديث لا يكتب حديثه

بخاری نے کہا کہ حدیث کا منکر ہے، اس کی حدیث لکھی نہیں ہے۔

وقال النسائي متروك الحديث وقال مرة لا يكتب حديثه

النسائی نے کہا کہ اس کی حدیث ساقط ہے، اور اس نے ایک بار کہا کہ اس کی حدیث لکھی نہیں ہے۔

وقال ابن حبان يروي المناكير عن المشاهير

ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ مشہور لوگوں سے منکر روایت کرتا ہے۔

وقال أبو حاتم ضعيف الحديث منكر الحديث جدا قيل له يكتب حديثه قال على الاعتبار

اور ابو حاتم نے کہا، ضعیف الحدیث ہے، منکر حدیث ہے اور قابل اعتبار نہیں ہے۔

وقال ابن أبي حاتم أمتنع أبو زرعة من قراءة حديثه وترك الرواية عنه

ابن ابی حاتم نے کہا: ابو زرع نے اس کی حدیث پڑھنے سے روکا اور اس سے روایت چھوڑ دی۔

وقال الترمذي والدارقطني ضعيف

ترمذی اور دار قطنی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

وقال عمر بن شبة في أخبار المدينة كان كثير الغلط في حديثه لأنه احترقت كتبه

عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں کہا کہ اس نے اپنی حدیث میں بہت غلطیاں کیں کیونکہ اس کی کتابیں جل گئی تھیں۔

ابنِ حجر نے تقریب میں اس کو متروک کہا :

متروك احترقت كتبه فحدث من حفظه فاشتد غلطه ، وكان عارفا بالأنساب۔

حوالہ جات:

- الجرح والتعديل 2 / 2 / 390 . 391
- الكامل في ضعفاء الرجال 6 م 500 ۔
- ميزان الاعتدال 2 / 632 . 633 ۔

- مجمع الزوائد 1 / 120 ، 193 ۔
- تقریب التهذیب 1 / 511 ۔
- تقریب التهذیب 6 / 350 ۔ 351 ۔

اس روایت کا تیسرا راوی: عبداللہ بن أبي سليمان

پورانام: ابو ایوب عبد الله بن أبي سليمان

الأموي بالولاء مولى الخليفة عثمان بن عفان ، ويقال إن اسمه سليمان ۔ قال ابن أبي حاتم : روي عن أبي هريرة ۔ ۔ ۔ وروي أبو سلمة عن خزرج بن عثمان السعدي عن ابي ايوب سليمان مولى عثمان عن أبي هريرة ، والصحيح عبد الله بن أبي سليمان كما قال حماد بن سلمة ۔ قال : عبد الرحمن۔ ۔ قال : سمعت أبي يقول ذلك ۔

وسألته عنه فقال : كان من اكابر اصحاب حماد بن سلمة ۔ قلت ايش حاله ؟ فقال : شيخ

اموی خلیفہ عثمان بن عفان کے وفادار تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس کا نام سلیمان ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا: یہ ابو ہریرہ کی سند سے روایت کی گئی ہے۔۔۔ ابو سلمہ نے خزرج بن عثمان السعدی کی سند سے ابو ایوب سلیمان کی سند سے روایت کی ہے، مولی عثمان نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے، اور ابو ہریرہ کی سند سے۔ صحیح عبد اللہ بن ابی سلیمان ہیں جیسا کہ حماد بن سلمہ نے کہا، انہوں نے کہا: عبد الرحمٰن، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا ہے۔

میں نے ان سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ حماد بن سلمہ کے سب سے بڑے صحابہ میں سے تھے۔ میں نے کہا کیسا ہے؟ فرمایا: شیخ۔

حواله : الجرح والتعديل 2 /2 / 76 ۔ وانظر البخاري : التاريخ الكبير 5 / 108 ۔ 109 ۔

وقال ابن حجر : عبد الله بن أبي سليمان الأموي مولى عثمان ابو ايوب ، ويقال اسمه سليمان ، روي عن جبير بن مطعم حديث : ليس منا من دعا إلى عصبية ـ وعن أبي هريرة في تعظيم القطيعة ـ ـ ـ قال ابن أبي حاتم : سالت أبي عنه فقال : كان من أكابر أصحاب حماد بن سلمة يعني مشائخه ـ قلت ما حاله ؟ قال شيخ ـ وذكره ابن حبان في الثقات ـ وقال أبو داود عقب حديثه : هذا مرسل عبد الله بن سليمان لم يسمع من جبير

ابن حجر نے کہا: عبد اللہ بن ابی سلیمان عثمان ابو ایوب کے اموی مولی، اور ان کا نام سلیمان بتایا جاتا ہے، جبیر بن مطعم سے روایت ہے، ایک حدیث ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے جو پکارے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بائیکاٹ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے ابن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد سے ان سے پوچھا، انہوں نے کہا: وہ حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے بڑے صحابہ میں سے تھے، یعنی ان کے شیوخ میں سے تھے، میں نے پوچھا کہ ان کا کیا حکم ہے؟ ایک شیخ نے کہا، ابن حبان نے الثقات میں اس کا ذکر کیا، ابو داؤد نے اس کی حدیث کے بعد کہا: یہ عبد اللہ بن سلیمان کے قاصد ہیں، انہوں نے جبیر سے نہیں سنا۔

حواله:

تقريب التهذيب 1 / 421 ، 193 : تهذيب التهذيب 5 / 246

قارئین اب ذرا غور کریں۔۔۔

مندرجہ بالا سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے: کہ محمد بن یحییٰ نے اس کی دستاویزات اور تردید میں اختلاف کیا ہے، ایسے وقت میں جب سب عبد العزیز بن عمران پر تنقید کرنے پر متفق تھے۔

جہاں تک تیسرے کا تعلق ہے وہ عبد اللہ بن ابی سلیمان ہے۔ اس نے اپنے نام میں اختلاف کیا۔ وہ عبد اللہ ہے یا سلیمان؟ ہم ان کے بارے میں نہیں جانتے سوائے اس کے کہ وہ خلیفہ عثمان کا وفادار ہے۔

اس روایت کا چوتھا راوی جو "عن ابی" پر ہی ختم ہو گیا

وہ کون ہے جس نے عبد اللہ کو ولادت کی خبر سنائی؟ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کا باپ ہے؟ پر کسی نے اس کی نشاندہی نہیں کی۔

الفاتحہ۔۔۔ تو ذرا ہمیں بھی تو بتاؤ کہ عبد اللہ کا باپ کون تھا؟ اس کا کیا نام تھا؟ اس نے کس سے سنا کہ حکیم بن حزام کعبہ میں پیدا ہوا؟ جواب؟؟

مطلب۔۔ طبیعت سے متروک السند روایت اور وہ بھی علیؑ کے مقابلے میں!

قارئین لگے ہاتھوں ایک اور روایت پیش کر دوں جو زبیر بن بکار سے کتاب جمهرة نسب قريش وأخبارها کے صفحہ 353 پر نقل ہے۔۔ جس کا فقط ایک راوی ہے۔۔

روایت ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا الزبير قال، وحدثني مصعب بن عثمان قال: دخلت أم حكيم ابن حزام الكعبة مع نسوة من قريش، وهي حامل بحكيم بن حزام، فضربها المخاض في الكعبة، فأتيت بنطح حيث أعجلها الولاد، فولدت حكيم بن حزام في الكعبة على النطح

یعنی ہم سے زبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے مصعب بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا۔۔۔

واہ بھائی کیا سند ہے جناب۔۔ واہ واہ۔۔

چلیں جی ایک بات بتا دیتا ہوں کہ یہ زبیر صاحب جو ہیں یہ 256 ہجری میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے تھے ان کا پورا نام ابو عبد اللہ الزبیر بن بکر (بکار) بن عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام ہے اور یہ صاحب وہی ہیں جن کے بیٹے عبد اللہ نے یزید پلید کی موت کے بعد حجاز میں خود کو خلیفہ قرار دیا تھا۔

عبد اللہ کے کئی بچے تھے جن میں ثابت بھی تھے، جن سے ان کے ہاں نافع اور مصعب پیدا ہوئے۔ الجرح اور تعدیل کے علماء نے اس مصعب کو راویوں میں سے ایک کہا ہے۔

تو اب دیکھیں کہ امام ابن ابی حاتم کی کیا رائے ہے موصوف کے بارے میں:

فقال فيه ابن أبي حاتم : ۔ ۔ ۔ قال احمد بن حنبل : مصعب بن ثابت أراه ضعيف الحديث ۔ ۔ قال يحيى بن معين : أنا عبد الرحمن ۔ قال : سألت أبي عن مصعب فقال : صدوق كثير الغلط ليس بالقوي ۔ قال أبو زرعة : مصعب بن ثابت ليس بالقوي۔

ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں کہا کہ احمد بن حنبل نے کہا: میں مصعب بن ثابت کو حدیث میں ضعیف سمجھتا ہوں، یحییٰ بن معین نے کہا: میں عبد الرحمٰن ہوں، اس نے کہا: میں نے اپنے والد سے مصعب کے بارے میں پوچھا، اور فرمایا: صدوق بہت غلطیاں کرتا ہے، مضبوط نہیں، ابو زرعہ نے کہا: مصعب بن ثابت مضبوط نہیں ہے۔

حواله : الجرح والتعديل 1 م 4 / 304

ابن تیمیہ لکھتا ہے کہ

قال الذهبي ضعفه يحيى بن معين واحمد ، وقال أبو حاتم : لا يحتج به ، وقال النسائي : ليس بالقوي ۔ ۔ ۔

ذہبی نے کہا اس کو یحییٰ بن معین اور احمد نے کمزور کہا ہے، اور ابو حاتم نے کہا ہے: وہ اسے دلیل نہیں مانتے، اور نسائی نے کہا: وہ مضبوط نہیں ہے۔۔۔

حوالہ : لابن تيمية - منهاج السنة 2 / 119

المختصر کہ یہ روایت بھی ایک بونگی کے سوا کچھ بھی نہیں۔۔

اب یہاں پر تحریر کو روکتا ہوں اس چیلنج کے ساتھ کہ کوئی علیؑ کا دشمن مجھے حکیم بن حزام کی کعبہ میں ولادت کو صحیح سند تو دور۔۔ مکمل سند کے ساتھ لا کر دکھا دے!

کیونکہ اگر سند مکمل ہوتی تو آپ کے امام مسلم اپنی صحیح ترین کتاب صحیح مسلم میں ضرور سند کے ساتھ ہی نقل کرتے جیسا کہ ان کا اپنا دعویٰ ہے۔۔ پر انہوں نے بھی فقط ان الفاظ سے اپنی علیؑ سے دشمنی ظاہر کی ہے:

قَالَ مُسْلِم بْنِ الْحَجَّاج: وُلِدَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ۔ وَعَاشَ مِائَةً وَعِشْرِينَ سَنَةً۔

حوالہ : كتاب صحيح مسلم - ت عبد الباقي، جلد3 صفحه 1164

یعنی فقط اپنے آپ سے ہی نقل کر دیا؟؟؟ او بھائی کیا آپ کے امام مسلم کو الہام ہوتا تھا؟؟

عجیب ہے۔۔نان سین۔۔

اب آخر میں امام حاکم کی روایت بھی پیش کر دی جائے۔۔

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَرْبِيُّ، ثَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، فَذَكَرَ نَسَبَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ وَزَادَ فِيهِ، «وَأُمُّهُ فَاخِتَةُ بِنْتُ زُهَيْرِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى، وَكَانَتْ وَلَدَتْ حَكِيمًا فِي الْكَعْبَةِ وَهِيَ حَامِلٌ، فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ، وَهِيَ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ، فَوَلَدَتْ فِيهَا فَحُمِلَتْ فِي نِطَعٍ، وَغُسِلَ مَا كَانَ تَحْتَهَا مِنَ الثِّيَابِ عِنْدَ حَوْضِ زَمْزَمَ، وَلَمْ

يُولَدْ قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ فِي الْكَعْبَةِ أَحَدٌ» قَالَ الْحَاكِمُ: «وَهَمٌّ مُصْعَبٍ فِي الْحَرْفِ الْأَخِيرِ، فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَسَدٍ وَلَدَتْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ

یہ فقط مصعب کا ایک قول کے سوا کچھ نہیں جو شدید منقطع بھی ہے اور سب سے اہم بات یہ کہ اس روایت کو خود امام حاکم قبول نہیں کرتے اور لکھتے ہیں۔۔

قَالَ الْحَاكِمُ: «وَهَمٌّ مُصْعَبٍ فِي الْحَرْفِ الْأَخِيرِ، فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَسَدٍ وَلَدَتْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ«

آخری بات میں معصب نے وہم کیا ہے حالانکہ متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ فاطمہؑ بنت اسد نے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو عین کعبہ کے اندر جنم دیا۔

حواله : كتاب المستدرك على الصحيحين للحاكم - ط العلمية، ذكر مناقب حكيم بن حزام القرشي رضي الله عنه ، جلد 3 صفحه 550

یعنی امام المحدثین جن کا لقب ہو ان کی تحقیق میں مولا علیؑ کی ولادت باسعادت احادیثِ متواتر سے ثابت ہے کیونکہ اپنی اس روایت میں امام حاکم کو مصعب کا قول رد کرنے کے لئے اصل واقع کا سہارا لینا تھا جو یہی تھا کہ مولا علیؑ کی ولادت کا ذکر کر دیا جائے!

خیر۔۔تو یہ تھا وہ افسانہ جو بیچارے حکیم بن حزام کو بلی چڑھا کر گڑھا گیا تھا لہذا جو کچھ بھی حکیم سے متعلق ہے، اس میں تمام متروک روایات ہیں یا پھر وہ روایت ایک قول سے اوپر کچھ نہیں جو کہ منقطع ہے۔

اب فقط صرف اہل سنت علماء کے نام مع ان کی کتابوں کے حوالہ جات کے ساتھ پیش کر دیتا ہوں جو خانہ کعبہ میں امام علی علیہ السلام کی ولادت کے نا صرف قائل ہیں بلکہ اس کو اخبارِ متواتر بھی مانتے ہیں۔۔ ملاحظہ فرمائیں۔۔

1 -الحاكم النيسابوري (المستدرك 3 / 483)، حيث قال: ((وقد تواترت الأخبار ان فاطمة بنت أسد ولدت أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كرّم الله وجهه في جوف الكعبة)) .

2 -شاه ولي الله أحمد الدهلوي (إزالة الخفاء)، حيث قال : ((قد تواترت الاخبار ان فاطمة بنت أسد ولدت أمير المؤمنين علياً في جوف الكعبة ...))

3 -قال شهاب الدين أبو الثناء السيد محمود الالوسي المفسّر في (شرح عيينة عبد الباقي افندي العمري) عند قوله:

أنت العلي الذي فوق العلى رفعاً *** ببطن مكة عند البيت اذ وضعا

فقال في ص15 : ((وفي كون الأمير كرّم الله وجهه ولد في البيت أمر مشهور في الدنيا, وذكر في كتب الفريقين السنّة والشيعة ...))

4 -محمد بن يوسف القرشي الشافعي الگنجي, المتوفى سنة 658 ه (كفاية الطالب / الباب السابع : 260)

5 -المسعودي المتوفى سنة 333 ه أو سنة 345 ه في:

أ. مروج الذهب / 2 / 2 ط مصر .

ب . اثبات الوصية / 155 ط ايران

6 . عبد الحميد خان الدهلوي (سير الخلفاء 8 / 2)

7 . الحلبي (إنسان العيون 1 / 165)

8 . المؤرخ نشانچة زاده (مرآة الكائنات 1 / 383)

9 . ابن طلحة الشافعي (مطالب السؤول : 11)

10 . الصفوري الشافعي (نزهة المجالس 2 / 204)

11 . حمد الله المستوفي (تاريخ كزيدة)

12 . ابن الصباغ المكّي المالكيالمتوفى سنة 855 ه (الفصول المهمّة : 14)

13 . مؤمن الشبلنجي الشافعي (نور الابصار / 73 ط مصر)

14 . ابن الجوزي (تذكرة خواص الأمّة : 7)

15 . أحمد بن منصور الكازروني (مفتاح الفتوح)

16 . صدر الدين أحمد البردواني (روائح المصطفى : 10 ط 1302 هـ)

17 . الشيخ محمّد حبيب الله الشنقيطي, المدرّس بالازهر (كفاية الطالب لمناقب علي بن أبي طالب: 25)

قارئین میں بتاتا چلوں کہ اہل سنت میں حدیث متواتر کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

إنه من حيث الرواية من الآحاد، ومن حيث علم العمل به متواتر۔ ومن أصلنا: أن المتواتر بالعمل هو أرفع خبر يعمل، إذ المتواتر المتعارف قرنًا بقرنٍ مما عمل الناس به لم يعملوا به، إلا لظهوره، وظهوره يغني الناس عن روايته، لما علموا خلوه عن الخفاء۔۔۔۔

متواتر، اصطلاح حدیث میں ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کے بیان کرنے والوں (راویوں) کی تعداد ہر زمانے میں اتنی کثیر ہو کہ ان کا آپس میں جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلاً و عادتاً محال ہو یعنی کوئی حدیث اس وقت تک متواتر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں یہ شرائط نہ پائی جاتی ہوں:

1 – اسے روایت کرنے والے کثیر تعداد میں ہوں۔

2 – یہ وصف (کثرت تعداد) ابتداء سے انتہاء تک ہر زمانے میں ہو۔

3 – اس روایت کو رُواۃ حِسّی مشاہدے کے طور پر بیان کریں مثلاً یہ کہیں کہ ہم نے سنا ہے یا ہم نے دیکھا ہے۔

تو اب میرا آخر میں ایک اور کھلا چیلنج ہے کہ جو دشمنِ علیؑ حکیم بن حزام کو مولود کعبہ مانتے ہیں وہ سند کجا فقط ایک قول ہی اپنے کسی محدث کا لاکر دکھادیں جس میں اس نے کہا ہو کہ حکیم کی کعبہ میں پیدائش اخبارِ متواتر سے ثابت ہے!!!

اب مولوی اسحاق کو اس پر بھی جواب دے دیا جائے کہ اگر یہ فضیلت ہوتی تو اس کے حقدار رسولؐ اللہ ہوتے۔۔

تو کوئی اس مولوی کو قبر سے نکال کر ذرا سوال تو کرے کہ اگر یہ فضیلت نہیں تو حکیم بن حزام کے معاملے میں یہ فضیلت کیسے ہو گئی اور علی علیہ السلام کے لیے فضیلت کیوں نہیں ؟؟

۔۔۔ وله منقبة وَهُوَ أَنَّهُ وُلد في جوف الكعبة ؟؟؟

اب دوسری بات کہ اس فضیلت سے رسولؐ اللہ کی فضیلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کے مانع نہیں ہوتی۔۔

تو اب یہاں یہ تحریر ان تمام موالیانِ مولود کعبہ کو ہدیہ کرتا ہوں جو 13 رجب کو خوشی منا کر اپنے والدین کی پاکیزگی کا اظہار کرتے ہیں۔۔ ہدیہ قبول فرمائیں۔۔

والسلام

احقر، ابو عبد اللہ

خلیفہ اول کی مبینہ فضیلت "یار غار" کا تحقیقی آپریشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین، والصّلاۃ والسلام علی نبیّنا محمّد وآلہ الطیّبین الطاھرین۔

مومنین و مومنات، حقیر کا سلام قبول کریں۔۔

آپ سب کو علم ہے کہ تاریخی رہزنوں اور سقیفائی پالتوؤں نے اپنی پوری جان لگا کر اپنی مقدس گائے کے لئے اہل بیتؑ کے مقابلے میں عجیب و غریب فضائل گھڑنے میں کوئی قصر نہیں چھوڑی۔

کبھی شہادتِ رسولؐ کو چھپانے کے لیے اپنی ممی جان کے فضائل سے تاریخ کو تاریک کیا تو کبھی قاتلانِ زہراؑ کو چھپانے کی خاطر دوسرے صاحب کے غلام قنفذ کو بالکل ویسے ہی بلی کا بکرا بنایا جیسے اصل قاتلانِ امام حسینؑ کو بچانے کی غرض سے فقط یزید کو پیش کر دیا گیا کبھی عقد ام کلثوم جیسے افسانے لکھ ڈالے۔

انہی مسخ شدہ تاریخ میں ایک داستان "یارِ غارِ رسولؐ" کی بھی رقم ہے جو فقط ایک افسانے سے زیادہ کچھ نہیں!

آج کی تحریر میں اسی پر قلم کو حرکت دے کر حقیقت کے متلاشی ذہنوں میں ارتعاش کو پیدا کرنے کی کوشش ہو گی۔

ویسے اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ ہجرت کی رات رسول اکرمؐ کے ساتھ غار میں ابو بکر ہی تھے تو بھی ان عقل کے اندھوں کو یہ باور کروادیں گے کہ یہ ان حضرت کی فضیلت نہیں

بلکہ پورا قصہ ان کی تکذیب و تحقیر پر دلیل بن رہا ہے، ساتھ یہ بھی ثابت کروں گا کہ آخر یہ مقدس گائے شبِ ہجرت کو کس کے کھیت میں چر رہی تھی اور کس کے لیے دودھ دے رہی تھی۔

خیر جی۔۔ یہ بس معمولی سا ابتدائیہ ہے اب فل فلیش آپریشن کا آغاز کرتے ہیں۔

اس یارِ غار کے افسانے کے جھوٹ ہونے کے لیے فقط ایک ہی بات کافی ہے کہ اہل سنت کی کسی بھی کتاب میں کہیں یہ بات رسول اکرمؐ سے نقل نہیں ہوئی ہو کہ آپؐ نے ابو بکر کی مدح و فضیلت میں فرمایا ہو کہ یہ میرا یارِ غار تھا!

خیر میں پھر بھی تاریخی قرائن اور اہل سنت روایات سے یہ ثابت کروں گا کہ ابو بکر نے رسولؐ کے ساتھ ہجرت نہیں کی اور نہ ہی یہ حضرت غار میں سرکارِ محمدؐ کے ہمراہ تھے۔

میرے بھائیوں اور بہنوں۔۔ اگر مدینہ کی طرف ہجرت رسولؐ والی اہل سنت روایات ملاحظہ کی جائیں تو سب ایک دوسرے سے بری طرح ٹکراتی ہیں یا یوں کہوں کے ابو بکر کی فضیلت گھڑنے میں یہ سب کام کیے گئے کہ کسی طرح سے بھی پہلی مقدس گائے کو یارِ غار ثابت کروا دیا جائے۔

کہیں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے رات کو ہجرت کی تو کہیں تاریخی رہزن دن کو ہجرت کروا رہے ہیں، عجیب۔۔

کوئی کہتا ہے رسولؐ گھر سے نکل کر ابو بکر کے گھر دو بار گئے تو کوئی لکھتا ہے کہ ایک بار تشریف لے گئے یعنی ایک کی جبری فضیلت کی خاطر پورا واقعہ ہجرت ہی مبہم کر ڈالا۔

تو سب سے پہلے ان تمام مسائل کو عقلی کسوٹی پر پرکھ لیتے ہیں پھر آگے چلتے ہیں۔

ایک بات ابتداء تحریر میں ہی کر دوں کہ یہ عنوان ایک تحریر میں کامل طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا تو اختصار کے ساتھ تحریر جامع بھی رہے تو میں ہجرت کی روایات میں سے فقط تین روایات جو کہ اہل سنت کے ہاں صحیح السند ہے اسے پیش کر کے باقی تمام روایات کو رد کروں گا۔

پھر بچے گا آیت غار کا معاملہ تو اس پر مختصر سی بحث سے یہ ثابت کروں گا کہ یہ آیت ابو بکر کی شان میں نازل ہی نہیں ہوئی اور وہ بھی عامہ کی خاص امی جان کی زبانی یعنی حضرت عائشہ بنت ابو بکر سے۔۔

کیونکہ اگر آیت پر بحث چھیڑ دی تو قرآنیات کے دقیق اصولوں سے رد پیش کرنا پڑے گا جو کہ عام عوام کے لیے سمجھنا کافی مشکل ہو گا۔ اگر کوئی اہل سنت عالم آکر اس آیت کو لے کر جرح کا پرچم بلند کر دے تو پھر اس پر اگلی تحریر میں سیر حاصل گفتگو کر کے اسی آیت کو ابو بکر کی مذمت میں ثابت کر کے منہ بند کروا دیا جائے گا۔

میری کوشش ہو گی کہ اگلی تحریر اس پر لکھوں کہ آخر ہجرت کی رات کو یہ ابو بکر نامی حضرت کر کیا رہے تھے ؟

مطلب رسولؐ کے خلاف اقدامات۔۔ صرف اشارہ دے کر یہی چھوڑ رہا ہوں۔۔

تو قارئین رسولؐ اللہ کو کفار مکہ کی جانب سے اتنا شدید جانی خطرہ تھا کہ تمام اہل سنت علماء نے لکھا کہ جبریلؑ کے ذریعے اللہ نے رسولؐ کو کفار کے ارادے سے آگاہ کیا اور خدا نے حکم دیا کہ آپ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔

مجھے کوئی صاحب عقل انسان یہ بتائے کہ جب اتنا شدید خطرہ ہو تو کیا کوئی اعلانیہ ہجرت کرے گا یا بالکل رازداری اور چھپ چھپا کے ؟؟

یقیناً پوری رازداری اور چھپ کر یہ کام انجام دینا ہی عقل کے مطابق ہے اور اس انجام دہی کا کسی کو علم تک نہ ہونا ہی اس میں کامیاب ہونے کے مترادف ہے۔

المختصر کہ۔۔رسول اکرمؐ کو مکمل رازداری میں ہجرت کرنا تھی اور یہ کام دن کے وقت انجام دینا عقل کے منافی تھا کیونکہ رات کا سفر دن کے مقابلے میں محفوظ سفر ہے تاکہ کفار مکہ کی نگاہوں سے بچ کر اپنی منزل تک پہنچا جاسکے۔

اور رسول اکرمؐ نے ایسا ہی کیا امیر المومنین امام علیؑ کو اپنے بستر پر سلایا اور اپنی چادر ان پر ڈالی تاکہ کفار کو یہ لگے کہ رسول اپنے بستر پر ہی موجود ہیں۔ امام علیؑ کا بستر رسولؐ پر سونا اور رسولؐ کی امانتیں ان کے مالکان تک پہنچانا یہ سب کچھ تاریخ کی کتابوں موجود ہے جس پر کسی اہل سنت کو کوئی اعتراض نہیں اور سب نے اس کو قبول بھی کیا ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا۔

میں یہاں جان بوجھ کر کتبِ تاریخ سے عربی متن و ترجمہ پیش نہیں کررہا اور نہ ہی کوئی حوالے دوں گا کیونکہ ایسا کرنا فقط تحریر کو طویل کرے گا کیونکہ ان سب معاملات پر شیعہ و سنی کو کوئی اعتراض نہیں۔ بس مختصراً تھوڑا سا پس منظر بیان کررہا ہوں تاکہ ذہنوں کو آمادہ کرسکوں۔

تو یہ بات عقلی اور نقلی دونوں حوالوں سے ثابت ہوچکی کہ رسول اکرمؐ نے امام علیؑ کو اپنے بستر پر سلایا اور رات ہی میں سفر ہجرت کا آغاز کیا۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ اہل سنت کے

امام طبری اپنی تاریخ کی جلد 2 کے صفحہ 100 پر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ، ابو بکر کے ساتھ دن کو مکہ سے نکلے۔۔ عجیب۔۔

جی ہاں قارئین اب دقت کریں کہ ابو بکر کی فضیلت بنانے کی غرض سے رات کو دن میں بدل دیا جبکہ عقلی طور پر یہ بات قطعاً قابل قبول نہیں کہ رسول اکرمؐ اتنا بڑا رسک دن کے وقت سفر پر نکلنے کا لیں اور اس گھر میں جائیں جہاں ابو بکر کا بیٹا جس کا نام عبد العزی بن اَبی بکر تھا جو کہ مشرکینِ مکہ کی جانب سے رسولؐ کے تعاقب پر معمور کیا گیا تھا جس کے بارے میں تمام اہل سنت تاریخ دانوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

ساتھ ساتھ یہ اقدام ان صحیح السند روایات کے خلاف بھی ہے جن میں رسولؐ نے امام علیؑ کو رات میں اپنے بستر پر سو جانے کا حکم دیا اور یہ ذمہ داری بھی لگائی کہ اے علیؑ تم کل یہ امانتیں لوٹا کر مدینہ آجانا۔

اگر ہم یہ مان لیں کہ دن کے وقت ابو بکر کے ساتھ ہجرت کی تو اس میں لاتعداد سوالات پیدا ہو جائیں گے کیونکہ ابو بکر کا گھر مشرکین مکہ کے گھروں کے بیچ و بیچ واقع تھا تو یہ بات عقل کے منافی ہے کہ رسولؐ جس ہجرت کو اتنا مخفی رکھنا چاہتے تھے کہ مدینہ جانے والے عام راستے کو چھوڑ کر ایسے راستے کو اختیار کیا جہاں سے کوئی بھی مکہ سے مدینہ نہیں جاتا تھا تو کیونکر وہ دن کے وقت انہی کفار کے درمیان جا کر پہلے ابو بکر کو اس کے گھر سے لیں اور پھر وہاں سے مدینہ کی جانب کوچ کریں جبکہ اسی گھر میں ابو بکر کا بیٹا عبد العزی بن اَبی بکر جو کہ مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا اور کفار مکہ کی طرف سے اس کام پر لگایا گیا تھا کہ وہ رسول اکرمؐ اور ان کی اہل بیتؑ کا تعاقب کرے۔

اور تو اور ابو بکر کی کافرہ بیوی جس کا نام ام رومان تھا جسے آیت نازل ہونے کے بعد ابو بکر نے طلاق دے دی تھی اور خود ابو بکر کا باپ ابو قحافہ بھی کافر تھا موجود ہوں؟؟؟ کیا رسول اکرمؐ ایسے گھر تشریف لے جائیں گے اور وہاں سے ہجرت کا آغاز کریں گے؟؟

بھائی کوئی عقل ہوتی ہے او کوئی فہم ہوتا ہے۔۔ کوئی شرم ہوتی ہے!

کسی کو کوئی مسئلہ ہو تو جا کر تاریخ ابن عساکر کی جلد 13 کا صفحہ 280 ملاحظہ فرما لے یہاں کتاب سے عبارات نقل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔

چلیں اگر تھوڑی دیر کو یہ مان بھی لیں کہ رسول اپنے گھر سے نکل کر پہلے ابو بکر کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے ابو بکر کے ساتھ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے تو پھر ہمارے اہل سنت بھائی اس روایت کا کیا کریں گے جو اُن کے امام ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق کتاب فتح الباري جو کہ صحیح بخاری کی صف اول کی شرح شمار ہوتی ہے صحیح سند سے نقل کر رہے ہیں

عربی متن:

رِوَايَةِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عِنْدَ بن حِبَّانَ فَرَكِبَا حَتَّى أَتَيَا الْغَارَ وَهُوَ ثَوْرٌ فَتَوَارَيَا فِيهِ وَذَكَرَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنِ بن شِهَابٍ قَالَ فَرَقَدَ عَلِيٌّ عَلَى فِرَاشِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَرِّي عَنْهُ وَبَاتَتْ قُرَيْشٌ تَخْتَلِفُ وَتَأْتَمِرُ أَيُّهُمْ يَهْجُمُ عَلَى صَاحِبِ الْفِرَاشِ فَيُوثِقُهُ حَتَّى أَصْبَحُوا فَإِذَا هُمْ بِعَلِيٍّ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ لَا عِلْمَ لِي فَعَلِمُوا أَنه فر مِنْهُم وَذكر بن إِسْحَاقَ نَحْوَهُ وَزَادَ أَنَّ جِبْرِيلَ أَمَرَهُ لَا يَبِيتُ عَلَى فِرَاشِهِ فَدَعَا عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يَبِيتَ عَلَى فِرَاشِهِ وَيُسَجَّى بِبُرْدِهِ الْأَخْضَرِ فَفَعَلَ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَوْمِ وَمَعَهُ حَفْنَةٌ مِنْ تُرَابٍ فَجَعَلَ ينثرها على رؤوسهم وَهُوَ يَقْرَأُ يس إِلَى فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَذكر أَحْمد من حَدِيث بن عَبَّاسٍ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْآيَةَ قَالَ تَشَاوَرَتْ قُرَيْشٌ لَيْلَةً بِمَكَّةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا أَصْبَحَ فَأَثْبِتُوهُ بِالْوَثَاقِ يُرِيدُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلِ اقْتُلُوهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ أَخْرِجُوهُ فَأَطْلَعَ اللَّهُ نَبِيَّهُ عَلَى ذَلِكَ فَبَاتَ عَلِيٌّ

عَلَى فِرَاشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَحِقَ بِالْغَارِ وَبَاتَ الْمُشْرِكُونَ يَحْرُسُونَ عَلِيًّا يَحْسِبُونَهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي يَنْتَظِرُونَهُ حَتَّى يَقُومُ فَيَفْعَلُونَ بِهِ مَا اتَّفَقُوا عَلَيْهِ فَلَمَّا أَصْبَحُوا وَرَأَوْا عَلِيًّا رَدَّ اللَّهُ مَكْرَهُمْ فَقَالُوا أَيْنَ صَاحِبُكَ هَذَا قَالَ لَا أَدْرِي فاقنصوا أَثَرَهُ فَلِمَا بَلَغُوا الْجَبَلَ اخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَمَرُّوا بِالْغَارِ فَرَأَوْا عَلَى بَابِهِ نَسْجَ العنكبوت فَقَالُوا لَو دخل هَا هُنَا لَمْ يَكُنْ نَسْجُ الْعَنْكَبُوتِ عَلَى بَابِهِ فَمَكَثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ وَذَكَرَ---

ترجمہ: علیؑ، حضرت محمدؐ کے بستر پر لیٹے تاکہ مشرکین کو لگے کہ رسولؐ اللہ لیٹے ہوئے ہیں اور رات کاٹی، قریش نے اختلاف اور مشورے میں کہ کون حملہ کرے گا بستر والے پر اور اس کو باندھے یہاں تک کہ انہوں نے اس مشورے میں صبح کی تو ناگہاں انہوں نے دیکھا کہ وہ علیؑ ہیں۔ تو اُن سے پوچھا کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ کہا مجھ کو نہیں معلوم! تو انہوں نے جانا کہ وہ ہم سے نکل گئے ہیں اور ابن اسحاق نے بھی یہی ذکر کیا اور مزید کہا کہ جبرائیلؑ نے رسولؐ اللہ سے کہا کہ اپنے بستر پر نہ سوئیں تو آپؐ نے علیؑ کو بلوا کر اپنے بستر پر سلایا اور اُن کو سبز چادر اوڑھائی پھر حضرتؐ باہر نکلے اور آپؐ کے ہاتھ کی مٹھی میں مٹی تھی تو آپؐ نے اس کو اُن کفاروں کے سروں پر بکھیرا اور آپؐ سورہ یاسین پڑھتے تھے (فھم لایبصرون) تک اور امام احمد نے ذکر کیا کہ ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ آیت (وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُو) کہ قریش نے ایک رات مکے میں باہم مشورہ کیا سو بعض نے کہا کہ جب صبح کریں تو ان کو بیڑیوں میں قید کرو اور بعض نے کہا کہ نہیں ان کو مار ڈالو اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ ان کو وطن سے نکال دو تو اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس کی اطلاع دی تو اُس رات علیؑ، نبیؐ کے بستر پر لیٹے اور حضرتؐ باہر نکلے یہاں تک کہ غار میں پہنچے اور رات گزاری۔ مشرک علیؑ کی نگرانی کرتے ہوئے گمان کرتے تھے کہ یہی حضرتؐ ہیں یعنی انتظار کرتے تھے کہ اٹھیں تو ان کے ساتھ جو چاہیں کریں پھر جب فجر ہوئی تو انہوں

نے علیؑ کو دیکھا اور کہا کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے، علیؑ نے کہا مجھ کو معلوم نہیں تو انہوں نے آپؐ کے قدم کا نشان پکڑا سو جب وہ پہاڑ کے پاس پہنچے تو انہیں شبہ پڑ گیا سو وہ پہاڑ پر چڑھے اور غار پر سے گزرے اور اس کے دروازے پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو اس کے دروازے پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ سو نبیؐ اس غار میں تین رات ٹھہرے اور۔۔۔۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں :

1- كتاب فتح الباري لابن حجر [ابن حجر العسقلاني]، قوله باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، جلد 7، صفحه 236 - المكتبة الشاملة

لگے ہاتھوں اس روایت کے مزید طرق بھی نقل کر دوں تاکہ تواتر حاصل ہو جائے۔۔

2- كتاب الدر المنثور في التفسير بالمأثور [الجلال السيوطي]جلد 4 صفحه 51 - - المكتبة الشاملة

اس پر تخریج بھی ملاحظہ فرمالیں۔۔

تخريج : وَأخرج ابْن إِسْحَق وَابْن جرير وَابْن الْمُنْذر وَابْن أبي حَاتِم وَأَبُو نعيم وَالْبَيْهَقِيّ مَعًا فِي الدَّلَائِل عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا

3- كتاب غاية المقصد فى زوائد المسند [نور الدين الهيثمي]جلد 3 صفحه 227 - سورة الأنفال - المكتبة الشاملة

4 -كتاب تفسير عبد الرزاق [عبد الرزاق الصنعاني]جلد 2 صفحه 120 - سورة الأنفال - المكتبة الشام

5 -كتاب مسند أحمد ط الرسالة - جلد 5 صفحه 301 - المكتبة الشاملة

6 -كتاب مشكاة المصابيح - الفصل الثالث -جلد 3ص1669 - المكتبة الشاملة

7 -كتاب الروايات التفسيرية في فتح الباري [عبد المجيد الشيخ عبد الباري] جلد 1 صفحه 500 - سورة الأنفال - المكتبة الشاملة

8 -كتاب مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح [الملا على القاري]جلد 9 صفحه 3827 - باب في المعجزات - المكتبة الشاملة

9 -كتاب دلائل النبوة لإسماعيل الأصبهاني[إسماعيل الأصبهاني] صفحه 66 - المكتبة الشاملة

10 -كتاب هداية الرواة - مع تخريج المشكاة الثاني للألباني[ابن حجر العسقلاني] جلد 5 صفحه 353 - المكتبة الشاملة

نوٹ: امام البانی نے لکھا:

أن الحديث صحيح، كما شرحته في "الصحيحة" (٢٩٣٦)

تو دیکھ لیا آپ نے۔۔۔ اس واقعہ ہجرت کی سب سے صحیح السند روایت میں کہیں بھی ابو بکر کا نام ونشان تک نہیں اور جن جن روایات میں نام ڈالا گیا ہے ان کی اسناد میں مدلس اور جھوٹے راوی ہیں، اگر نہیں ہیں تو مجھے اہل سنت یہ ثابت کریں کہ ان روایات میں جھوٹے راوی نہیں اور اسناد میں کسی قسم کا جھول نہیں۔

جو میں نے روایت پیش کی ہے وہ روایت دلائل النبوۃ میں موجود ہے۔ مطلب سرکارِ ختمی مرتبت ؐ کی نبوت کو جن دلیلوں سے ثابت کیا جاتا ہے ان دلائل میں یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے یعنی قطعی طور پر ایک دم تگڑی سند والی روایت۔ تبھی ملا علی قاری نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب کے بابِ معجزات النبی ؐ میں درج کیا۔

غور کریں قارئین کہ واضح ترین الفاظ میں رسول ؐ کا اپنے گھر سے نکل کر ڈائریکٹ غار جانے کا بیان ہے

(وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى لَحِقَ بِالْغَارِ)

ایک اور نقطے کی طرف دقت کریں کہ کفار فقط رسول اکرم ؐ کے قدم کے نشان سے غار تک پہنچے، اگر ابو بکر ساتھ ہوتا تو اس کے بھی تو نشان ہوتے ؟؟

تحریر کو مختصر رکھنے کا قصد نہ ہوتا تو دیگر روایات بھی پیش کرتا جن میں ٹیڑھی میڑھی قلبازیاں مار کر اہل سنت تاریخ دانوں نے ابو بکر کو یار غار بنانے کی کوشش کی۔

خیر اب فقط بخاری مبینہ شریف سے دو روایات سے ثابت کر دیتا ہوں کہ ہجرت کے وقت رسول ؐ اکیلے ہی اپنے گھر سے نکل کر غار پہنچے تھے اور ابو بکر ان کے ساتھ نہیں تھا۔

ملاحظہ فرمائیں۔۔

پہلی حدیث۔۔ امام بخاری لکھتے ہیں :

حدثنا إبراهيم بن المنذر، قال: حدثنا انس بن عياض، عن عبيد الله، عن نافع، عن بن عمر، قال:" لما قدم المهاجرون الاولون العصبة موضع بقباء قبل مقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان يؤمهم سالم مولى ابي حذيفة، وكان اكثرهم قرآنا"۔

ترجمہ:

ہم سے ابراہیم بن المنذر حزامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا انہوں نے عبید اللہ عمری سے، انہوں نے نافع سے انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ

جب پہلے مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے بھی پہلے قباء کے مقام عصبہ میں پہنچے تو ان کی امامت ابو حذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ آپ کو قرآن مجید سب سے زیادہ یاد تھا۔

حواله : صحيح البخاري، كِتَاب الْأَذَانِ، 54۔ بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى:حدیث نمبر: 692

تو قارئین بغور ملاحظہ فرمائیں کہ عمر بن خطاب کے بیٹے فرمارہے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی ہجرت سے بھی پہلے قبا کے عصبہ مقام پر اول مہاجرین کی جماعت ابو حذیفہ کے غلام کرا رہے ہیں۔ اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اس کو نافع نے نقل کیا ہے۔

اب آگے چلتے ہیں اور دوسری روایت دیکھتے ہیں۔۔

دوسری روایت۔۔۔ امام بخاری لکھتے ہیں:

حدثنا عثمان بن صالح، حدثنا عبد الله بن وهب، اخبرني ابن جريج، ان نافعا اخبره، ان ابن عمر رضي الله عنهما، اخبره قال:"كان سالم مولى ابي حذيفة يؤم المهاجرين الاولين، واصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في مسجد قباء، فيهم ابو بكر، وعمر، وابو سلمة، وزيد،وعامر بن ربيعة"۔

ترجمہ:

ہم سے عثمان بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں نافع نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہا کہ

ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے (آزاد کردہ غلام) سالم، سب سے پہلے ہجرت کرنے والے مہاجرین کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحاب کی مسجد قباء میں امامت کیا کرتے تھے۔ ان اصحاب میں ابو بکر، عمر، ابو سلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ بھی ہوتے تھے۔

حواله: صحيح البخاري ، كِتَاب الْأَحْكَامِ، 25- بَابُ اسْتِقْضَاءِ الْمَوَالِي وَاسْتِعْمَالِهِمْ:حديث نمبر: 7175

لو جی ہو گئی فاتحہ۔۔ دوسری روایت کو بھی نافع نے روایت کیا اور اسی امام جماعت کا نام لکھا لیکن یہ کیا۔۔ ارے ان اصحاب میں تو ابو بکر اور عمر شامل ہوتے تھے یعنی رسولؐ اللہ کی ہجرت کرنے سے قبل ہی ابو بکر قباء میں غلامِ ابو حذیفہ کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے۔۔

یہ تو کمال ہی ہو گیا۔۔

اب کوئی بھی صاحب عقل مجھے یہ سمجھادے کہ اگر یہ روایت درست ہے جو کہ عقیدہ اہل سنت میں سو فیصد درست بھی ہے تو بھائی یہ ابو بکر صاحب عین اسی وقت غار میں کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ابو حذیفہ کے آزاد غلام کے پیچھے مسجد قباء میں جماعت کے ساتھ نماز بھی پڑھ رہے ہیں؟؟

میرے بھائی مسجد قباء سے غار کا فاصلہ 4493-6 کیلو میٹر ہے، جسے اگر آج کے دور میں گاڑی سے طے کیا جائے تو 54 گھنٹے لگتے ہیں اور اگر پیدل طے کریں تو 768 گھنٹے یعنی پورے 32 دن۔۔ جا کر کم از کم گوگل میپ ہی دیکھ لو۔۔

چلیں جی اب بات ہو جائے قرآن میں موجود سورہ توبہ کی 40 آیت جو آیت غار سے مشہور ہے جس پر میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ اس پر قرآنیات سے بحث عام عوام کے لئے کافی مشکل ہو جائے گی تو فقط امی عائشہ کا ایک فرمان نقل کر کے اور وہ بھی کسی معمولی کتاب سے نہیں

بلکہ اہل سنت کے ہاں قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح بخاری سے پیش کر کے امی عائشہ کے ابو جی کو اس آیت کجا پورے قرآن سے ہی باہر کروا دیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔۔

امام بخاری بھائی جھوم کر صحیح بخاری کے کتاب تفسیر میں لکھتے ہیں۔۔

فقالت عائشة من وراء الحجاب:" ما انزل الله فينا شيئا من القرآن إلا ان الله انزل عذري

ترجمہ : عائشہ نے کہا کہ ہمارے (آل ابی بکر کے) بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت نازل نہیں کی سوائے اس کے کہ اللہ نے میرا عذر نازل کیا۔

حواله : صحيح البخاري، كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، حديث نمبر: 4827

ہا۔۔ یار میں کیا کروں اب۔۔ مجھے یار غار پر ہی ہنسی آ رہی ہے۔۔

انشاء اللہ زندگی رہی اور توفیق شامل حال رہی تو اہل سنت کی ہی کتابوں سے یہ پیش کروں گا کہ وہ کون صاحب تھے جو کفار کی جانب سے رسولؐ پر نظر رکھے ہوئے تھے اور نبیؐ کی مخبری جا کر مشرکین مکہ سے کرتے رہے۔۔

معذرت۔۔ غیر ارادی طور پر تحریر بالآخر طویل ہو ہی گی۔

اس زحمت پر مومنین مجھے معاف فرمائیں

والسلام، کلبِ درِ اہل بیتؑ

ابو عبد اللہ

کیا رسول ؐ اللہ نے اپنی شہادت سے پہلے خلیفہ اول کو نمازِ جماعت کی امامت کا حکم دیا تھا اور کیا یہ عمل اُن کی خلافت پر دلیل ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدُ لله ربّ العالمين۔۔ والصلاة والسلام على رسول الله سيد الخلائق وخاتم النبيين محمد وعلى أهل بيته الطيبين الطاهرين

السلام علیکم مومنین و مومنات۔

ایامِ فاطمیہ ؑمیں یہ بات میرے نوٹس میں آئی کہ جہاں اہل سنت کی جانب سے حق زہراؑ کے عنوان پر خلفاء کا دفاع ممکن نہیں ہو پاتا وہاں ان کی جانب سے امامتِ ابو بکر کو موضوع بنا کر اس پر بحث شروع کر دی جاتی ہے ۔

تو سوچا کیوں نا اس غیر منطقی اور غیر علمی استدلالِ اہل سنت پر بھی حیدری قفل لگا کر اسے مکمّل طور پر سیل کر دیا جائے۔۔

قارئین کرام۔۔

میں اپنے اسٹائل سے تھوڑا ہٹ کر تحریر لکھوں گا تا کہ مخالفین کی جانب سے ہیٹ اسپیچ کا ایشو بنا کر فیس بُک پر پابندی سے بچا جا سکے کیونکہ ان بیچارو کے پاس اب یہی ایک ہتھیار بچا ہے جس سے یہ اپنے ناحق پیروں کا دفاع کر رہے ہیں۔

چلیں تو پھر خلافت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے مبینہ صدیق اکبر کی افسانوی نمازِ جماعت کا پوسٹ مارٹم شروع کرتا ہوں دعاء صنمی قریش کو دل میں دہرا کر۔۔

تحریر کے پہلے حصے میں براہ راست ان روایات کا رد پیش کروں گا جس سے اس فرسودہ اصول پر دلیل قائم کی جاتی ہے کہ پہلے خلیفہ نے حکمِ رسولؐ اللہ پر نمازِ جماعت کی امامت کی پھر دوسرے حصے میں اس فرسودہ اصولِ خلافت کو اہل سنت کی اپنی کتابوں سے عقلی و منطقی انداز میں رد کروں گا۔

سب سے پہلے ان جماعتی روایات میں سے بطورِ نمونہ ایک روایت پیش خدمت ہے اور وہ بھی صحیح بخاری سے۔۔۔ ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : " لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ يُوذِنُهُ بِالصَّلَاةِ ، فَقَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ ، فَقَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ ، فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ : قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ ، قَالَ : إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ، فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً ، فَقَامَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَلَمَّا سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَاعِدًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "

ترجمہ : ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو معاویہ محمد بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے اعمش کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے اسود سے، انہوں نے عائشہ سے۔ آپ نے بتلایا کہ `نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیمار ہو گئے تھے تو بلال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی خبر دینے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ میں نے (یعنی عائشہ نے) کہا کہ یا رسول اللہ! ابو بکر ایک نرم دل آدمی ہیں اور جب بھی وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لیے اگر عمر سے کہتے تو بہتر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔

پھر میں نے حفصہ سے کہا کہ تم کہو کہ ابو بکر نرم دل آدمی ہیں اور اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لیے اگر عمر سے کہیں تو بہتر ہو گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ صواحب یوسف سے کم نہیں ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ جب ابو بکر نماز پڑھانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں کچھ ہلکا پن محسوس فرمایا اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زمین پر نشان کر رہے تھے۔ اس طرح چل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابو بکر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ پائی تو پیچھے ہٹنے لگے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے روکا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابو بکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ بیٹھ کر۔ ابو بکر، رسول اللہ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ ابو بکر کی اقتداء۔

حواله: صحيح البخاري، كِتَاب الْأَذَانِ ، بَابُ الرَّجُلُ يَأْتَمُّ بِالإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ، حديث نمبر 713

تو دیکھا آپ قارئین نے، نماز جماعت کی شکل تک بگاڑ دی ابو بکر کی خلافت کو ثابت کروانے کے چکر میں اور وہ بھی معاذاللہ رسول اکرمؐ کی موجودگی میں۔۔۔ تف ہے

یہ کیسی نمازِ جماعت ہے کہ جس میں فقط ابو بکر، رسولؐ اکرم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہے اور باقی تمام مجمع ابو بکر کی اقتداء میں۔۔۔ ہیں جی؟؟؟؟ حد ہے قسم سے۔۔

اور رسولؐ اللہ کی موجودگی میں ان کے حکم دینے کے بعد عائشہ صاحبہ کو یہ جرات کیسے ہوئی کہ وہ رسولؐ کے حکم پر اپنی رائے کو مقدم کر کے انہیں مشورہ دیں؟

اور جب رسولؐ نے حکم دے دیا کہ ابو بکر جا کر پڑھا دے تو پھر رسولؐ کو اپنی ہی لائی ہوئی شریعت کا معاذاللہ علم نہیں تھا کہ ایسی بیماری کی حالت میں جماعت میں شرکت ضروری نہیں بلکہ گھر میں فرادی بھی انجام دی جاسکتی ہے؟؟ اگر علم تھا تو اہل سنت ہمیں بتائیں کہ ابو بکر کو بھیجنے کے بعد پھر رسول اکرم کیوں مسجد تشریف لے گئے؟؟

یہاں بخاری نے ایک اور خیانت کی کہ ان دو اشخاص کا نام تک کھا گیا کہ جن کا سہارا لے کر رسولؐ اللہ مسجد تشریف لے گئے یعنی امام علیؑ اور عباس۔۔ خیر ایک بات بخاری نے پوری ایمانداری سے نقل کر دی کہ رسولؐ نے عائشہ اور حفصہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم "صواحب یوسف" ہو۔

یعنی یوسف کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو کہ دل میں کچھ ہے، ظاہر میں کچھ اور کر کچھ اور رہی ہو۔ یعنی بزبان رسالت، ان دونوں کے نفاق اور عدالت کا کھلا اظہار۔۔

خیر۔۔ قارئین کرام۔۔ ابو بکر کی مبینہ جماعت کروانے کے سلسلے میں تقریباً 72 کے لگ بھگ روایات، اہل سنت کتابوں میں موجود ہیں۔ جن میں کثیر تعداد صحابہ کے اقوال ہیں نا کہ فرمانِ رسولؐ۔

اور جتنی بھی روایات ہیں ان کی سند خود اہل سنت علماء رجال کے ہاں قابل قبول نہیں یعنی مرسل روایات ہیں اور نا صرف سند بلکہ متنِ روایت بھی بری طرح سے مخدوش و مردود ہے۔

اب یہاں کسی مخالف کو یہ کیڑا کاٹ جائے کہ دیکھا آپ نے خود ہی لکھ دیا کہ 72 روایات ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ حدیثِ متواتر ہے۔۔

تو ان جہلاء کے لیے جواب یہ ہے کہ حدیث کو حدِ تواتر تک لانے کے لیے حدیث کا زیادہ ہونا شرط نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث کا زیادہ اصحاب سے وارد ہونا شرط ہے یعنی ایک ہی متن کی حدیث الگ الگ اصحاب سے روایت ہو تو وہ حدیثِ متواتر ہے۔

جبکہ ابو بکر کی یہ روایات، عائشہ، انس، ابو موسیٰ اشعری، ابن عمر، عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس، بریدہ، عبد اللہ بن زمعہ، سالم بن عبدے اور حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے مروی ہیں جو قطعاً تواتر پر دلیل نہیں بن سکتیں بلکہ سب کی سب احاد پر مشتمل ہیں یعنی خبر واحد پر۔

مزید کھول کر لکھوں تو بخاری میں عائشہ، ابو موسیٰ، ابن عمر اور حمزہ سے اس روایت کو لیا گیا ہے اور عائشہ سے عروہ، اسود اور عبید اللہ بن عتبہ سے۔

اور اگر صحیح مسلم کو دیکھیں تو اس میں بھی عائشہ، ابو موسیٰ سے بالکل بخاری کی طرح نقل ہوئی البتہ ایک دو جگہوں پر حمزہ اور ابن عمر نے عائشہ سے روایت کی ہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں دیکھیں تو کچھ اضافہ ملتا ہے جیسے ابن عباس، انس، بریدہ اور عبد اللہ بن زمعہ وغیرہ

جبکہ سنن نسائی میں ابن مسعود، ابن ماجہ میں سالم بن عبید اور حمزہ بن عبد اللہ سے روایات کو نقل کیا گیا ہے۔

اب ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ عائشہ تو چلیں گھر میں موجود تھیں تو ان سے روایت نقل ہو گئی لیکن باقی وہ اصحاب بھی کیا گھر میں تھے جنہوں نے براہ راست روایت کو نقل کیا ناکہ عائشہ سے؟؟

کیا یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے؟؟

تو جی یہ تھی تواتری ٹولے کو مکمل پھکی، امید ہے ہاضمہ بہتر ہو گیا ہو گا۔۔

اب آگے چلتے ہیں۔۔

چلیں جی اوپر بطورِ مثال پیش کی گئی بخاری کی حدیث کا اب ہلکا پھلکا رجالی پوسٹ مارٹم ہو جائے۔۔

- حدیث کا راوی ابو معاویہ۔۔

ابو معاویہ کا پورا نام ابو معاویہ محمد بن حازم الضریر ہے جس کے بار میں امام مزی لکھتے ہیں:

قال عباس الدوري، عن يحيي بن معين: ليس بثقة ۔

یعنی یہ ثقہ نہیں ہے

حواله : تهذيب الكمال، جلد 12، صفحه 364

- حدیث کا ایک اور راوی اعمش۔۔

اعمش کا پورا رجالی نام سلیمان بن مهران الاعمش ہے جس کے بارے میں ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ یہ تدلیس کرتا تھا اور تدلیس، قبیح اور عدالت کے لیے مضر ہے۔۔

عبارت ملاحظہ فرمائیں:

سليمان بن مهران الأعمش وكان يدلس وصفه بذلك النسائي والدارقطني وغيرهم

حواله : طبقات المدلّسين، ابن حجر(852 ھ)، صفحه 33

قارئین یہ جماعتی حدیث کے 10 طرق کو بخاری نے اپنی صحیح میں جمع کیا ہے اب اگر ایک ایک حدیث پیش کرنے بیٹھ گیا تو تحریر ہاتھ سے نکل کر کتابی شکل اختیار کر لے تبھی اختصار کے پیش نظر فقط بخاری کے ان راویان پر رجالی رد ہو جائے جو تمام 10 روایات میں موجود ہیں۔۔

ابو معاویہ اور اعمش کو تو اوپر ٹیکہ لگا دیا مزید کی ویکسینشن اب شروع کرتا ہوں۔

بخاری میں موجود روایاتِ جماعتِ ابو بکر کے راویان اہل سنت جرح و تعدیل کے کلینک میں۔۔

-ابراهيم بن يزيد نخعي

یہ مدلسین میں سے ہے، حاکم نیشاپوری نے انہیں مدلسین کے چوتھے طبقہ سے قرار دیا ہے ۔

-يحيي بن سليمان

يحيى بن سليمان ، وعنه البخاري ، وجماعة ـ وثقه بعض الحفاظ ـ قال أبو حاتم : شيخ ـ وقال النسائي : ليس بثقة ـ وقال ابن حبان ـ ربما أغرب ـ

نسائی نے کہا ہے یہ ثقہ نہیں اور غریب روایات نقل کرتا ہے۔

ميزان الاعتدال، ذهبي(747 هـ)، جلد 4، صفحه 382

-ابن شهاب زُهْري

زھری، یہ بھی بنی امیہ کی حدیث فیکٹری کے ملازمین میں سے تھا ۔

تاريخ مدينة دمشق ، ابن عساكر (571 هـ) ، ج 42 ، ص 228 .

تهذيب التهذيب ، ابن حجر (852 هـ) ، ج 4 ، ص 197 .

سير أعلام النبلاء ، ذهبي (748هـ) ، ج 5 ، ص 337 .

سير أعلام النبلاء ، ذهبي (748 هـ)، ج 5 ، ص 331 .

تهذيب الكمال ، مزي (742 هـ) ، ج 5 ، ص 88

تاريخ الإسلام ، الذهبي (748 هـ) ، ج 9 ، ص 92 .

ابن حجر نے بھی لکھا کہ زھری بھی مدلس تھا ۔

تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس، ابن حجر عسقلاني، ص109، شماره 36/102-

ابن ابی الحدید نے لکھا کہ زھری، امام علی علیہ السلام سے روگرداں تھا ۔

شرح نهج البلاغة ، ابن أبي الحديد (656 هـ) ، ج 4 ، ص 102

-عبد الملك بن عمير

اہل سنت کی کتب رجال میں اس کے بارے میں یوں نقل ہوا ہے:

»رجل مدلس» ، «ضعيف جدا» ، «كثير الغلط» ، «مضطرب الحديث جدا» ، «مخلّط» ، «ليس بحافظ«۔

امام مزی نے تہذیب الکمال اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے:

وقال علي بن الحسن الهسنجاني: سمعت أحمد بن حنبل يقول: عبد الملك بن عمير مضطرب الحديث جدا مع قلة روايته

-ابو موسي اشعری

اس کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا رویہ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ اچھا نہیں تھا۔ صفین کے بعد تحکیم کے مسئلے میں امیر المومنین علیہ السلام کو خلافت سے خلع کرنے میں اس کا بھی کردار تھا۔

جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق خلیفہ دوم نے استذان کے مسئلے میں اس کے قول پر اعتماد نہیں کیا،لہذا اس سے بھی اس کی روایت کے عدم اعتبار کی تائید ہوتی ہے۔

صحيح مسلم نيشابوري(261 ھ) ، ج 6 ، ص178

-انس بن مالک

اس پر بنیادی الزام جھوٹ بولنا ہے جیسے اس نے حدیث غدیر چھپائی کہ جس کا قصہ امام بلازری نے کچھ یوں نقل کیا:

قال علي علي المنبر: انشد [نشدت] الله رجلا سمع رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول يوم غدير خم: اللهم وال من والاه وعاد من عاداه إلا قام فشهد وتحت المنبر أنس بن مالك والبراء بن عازب وجرير بن عبد الله [البجلي] فأعادها فلم يجبه أحد۔ فقال: اللهم من كتم هذه الشهادة وهو

يعرفها فلا تخرجه من الدنيا حتي تجعل به آية يعرف بها۔ قال: فبرص أنس وعمي البراء ورجع جرير أعرابيا بعد هجرته فأتي السراة فمات في بيت أمه بالسراة۔

علی[علیہ السلام] نے مسجد کے منبر پر لوگوں کے اجتماع سے خطاب میں فرمایا: میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جس نے بھی غدیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: « اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ » وہ اٹھے اور گواہی دی۔ أنس بن مالک، براء بن عازب اور جریر بن عبد اللہ [بجلي] منبر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، یہ لوگ خاموش رہے، امیر المومنین علیہ السلام نے دوبارہ سوال کیا، لیکن ان لوگوں نے جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس طرح نفرین کی:

اے اللہ جو جاننے کے باوجود گواہی نہیں دیتا، مرنے سے پہلے اس پر ایسی نشانی ظاہر کر کہ جو اس کی پہچان بن جائے، راوی نقل کرتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے اس نفرین کے بعد انس بن مالک برص اور براء کی بیماری میں مبتلا ہوا اور اندھا ہو گیا اور جریر بھی عرفہ کے اطراف میں موجود اپنی والدہ کے گھر پہنچتے ہیں دنیا سے چلا گیا۔

حواله : أنساب الأشراف بلاذري، ج2، ص 156 و 157۔

امام ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف، ص 251 میں نقل کیا کہ:

أنس بن مالك كان بوجهه برص وذكر قوم: إن عليا رضي الله عنه سأله عن قول رسول الله: اللهم وال من والاه ، وعاد من عاداه ۔ فقال : كبرت سني ونسيت ، فقال علي: إن كنت كاذبا فضربك الله بيضاء لا تواريها العمامة۔

انس بن مالک کے چہرے پر برص ظاہر ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے: امیر المؤمنینؑ نے رسولؐ اللہ کے اس کلام «اللهم وال من والاه ، وعاد من عاداه» کے بارے میں پوچھا، تو اس اجتماع میں انس بھی تھا، انہوں نے جواب دیا: میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے یہ

یاد نہیں ہے۔ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: اگر جھوٹ بولا ہے تو اللہ تجھ کو برص کی بیماری میں مبتلا کرے، یہاں تک کہ عمامہ کے ذریعے سے بھی اسے نہ چھپا سکے۔

خیر انس کے بارے میں اتنا بہت ہے اب آگے چلتے ہیں۔۔

-ابو معمّر: عبد الله بن عمرو بن أبي الحجاج أبو معمر المنقري البصري

امام رازی نے اس کے بارے میں لکھا

أنه لم يكن يحفظ وكان له قدر عند اهل العلم۔

مطلب اس کا حافظہ بہت کمزور تھا۔۔

الجرح والتعديل، رازي (327 ھ)، ج 5، ص 119

-هشام بن عروه بن زبير بن عوام

ابن حجر نے اسے مدلس لکھا ہے :هشام بن عروة بن الزبير بن العوام الأسدي ثقة فقيه ربما دلس۔۔۔ یہ مدلس تھا۔۔

تقريب التهذيب، ابن حجر(852 ھ)، ج2، ص267 ۔

امام مزی نے لکھا کہ یہاں تک امام مالک بھی اس سے راضی نہیں تھے

قال عبد الرحمان بن يوسف بن خراش : كان مالك لا يرضاه۔

مالک اس سے راضی نہیں تھا ۔

تهذيب الكمال، مزي (742 ھ)، ج 30، ص 239 ۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ابن حجر نے اس کو «طبقات المدلّسين» میں ذکر کیا ہے۔

طبقات المدلسين، ابن حجر(852 ھ)، ص 26

-عروہ بن زبیر

اہل بیتؑ کے دشمنوں میں سے تھا، معاویہ کے پارٹی کا بندہ تھا اور روایت جعل کرنے والوں میں اس کا شمار ہوتا تھا

-اب آخر میں بچیں مسلمانوں کی امی عائشہ۔۔

اگر امی عائشہ پر اس وقت قلم کو حرکت دے دی تو یہ تحریر مجھے یہاں ہی ختم کرنا پڑے گی اور امی جی کی شخصیت پر سیر حاصل بحث کرنا پڑے گی جو یقیناً تحریر کی شکل میں نہیں بلکہ بھاری بھر کم کتاب میں ڈھل جائی گی۔۔

تو قارئین یہاں امی عائشہ کی عدالت پر خود اُسی حدیث سے رسولؐ اکرم کا ارشاد نقل کر دیتا ہوں جس کا تذکرہ میں اوپر کر چکا ہوں۔۔

دوبارہ سے ملاحظہ فرمائیں کہ کیوں امی عائشہ ہمارے لیے ثقہ نہیں۔۔

إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ۔۔۔۔

رسولؐ نے عائشہ اور حفصہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم "صواحب یوسف" ہو یعنی یوسف کے ساتھ والی عورتوں کی طرح ہو کہ دل میں کچھ ہے، ظاہر میں کچھ اور کر کچھ اور رہی ہو۔ یعنی بزبان رسالت، ان دونوں کے نفاق کا کھلا اظہار۔

اب مختصر کرتا ہوں کیونکہ دوسرے حصے کی جانب بھی بڑھنا ہے اور تحریر واقعاً طویل ہو چکی

اب یہاں اس روایت کو نقل کر کے اس کی سند کو تار تار کرتا ہوں جو بخاری کے بعد سب سے زیادہ پیش کی جاتی ہے یعنی موطا امام مالک سے۔۔ ملاحظہ فرمائیں

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صلي الله عليه وسلم - خَرَجَ فِي مَرَضِهِ، فَأَتَي فَوَجَدَ أَبَا بَكْرٍ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَاسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ - صلي الله عليه وسلم - أَنْ كَمَا أَنْتَ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ - صلي الله عليه وسلم - إِلَي جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلاَةِ رَسُولِ اللَّهِ - صلي الله عليه وسلم - وَهُوَ جَالِسٌ، وَكَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ۔

رسول ؐاللہ بیماری کی حالت میں گھر سے نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ دیکھا، ابو بکر نماز کی جماعت کرا رہا ہے اور لوگ اس کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں اور جب ابو بکر کو پتہ چلا تو پیچھے ہٹا، آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اشارہ کیا اور اپنی جگہ پر رہنے کا حکم دیا، پھر آپ ابو بکر کے پاس بیٹھے، ابو بکر نے رسول ؐکی اقتدا میں نماز ادا کی جبکہ لوگ اس وقت ابو بکر کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔۔۔۔ مالک نے هشام بن عروة سے نقل کیا ہے۔

حواله : الموطّأ، مالك (متوفى 179 هـ)، جلد 1، صفحه 136

جی تو اب دیکھتے ہیں کہ اس امام مالک کے موطا پر دیگر اہل سنت طوطے کیا بیان کرتے ہیں

-امام ابن عبد البر نے اس حدیث کو مرسل قرار دیا ہے

هذا مرسل في الموطأ

موطا کی روایت مرسل ہے

حواله : الاستذكار، ابن عبد البر(463 هـ)، جلد 2، صفحه 175

امام عبد البر دوسری کتاب التمہید میں بھی لکھتے ہیں۔۔

لم يختلف عن مالك فيما علمت في إرسال هذا الحديث

موطا کی روایت کے مرسل ہونے میں اختلاف نہیں ہے ۔

التمهيد، ابن عبد البر(463 ھ)،جلد 22، صفحه 315

اب اس روایت کے راویان کو دیکھ لیتے ہیں۔۔

-هشام بن عروه بن زبیر بن عوام

اس پر اوپر بیان کر چکا ہوں کہ مدلس تھا۔۔

-عروه بن زبیر

اس پر بھی بیان ہو چکا کہ یہ دشمن علیؑ تھا اور معاویہ کی پارٹی کا کارندہ تھا۔۔

اب لگے ہاتھوں ابن ماجہ کی حدیث بھی پیش کر دوں تا کہ معلوم ہو سکے کہ دراصل رسول ؐاللہ نے امامت کروانے کے لیے کس کو بلایا تھا اور کس طرح سے عائشہ نے مخالفت کی اور کس طرح سے بخاری بھائی نے نام تبدیل کیے۔ ملاحظہ فرمائیں

لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ كَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ ادْعُوا لِي عَلِيًّا قَالَتْ عَائِشَةُ نَدْعُو لَكَ أَبَا بَكْرٍ قَالَ ادْعُوهُ قَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَدْعُو لَكَ عُمَرَ قَالَ ادْعُوهُ قَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَدْعُو لَكَ الْعَبَّاسَ قَالَ ادْعُوهُ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا رَفَعَ رَأْسَهُ فَلَمْ يَرَ عَلِيًّا فَسَكَتَ۔۔۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی، اس وقت آپ عائشہ کے گھر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”علی کو

کو بلاؤ" عائشہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ہم ابو بکر کو بلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انہیں بلاؤ" حفصہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیا عمر کو بلا دیں؟ آپ نے فرمایا: "بلا دو"، ام الفضل نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ہم عباس کو بلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" جب سب لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اٹھا کر ان لوگوں کی طرف دیکھا اور علی نظر نہیں آئے تو آپ خاموش ہو گئے۔

حواله : سنن ابن ماجه، جلد 1 ، صفحه 391 ، انٹرنیشنل حدیث نمبر 1235

جی تو حق شناس قارئین دیکھ لیا آپ نے کہ کس قدر دو نمبری کی گئی اور کس طرح سے خلافت کو زبردستی ابو بکر کے گلے میں ڈالا گیا اور کس طرح سے ابو بکر کی صاحب زادی نے توہین رسولؐ کی کہ رسولؐ کو بار بار تکرار کرنا پڑی اور آخر میں رسولؐ نے حضرت یوسفؑ والی سخت ترین تعبیر استعمال کر کے امت پر بنت ابو بکر کی عدالت کو آشکار کر دیا۔۔

میرے ذہن میں اتنا کچھ چل رہا ہے اففففف کیسے روکوں خود کو۔۔ تحریر کو زیادہ طویل بھی نہیں ہونے دینا۔۔

چلیں جی اب کچھ منطقی باتیں ہو جائیں اور عقلی و منطقی انداز میں بھی اس جماعتی روایت کا رد ہو جائے۔۔

نمبر ون۔۔۔

اگر بالفرض محال اس حدیث کو مان بھی لیں تو پھر اہل سنت کے اس اصول کا کیا بنے گا کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ قرار نہیں دیا بلکہ اس کی ذمہ داری امت پر چھوڑی کہ وہ اجماع کر کے اپنا رہبر خود چن لیں؟؟؟؟ ہے کوئی جواب؟؟؟

نمبر ٹو۔۔۔

اگر جماعت پڑھانے سے کسی کو خلافت کا حق مل جاتا ہے تو پھر مبینہ صدیق نے تو فقط ایک بار ہی پڑھائی جبکہ امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے 4 ماہ تک رسول کی نیابت میں مسجد نبوی میں امام جماعت رہے اور نا صرف امام جماعت بلکہ رسول کے مقرر کردہ والی مدینہ !تو اس طرح امام علیؑ کے لیے ابو بکر کے مقابلے میں خلافت کا حق زیادہ قابل قبول ہوا؟؟

نمبر تھری۔۔

چلیں امام علیؑ سے تو آپ کا شجراتی مسئلہ ہے لیکن دیگر اصحاب کو تو آپ مانتے ہیں تو ہمیں بتائیں کہ ابن امّ مکتوم، ابي حذیفہ اور عبد الرحمن بن عوف وغیرہ کے بارے میں کیا رائے ہیں کیونکہ ان لوگون نے بھی جماعت کے فرائض انجام دیے۔۔ ابن ام مکتوم کے بارے میں آپ کے علماء لکھتے ہیں

-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ -صلي الله عليه وسلم- اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ أَعْمَي-

۔۔۔ نبی اکرمؐ نے ابن امّ مکتوم کو جو ایک نابینا شخص تھا اس کو امامت کے لئے جانشین بنایا ۔

حواله : سنن أبي داود، جلد 1، صفحه 143

-ابن حجر نے تو اور کھل کر لکھا کہ:

قال ابن عبد البر روي جماعة من أهل العلم بالنسب والسير أن النبي صلي الله عليه وسلم استخلف بن أم مكتوم ثلاث عشرة مرة

نبی اکرمؐ نے ابن مکتوم کو تیرہ (13) مرتبہ نماز کے لئے اپنا جانشین بنایا ۔۔۔

كتاب الإصابة في تمييز الصحابة [ابن حجر العسقلاني] ج 4، ص 495

-ابن کثیر نے لکھا کہ

في غزوة تبوك هذه صلي رسول الله صلي الله عليه وسلم خلف عبد الرحمن بن عوف صلاة الفجر

تبوک کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عبد الرحمن بن عوف کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔۔

البداية والنهاية ، ابن كثير(744 هـ) ، ج 5 ، ص 28

-سالم مولي ابی حذیفہ کے بارے میں بخاری میں موجود ہے کہ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الأَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ - مَوْضِعٌ بِقُبَاءٍ - قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللَّهِ - صلي الله عليه وسلم - كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ

جس وقت مہاجرین کا پہلا گروہ قباء کی جگہ پہنچا تو رسول اللہ صلي اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مدینہ آمد سے پہلے مولي ابي حذیفہ جماعت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔۔

صحيح بخاري، ج 1 ، ص 170 ، كتاب الاذان ، باب العبد و المولي

اگر آپؐ کی طرف سے کسی کو امام جماعت کا کام سونپنا آپ کے بعد آپ کے جانشین بننے کی دلیل ہے تو جناب سالم تو آپ کے مدینہ آنے سے پہلے کافی عرصہ تک یہ فریضہ انجام دیتے رہے ؟؟

-ذرا ہمیں یہ تو سمجھائیں کہ جب بیماری کی حالت میں رسول اکرمؐ نے مولا علیؑ کے بارے میں کچھ لکھنا چاہا تو کہا کہ رسولؐ اللہ (معاذاللہ) ہذیان کہہ رہے ہیں لیکن اسی حال میں جب ابو بکر کو امام جماعت بنا رہے ہیں تو نہ ہی یہاں ہذیان کی تہمت بلکہ یہ خلافتِ ابو بکر پر دلیل بن گئی واہ واہ۔۔کیسے ؟

-دوسرا سوال یہ کہ تاریخی شواہد کے مطابق رسولؐ اللہ اسامہ کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کرنے کے ایک دن بعد بیمار ہوئے اور جب رسولؐ خدا نے اسامہ کو حکم دیا کہ سپاہ کی تیاری کے لیے مدینہ سے باہر جا کر آمادہ ہو جائے اس وقت آپؐ نے مہاجر و انصار اور ابو بکر و عمر کو اسامہ کی لشکر سے ملحق ہونے کا حکم دیا تھا اور اسامہ سے مخالفت کرنے والوں پر نفرین کی تھی۔

یہ پورا واقعہ آپ جا کر فتح باری اور تاریخ الامم والملوک میں دیکھ سکتے ہیں ۔

تو کیا یہ ممکن ہے کہ رسولؐ اللہ نے ایک وقت میں ابو بکر کے لیے دو الگ الگ حکم صادر فرمائے ہوں اور دونوں حکم ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں ؟ مطلب ایک جانب سے انہیں اسامہ کے لشکر سے ملحق ہونے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کا حکم دیا ہو اور دوسری جانب سے اسے امام جماعت کے فرائض کا حکم دیا ہو ؟

بھئی اگر رسولؐ اللہ کی نگاہ میں ابو بکر خلافت کا حقدار تھا تو جیش اسامہ میں شامل نہ ہو کر وہ کیوں نفرین رسول کا حقدار بنا؟؟

کیا رسولؐ جس پر نفرین کریں وہ خلافت کا حقدار ہو سکتا ہے ؟؟؟

-اگر ابو بکر کو رسولؐ نے جماعت کا کہہ کر خلیفہ بنا ہی دیا تھا تو پھر عمر بن خطاب اس سے انکاری کیوں ہے ؟؟؟

بخاری اور مسلم میں عبد اللہؓ بن عمر سے روایت ہے کہ

عن عبدالله بن عمر قال: قيل لعمر: ألا تستخلف؟ فقال: إن أستخلف فقد استخلف من هو خير منّي: أبو بكر، وإن أترك فقد ترك من هو خير منّي: رسول الله صلي الله عليه وسلم۔

اگر میں خلیفہ منتخب کروں تو یہ ابو بکر کا طریقہ کار ہے کہ جو مجھ سے بہتر ہے، انہوں نے خلیفہ انتخاب کیا اور اگر میں خلیفہ انتخاب نہ کروں تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طریقہ ہے اور آپ مجھ سے بہتر تھے، آپ نے خلیفہ منتخب نہیں فرمایا۔

صحيح بخاري، ج 4، ص2256، ح 7218، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف 51. صحيح مسلم، ج 3 ، ص1454، ح 1823،كتاب الإمارة، باب الاستخلاف وتركه۔

جواب دو بھائی۔۔۔ کچھ تو بولو کیوں سانپ سونگھ گیا۔۔ -اگر یہ خلافت پر دلیل ہے تو پھر آپ کے امام نووی اور امام ابن کثیر اسے قبول کیوں نہیں کرتے ؟؟ ملاحظہ فرمائیں:

امام نووی نے صحیح بخاری کی شرح میں اس روایت کے ذیل میں لکھا

وفي هذا الحديث دليل علي أنّ النبي صلي الله عليه وسلم لم ينصّ علي خليفة، وهو إجماع أهل السنّة وغيرهم۔

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کسی کی خلافت پر تصریح نہیں فرمائی اور اس پر اہل سنت اور دوسروں کا اجماع ہے۔

صحيح مسلم، بشرح النووي، جلد 12 ، صفحه 205 ۔

ابن کثیر بھی یوں ریجیکٹ کرتے ہیں۔۔

إنّ رسول اللّه صلي اللّه عليه وسلم لم ينصّ علي الخلافة عيناً لأحد من الناس ، لا لأبي بكر كما قد زعمه طائفة من أهل السنّة، ولا لعليّ كما يقوله طائفة من الرافضة۔

رسولؐ اللہ نے کسی کی خلافت پر تصریح نہیں فرمائی ہے، نہ ابو بکر کی خلافت پر، جیسا کہ اہل سنت کے ایک گروہ کا یہ نظریہ ہے اور نہ علیؑ کی خلافت پر کہ بعض شیعہ اس چیز کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

البداية والنهاية، ابن كثير، جلد 5، صفحه 219

المختصر کہ یہ مبینہ صدیق کی جماعتی روایات اس قدر تعارض کا شکار ہیں کہ ابن ابی الحدید بھی اپنے شک کو چھپا نہیں سکا اور لکھ بیٹھا:

وهذا يوهم صحّة ما تقوله الشيعة من أنّ صلاة أبي بكر كانت عن أمر عايشة؛

یہ شیعوں کے قول کو ثابت کرتا ہے کہ رسولؐ کی جگہ نماز پڑھانے کا حکم عائشہ کا تھا۔

پھر آگے لکھتا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے پوچھا :

آپ کی نظر میں نماز کا حکم عائشہ کی طرف سے تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نہیں کہتا لیکن علیؑ یہی کہتے ہیں میری اور علیؑ کی ذمہ داری الگ ہے علیؑ وہاں حاضر تھے اور میں وہاں حاضر نہیں تھا۔۔

تو ثابت ہوا کہ ابو بکر کی جماعتی روایت قطعاً اس کے خلیفہ ہونے پر دلیل نہیں اور یہ ایک افسانے سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ ایسا حکم رسول اکرم نے دیا ہی نہیں تھا بلکہ اس کام کے

لیے مولائے کائنات امام علی علیہ السلام کو بلانے کا حکم دیا تھا جس کا پاس نہ کرتے ہوئے بنتِ ابو بکر توہینِ رسولؐ کی مرتکب ہوئیں اور بقول ابن ابی الحدید کے۔۔ یہ حکم تو خود عائشہ نے دیا تھا نا کہ رسولؐ اللہ نے۔۔

والسلام،

کلبِ درِ فاطمہؑ۔۔ ابو عبد اللہ

اذان واقامت میں علیاً ولی اللہ پڑھنے پر فقہاء تشیع کے حقیقی نظریات

السلام علیکم مومنین ومومنات،

سوشل میڈیا پر کچھ مومنین کو مسلسل دیکھ رہا ہوں کہ وہ اذان واقامت میں علیا ولی اللہ کی گواہی کو لے کر جید علماء تشیع و مجتہدین پر سب وشتم کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔

ہوا یہ کہ ڈاکٹر نجاح طائی کی جانب سے دنیائے شیعہ کے عظیم مناظر جنابِ ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی (حفظ اللہ) پر لگائی جانے والی تہمت کے جواب میں قبلہ مولانا شیخ تقی ہاشمی النجفی سے ڈاکٹر سماوی کی ملاقات کی ویڈیو وائرل ہوئی تھی جس میں عظیم مناظر نے قبلہ ہاشمی صاحب کے اسی تہمت والے سوال کے جواب میں اپنا موقف واضح ترین الفاظ میں بیان کیا اور اپنے اوپر لگائے جانے والی تہمت سے خود کو بری کیا جو کہ مخصوص مومنین کو شاید پسند نہیں آیا یا ان کے مقاصد پر پانی پھیر گیا۔

اسی وجہ سے ان مخصوص حلقوں نے مولائے کائنات امام علی علیہ السلام کی ولایت کی گواہی کو ان عظیم الشان فقہاء تشیع کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا جو غیبتِ امام سے اب تک اس ولایت کا ہر محاذ پر دفاع کرتے آرہے ہیں۔

تو مجھے ضروری محسوس ہوا کہ اب مختصراً اذان واقامت میں شہادتِ ثالثہ پر عظیم الشان شیعہ علماء و مجتہدین عظام کے اقوال کو نقل کروں تاکہ عام مومنین ومومنات علمائے حقہ کے خلاف کی جانے والی ایسی سازش سے ہوشیار رہیں۔

بس جلدی جلدی بیان کر کے تحریر کو ختم کرتا ہوں، اگر کسی کو شہادتِ ثالثہ کے مسئلے پر کوئی تحفظات ہوں تو وہ میری اس سلسلے میں لکھی گئی تحریر ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

یہاں فقط کچھ احادیث اور پھر مختصراً اقوالِ علماء کا بیان۔۔۔

ایک بات واضح کرتا چلوں کہ اگر کسی کا ولایتِ امیر المومنین علیہ السلام پر عقیدہ نہیں تو اس کی نماز کجا کوئی بھی عبادت اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں اور نا صرف قبول نہیں بلکہ اس سانسیں تک حرام ہیں۔

چلیں جی پہلے احادیث ملاحظہ فرمائیں

صادق آل محمد امام صادق علیہ السلام اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه والذين يمكرو ن السيئات لهم عذاب شديد (سوره فاطر ١٠)

ترجمہ: پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انہیں بلند کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی تدبیر کرتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے؛

اس سے مراد ہم اہل بیتؑ ہیں، فمن لم يتولنا لم يرفع الله عملا، پس جو شخص ہماری ولایت کو قبول نہیں کرتا ہے تو خداوند متعال اس کے کسی بھی عمل کو قبول نہیں کرتا۔

حواله : الكافي ج١ ص٤٣٠

زرارہ سے روایت ہے کہ امام باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے؛ نماز، زکات، حج، روزہ اور ولایت، زرارہ کہتے ہیں میں نے امام سے معلوم کیا کہ ان پانچ میں سے کس کا رتبہ بلند ہے اور کون سی چیز افضل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا ولایت، کیونکہ ولایت ان سب کی کنجی ہے۔

حوالہ : اصول کافی، ۲ ۱۸

رسولؐ خدا ارشاد فرماتے ہیں:

والذی بعثنی بالحق بشیرا ، ما استقر الكرسیّ والعرش ، ولا دار الفلك ولا قامت السما وات والأرض الا بأ ن كتب الله عليها لا اله الا الله ، محمد رسول الله ، علی امير المؤمنين۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا، عرش و کرسی اس وقت تک مستقر نہیں ہوئے، نہ ہی افلاک نے حرکت کی اور نہ زمین و آسمان قائم ہوئے مگر جب ان پر خداوند متعال نے یہ لکھ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی أمیر المؤمنین۔

حوالہ : بحار الأنوار ، جلد۲۷، صفحہ۸

یہ تھیں وہ چند احادیث جنہیں انہی فقہاء و محدثین نے ہم تک پہنچایا جنہیں آج یہ گروہ سب و شتم کر رہا ہے۔

چلیں اب جلدی جلدی اذان و اقامت میں شہادتِ ثالثہ پر علماء کے اقوال بھی نقل کر دوں۔۔

1 :علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں:

واقول لا يبعد كون الشهادة بالولاية من الاجزاء المستحبة للاذان۔ ولو قا له الموذن او المقيم لا بقصد الجزئية بل بقصد البركة لم يكن آثما

حوالہ : بحار الانوار، ۸۱۱۱۱ و ۱۱۲،کتاب الصلاۃ ، باب الاذان والاقامۃ

ترجمہ: اور میں کہتاہوں کہ ولایت کی گواہی کا اذان کے مستحب اجزاء میں سے ہونا بعید نہیں ہے۔۔۔ اور اگر مؤذن یا مقیم اسے جزء تصور کئے بغیر برکت وثواب کی نیت سے پڑھے تو وہ گنہگار نہیں ہو گا۔

2 :علامہ طباطبائیؒ اپنی کتاب تفسیر المیزان میں لکھتے ہیں: اہل بیت علیہم السلام کی محبت اور ولایت کے بغیر نماز کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسی لئے ہم لوگ نماز سے پہلے اذان واقامت میں اشہد ان علیاولی اللہ، قرائتِ نماز میں اھدنا الصراط المستقیم اور تشہد میں درود پڑھ کر محمد وآل محمد علیہم السلام کی محبت اور ولایت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

حوالہ : تفسیر المیزان ١ ٤١

ایک اور مقام پر لکھا علامہ لکھتے ہیں :

صل اذا ما اسم محمد بدا　　　علیه و الآل فصل لتحمدا

واکمل الشهادتین باالتی　　　قد اکمل الدین بها فی الملة

جب محمدؐ کا نام لیا جائے تو ان پر اور ان کی آل پر صلوات پڑھو، اور شہادتین کو اس شہادت کے ذریعہ کامل کرو جس سے ملت میں دین کامل ہوا۔

حواله : منظومه ، سنن و آداب اذان

3 :صاحب الجواہر لکھتے ہیں :

ولا باس بذکر ذلک لا علی سبیل الجزئیة عملا بالخبر المزبور ۔۔۔بل لو لا تسالم الاصحاب لامکن دعوی الجزئیة بناء علی صلا حیةا لعموم لمشروعیة الخصوصیة

جواہر الکلام؛ ٩٨٧

ترجمہ: مذکورہ روایت پر عمل کرتے ہوئے اذان میں شہادت ثالثہ کو جزء کی نیت کے بغیر پڑھنے میں کوئی عیب نہیں ہے بلکہ اگر علماء کا اس کے جزء نہ ہونے پر اجماع نہ ہوتا تو اس کے جزء ہونے کا دعویٰ کرنا بھی ممکن تھا اس لئے کہ عام میں (کسی بھی عمل کی) خصوصی مشروعیت کی صلاحیت پائی جاتی ہے !

اور پھر اپنی کتاب "نجاۃ العباد" میں لکھتے ہیں:

يستحب الصلوات على محمد وآل محمد عند ذكر اسمه و اكمال الشهادتين بالشهادة لعلى بالولاية لله و امرة المومنين فى الاذان و الاقامة وغيره ۔

جب محمدؐ کا نام لیا جائے تو ان اور ان کی آل پر صلوات بھیجنا مستحب ہے اور اسی طرح اذان و اقامت وغیرہ میں شہادتین کو علی علیہ السلام کی ولایت اور ان کے امیر المومنین ہونے کی گواہی سے کامل کرنا مستحب ہے۔

4 : آیت اللہ العظمیٰ سید خوئیؒ فرماتے ہیں

والشهادة بولاية اميرالمومنين عليه السلام مكملة للشهادة بالرسالة و مستحبة فى نفسها وان لم تكن جزء من الاذان و الاقامة ۔

المسائل المنتخبة؛ ٨٧

ترجمہ: علی علیہ السلام کی ولایت کی گواہی، رسالت کی گواہی کو مکمل کرنے والی ہے اور بذات خود مستحب ہے اگرچہ اذان و اقامت کا جزء نہیں ہے۔

5 : شیخ الفقہاء والمجتہدین آیت اللہ العظمی اراکیؒ لکھتے ہیں :

اشهد ان عليا ولى الله جزء اذان و اقامت نيست ولى خوب است بعد از اشهد ان محمدا رسول الله ، بقصد قربت گفته شود ۔

ترجمہ: اشھد ان علیا ولی اللہ اذان و اقامت کا جزء نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اسے اشھد ان محمد رسول اللہ کے بعد ثواب کی نیت سے پڑھا جائے

توضیح المسائل ۱۱۹،مسئلہ ۹۱۲۔

6 : مرحوم ملا احمد نراقیؒ نے اذان میں شہادت ثالثہ کو مکروہ جاننے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وعلی ھذا فلا بعد فی القول باستحبابھا فیه للتسامح فی أدلته، و شذوذ اخبارھا لا یمنع عن اثبات السنن بھا کیف وتراھم کثیرا یجیبون عن الاخبار بالشذوذ فیحملونھا علی الاستحباب ۔

مستند الشیعه

اس بناء پر ادلہ تسامح کے ذریعے شہادت ثالثہ کا اذان میں مستحب ہونا بعید نہیں ہے اور اخبار کا شاذ ہونا مستحبات کے اثبات میں مانع نہیں بن سکتا اور یہ کیسے ممکن ہے جبکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اکثر فقہاء اخبارِ شاذ کے ذریعے جواب دیتے ہیں اور انہیں استحباب پر اطلاق کرتے ہیں۔

7 : آیت اللہ العظمیٰ بروجردیؒ لکھتے ہیں:

والشھادۃ لعلیؑ لیست جزء من الاذان ولکن لا باس بالاتیان بھا بقصد الرجحان بعد الشھادۃ بالرسالۃ کامرمستقل :

المسائل الفقیة ، فتاوی آیت اللہ بروجردی ۔

ترجمہ: علی علیہ السلام کی گواہی اذان کا جزء نہیں ہے لیکن رسالت کی گواہی کے بعد مستقل امر کے طور پر ثواب کی نیت سے بجالانے میں کوئی عیب نہیں ہے۔

8 : آیت اللہ العظمیٰ گلپائیگانی فرماتے ہیں:

اشهد ان عليا ولى الله جزء اذان واقامت نيست ولى خوب است بعد ازاشهد ان محمد ا رسول الله بقصد قربت گفته شود۔

توضیح المسائل ۱۹۰، مسئله ۹۲۸

ترجمہ: اشہد ان علیاولی اللہ اذان و اقامت کا جزء نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اشہد ان محمد ا رسول اللہ کے بعد ثواب کی نیت سے پڑھا جائے۔

9 : رہبر انقلابِ اسلامی امام خمینیؒ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں:

اشهد ان عليا ولى الله جزء اذان واقامت نيست ولى خوب است بعد از اشهد ان محمدا رسول الله به قصد قربت گفته شود۔

منتخب توضيح المسائل ۱۰۳ مسئله ٤٦٩

ترجمہ: اشہد ان علیاولی اللہ اذان و اقامت کا جزء نہیں ہے لیکن اشہد ان محمد ارسول اللہ کے بعد ثواب کی نیت سے پڑھنا بہتر ہے۔

10 : آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیمؒ لکھتے ہیں:

لا با س بالاتيان به بقصد الاستحباب المطلق، بل ذلک فى هذه الاعصار معدود من شعائر الايمان ورمز التشيع ، فيكون من هذه الجهة راجحا شرعا ، بل قد يكون واجبا۔

مستمسک العروة ٥٤٣٨۔

ترجمہ: (اذان میں شہادت ثالثہ کے) استحباب مطلق کی نیت سے بجالانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس زمانہ میں تو یہ شعائر ایمان اور تشیع کی علامت ہے پس اس اعتبار سے اس کا پڑھنا رجحان شرعی رکھتا ہے اور بسا اوقات تو اس کا پڑھنا واجب ہوتا ہے !

11 : آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای دام ظلہ العالی اذان و اقامت میں شہادت ثالثہ کے بارے میں ہونے والے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

شرعا ليست جزء من الاذان ولاالاقامة ، ولكن لا مانع منها اذا لم تكن بقصد الورود والجزئية للاذان والاقامة ، بل تكون راجحة اذا كانت لمجرد اظهار الاعتراف والاذعان بما يعتقده فی خليفة رسول الله صلی الله عليه وعلی اوصياء ہ المعصومين

اجوبةالاستفتائات، ١١٣٩، سوال ٤٦٧

ترجمہ: اذان اور اقامت کا جزء نہیں ہے لیکن جزء کی نیت کے بغیر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر خلیفہ رسول اور ان کے اوصیاء معصومین کے بارے میں اپنے عقیدہ کا اظہار کرنے کی خاطر ہو تو رجحان شرعی رکھتا ہے۔

12 : آیت اللہ العظمیٰ بہجتؒ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں:

بعيد نيست مستحب بودن اقرار به ولايت اميرالمومنين علی بن ابی طالب عليه السلام در اذان مستحبی در صورتيكه به نيت مطلوب بودن به عبارات مختلفی كه در نهايه و فقيه و احتجاج نقل شده است كه ان عليا ولی الله و يا علی امير المومنين ويا به عبارت اشهد ان عليا ولی الله باشد واما اقرار به ولايت در هر جا اگرچه در غير اذان باشد خوب است پس احتياج بدليل مخصوص به اذان ندارد وكاملترين عبارتی كه در اينجا گفته می شود آن است كه اقرار به خليفه بودن يا وصی بودن حضرت اميرالمومنينؑ وآئمه طاہرين عليهم السلام در آن باشد ۔

رساله توضيح المسائل ١٢٢ ،مسئله ٧٢٢

ترجمہ: مستحب اذان میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا ان عبارات کے ساتھ جو نہایہ، فقیہ اور احتجاج میں نقل ہوئی ہیں کہ اَنّ علیّا ولی اللہ یا علی اَمیر المؤمنین یا اَشھد اَنّ علیّا ولی اللہ کا اقرار کرنا مستحب ہے۔ البتہ ولایت کا اقرار اگرچہ اذان کے علاوہ

بھی ہو تب بھی بہتر ہے پس اذان میں اس کے اقرار کے لیے کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور اس مقام پر کامل ترین عبارت یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے وصی یا خلیفہ ہونے کا اقرار کیا جائے۔

13 : آیت اللہ العظمیٰ مکارم شیرازی (حفظ اللہ) لکھتے ہیں:

اشهد ان عليا ولى الله جزء اذان و اقامت نيست ولى خوب است بعد ازاشهد ان محمد ا رسول الله به قصد تبرک گفته شود لکن به صورتی که معلوم شود جزء آن نيست۔ توضيح المسائل ۱۶۰، مسئله ۸۴۳۔

ترجمہ: اشہد ان علیا ولی اللہ اذان و اقامت کا جزء نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اشہد ان محمد ا رسول اللہ کے بعد ثواب کی نیت سے پڑھا جائے مگر اس طرح کہ اس کا جزء نہ ہونا معلوم ہو۔

14 : آیت اللہ العظمیٰ شبیری زنجانی فرماتے ہیں:

أشهد أنّ عليّا ولى الله جزء اذان و اقامت نيست البته ولايت اميرالمؤمنين وآئمه معصو مين عليهم السلام از اركان ايمان است و اسلام بدون آ ن ظاهرى بيش نيست وقالبى از معنىٰ تهى است و خوب است كه پس از أشهد أنّ محمد ا رسول الله به قصد تيمن وتبرک شهادت به ولايت وامامت اميرالمؤمنين و ساير معصومين عليهم السلام به نحوى كه شبيه اذان و اقامه نگردد ، ذكر گردد۔

رسالهء توضيح المسائل ۱ ۲۲۳،مسئله ۹۲۸

ترجمہ: اَشہد اَنّ علیّا ولی اللہ اذان و اقامت کا جزء نہیں ہے البتہ امیر المؤمنین اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت ایمان کا رکن ہے اور اس کے بغیر اسلام ایک ظاہر اور معنی سے خالی قالب کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور بہتر یہ ہے کہ اَشہد اَنّ محمد ا رسول اللہ کے بعد

تبرک اور ثواب کی نیّت سے امیر المومنین اور تمام معصومین علیہم السلام کی خلافت بلافصل کی گواہی اس طرح سے دی جائے کہ اذان و اقامت کے جملات کے مشابہ نہ ہو۔

تو محترم قارئین یہ تھے چہاردہ معصومین علیہم السلام کی نسبت سے 14 علماء تشیع کے اذان و اقامت میں شہادتِ ثالثہ پر نظریات!

تحریر کو یہی ختم کرتا ہوں اس تنبیہ کے ساتھ کہ خدارا اصولی عقیدے کو فروعات پر زبردستی تھوپنے اور معصوم عوام کو علمائے حقہ سے گمراہ کرنے کی سازش سے ہوشیار رہیں کیونکہ غیبتِ امامِ زمانہؑ (عج) میں تشیع کے دو مضبوط بازو ہیں، ایک عزاداری سید الشہداؑ اور دوسرا نظامِ مرجعیت !

کوئی گمراہ نہ کرپائے۔۔۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

شیعہ اذان و کلمہ کا تاریخی دفاع، اہل سنت کتابوں سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أشْهَدُ أنْ لا الهَ الاّ الله وأشْهَدُ أنَّ مُحَمَّداً رسولّ الله

أشهد أنّ أمير المؤمنين علياً وَلِيُّ الله

اللّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ و عَجّل فَرَجَهم

قطعاً کوئی لمبی چوڑی تحریر نہیں لکھنی کیونکہ ہندہ کے نجس رحم سے نکلے آج کے معاویہ ویزید کی اتنی اوقات ہی نہیں کہ ان کو دلیل وبرھان سے کچھ سمجھایا جائے اور جہاں تک بات ہے کہ تم اذان سے علیا ولی اللہ ختم کرواؤ گے تو یہ فقط دیوانے کا خواب ہے جو کبھی پورا نہیں ہو گا۔

تم جیسوں پر فقط اور فقط پھکیاں کارگر ہوتی ہیں سو اسی کے تیر چلا کر دفاع اشھد ان علیا ولی اللہ کا آغاز کرتا ہوں۔

اے نجس نطوف سنو جس کی ولایت کو تم دہشت گردی کہہ رہے ہو پہلے اس کے بارے میں اپنی کتابیں تو پڑھ لو تاکہ معلوم ہو سکے کہ تم کتنے بڑے جاہل ہو۔

جس کی ولایت کا اقرار کیے بغیر کوئی نبی نبی نہیں بن سکتا اور کسی رسولؐ کو رسالت کا درجہ نہیں مل سکتا اس کی ولایت کو تم دہشتگردی کہہ رہو ہو؟

لو جاہل مطلق اپنے اسلاف کی کتابوں میں سے کچھ پھکیاں قبول کرو اور ہمیشہ کی طرح بس ادھر ادھر کی ہانک کر اور کافر۔۔ کافر کے نعرے مار اپنی ماں کی نجاست کا اعلان ضرور کرنا کیونکہ یہ علیؑ کے عشق کی وہ واحد سند ہے جسے ہر حلالی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

- پھکی نمبر ون :

سب سے پہلے وہ حدیث جو تمہارے امام حاکم نیشاپوری جو کہ چوتھی صدی ہجری کے مایہ ناز اہل سنت عالم ہیں انہوں نے کسی تاریخی کتاب میں درج نہیں کی بلکہ اصولِ فقہ اور قواعدِ فقیہ والی مشہور زمانہ کتاب "معرفة علوم الحديث" کے صفحہ نمبر 95 پر درج کیا ہے لو دیکھو۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ الْحَافِظُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ جَابِرٍ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سُوقَةَ , عَنْ إِبْرَاهِيمَ , عَنِ الْأَسْوَدِ , عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يَا عَبْدَ اللَّهِ أَتَانِي مَلَكٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، وَسَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا عَلَامَ بُعِثُوا؟ قَالَ: قُلْتُ: عَلَامَ بُعِثُوا؟ قَالَ: عَلَى وِلَايَتِكَ وَوِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ"

حواله : الكتاب: معرفة علوم الحديث، ص 95، المؤلف: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ) المحقق: السيد معظم حسين الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت الطبعة: الثانية، 1397هـ - 1977م عدد الأجزاء: 1 [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع، وهو ضمن خدمة التخريج]

الف سے لام ڈنڈا تو تمہیں عربی یقیناً نہیں آتی تو ہم ولایت علی علیہ السلام کے اقراری نوکر اس کا سادہ انداز میں ترجمہ کر دیتے ہیں۔۔

ترجمہ: عبد اللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا پوچھیں کہ آپؐ اور آپؐ سے پہلے جو انبیاء مبعوث ہوئے وہ کس وجہ سے مبعوث ہوئے؟

تو میں نے اس سے پوچھا کس وجہ سے؟ تو اس نے کہا:

آپ اور علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے اقرار پر۔

اب تمہیں یقیناً بغضِ علیؑ کے چنو نے مزید زور سے کاٹنا شروع کر گئے ہوں گے تو بے چینی کم کیے دیتا ہوں کہ اس حدیث کے تمام راویان کو امام حاکم نے حدیث کے ساتھ ہی ثقہ بھی لکھا ہے:

قَالَ الْحَاكِمُ: تَفَرَّدَ بِهِ عَلِيُّ بْنُ جَابِرٍ , عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ , عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ وَلَمْ نَكْتُبْهُ إِلَّا عَنِ ابْنِ مُظَفَّرٍ، وَهُوَ عِنْدَنَا حَافِظٌ ثِقَةٌ

چلو لگے ہاتھ اسی حدیث کے مزید حوالے بھی پیش کر دیتا ہوں، یہ حدیث مزید ان اہل سنت کتابوں میں بھی درج ہے:

1 -الكشف والبيان (تفسير الثعلبي)، ج 8، ص 338، اسم المؤلف: أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي النيسابوري، الوفاة: 427 هـ - 1035م، دار النشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت - لبنان - 1422هـ-2002م ، الطبعة: الأولى ، تحقيق: الإمام أبي محمد بن عاشور، مراجعة وتدقيق الأستاذ نظير الساعدي

2 -تاريخ مدينة دمشق وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل، ج 42، ص 241، اسم المؤلف: أبي القاسم علي بن الحسن إبن هبة الله بن عبد الله الشافعي، الوفاة: 571، دار

النشر: دار الفكر - بيروت - 1995، تحقيق: محب الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمري

3 -الجواهر الحسان في تفسير القرآن (تفسير الثعالبي)، ج 8، ص 338، اسم المؤلف: عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي، الوفاة: 875، دار النشر: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت

4 -شواهد التنزيل حسكاني، ج 2، ص 223

اب بتاؤ ذلیل ہندہ کی نجس اولادوں، جس علیؑ کی ولایت، سرکارِ ختمی مرتبتؐ سے بلاوصل ہو اور اس کا اقرار لیے بغیر اللہ کسی کو نبی بھی نہ بنائے وہ ولایت تمہارے نزدیک دہشتگردی ہے؟

چلو جی اب اگلی پھکی۔۔۔

- پھکی نمبر دو :

قال: قال رسولؐ الله (صلي الله عليه و آله و سلم): مكتوب علي باب الجنة: محمد رسولؐ الله، علي بن أبيطالب أخو رسولؐ الله، هذا قبل أن يخلق الله السماوات و الأرض بألفي علم۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل، خالقِ کائنات نے جنت کے دروازے پر لکھا کہ محمدؐ خدا کے رسولؐ ہیں اور علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ اللہ کے بھائی ہیں۔

اب اس کی بھی سند کو ضعیف ثابت کرنے پر تل جاؤ گے۔۔۔ نا بیٹا نا نیچے میں دو ایسے حوالے پیش کر رہا کہ جو تمہارے علم الرجال کا منبع ہیں یعنی میزان الاعتدال فی نقد الرجال اور عسقلانی کی لسان المیزان۔ جاؤ جا کر خود اس کی سند چیک کرو۔۔ شاباش

حوالہ جات :

1 - فضائل الصحابة لابن حنبل، ج 2، ص 665، اسم المؤلف: أحمد بن حنبل أبو عبد الله الشيباني، الوفاة: 241، دار النشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، 1403 - 1983، الطبعة: الأولى، تحقيق: د. وصي الله محمد عباس

2 -المعجم الأوسط، ج 5، ص 343، اسم المؤلف: أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني الوفاة: 360، دار النشر: دار الحرمين - القاهرة - 1415، تحقيق: طارق بن عوض الله بن محمد, عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني

3 -حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج 7، ص 256، اسم المؤلف: أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني، الوفاة:430، دار النشر: دار الكتاب العربي - بيروت - 1405، الطبعة: الرابعة

4 -تاريخ بغداد، ج 7، ص 387، اسم المؤلف: أحمد بن علي أبو بكر الخطيب البغدادي، الوفاة: 463، دار النشر: دار الكتب العلمية، بيروت

5 -تاريخ مدينة دمشق وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل، ج 42، ص 59، اسم المؤلف: أبي القاسم علي بن الحسن إبن هبة الله بن عبد الله الشافعي، الوفاة: 571، دار النشر: دار الفكر - بيروت - 1995، تحقيق: محب الدين أبي سعيد عمر بن غرامة العمري

6 -ميزان الاعتدال في نقد الرجال، ج 3، ص 112، اسم المؤلف: شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي، الوفاة: 748، دار النشر: دار الكتب العلمية - بيروت - 1995، الطبعة: الأولى، تحقيق: الشيخ علي محمد معوض والشيخ عادل أحمد عبدالموجود

7 -لسان الميزان، ج 2، ص 483، اسم المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، الوفاة: 852 ، دار النشر: مؤسسة الأعلمي للمطبوعات - بيروت - 1406 - 1986، الطبعة: الثالثة، تحقيق: دائرة المعرف النظامية، الهند

ہاں جی۔۔۔ ہوا خشک۔۔

یعنی حدیث غدیر و منزلت کو چھوڑیں یہاں تو علیؑ کا نام بعد از محمدؐ رسولؐ اللہ تخلیقِ کائنات سے بھی دو ہزار سال پہلے اللہ نے جوڑ رکھا ہے جس علیؑ کی ولایت کو تم دہشت گردی کہہ رہے ہو۔

یعنی امیر المومنین علیہ السلام کی تصدیق و تصریح ہمیشہ رسولؐ اکرمؐ کے ساتھ ساتھ رہی اور وہ بھی ازل سے۔۔

تو پھر اذان و اقامت میں یہ ساتھ کیوں نہیں ہو سکتی؟ جواب ہو تو لے آنا۔۔

چلیں جی اگلی پھکی۔۔۔

- پھکی نمبر تین:

اب دیکھو کہ تمہارے امام دیلمی کیا لکھ رہے ہیں ۔

حضرت حذیفہ یمانی، نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا :

لو علم الناس متي سُمّي علي اميرالمؤمنين ما أنكروا فضله؛ سُمّي اميرالمؤمنين و آدم بين الروح و الجسد، قال الله تعالي و إذ أخذ ربك من بني آدم من ظهورم و ذريتهم و أشهدهم علي أنفسهم ألست بربكم، قالت الملائكه: بلي، فقال أنا ربكم، محمد نبيكم، علي أميركم

ترجمہ:

اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کو مومنین کا امیر کیوں کہا جاتا ہے تو وہ ان کی خوبیوں سے انکار نہ کرتے ! انہیں امیر المومنین تب کہا گیا جب آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔

جب خدا نے بنی آدم سے کہا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ فرشتوں نے کہا: جی ہاں، خدا نے کہا: تو میں تمہارا رب ہوں اور محمدؐ تمہارے نبی ہیں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں۔

حوالہ:

كتاب : الفردوس بمأثور الخطاب، ج 3، ص 354، اسم المؤلف: أبو شجاع شيرويه بن شهردار بن شيرويه الديلمي الهمذاني الملقب إلكيا، الوفاة: 509 هـ ، دار النشر: دار الكتب العلمية

لو جی ہو گئی فاتحہ۔۔۔ ارے خدا تو عالمِ ذر میں ولایتِ امام علی علیہ السلام کا اقرار لے چکا ہے اور وہ بھی اپنے اور اپنے نبی کے اقرار کے فوراً بعد۔۔۔ یعنی

لا الہ الا اللہ، پھر محمد رسولؐ اللہ پھر علیا ولی اللہ

اسے کہتے ہیں بلا فصل پھکی۔۔۔

تم بے چارے اپنی وہ نمازیں بخشوانے چلے تھے جو ادھر ادھر دیکھ کر باطل کرتے ہو اور ساتھ روزے گلے پڑ گئے یعنی پورا شیعہ کلمہ ہی ثابت ہو گیا۔

میرے خیال میں اتنی پھکیاں کافی ہیں۔۔ نہیں نہیں رکو بس آخر میں تم نام نہاد صحابہ کے غلاموں کو سچے اصحابِ رسولؐ کی سیرت سے اذان میں علیا ولی اللہ کی گواہی تو ثابت کر دوں جس کی تصدیق و تائید خود رسولؐ اللہ نے فرمائی اور مزے کی بات بتاؤں کیا ہے وہ بھی تمہاری ہی کتابوں سے۔ چلو جی اگلی پھکی۔۔۔

اصحابِ باوفا کا اذان میں علیا ولی اللہ کی گواہی دے کر

"دہشت گردی" کرنا اور وہ بھی زمانہء رسالت مآبؐ میں۔

- پھکی نمبر چار۔۔۔

اب دیکھو تمہارے امام مراغی مصری کیا لکھتے ہیں:

أخرج أن رجلا دخل علي رسولّ الله (صلي الله عليه واله وسلم) وقال : يا رسولّ الله إنّ أبا ذر يذكر في الأذان بعد الشهادة بالرسالة الشهادة بالولاية لعلي عليه السلام ۔قال رسولّ الله (صلي الله عليه وآله وسلم) كذلك ، أو نسيتم قولي في غدير خم : من كنت مولاه فعلي مولاه) ؟

ترجمہ: ایک شخص رسولؐ اللہ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ، ابوذر نے اذان میں آپ کی رسالت کی گواہی کے بعد علی علیہ السلام کی ولایت کی گواہی دی ہے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: تو کیا ہوا؟ کیا تم نے غدیر خم میں وہ سب بھلا دیا جو میں نے کہا تھا کہ جس کا میں جس کا مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں؟

حواله : السلافة في أمر الخلافة، ص 32

ارے ابھی کہاں چلے۔۔ابھی تو میرے پنجتنی ہونے کی نسبت سے پانچ حوالے مکمل ہی کہاں ہوئے۔بس آخری پنجتنی پھکی تو لیتے جاؤ !

اب ان عظیم الشان صحابی رسولؐ کہ جن کو سرکار نے اپنے اہل بیتؑ میں سے قرار دیا یعنی حضرت سلمان فارسی (سلمان محمدی) کی روایت ملاحظہ فرمائیں اور وہ بھی بقلمِ امام مراغی۔

- پھکی نمبر پانچ۔۔۔

تمہارے امام مراغی لکھتے ہیں کہ

دخل رجل علي رسولّ الله صلي الله عليه وآله وسلم ، فقال : يا رسولّ الله ! إني سمعت أمرا لم أسمع قبل ذلك ، فقال صلي الله عليه واله وسلم

: ما هو ؟ قال : سلمان قد يشهد في أذانه بعد الشهادة بالرسالة ، الشهادة بالولاية لعلي (عليه السلام) ، قال (صلي الله عليه وآله وسلم): سمعت خيرا۔

ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ میں نے وہ سنا جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا؟۔۔

اس نے کہا کہ سلمان نے اذان میں گواہی دی آپ کی رسالت کی گواہی کے بعد کہ علی ولی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم نے خیر کی بات سنی ہے!

حواله : السلافة في أمر الخلافة، ص 32

ہاں جی "نوکر صحابہ دا" نعرہ لگانے والوں اب کیا کہو گے۔۔۔ ہو گئی نافاتحہ۔۔۔

اب تو اذان میں بقول تمہارے دہشتگردی کو ہم شیعوں نے خود اصحابِ رسولؐ کی سیرت سے ثابت کر دیا اور وہ بھی رسول اللہ کی تصدیق و تائید کے ساتھ!

تو جی یہاں پنجتنی کی نسبت سے پانچ پھکیاں پوری ہوئیں۔۔

۔۔ نعرہ حیدری۔۔ یاعلیؑ یاعلیؑ

اچھا اب کچھ تم سے سوالات بھی تو کرنے ہیں تاکہ جواب تم بھی دو کہ تمہارے دوجے خلیفہ نے آخر کیوں الصلاۃ خیر من النوم کیسے اور کیوں اذان میں ایڈ کیا؟ جبکہ رسولؐ اکرم کے زمانے اور پھر تمہارے پہلے خلیفہ تک کے زمانے میں یہ اذان کا جز نہیں تھا؟؟

چلو جواب دینے سے پہلے ہماری جانب سے یہ دلیلیں بھی لیتے جاؤ پھر تاقیامت جواب دینے کی کوششیں کرتے رہنا۔

تمہارے امام مالک اپنی موطا میں لکھتے ہیں:

اِن المؤذن جاء الي عمربن الخطاب يؤذنه لصلاة الصبح فوجده نائماً فقال: الصلاة خير من النوم فأمره أن يجعلها في نداء الصبح۔

ترجمہ: جب مؤذن عمر بن خطاب کے پاس آیا تاکہ انہیں نمازِ صبح کے لیے جگائے تو اس نے دیکھا کہ عمر سو رہا ہے، اس نے کہا نماز نیند سے بہتر ہے تو عمر نے اسے حکم دیا کہ یہ نداتم اذان صبح میں دینا۔

حواله : الموطّا، ج 1 ص 72

اب ذرا اپنے امام ابن حزم کا قول بھی دیکھ لو جو وہ بے چارے اپنی شہرہ آفاق کتاب المحلی میں لکھ رہے ہیں :

الصلاة خير من النوم، ولا نقول بهذا ايضا لأنه لم يأت عن رسولؐ اللّه - صلي اللَّه عليه و سلّم ۔

ترجمہ: نماز نیند سے بہتر ہے، یہ ہم اس لیے بھی نہیں کہتے کیونکہ یہ رسولؐ اللہ سے بیان نہیں کیا گیا۔

حواله : المحلي، ج 3 ص161

تو آخر میں بس اتنا ہی کہوں گا کہ شیعوں پر بھونک کر اپنی ماؤں کی نجاست کا اعلان کرنے سے گریز کرو کیونکہ ہمیں پہلے ہی سے پتا ہے تم سب غیر حلالی ہو۔

والسلام،

کلبِ درِ حیدرؑ، ابو عبد اللہ

رسول اللہ کی بیٹیوں کی تعداد اور ذوالنورین کا علمی آپریشن

بناتِ رسولؐ پر قرآن و اہل سنت روایات سے ناقابل رد دلائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔

درود و سلام بر محمد و آل محمد علیہم السلام

تو بناتِ الرسولؐ یعنی نبی کی بیٹیوں پر تحریر لکھنے کا وعدہ تھا جو پورا کرنے جارہا ہوں۔

یہ میرے لیے ایسا موضوع ہے جس پر بفضلِ ابوالفضلؑ میں پوری کتاب ترتیب دے سکتا ہوں، لیکن میرا مزاج آپ سب احباب جانتے ہیں کہ میری ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ تحریر مختصر و جامع ہو اور ٹو دا پوائنٹ اپنا مدعا آزاد ذہنوں کو ہدیہ کر سکوں تاکہ سمجھنے میں اور جذب کرنے میں آسانی ہو سکے۔

تو یہاں بھی اسی عمل کی کوشش کرتے ہوئے اپنے قلم کو دفاع اہل بیت میں استعمال کر کے اپنی قبر کا سامان مہیا کروں گا۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ دشمنانِ رسولؐ و آل رسولؐ کی جانب سے معاویہ بن ابوسفیان کے نجس دور سے اب تک یہی کوشش جاری ہے کہ کسی بھی طرح سے ان اشخاص کی شان بڑھا کر جنہیں مبینہ اصحاب سے تعبیر کرایا جاتا ہے شانِ صحابہ کا نام دے کر اہل بیتؑ اور اصحاب کو ایک ہی فضائل کی لڑی میں پرو دیا جائے جبکہ یہ گھناؤنے کام فقط اہل بیتؑ تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ رسولؐ پاک کی ذات کو بھی مسخ کرنے کی کوششیں جاری رہیں اور اب تک جاری ہیں۔

اسی گھناؤنی سازش کا ایک عنوان "بناتِ رسولؐ " کو تاریخ کے تاریکی پنوں میں گڑھا گیا تاکہ اپنے مبینہ صحابی عثمان بن عفان کی شان کو بلند کیا جاسکے چاہے اس عمل سے ذات نبیؐ ہی کیوں نہ مجروح ہو جائے کہ معاذاللہ جو بت پرستی کو ختم کرنے آیا تھا اسی نے اپنی مبینہ بیٹیوں کی شادی بت پرستوں میں کر دی۔۔ اللہ اکبر۔۔

اب تمہید بہت طویل ہو رہی ہے تو مختصر کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔

اہل سنت کو رسولؐ اللہ سے منسوب بیٹیوں پر قرآن سے جواب

ایک اہم نقطہ جس کا تذکرہ میں نے اپنی تمہید میں پیش کیا کہ افسانہ ءبناتِ رسولؐ گھڑنے کا اصل ہدف و فائدہ دراصل بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان رشتہ داری ثابت کر کے مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان کو رسولؐ اللہ سے جھوٹی نسبت دے کر اس کی شان کو بلند کرانے کی کوشش تھی۔

اس بات کو دہان میں رکھ کر اب آپ قرآن مجید اور اہل سنت تفاسیر کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔۔

- **دلیل نمبر 01: رسولؐ خدا کی فقط ایک بیٹی ہونے کا تذکرہ تفسیر در منثور میں**

اہل سنت کے عظیم مفسرِ قرآن امام جلال الدین سیوطی اپنی قرآنی تفسیر، تفسیر الدر المنثور کہ جس کا پورا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور میں سورہ رعد کی آیت 29 کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔

نوٹ: یاد رہے کہ امام سیوطی اپنی اس مایہ ناز تفسیر میں دس ہزار سے زائد احادیث کو جمع کیا ہے۔ وہ اس کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ایسی تفسیر مرتب کی ہے جس میں تمام احادیث و آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا۔

"امام ابن حاتم نے حضرت فرقد السبخی سے ایک طویل روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کی طرف انجیل میں وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ تم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے کہو کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس رسولؐ پر جو امی نبی ہے جس نے آخر زمانہ میں جلوہ فرما ہونا ہے پس تم اس کی تصدیق کرو اور اس کی اتباع کرو، اونٹ والے ہیں، زرہ والے، لاٹھی والے اور تاج والے ہیں جو موٹی آنکھوں والے ہیں جن کے ابرو ملے ہوئے ہیں۔ چادر والے ہیں اس کی مبارک نسل المبارکہ سے یعنی حضرت خدیجہ سے ہے۔۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے عیسیٰ! خدیجہ کا ایک محل ہے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی اذیت ناک بات سنی جاتی ہے اور نہ کوئی تھکاوٹ ہے، اس کی بیٹی فاطمہؑ ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں، وہ دونوں شہید ہوں گے، یعنی الحسنؑ اور الحسینؑ۔"

حواله : تفسير در منثور، جلد 4، صفحه 165، تفسير آيت 29، سورة الرعد

تو احباب آپ نے امام سیوطی کی تفسیر کا حوالہ ملاحظہ فرمایا کہ جس میں اللہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم پر رسولؐ اللہ کی ولادت سے کئی سو سال پہلے وحی فرما کر بتا دیا کہ رسولؐ اللہ حضرت محمد ابن عبد اللہ کی ان کی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہؑ سے فقط ایک ہی بیٹی ہو گی جن کا نام فاطمہؑ ہو گا اور اس بیٹی سے دو بیٹے ہونگے حسنؑ اور حسینؑ جو شہید کئے جائیں گے۔

اب مجھے میرے اہل سنت بھائی جواب دیں کہ آپ کی انتہائی معتبر تفسیر میں امام سیوطی ایسی حدیث پیش کر رہے کہ جس میں اللہ کی جانب سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ کی فقط ایک ہی بیٹی ہیں تو اگر 3 بیٹیاں اور تھیں تو اللہ نے لگ بھگ 400 سو سال پہلے عیسیٰ پر وحی کر کے ان کے بھی نام کیوں نہ بتائے؟؟ کیا آپ معاذاللہ ثم معاذاللہ اپنے رب سے زیادہ علم رکھتے ہیں کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ 4 بیٹیاں تھیں اور اللہ کو معاذاللہ اس کا علم نہیں تھا۔

اب اگر آپ نہیں مانتے تو آپ کافر ہو جائیں گے کیونکہ جو وحی کا انکار کرے وہ کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟

- **دلیل نمبر 2: جس کا دین پسند ہو اسے رشتہ دو۔۔۔ حکمِ قرآن و رسول اللہ**

سورہ بقرہ کی آیت 221 ملاحظہ فرمائیں

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾

خبر دار مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرنا جب تک ایمان نہ لے آئیں کہ ایک مومن کنیز مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں کتنی ہی بھلی معلوم ہو اور مشرکین کو بھی لڑکیاں نہ دینا جب تک مسلمان نہ ہو جائیں کہ مسلمان غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ یہ مشرکین تمہیں جہنّم کی دعوت دیتے ہیں اور خدا اپنے حکم سے جنّت اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو واضح کر کے بیان کرتا ہے کہ شاید یہ لوگ سمجھ سکیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ اس پر اُمت کے لیے رسولؐ اکرم کا حکم کیا ہے ۔

جامع ترمذی اور مشکوۃ شریف میں حدیثِ صحیح موجود ہے کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا:

اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوّجوه ان لاتفعلو تکن فتنة فی الارض ، وفساد عریض

ترجمہ: جب کوئی شخص تم سے رشتہ مانگے کہ جس کے دین اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے شادی کر دو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

جامع ترمذی، صفحه 148، کتاب النکاح - مشکوۃ ، صفحه 267

قرآن میں واضح ارشاد ہے کہ اللہ کفر وشرک کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کافروں سے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے تو جو چیز اللہ کو نہیں پسند وہ رسولؐ اللہ کو کیسے پسند آسکتی ہے ؟؟ اور یہاں تک کہ رسولؐ امت کو حکم دے کر جا رہے ہیں کہ دین دیکھ کر رشتہ دو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے معاذ اللہ کہ رسولؐ اپنی بیٹیوں کی شادی کفار و مشرکین سے کریں اور صرف مشرک ہی نہیں بلکہ اسلام کے سخت ترین دشمن کہ جس کی مذمت میں سورہ نازل ہوئی یعنی ابو لہب کے بیٹوں سے عتبہ اور عتیبہ سے ؟

تو آپ کو اب ماننا ہی پڑے گا کہ وہ رسولؐ اللہ کی بیٹیاں نہیں تھیں ورنہ ان کے رشتے قطعاً نبی اکرم کسی کفار سے کبھی نہ کرتے ۔۔ اور اگر اس پر اصرار کریں گے کہ نہیں چار بیٹیاں ہی تھیں تو یہ قرآن کی اور رسولؐ کی کھلی مخالفت ہو گی جس کا نتیجہ آپ کے خود کافر ہو جانے پر تمام ہو گا۔

اب آگے بڑھتے ہیں۔۔۔

- **دلیل نمبر 3: رسول اللہ کی زندگی میں رسولؐ سے منسوب تینوں لڑکیاں یتیم تھیں، قرآن سے ثبوت**

سورۃ الضحیٰ کی آیت 9 فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ نازل ہونے کے شان نزول میں امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔۔

فاما اليتيم فلا تقهر وردی انهانزلت حين صاح النبی علیٰ ولد خديجه

ترجمہ: یتیم پر قہر نہ کرو، روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی کریم نے اولادِ خدیجہ کو جھڑکی دی اور بلند آواز سے بلایا۔

تفسیر کبیر، جلد 8 صفحہ 427، پارہ 30

اب اہل سنت خود بتائیں کہ اگر یہ تین بیٹیاں رسولؐ کی اپنی بیٹیاں تھیں تو پھر قرآن نے انہیں یتیم کیوں کہا؟

- **دلیل نمبر 4: رسول اللہ سے منسوب تین بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رسولؐ اللہ کی لے پالک بیٹیاں تھیں**

اہل سنت کی معتبر ترین تفسیر کی کتاب، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان کی جلد 5 کے صفحہ 9 پارہ 4 میں سورہ نساء کی آیت 23 کی تفسیر میں امام نیشاپوری بیان کرتے ہیں:

آیت : وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری

بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے اُن بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشو ہو چکا ہو۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام نیشاپوری لکھتے ہیں:

بربائیکم کما تقول بنات رسولؐ لله من خديجة

ترجمہ: ایسی لڑکیوں کو عربی میں ربیبہ کہتے ہیں یعنی لے پالک پرورده اور ان پرورده لڑکیوں کے مثال رسولؐ اللہ کی وہ لڑکیاں تھی خدیجہ سے۔

اب آجائیں آپ کی سب سے معتبر کتاب سے دلیل یعنی صحیح بخاری سے:

امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب قرآن پاک کی تفسیر کے بیان میں، باب{وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ} أَلِنْ جَانِبَكَ میں حدیث نمبر 4771 میں نقل کرتے ہیں :

حدثنا ابو اليمان، اخبرنا شعيب، عن الزهري، قال: اخبرني سعيد بن المسيب، وابو سلمة بن عبد الرحمن، ان ابا هريرة، قال: قام رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم حين انزل الله: وانذر عشيرتك الاقربين سورة الشعراء آية 214، قال:" يا معشر قريش او كلمة نحوها اشتروا انفسكم، لا اغني عنكم من الله شيئا يا بني عبد مناف لا اغني عنكم من الله شيئا يا عباس بن عبد المطلب، لا اغني عنك من الله شيئا ويا صفية عمة رسولؐ الله، لا اغني عنك من الله شيئا، ويا فاطمة، بنت محمد سليني ما شئت من مالي لا اغني عنك من الله شيئا"۔

ترجمہ: ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ کو سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، جب آیت «وأنذر عشيرتك الأقربين» ”اور اپنے خاندان کے قرابت

داروں کو ڈرا" نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر) آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کے ذریعہ اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ (اگر تم شرک و کفر سے باز نہ آئے تو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کی بارگاہ میں میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔ اے صفیہ، رسولؐ اللہ کی پھوپھی! میں اللہ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔ اے فاطمہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ کی بارگاہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔

اب ہمیں اہل سنت جواب دیں کہ کیا دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر جب اپنے رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی گئی تو کیا تمام بیٹیاں موجود نہ تھیں جو صرف رسولؐ نے حضرت فاطمہؑ کو دعوتِ توحید دی؟

جب کہ آپ کا خود ماننا ہے کہ فاطمہؑ زہرا سب لڑکیوں سے عمر میں چھوٹی تھیں تو پھر بڑی لڑکیاں کہاں تھیں کہ اللہ فرمارہا ہے عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ یعنی قریب ترین رشتہ داروں کو دعوت دو؟

تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ اگر وہ تین لے پالک بیٹیاں رسولؐ کی اپنی اولادیں ہوتیں تو ضرور بلا ضرور وہ اس دعوت میں شریک ہوتیں۔

ایک اور بات بہت عجیب ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جنابِ زہراؑ کم سن تھیں اور بالغ بھی نہیں تھیں جبکہ دوسری بیٹیاں جو آپ مانتے ہیں وہ بالغ اور سمجھدار تھیں تو آخر

رسولؐ نے نابالغ بچی فاطمہؑ کو تو توحید کی دعوت سناتے ہیں جبکہ شادی شدہ بالغ بچیوں کو نہیں سناتے ؟

چلیں اب مزید آگے بڑھتے ہیں۔

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ

بعث رسولؐ الله لما استكمل اربعين سنة

یعنی رسولؐ اللہ جب چالیس برس کے ہو گئے تو اعلان نبوت فرمایا۔

اور مزید واضح کر دیتا ہوں۔

تاریخ خمیس، نور الابصار، شرح فقہ الاکبر، الاستعیاب میں موجود ہے کہ روای بیان کرتا ہے:

زینب پیدا ہوئیں تو حضور کا سن مبارک 30 برس تھا اور جب رقیہ پیدا ہوئیں تو آپ 33 برس کے تھے۔

تو اب ہمارا اہل سنت سے سوال ہے کہ وہ ہم شیعوں کو یہ بتائیں کہ رسولؐ اکرم نے جب اعلان نبوت چالیس سال کی عمر کیا تو اس وقت جنابِ رقیہ کی عمر 7 برس تھی اور بقول آپ کے ہی اعلان نبوت کے فوراً بعد رقیہ کو طلاق مل گئی یعنی ان کی شادی عتبہ کافر سے 6 سال کی عمر میں ہوئی۔

تو آخر ہمارے نبی کو ایسی کیا مجبوری تھی کہ 6 برس کی کم سن بچی کی شادی ایک کافر سے کر دیں اور بعثت کے بعد طلاق ہو جائے تو اس کا نکاح عثمان سے کرا دیں ؟

اب آتے ہیں اس شخص پر کہ جس کی جھوٹی فضیلت بنانے کی خاطر یہ رسولؐ اللہ کی 4 بیٹیوں کا افسانہ گاڑھا گیا یعنی مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان کہ جس کا تعلق رسولؐ اللہ کے شدید ترین دشمن قبیلے بنو امیہ سے تھا۔

اہل سنت معتبر کتب تاریخ و حدیث میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ

عثمان نے زمانہ کفر میں رقیہ سے شادی کی۔۔

تزوج عثمان فی جاهلية رقية

ترجمہ: عثمان نے رقیہ سے زمانہ ء جاہلیت میں شادی کی

تو اب ہمیں اہل سنت جواب دیں کہ جس عثمان کو ذوالنورین کہتے کہتے نہیں تھکتے تو عتبہ اور عثمان جب دونوں کافر تھے اس وقت ان دونوں نے رسولؐ اللہ کی مبینہ بیٹی رقیہ سے شادی کی تھی تو اگر یہ فضیلت کا معیار ہے تو صرف عثمان کو ہی کیوں یہ فضیلت اکیلے ملے ؟

اس میں برابری کی بنیاد پر دشمن رسولؐ ابو لہب کے بیٹے عتبہ کو بھی فضیلت دینا ہو گی کیونکہ عثمان اور عتبہ اس وقت دونوں مشرکین نے رقیہ سے شادی کی ؟

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- تاریخ خمیس جلد ا صفحہ 275
- تذکرۃ الخواص الامۃ ، صفحہ 172
- ذخائرالعقبیٰ، صفحہ 162
- تاریخ الخلفاء ، صفحہ 148
- مدارج النبوۃ ، صفحہ 458

مزید آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی عثمان کا رسولؐ سے دامادی کا رشتہ اس کے لیے فضیلت رکھتا ہے یا نہیں۔۔

امام طبری اپنی کتاب النضرۃ میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے امام علیؑ سے ارشاد فرمایا:

اوتیت ثلاثاً لم یوتهن احد ولا انا اوتیت صهراً مثلی ، ولم اوت انا مثلی، و اوتیت زوجة صدیقة مثل ابنتی و لم اوت مثلها زوجة و اوتیت الحسن و الحسین من صلبک و لم اوت من صلبی مثلها و لکنکم منی وانامنکم

آپ کو تین ایسی چیزیں ملی ہیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئیں حتی مجھے بھی نہیں ملیں، سسر میری طرح، جبکہ مجھے بھی اپنی طرح کا سسر نہیں ملا، صدیقہ بیوی، میری بیٹی کی طرح جب کہ مجھے اس طرح کی کوئی بیوی نہ مل سکی اور آپ کی صلب سے حسن و حسین جیسے بیٹے عطا ہوئے، جب کہ مجھے ان کی طرح بیٹے نہ مل سکے، لیکن آپ سب مجھ سے ہو اور میں آپ سے ہوں۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- ریاض النضره فی مناقب العشرة المبشره، جلد 3 صفحه 220، باب 4، فصل 6
- ینابیع المودة ، صفحه 255، باب 56
- فرائد السمطین، صفحه 142، باب 25

تو اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ رسولؐ کی دامادی کا اعجاز فقط امام علیؑ سے مخصوص ہے کیونکہ حدیث میں رسولؐ اللہ نے "لم یوتھن احد" ارشاد فرمایا ہے یہ ایسا جملہ ہے جس میں "احد" نکرہ ہے اور سیاقِ نفی میں عموم کا فائدہ دے رہا ہے یعنی دامادِ رسولؐ ہونے کی فضیلت فقط امام علیؑ کا شرف ہے۔

نوٹ: اگر اسی حدیث میں مزید غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ رسولؐ نے اپنی بیٹی کو صدیقہ کہہ کر مخاطب کیا تو جو حضرات فدک کے مسئلے میں ابو بکر کی صداقت کے قائل ہیں تو یہ حدیث کے الفاظ ان کے منہ پر طمانچہ ہیں۔

آگے چلتے ہیں۔

آپ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان بہت غنی تھا تبھی اس کے ساتھ غنی لگاتے نہیں تھکتے۔

تو اب میں قرآن سے آپ کو ایک دلیل پیش کرتا ہوں جو نبی کی فقط ایک بیٹی جنکا نکاح مولائے کائنات سے ہوا تھا ان کی سخاوت میں نازل ہوئی یعنی سورۃ دھر یا سورۃ انسان کی آیت 8 اور 9 میں ارشاد ہوتا ہے

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾

یہ اس کی محبت میں مسکینً یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ

اس آیت کے شانِ نزول میں ہے کہ یہ آیت تب نازل ہوئی جب مولا علیؑ، بی بی زہراؑ اور حسنینؑ نے 3 دن بھوکے رہ کر روزہ رکھا اور اللہ کی راہ میں سخاوت پیش کرتے ہوئے اپنی غذائیں یتیم، فقرا و مساکین و اسیر کو دے دیں تھی۔ اس واقعہ کا شان نزول کا واقعہ تفصیل کے ساتھ ان کتابوں نے موجود ہے جن کے متن کو اختصار کی وجہ سے نقل نہیں کر رہا۔

- كفايت الطالب ، صفحه 345 باب 97
- تذكره خواص الامه صفحه 176 باب 11
- مناقب خوارزمی ، صفحه 190 باب 170

اب میں اہل سنت سے سوال کرتا ہوں کہ جب عثمان اتنا بڑا سخی تھا اور رسولؐ کی ایک بیٹی اس کے نکاح میں تھی تو آج تک قرآن میں ایک آیت بھی اس کے غنی ہونے پر کیوں نہیں آئی؟ اگر کوئی آئی ہے تو ہمیں دکھائیں۔۔

اب آخر میں کچھ کیلکولیشن تاریخ سے پیش خدمت ہے

میرے بھائیوں کوئی بھی عام سا مسلمان تھوڑی سی عقل رکھنے والا یہ تین بیٹیوں کا جھوٹا اور من گھڑت قصہ مان ہی نہیں سکتا کیونکہ کہ یہ عقل و منطق کے خلاف ہے۔

- شیعہ و سنی دونوں مانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی شادی حضرت خدیجہ سے 25 سال کی عمر میں ہوئی۔
- یہ بھی دونوں مانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی بعثت 40 سال میں ہوئی۔
- یہ بھی آپ کے علماء نے لکھا کہ اعلان بعثت سے 5 سال پہلے ان تینوں بیٹیوں کی شادی رسولؐ اللہ نے معاذاللہ مشرکین سے کر دی تھی۔
- اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی شادی کے چار سال بعد بی بی خدیجہ سے اولاد ہوئی۔

ٹھیک؟؟ چلیں اب جمع تفریق کرتے ہیں۔

شادی ہوئی 25 سال میں۔۔ اعلان نبوت کیا 40 سال میں۔۔

40 - 25 = 15 سال

5 سال بعثت سے پہلے شادیاں کر دیں۔

15 10 = 5 - سال۔۔ ٹھیک

شادی کے 4 سال تک اولاد نہیں ہوئی۔۔

10 6 = 4 - سال

اب آپ اگر تھوڑی بھی عقل رکھتے ہیں تو مجھے سمجھادیں کہ 6 سال میں 3 بیٹیاں پیدا بھی ہو گئیں اور اُن کی شادیاں بھی ہو گئیں یہ کیسے ممکن ہے؟

چلیں اب بات ہو جائے بعض نام نہاد شیعہ محققین کی جو فیس بُک پر بڑے ہی ایکٹیو رہ کر نظریات تشیع کی دھجیاں اڑانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں اور بنات رسولؐ پر اہل سنت عقیدے کو لے کر اسے شیعہ رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

تو میں ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بتانا چاہوں گا کہ آن لائن رجال الحدیث کے سافٹویئر استعمال کر کے وہ اتنے عالم نہیں ہو گئے کہ اپنی تحقیق کو تشیع کا عقیدہ ظاہر کر بیٹھیں۔۔ اور حاضر و قدیم کے علماء و محققین جو کہ اجتہاد کے اعلی ترین درجہ پر فائز ہیں ان کے خلاف اپنی ناقص رائے کو تحقیق کا نام دے دیں۔۔

علی اصدق صاحب شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ تاریخی روایات کو درایت و رجال پر نہیں پرکھا جاتا بلکہ قرائن سے سمجھا اور قبول کیا جاتا ہے۔

تو یہاں میں رسولؐ اللہ کی بیٹیوں کی تعداد کے حوالے سے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے علماء و مجتہدین کے نظریات پیش کر دیتا ہوں اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ ان مجتہدین سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟؟ اپنا محاسبہ کریں

آیت اللہ صادق روحانی نے تنہا بیٹی قرار دیا ہے۔

حضرت فاطمه زهرا (علیها السلام) تنها دختر پیامبر۔

استفتاء:

در مورد شمار دختران پیامبر، میان تاریخ نگاران و محدّثان بحث و گفتگوست، که آیا زینب، رقیّه و اُم کلثوم نیز دختران آن حضرت هستند یا دختران خدیجه و یا دختران هاله، خواهر خدیجه (علیها السلام) هستند و آن بانوی بزرگ، به خاطر منش و اخلاق نیکو و امکانات بسیار، آنان را همچون فرزندان خود زیر بال محبت مادی و معنوی خود گرفت و اداره نمود و در سایه بلندپایه پیامبر بزرگ اسلام تربیت کرد؟ برخی آنان را دختران پیامبر، و برخی دختران حضرت خدیجه (علیها السلام) و پاره ای نیز دختران «هاله» عنوان کرده اند۔

روایاتی با سند صحیح و معتبر رسیده است که: چون رقیه دختر پیامبر از دنیا رفت، آن حضرت فرمود: به گذشتگان صالح و نیکوکردارمان بپیوند۔

و در تهذیب الأحکام از امام صادق و آن حضرت از پدرش آورده است که فرمود: «امامه بنت ابی العاص» است و مادرش زینب دختر پیامبر است که پس از شهادت علی (علیه السلام) با «مغیرة بن نوفل» ازدواج نمود۔

و در کتاب کافی با سلسله سند خود از محمّد بن یحیی، و از احمد بن محمّد، و از بکیر، و از زراره و او نیز از امام صادق آورده است که فرمود: فاطمه (علیها السلام) به امیرمؤمنان وصیت کرد که پس از او با دختر خواهرش ازدواج نماید و آن حضرت نیز چنین کرد۔

و نیز در مقنعه شیخ مفید و تهذیب شیخ طوسی در دعای روزهای ماه رمضان در صلوات بر پیامبر و امامان نور، از قول پیشوایان اهل بیت (علیهم السلام) چنین آمده است: «أللّهُمَّ صَلِّ عَلی رقیّة بِنْت نَبِیَّك وَ الْعَن مَن آذی نَبِیَّك فِیْها، أللّهُمَّ صَلِّ عَلی أم کُلثُوم بِنْت نَبِیَّك وَ الْعَنْ مَن آذی نَبِیَّك فِیْها۔۔۔»؛ بارخدایا درود فرست بر رقیه دختر پیامبرت و بر کسی که پیامبرت را در رفتار با او آزرد، لعنت فرست۔ بارخدایا درود

فرست بر أُم كلثوم دختر پيامبرت و كسى را كه پيامبرت را در مورد او آزرد، لعنت كن۔

و نيز برخى از روايات و دعاها نشانگر آن است كه آنها دختران پيامبر بودند و نه دختران خديجه و يا هاله؛ اينك نظر شما چيست؟

جواب:

باسمه جلت اسمائه; من در اين مورد پژوهش و تحقيق نموده ام و همچون گروهى از علماى پيشين، نظير مرحوم سيّد مرتضى بر اين باورم كه خديجه (عليها السلام) به هنگام ازدواج با پيامبر خدا، دوشيزه بود و به هنگام عقد، 40 ساله نبود بلكه 24 ساله بود؛ بنابراين، بى ترديد آنان دختران خواهر خديجه (عليها السلام) بودند، نه دختران او و پيامبر (صلى الله عليه وآله وسلم)۔

1 . كافى/ ج 3/ ص 241۔

2 . تهذيب الأحكام/ ج 8/ ص 258۔

3 . كافى/ ج 5/ ص 555۔

بازگشت به 'فضائل حضرت زهراًّ' | بازگشت به موضوعات

آیت اللہ حافظ بشیر نجفی کتاب مختصر الاحکام

آیت اللہ اسحاق فیاض

آیت اللہ شیخ جواد تبریزی

آیت اللہ علی حسینی میلانی

احتجاج طبرسی حصہ اول میں میں ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنا تعارف کراتی ہیں۔ اے لوگوں جو پیغمبرؐ خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ میرے باپ ہیں تمہاری عورتوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔

اس کے بعد بات مکمل کی تو جب بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے یہ بات کی کہ جو پیغمبرؐ خدا کی طرف سے ہے وہ میرا باپ ہے تمہاری عورتوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔۔

اگر رسولؐ اللہ کی اور بیٹیاں بھی ہوتی تو ان کے شوہر وہاں موجود تھے کہتے کہ اے بنت رسولؐ ہماری بیویوں کے بھی وہی باپ ہیں جو آپ کے باپ ہیں لیکن ان کی جرات نہیں ہوئی۔

والسلام علیکم، احقر

ابو عبد اللہ

حنفی امامِ اعظم ابو حنیفہ پر اہل سنت فقہاء کا موقف

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللھم صل علی محمد وال محمد وسلم تسلیما کثیراً کثیراً کثیراً وعجل
فرجھم في عافية مني واھلك اعدائھم الی قیام یوم الدین
اللھم صل علی فاطمة وابیھا وبعلھا وبینھا والسر المستودع فیھا بعدد ما
احاط به علمك لعن اللہ ظالمیك سیدتي وعذبھم عذاباً شدیداً

آج کی تحریر کو آپ اسی کا تسلسل سمجھ سکتے ہیں جو میں نے بریلویت میں پنپتی وہابیت کے رد میں جواباً پیر مظفر حسین شاہ قادری پر لکھی تھی۔ جو تائیدِ معصومینؑ علیہم السلام کی برکت سے مومنین و مومنات میں کافی زیادہ مقبول رہی۔۔ شکرِ مولاؑ نوکری قبول ہوئی۔۔

"میری خواہش ہوگی کہ تحریر کو آخر تک ضرور پڑھیں کیونکہ جو نتیجہ مجھے آخرِ کلام میں دینا ہے اسے آپ قبول کر سکیں۔۔۔ جو کہ انتہائی اہم ہے۔۔ "

البتہ تمہید کو طویل نہیں ہونے دوں گا، بس جلدی جلدی کچھ گزارشات پیش کر کے اصل عنوان پر آتا ہوں۔

ہوا یہ کہ ایک ایسی جگہ مجھے مدعو کیا گیا جہاں پروگرام تو اتحاد بین المسلمین کے عنوان پر تھا لیکن وہاں کی جانے والی تمام گفتگو ڈھکے چھپے انداز میں مکمّل طور پر شیعہ دشمنی پر مبنی تھی۔

کیونکہ میں شدید تقیہ کی حالت میں شریک ہوا تھا تو اپنے معروضات کو اس انداز میں پیش کیا کہ مکتبِ اہل بیتؑ کا دفاع بھی ہو جائے اور اتحادی لولی پاپ بھی چوستی محسوس ہو۔

المختصر کے اس بار ان لوگوں نے توہین امامت کرتے ہوئے حدیں پار کر دیں اور ایسے شاطرانہ انداز میں کہ کوئی اعتراض بھی اٹھا نہ سکے۔

یعنی حنفیوں کے امامِ اعظم ابو حنیفہ کہ جسے دیوبندی و بریلوی دونوں ایسے پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ قیاسی امام پیدا نہ ہوتا تو معاذاللہ شریعتِ محمدی ﷺ کا خاتمہ ہو جاتا۔۔ استغفر اللہ۔۔ نقل کفر۔۔ کفر نا بشد

چلیں جی اب کچھ معروضات جو اس محفل میں پیش کیے گئے تھے اسی کو مزید جامع انداز میں غیر متعصب اذہان کو ہدیہ کرنے جارہا ہوں تا کہ اہلِ حق کے معصوم آئمہ علیہم السلام کے مقابلے میں جسے یہ امامِ اعظم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں یعنی نعمان بن ثابت المعروف امام ابو حنیفہ کے فضائل ان محدثینِ اہل سنت کی زبانی پیش کروں جن کی لکھی ہوئی کتابوں کو یہ قرآن کے بعد سب سے صحیح مانتے ہیں اور بعد از کتاب باری، صحیح بخاری صحیح بخاری جیسے نعرے بلند کرتے ہیں۔

اچھاہاں ایک بات اور اس تحریر میں کچھ ایسے فتوے بھی ذکر کروں گا جو انتہائی شرمناک ہیں تو گزارش ہے کہ اس تحریر کو PG 18 سمجھ کر ملاحظہ فرمائیں۔

انشاءاللہ اس تحریر سے قارئین پر ابو حنیفہ کا اصل چہرہ بھی بے نقاب ہو گا اور یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ آخر "امام" کا منصوص من اللہ ہونا اور معصوم ہونا کیوں ضروری ہے۔۔

تو شروع کرتا ہوں۔۔

یا مولاتي یا فاطمة أغیثیني بحق مظلومیتك أغیثیني

تو جناب سب سے پہلے آپ سب کے سامنے پیش خدمت ہے مبینہ امامِ اعظم ابو حنیفہ کے متعلق ان محدثین و فقہاء کی رائے جن کی کتابوں کو قرآن کے بعد سب سے صحیح بھی مانا جاتا ہے۔۔ تو سب سے پہلے بخاری صاحب۔۔

۱ -امام بخاری کی رائے ابو حنیفہ کے متعلق:

علم اسماء الرجال وراویانِ حدیث کی سوانحِ عمری اور تاریخ پر لکھی گئی امام بخاری کی تصنیف "کتاب الضعفاء والمتروکین "یعنی ضعیف اور متروک راویان حدیث کی کتاب کہ جس میں امام بخاری نے مبینہ امامِ اعظم المعروف ابو حنیفہ کو شامل کر کے تا قیامت ابو حنیفہ کے متعلق اپنا نظریہ محفوظ کر دیا۔۔

یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، فقال في كتابه «الضعفاء والمتروكين»: أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي، قال نعيم بن حماد: حدثنا يحيى بن سعيد ومعاذ بن معاذ: سمعنا سفيان الثوري يقول: استتيب أبو حنيفة من الكفر مرتين۔

ترجمہ: امام بخاری نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین میں ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کے بارے میں کہتے ہیں سفیان ثوری نے کہا کہ ابو حنیفہ نے ۲بار کفر سے توبہ کی۔

حواله : الإمام البخاري وفقه أهل العراق، الصفحة ٦٦

تحفة الاقويا في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاری میں عبارت ملاحظہ فرمائیں :

حدثنا نعيم بن حماد قال حدثنا الفزارى قال كنت عند سفيان فنعى النعمان فقال الحمد الله كان نيقص الاسلام عروة عروة ما ولد فى الاسلام اشام منه

ترجمہ: امام ابو اسحاق الفزاری نے کہامیں سفیان ثوری کے پاس تھاتو ان کے ہاں ابو حنیفہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا الحمد اللہ اچھاہو امر گیا ابو حنیفہ تو اسلام کی تمام کڑیوں کو ایک ایک کر کے توڑ رہا تھا اسلام میں اس سے زیادہ منحوس کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

نوٹ: کتاب کے محقق نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

حوالہ : تحفة الاقويا في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاری، باب نون، صفحہ 113 - 114، طبع مکتبہ اسلامیہ پاکستان

-تاریخ الکبیر البخاری میں یوں درج ہے :

قال امام بخاری ابو حنيفة كان مرجئا سكتوا عنه وعن رايه وعن حديثه

ترجمہ: امام بخاری نے کہا کہ ابو حنیفہ مرجیہ تھا اور محدثین نے اس سے حدیث لینے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ اسی طرح اس کی رائے سے بھی خاموشی اختیار کی ہے۔

حوالہ : تاریخ الکبیر البخاری، جلد 8، صفحہ81

-جزالقراۃ میں بھی یوں بیان موجود ہے:

قال امام بخاری ويزعم ان الخنزيز البرى لاباس به ويرى السيف على الامة ويزعم ان امراللہ قبل ومن بعد مخلوق فلا يرى الصلوة فجعلتم هذا واشباهه اتفاقا

ترجمہ: امام المحدثین امام بخاری نے کہا اور ابو حنیفہ کا یہ بھی خیال ہے کہ جنگلی سور کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور امت محمدیہ سے قتال اور انہیں قتل کرنا جائز ہے اور ابو حنیفہ کا یہ بھی خیال ہے کہ اللہ کا حکم من قبل و من یعنی کلام مخلوق ہے (نعوذ باللہ) اور نماز کو دین نہیں سمجھتا تو ان جیسی چیزوں پر اتفاق کر کے فقیہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

حوالہ : جزالقراۃ البخاری، صفحہ 89

اب آگے بڑھتے ہوئے امام مالک کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے جانتے ہیں۔۔

-جامع بیان میں امام عبد البر لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ وَضَّاحٍ، وَسَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ الْأَيْلِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ نِزَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: لَوْ خَرَجَ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالسَّيْفِ كَانَ أَيْسَرَ عَلَيْهِمْ مِمَّا أَظْهَرَ فِيهِمْ مِنَ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: اگر ابو حنیفہ اس امت کے خلاف تلوار لے کر نکل جاتا تو اس سے مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا اس کے قیاس ورائے سے پہنچا ہے۔

امام عبد البر مزید رقم کرتے ہیں :

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سُفْيَانَ، ثنا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ، وَوَهْبُ بْنُ مَسَرَّةَ قَالَا: نا ابْنُ وَضَّاحٍ، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ هَارُونُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْهَيْثَمِ الْأَيْلِيُّ قَالَ: أنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقُرَشِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: مَا زَالَ هَذَا الْأَمْرُ مُعْتَدِلًا حَتَّى نَشَأَ أَبُو حَنِيفَةَ فَأَخَذَ فِيهِمْ بِالْقِيَاسِ فَمَا أَفْلَحَ وَلَا أَنْجَحَ

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: یہ معاملہ ٹھیک ٹھاک تھا لیکن جب ابو حنیفہ آیا تو اس نے قیاس آرائی شروع کر دی اور خائب وخاسر ہوئے۔

نوٹ: محقق نے دونوں کی سند حسن لکھی ہے۔

حواله : جامع بيان العلم وفضله، ابن عبد البر، جلد 2، صفحه 239، طبع دار ابن جوزی۔

-حلیۃ الاولیاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

وبسنده عن عبد الله بن أحمد بن حنبل ، حدّثنا منصور بن أبي مزاحم قال : سمعت مالك بن أنس . وذكر أبا حنيفة . فقال : كاد الدين ، كاد الدين وفي الحديث الذي بعده قال في آخره : ومن كاد الدين فليس له دين

ترجمہ: امام مالک نے ابو حنیفہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص دین کے ساتھ دھوکہ کرتا تھا اور جو دین کے ساتھ دھوکہ کرے وہ دیندار کبھی نہیں ہو سکتا۔

حوالہ : حلیتہ الاولیاء، جلد ۳، صفحہ ۱۱۲

-خطیب بغدادی اور دوسری سند سے امام ابن عدی لکھتے ہیں:

وقال جعفر حدثنا الحسن بن علي الحلواني قال سمعت مطرفا يقول سمعت مالكا يقول الداء العضال الهلاك في الدين وأبو حنيفة من الداء

ترجمہ:

امام مالک نے فرمایا: دین میں ہلاکت بہت بڑی بیماری ہے اور ابو حنیفہ اسی بیماری کا نام ہے!

نوٹ: بشار عواد نے اس کی سند صحیح قرار دیا ہے۔

حوالہ : تاریخ بغداد، ۵۵۲/۱۵؛ الکامل فی ضعفاء الرجال ،۲۳۷/۸

-اب امام حاتم رازی کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا ابی حدثنا ابن ابی سریح قال سمت الشافعی یقول سمعت مالک بن انس وقیل له تصرف ابا حنیفة؟ فقال نعم، ماطکم یرجل لو قال هذه الساریة من ذهب لقام دونها حتی یجعلها من ذهب ، وهی من خشب او حجارة قال ابو محمد یضی انه کان یثبت علی الخطا ویحتح دونه ولا یرجع الی الصواب اذابان له (اسنادصحیح)

ترجمہ: امام شافعی نے کہا کہ میں نے امام مالک بن انس کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ ابو حنیفہ کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کہے اور اس کو ثابت کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس کو سونے کا کر دکھائے گا اگرچہ وہ ستون لکڑی کا ہو یا پتھر کا، محمد ابن ابی حاتم نے کہا کہ

امام مالک کی مراد یہ تھی کہ بے شک ابو حنیفہ غلطی پر ڈٹے رہتا تھا اور اس پر دلیلیں دیتا رہتا تھا اور صحیح بات ابو حنیفہ کے سامنے ظاہر ہو جاتی تو اس کی طرف نہ لوٹتا تھا۔

حوالہ : آداب و مناقب الشافعی، صفحہ 210؛ خطیب فی تاریخ بغداد، جلد 13، صفحہ 421

۳ - چلیں جی اب ذرا امام بخاری و مسلم کے بھی استاد امام ابو بکر بن ابی شیبہ کی رائے بھی دیکھ لیتے ہیں احناف کے امام اعظم کے بارے میں

امام ابو بکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں ابو حنیفہ نے احادیث رسول ؐ اللہ کی مخالفت کی ہے اور اپنی رائے سے ان احادیث مبارکہ کو رد کر دیا ہے۔

امام ابو بکر ابی شیبہ کہتے ہیں کہ رسول ؐ اللہ ﷺ نے عمامہ پر مسح کیا ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے کہ عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

حوالہ : مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 9، صفحہ 36

آگے لکھتے ہیں۔۔۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول ؐ اللہ نے پانچ رکعت پر سجدہ سہوا کیا ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے پوری نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔

حوالہ : مصنف ابی شیبہ، جلد 9، صفحہ 37

ایک اور جگہ امام ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ حدیث مبارکہ میں ہے وتر سنت ہے لیکن ابو حنیفہ کہتا ہے وتر فرض ہے۔

حوالہ : مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 9، صفحہ 173

المختصر کہ۔۔ ابو حنیفہ نے جن ایک سو پچیس حدیث مبارکہ کی خلاف ورزی کی ہے اس کی مکمّل داستان کے لیے مصنف ابن ابی شیبہ کی جلد 9 کے چھتیسویں صفحے سے 253 صفحات تک ابو حنیفہ کے متعلق امام ابن ابی شیبہ کی J I T رپورٹ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

چلیں اب جلدی جلدی آگے چلتے ہیں، تحریر طویل ہوتی جارہی ہے اور اب فقط ایک ایک قول ایک ایک اہل سنت امام سے۔۔

۴ -امام شافعی کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے

فحدثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال سمعت الشافعي يقول قال لي محمد بن الحسن: أيهما أعلم صاحبنا أم صاحبكم؟ يعني أبا حنيفة ومالك بن أنس - قلت: على الانصاف؟ قال: نعم۔ قلت: فأنشدك الله من أعلم بالقرآن - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم - يعنى ماكا۔ قلت فمن أعلم بالسُّنة - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: اللهم صاحبكم، قلت: فأنشدك الله من أعلم بأقاويل أصحاب رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم والمتقدمين - صاحبنا أو صاحبكم؟ قال: صاحبكم، قال الشافعي: فقلت: لم يبق إلا القياس، والقياس لا يكون إلا على هذه الأشياء فمن لم يعرف الاصول فعلى أي شئ يقيس؟

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن الحسن نے کہا: کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ میں سے زیادہ عالم کون ہیں؟

امام شافعی نے فرمایا: کیا انصاف کے ساتھ بتلادوں؟ محمد بن حسن نے کہا: جی ہاں۔

امام شافعی کہتے ہیں پھر میں نے کہا اللہ کے واسطے بتاؤ قران کے زیادہ عالم کون تھے، ہمارے امام مالک یا تمہارے امام ابو حنیفہ؟ محمد بن حسن نے کہا: بے شک تمارے امام مالک قران کے زیادہ عالم تھے۔

اس کے بعد امام شافعی نے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ حدیث کے زیادہ عالم کون تھے، ہمارے امام مالک یا تمہارے امام ابو حنیفہ؟

محمد بن حسن نے کہا: بے شک تمارے امام مالک حدیث کے زیادہ عالم تھے۔ اس کے بعد امام شافعی نے کہا کہ اب باقی بچا قیاس تو قیاس انہیں قرآن وحدیث ہی پر ہوتا ہے پس جو شخص اصول یعنی قران وحدیث سے ناواقف ہو وہ قیاس کس پر کرے گا؟

نوٹ: امام ذھبی نے اعلام نبلاء میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے

حوالہ : الجرح و التعديل، ۴/۱

۵ - امام احمد بن حنبل کی رائے ابو حنیفہ کے بارے میں

أَخْبَرَنِي ابن رزق، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَد بن سلمان الفقيه المعروف بالنجاد، قَالَ: حَدَّثَنَا عبد الله بن أَحْمَد بن حنبل، قَال: حَدَّثَنَا مهنى بن يحيى، قال: سمعت أَحْمَد بن حنبل، يقول: ما قول أبي حنيفة والبعر عندي إلا سواء

ترجمہ: احمد بن حنبل نے فرمایا: میرے نزدیک جانوروں کی گندگی اور ابو حنیفہ کا قول یکساں ہے۔ نوٹ: امام ذھبی اور بشار عواد کے نزدیک سند صحیح ہے۔

حوالہ : تاريخ بغداد، جلد ۱۵، صفحه ۵۶۹

۶ - شیخ الاسلام امام حماد بن سلمہ کی ابو حنیفہ کے بارے میں رائے

حدثني محمد بن عبد العزيز بن أبي رزمة قال سمعتُ أبي يقول كنا عند حماد بن سلمة فذكروا مسألة فقيل أبو حنيفة يقول بها فقال هذا والله قول ذاك المارق۔ (اسناده صحيح)

ترجمہ: امام عبد العزیز بن ابی رزمہ نے کہا ہم امام حماد بن سلمہ کے پاس تھے پس انہوں نے ایک مسئلہ ذکر کیا تو کہا گیا ابو حنیفہ یہ مسئلہ بیان کرتا ہے تو حماد بن سلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ مسئلہ اس خارجی ابو حنیفہ کی بات ہے۔

حوالہ : كتاب السنة، جلد 1، صفحه 211

۷ - امام حماد بن زید کا ابو حنیفہ کے متعلق بیان

حدثني أبو معمر عن إسحاق بن عيسى الطباع قال سألت حماد بن زيد عن أبي حنيفة فقال إنما ذاك يعرف بالخصومة في الارجاء۔ (اسناده صحيح)

ترجمہ: اسحاق بن عیسی الطباع نے کہا میں نے امام حماد بن زید سے ابو حنیفہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا وہ صرف ارجاء میں جھگڑا کرنے میں معروف تھا۔

حواله : كتاب السنة، جلد 1، صفحه 203

۸ - شیخ الاسلام امام ابو اسحاق الفزاری اور ابو حنیفہ

حدثني محمد بن هارون حدثنا أبو صالح قال سمعت الفزاري وحدثني إبراهيم بن سعيد حدثنا أبو توبة عن أبي إسحاق الفزاري قال كان أبو حنيفة يقول إيمان إبليس وإيمان أبي بكر الصديق رضي الله عنه واحد قال أبو بكر يا رب وقال إبليس يا رب۔ (اسناد ه صحيح)

ترجمہ: امام ابو اسحاق الفزاری نے کہا کہ ابو حنیفہ کہتا تھا ابلیس کا ایمان اور ابو بکر صدیق کا ایمان ایک برابر ہے (نعوذ باللہ) ابو بکر صدیقؓ یارب کہتا ہے اور ابلیس بھی یارب کہتا ہے۔

حواله : خطيب فى تاريخ بغداد، جلد 13، صفحه 376

۹ - شیخ الاسلام امام اوزاعی کی ابو حنیفہ کے متعلق رائے

حدثني إبراهيم بن سعيد حدثنا أبو توبة عن سلمة بن كلثوم عن الاوزاعي أنه لما مات أبو حنيفة قال الحمد لله الذي أماته فإنه كان ينقض عرى الاسلام عروة عروة۔ (اسناد حسن)

ترجمہ: امام اوزاعی نے ابو حنیفہ کی وفات کے وقت کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس شخص کو فوت کر دیا یقینا ابو حنیفہ اسلام کے حلقوں کو ایک ایک کر کے توڑ رہا تھا۔

حواله : كتاب السنة، جلد اول، صفحه 207؛ اخرجه خطيب فى تاريخ بغداد، جلد 13، صفحه 418

۱۰ - امام ابو بکر بن عیاش کا ابو حنیفہ پر موقف

حدثني هارون بن سفيان حدثني أسود بن سالم قال كنت مع أبي بكر بن عياش في مسجد بني أسيد مما يلي القبلة فسأله رجل من مسألة فقال رجل قال أبو حنيفة كذا وكذا فقال أبو بكر بن عياش سود الله وجه أبي حنيفة ووجه من يقول بهذا۔ (اسناد حسن)

ترجمہ: اسود بن سالم نے کہا میں امام ابو بکر بن عیاش کے ساتھ بنی اسید کی مسجد میں تھا پس ایک آدمی نے مسئلے کے بارے میں ان سے پوچھا پس اس آدمی نے کہا کہ ابو حنیفہ ایسے ایسے کہتا ہے (اس مسئلے میں) تو امام ابو بکر بن عیاش نے کہا اللہ ابو حنیفہ کا چہرہ سیاہ کرے۔ اور اس شخص کا چہرہ جو اس کے ساتھ کہتا ہے (یعنی ابو حنیفہ کے اس مسئلے کے مطابق)

حواله : تاريخ بغداد، جلد 13، صفحه 435 بسلسله صحيح عن عباس بن صالح عن اسود بيحوه

۱۱ - امام ابو ایوب سختیانی کا ابو حنیفہ پر موقف

حدثنا ابوبكر خلاد قال سمعت عبد الرحمن بن مهدى قال سمعت حماد بن زيد يقول سمعت ايوب يقول ، وذكر ابا حنيفة ، فقال (يريدون ان يطفو انور الله بافواهم ويابى الله الا ان يثم نوره ولو كره الكافرون ۔ (اسناد ه صحيح)

ترجمہ: امام حماد بن زید نے کہا کہ میں نے امام ایوب سختیانی سے سنا جب کہ ابو حنیفہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو اس وقت امام ایوب نے یہ آیت پڑھی: "یہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ

کانور (اسلام) بجھا دیں۔ اللہ اس سے انکار کرتا ہے مگر یہ کہ اپنا نور پورا کر دے اگرچہ یہ بات کافروں کو کتنی بھی ناگوار کیوں نہ ہو۔

حواله : كتاب الصفا الكبير، جلد 4، صفحه 280

۱۲ -اب میرے بارہ امامی ہونے پر یہ بارہویں عبارت خود ابو حنیفہ کی زبانی اس کا موقف پیش خدمت ہے۔

امام ترمذی نے علل الترمذی الکبیر کی جلد ا کے صفحہ ۳۸۸ جو طبع عالم الکتب، مکتبة النہضة العربية، بيروت ہے اس میں ابو حنیفہ کا اپنے بارے میں قول لکھا ہے کہ۔

سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ غَيْلَانَ , يَقُولُ: سَمِعْتُ الْمُقْرِيَّ ,يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ , يَقُولُ: عَامَّةُ مَا أُحَدِّثُكُمْ خَطَأٌ۔

ترجمہ: مقری کہتے ہیں کہ میں نے سنا ابو حنیفہ کو کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں جو باتیں بھی تمہیں بتاتا ہوں وہ عام طور سے غلط ہی ہوتی ہیں۔

نوٹ: یہاں حجت تمام کرنے کے لیے اس قول کے راویان کا بیان ضروری ہے۔

اس کا پہلا راوی المقری ہے جس کے بارے میں علامہ ذھبی نے کہا کہ یہ امام، عالم، حافظ، محدث اور حجت ہیں :

المقرئ۔الإمام العالم الحافظ المقرئ المحدث الحجة

اسی قول کا دوسرا راوی محمود بن غیلان ہے یہ صحیح بخاری و مسلم کا راوی ہے اور امام ذھبی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ امام، حافظ اور حجت ہیں۔

محمود بن غيلان (خ ، م ، ت ، س ، ق) الإمام الحافظ الحجة أبو أحمد ، العدوي ، مولاهم المروزي ، من أئمة الأثر

توجناب دیکھا آپ قارئین نے یہ دیوبندی وبریلوی علماء جس شخص کو امامِ اعظم سے پکارتے ہیں یعنی ابو حنیفہ صاحب جن کا اصلی نام نعمان بن ثابت تھا وہ کس قدر نالائق اور دین میں جھوٹ ڈالنے والے انسان تھے۔

اب کچھ desert کے طور پر کچھ ان کے فتوے بھی بیان کردوں کہ ان کے ماننے والوں کو مزید سہولیات فراہم ہو سکیں۔

۱ ۔محارم کے ساتھ شادی پر حنفی امامِ اعظم ابو حنیفہ کی سہولت کاری

ابو حنیفہ کا دیوبندی وبریلوی حضرات کے لیے سستہ ٹکاو پیکج ملاحظہ فرمائیں:

وقال أبو حنيفة : لا حد عليه في ذلك كله ولا حد على من تزوج أمه التي ولدته وابنته ـ وأخته ـ وجدته ـ وعمته ـ وخالته ـ وبنت أخيه ـ وبنت أخته عالما بقرابتهن منه عالما بتحريمهن عليه

ترجمہ: اس پر کوئی حد جاری نہیں ہو گی جو شخص اپنی والدہ جس نے اسے پیدا کیا اس سے شادی کرے، اسی طرح بیٹی بہن وغیرہ سے بھی شادی کرے تو کوئی حد نہیں۔ اگرچہ اس نزدیکی سے آگاہ ہو اور حرمت سے بھی آگاہ ہو۔

حواله : المحلى، ابن حزم، جلد ١١، صفحه ٢٥٣، ناشر دار الفكر

نکاح متعہ پر بکواس کرنے والے تمام غیر حلالی حنفی مُلا اب آرام سے اپنی ماں بہن بیٹی خالہ پھوپھی دادی نانی سب سے منہ کالا کرسکتے ہیں نو پرابلم۔ ارے رکیں جناب بس ایک دو اور فتوائی پھکیاں پھر تحریر کا اختتام۔۔

اوپر بیان کیا ہوا ابو حنیفہ کا عظیم الشان Taboo فتوے کا دوسرا حوالہ۔۔۔

إذا نكح محارمه أو الخامسة أو أخت امرأته فوطئها لا حد عليه عند أبي حنيفة وان علم بالحرمة

حواله : كتاب بدائع الصنائع، أبو بكر الكاشاني، جلد ٧، صفحه ٣٥، المكتبة الحبيبية

2-ریڈ لائٹ ایریا کے لیے ابو حنیفہ کی بمپر آفر۔۔

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ - رَحِمَهُ اللَّهُ -: قَدْ ذَهَبَ إلَى هَذَا أَبُو حَنِيفَةَ وَلَمْ يَرَ الزِّنَى، إلَّا مَا كَانَ مُطَارَفَةً، وَأَمَّا مَا كَانَ فِيهِ عَطَاءٌ أَوْ اسْتِئْجَارٌ فَلَيْسَ زِنًى وَلَا حَدَّ فِيهِ

ترجمہ: اگر عورت کو کرایہ پر لو اور زنا کرو تو اس پر زنا کی حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ یہ عمل زنا میں حساب نہیں ہوتا۔۔۔

حواله : المحلى بالآثار۔ جلد 12، صفحه 196۔
طبع دار الكتب العلمية

ہاں جی نکاح متعہ کے حرام کرنے والے مفتیان۔۔ کچھ کہنا ہے؟؟

3- جانوروں، میت اور نابالغ بچوں سے بدفعلی کے لیے ابو حنیفہ کی جانب سے کھلی چھٹی۔۔

اگر چوپائے جانور میں دخول کرلے، مردے یا ایسی چھوٹی بچی جس کے مثل ایسی چھوٹی لڑکیوں کہ جس سے مجامعت نہیں کیا کرتے تو بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوگا۔ اور صحیح یہ ہے کہ جس بچی کے محل جماع میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہو جائیں تو وہ مجامعت کے قابل ہے۔۔ اور اگر مرد بالغ ہو اور لڑکی نابالغ ہو تو مرد پر غسل واجب ہوگا اور اس لڑکی پر واجب نہ ہوگا۔

حوالہ : فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیریہ، کتاب الطھارۃ جلد ۱، صفحہ ۲۰۵، ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

دل تو کر رہا ہے مزید فتووں کی پھکیاں دیتا چلا جاؤں لیکن تحریر یقیناً انتہائی طویل ہو چکی تو حنفی حضرات کو اب یہاں بخش رہا ہوں اس امید پر کہ مذہبِ حق یعنی مکتبِ تشیع پر بھونکنا بند کر دیں اور یہ جو شیعوں کے خلاف اتحاد بنایا ہوا ہے اس سے باز آ جائیں ورنہ تمہارے چہرے کو ایسا بے نقاب کیا جائے گا کہ اپنا چہرہ اپنے بچوں کو بھی دکھا نہیں پاؤ گے۔

آخرِ کلام میں ایک گزارش اپنے شیعہ مومنین و مومنات سے اور وہ یہ کہ قطعاً کبھی بھی اس ابو حنیفہ نامی شخص کو امامِ صادق علیہ السلام کا شاگرد پیش کر کے مخالفین پر فخر کا اظہار مت کیجئے کیونکہ ایسے شخص کو امام جعفر صادق علیہ السلام کا شاگرد گردانا صریحاً توہینِ معصومؑ ہے۔
یہ ناصبی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر اس شخص کو امامِ صادق علیہ السلام کا شاگرد کہا جائے گا تو اس کے بیان کیے ہوئے غلیظ ترین نظریات و فتاویٰ کو اہل بیتؑ سے شیلٹر ملے گا جو اس کے جرائم کو چھپانے کے لئے کافی ہو گا کیونکہ شاگرد ہمیشہ استاد کا عکاس ہوتے ہے۔
ہوشیار رہیں مومنین!

والسلام، ابو عبداللہ

حدیث غدیر میں موجود لفظ "مولا" پر ایک ناصبی سے مکالمہ!

- وہ فرمانے لگے: ارے ابو عبد اللہ یہ کیا آپ شیعوں نے حدیث غدیر کو لے کر شور مچایا ہوا ہے اور اس کو حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کہتے ہیں۔

ہم بھی حضرت علیؑ کو امام اور مولا مانتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا تھا من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ یعنی جس کا میں دوست اس کا علیؑ دوست۔ مولا کے معنی تو دوست و مدد گار کے ہیں نا کہ اولی بالتصرف حاکم و خلیفہ کے۔

میں نے زور سے ہنستے ہوا کہا:

واہ قبلہ واہ کیا کہنے میرے آقا و مولا امام علی علیہ السلام کے کہ حدیث غدیر کو لے کر آپ نے آج خود ہی ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا۔

- وہ جھنجھلا کر بولے: میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو آپ کو ہنسی آ رہی ہے۔

میں پھر ایک بار زور سے ہنسا اور بولا:

ارے آج آپ نے "یا علیؑ مدد" پر خود دلیل دے دی یہ کہہ کر کہ لفظ مولا کے معنی آپ کے نزدیک دوست اور مدد گار کے ہیں یعنی رسولؐ فرما رہے ہیں کہ جس کا میں دوست اور مدد گار ہوں اس کا علیؑ دوست و مدد گار ہے یعنی یا علیؑ مدد کہنا عین حکم رسولؐ ہے۔

- سر کو جھٹک کر فوراً بات گھماتے ہوئے بولے: تو مولا کے معنی آپ شیعوں نے کب سے صاحبِ اختیار، جانشین اور خلیفہ کے بنا لیے کہ اس سے اولی بالتصرف ثابت ہے؟

اب میں ایک دم سنجیدہ مسکراہٹ سجا کر بولا۔۔ قرآن تو پڑھا ہی ہو گا آپ نے؟

میرا سوال ابھی اختتامی نوک تک ہی پہنچا تھا کہ

- دھڑم سے بول اٹھے: الحمد للہ۔۔ میں حافظ ہوں۔۔

میں نے کہا ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔۔۔ تو پھر ذرا سورہ احزاب کی آیت 6 تو باآواز بلند دہرا دیں۔

- کہتے ہیں کیوں نہیں بالکل: **النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔۔۔**

میں نے کہا اس کا ترجمہ بھی آتا ہو گا تو بھی پیش کر دیں۔

- جھٹ سے بولے: **یہ نبیؐ مومنوں کی جانوں پر ان سے زیادہ مالک و مختار ہیں۔**

میں نے کہا واہ واہ کیا کہنے جناب آپ کی جہالت کے۔

مولا لفظ اولی سے نکلا ہے قبلہ۔۔ تو آپ کی تشریح کے مطابق یہ ترجمہ بنتا ہے:

یہ نبی مومنوں کی جانو پر ان سے زیادہ "دوست" ہیں۔

کیا یہ ہضم ہو رہا ہے آپ کو۔۔۔؟؟؟

- پھر سے جھنجھلا گئے بری طرح: ارے تم شیعہ کبھی نہیں مانو گے۔

میں جھٹ سے بولا:

ہاں بالکل بالکل جناب ہم قرآن و حدیث کے خلاف کسی کی کوئی بات نہیں مناتے اور ہاں سوچیے گا جو آیت بیان کی ہے اس پر۔

ایک دم مڑے جانے کے لیے۔۔ میں نے پیچھے سے کہا۔۔

لیکن میں آپ کا مشکور ہوں کہ ولی و مولا کا ترجمہ جو بھی ہو کم از کم آپ نے یا علیؑ مدد کو سنت رسولؐ و حکم رسولؐ ثابت کر دیا۔

سلامت رہیں۔۔ مولا علیؑ مدد سرکار

مکالمہ از، ابو عبد اللہ

افسانۂ عقدِ ام کلثومؑ کا تحقیقی، منطقی اور اخلاقی آپریشن

یوں تو تاریخ اسلام میں بہت سے لطیفے مشہور ہیں جیسا کہ رسولؐ ہم جیسا (معاذاللہ)، رسولؐ کی چار بیٹیاں تھیں، فلاں کو بنت رسولؐ سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہراؑ نے معاف کر دیا تھا، فلاں بہت جلالی و بہادر تھے وغیرہ وغیرہ۔۔

لیکن تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والے مسلمان کو جس پر سب سے زیادہ قہقہہ لگا کر ہنسی آتی ہے وہ ہے افسانہ عقد ام کلثوم!

جس میں مسلم تاریخی راہزنوں نے اپنے اُس پیر کی عزت بچانے کے لئے جس نے بارہا کہا اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا ایک عجیب و غریب قصہ گھڑا کہ فقط ایک داماد و خلیفہ رسولؐ، صدیقِ اکبر اور فاروق اعظم یعنی مشکل کشائے دین خدا حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی جنابِ ام کلثوم کا نکاح مسلمانوں کے دوسرے غاصب خلیفہ حضرتِ لھلک عمر سے کر دیا تھا۔۔ کیا مذاق ہے بھائی۔۔

سوچ تو رہے ہونگے کہ کیوں مجھے اتنی ہنسی آرہی ہے، ارے بھائی کیوں نہ آئے؟؟ جس کو بچانے کے لیے یہ افسانہ گھڑا گیا اسی کی عزت کو اِسی افسانوی گڑھے میں گرا دیا۔

میرے بھائی ذرا یہ تو بتاؤ یہ کیسی فضیلت ہے کہ عمر کی بیٹی حفصہ تمہاری ام المومنین ہیں۔۔رائٹ۔۔

تو ام کلثوم بنتِ علیؑ رشتے میں حفصہ کی نواسی ہوئیں اور حضرتِ لھلک عمر کی پر نواسی۔۔

ٹھیک کہا نا؟

تو یہ فضیلت کیسے ہو گئی کہ اولڈ ایج عمر بن خطاب اپنی زندہ تین بیویاں رکھنے کے باوجود اپنی پرَنواسی جو کہ فقط 6 یا 7 سال کی ہو اس سے شادی کر لے؟

- کیا کسی نو بل فیملی میں ایسا کچھ سنا یا دیکھا کسی نے؟
- کیا کوئی شریف النفس انسان ایسا کرے گا؟
- یہ فضیلت ہوئی یا تمہارے خلیفہ کی توہین؟

کیا بے ہودگی ہے یار۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔

اچھا اب ہنسی مذاق ایک طرف۔۔ مجھے مسلمان کچھ سوالوں کے جواب دیں۔۔

اگر یہ اتنی ہی بڑی فضیلت تھی تو آپ کی صیحہ ستہ یعنی قرآن کے بعد سب سے متعبر کتابیں اس پر کیوں خاموش ہیں؟؟ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ اگر ایسا کوئی نکاح تاریخ میں ہوا تھا تو وہ نکاح کس جگہ واقع ہوا، کس نے پڑھایا؟

کون گواہ بنے اور کون کون سے صحابی اس نکاح میں شریک ہوئے؟

کوئی جواب ہے؟؟ نہیں نا۔۔ تو آؤ بھائی اب میں اس تاریخی لطیفے کا فل اخلاقی آپریشن شروع کروں۔۔

غلیظ ترین اہل سنت روایات کا اخلاقی آپریشن!

پہلی غلیظ روایت:

الإصابة في تمييز الصحابة امام حافظ ابن حجر عسقلانی

عمر بن خطاب نے حضرت علیؑ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو انہوں نے کہا کہ وہ صغیرہ ہے ۔ حضرت عمر سے کہا گیا کہ حضرت علیؑ نے آپ کو رشتہ دینے سے جواب دے دیا ہے پس انہوں نے پھر طلب کیا تو حضرت علیؑ نے کہا میں ام کلثوم کو تمھاری طرف بھیجوں گا اگر تم کو پسند آگئی تو وہ تمھاری بیوں ہے پس علی نے ام کلثوم کو بھیجدیا اور عمر نے ان کی پنڈلی کھولی ۔ام کلثوم نے کہا ہٹ جا اگر امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیری آنکھوں پر تھپڑ مار دیتی۔

حواله : الاصابه ،جلد ۲ ،ص صفحه۴۶۲

دوسری غلیظ روایت:

ذخائر العقبى - احمد بن عبد الله الطبري

عمر نے حضرت علیؑ سے ان کی دختر ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ابھی وہ کمسن ہے پس عمر نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ آپ مجھ کو رشتہ نہیں دینا چاہتے اگر وہ کمسن ہے تو اس کو میرے پاس بھیجدو۔ پس حضرت علی نے ام کلثوم کو بلا کر ایک پوشاک دی اور کہا یہ عمر کے پے لے جاؤ اور ان سے کہہ دو میرے والد کہتے ہیں کہ یہ پوشاک کیسی ہے ؟ پس وہ پوشاک لے کر عمر کے پاس آئیں اور پیغام دیا تو عمر نے ام کلثوم کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ام کلثوم نے کہا میرا بازو چھوڑ دو۔ پس انہوں نے چھوڑ دیا اور کہا

بڑی اچھی پاکدامن لڑکی ہے جاکر باپ سے کہدے کہ کتنی حسین اور کتنی خوبصورت ہے ایسی نہیں ہے جیسا کہ تم نے کہا تھا۔ پس پھر علی نے ام کلثوم کی عمر سے شادی کر دی۔

حوالہ:ذخائر العقبی ،صفحہ۱۶۸

تیسری غلیظ روایت:

صواعق محرقہ- ابن حجر مکی

حضرت علیؑ نے حکم دیا اور ام کلثوم کو آراستہ کیا گیا اور حضرت عمر کے پاس بھیجا گیا جب عمر نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور لڑکی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بوسے دیئے اور دعا کی اور جب وہ اٹھنے لگی تو پنڈلی سے پکڑ لیا اور کہا۔ باپ سے کہدینا میں بلکل راضی ہوں جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس آئی اور ان کو سارا واقعہ سنایا تو علیؑ نے ان کا نکاح عمر سے کر دیا۔

حوالہ: صواعق محرقہ ،جلد ۱ ،صفحہ ۱۵۹

چوتھی روایت بھی صواعق محرقہ سے۔۔

جب عمر نے علیؑ سے رشتہ مانگا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی رسولؐ خدا کا نسب و سبب حاصل وہ تو علیؑ نے حسنؑ اور حسینؑ سے کہا تم اپنی بہن کی شادی اپنے چچا عمر سے کر دو ۔انہوں نے کہا وہ عورت ہے اپنے لئے خود اختیار کرے گی۔ پس علیؑ غصّہ میں کھڑے ہو گئے اور حسنؑ نے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا اے ابا جان آپ کی ناراضگی نا قابل بر داشت ہے پس حسنؑ و حسینؑ نے ام کلثوم کی شادی کر دی۔

صواعق محرقہ: صفحہ۱۵۵

اب ایک روایت استعاب سے نقل کر کے روک رہا ہوں کیونکہ مجھ جیسا غیرت مند عام سا مسلمان بھی یہ بے ہودہ اور غلیظ ترین روایات لکھتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہے۔

پانچویں غلیظ ترین روایت:

الاستیعاب فی معرفة الاصحاب - ابن عبد البر

عمر نے ام کلثوم کا رشتہ کیا تو انہوں نے کہا وہ ابھی چھوٹی بچی ہیں۔ عمر نے کہا کہ میری اس سے شادی کر دیں۔ میں اس کی فضیلت طلب کرنا چاہتا ہوں جس کو کوئی بھی طلب کرنے والا نہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا میں ام کلثوم کو تمھارے پاس بھیجتا ہوں اگر تم اس کو پسند کر لو تو میں نے اس کی شادی تم سے کر دی۔ پس حضرت علیؑ نے اس کو ایک چادر دے کر بھیجا اور کہا اس سے کہہ دینا کہ یہی وہ چادر ہے جو میں نے تم سے کہی تھی۔

ام کلثوم نے جا کر عمر سے یہ بات کہی تو عمر نے کہا، اللہ تم سے راضی ہو میں نے پسند کر لی۔ پس عمر نے ام کلثوم کی پنڈلی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو کھول دیا۔ ام کلثوم نے کہا تم ایسا کرتے ہو اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمھاری ناک توڑ دیتی پھر ام کلثوم واپس گئیں اور حضرت علیؑ سے واقعہ بیان کیا اور کہا آپ نے مجھے بدکار بڈھے کی طرف بھیج دیا

حضرت علیؑ نے فرمایا۔

اے بیٹی وہ تمہارا شوہر ہے۔ پھر مہاجرین کی محفل میں آئے اور کہا مجھے مبارک کہو۔ انہوں نے کہا کس لئے؟ کہا میں نے ام کلثوم بنت علیؑ سے شادی کر لی۔

استیعاب ،جلد ۴ ،صفحہ ۴۶۷

تو قارئین یہ تھیں ان غلیظ و بے ہودہ ترین روایت میں کچھ جو اہل سنت روایات جس کو لکھتے لکھتے میں خود شرم سے پانی پانی ہو رہا ہوں۔

ان روایات کو اگر کوئی بھی غیر تمند مسلمان پڑھے گا تو یقیناً اس پر عجیب کیفیت طاری ہو گی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ کس طرح سے مسلم تاریخ دانوں نے عمر بن خطاب کی فضیلت گھڑنے میں امام علیؑ کی توہین کی جو کہ آیت تطہیر کی روح سے ہر نجاست سے بالکل پاک ہیں۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کیسے امام علیؑ کی توہین ہے تو دل پر ہاتھ رکھ پر اِن نکات پر غور کریں:

- بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک باپ ایسا بے غیرت ہو کہ اپنی 6 یا 7 سالہ بیٹی کو خود ہی ایک بڈھے امیدوار کے گھر بھیج دے کہ وہ چیک کرے۔ توبہ توبہ یہ گھٹیا حرکت تو کوئی رذیل سے رذیل انسان بھی کرنے پر موت کو ترجیح دینا گوارہ کریگا چہ جائیکہ امیر المومنین امام علیؑ کے بارے میں ایسی تہمت !!!
- اور پھر وہ شخص جو بڑھاپے میں نابالغ لڑکی سے شادی کرنے پر بضد ہے کس قدر درندہ صفت اور کمینہ ہے کہ معصوم بچی سے نازیبا حرکت کر رہا ہے جبکہ ابھی تک وہ اس کے نکاح میں بھی نہیں۔ الامان۔

مطلب عجیب۔۔ کہ لاچار باپ درندہ صفت حاکم کے محل میں اپنی بیٹی روانہ کرتا ہے اور وہ ننگ شرافت اس بچی کی پنڈلی کھول کر جبر کرنے کا ارادہ کرتا ہے کہ بچی کراہیت شدید کر کے مزاحمت کرتی ہے اور اعتراف کرتی ہے کہ اگر تو بادشاہ نہ ہوتا تو تجھے تھپڑ رسید کر دیتی۔

کیا اسلامی تعلیمات یہی ہیں جو مسلمانوں کے دونوں خلفاء کے کرداروں سے ان روایات کے مطابق ظاہر ہوتی ہے اگر یہی اسلام ہے تو پھر کفر اس سے لاکھ درجے بہتر ہے۔

یہ مسلمانوں کے اپنے خلیفہ کی توہین ہے یا فضیلت کہ مسلمانوں کا امیر المومنین خلیفہ المسلمین، صحابی رسولؐ ساٹھ سالہ بزرگ ایک غیر محرم نابالغ بچی کو نکاح کے بغیر اپنی گود میں کھینچ کر بوس و کنار کرتا ہے پھر پنڈلی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے یہ خلیفہ راشد کا کردار ہے یا کسی اوباش و عیاش فاسق و فاجر بادشاہ کی بد کرداری کا نمونہ ہے؟

جواب دو سقیفائی اسلام کے جاہل پیروکارو۔۔

اوپر جو صواعق محرقہ کی دوسری روایت جو نقل کی ذرا اس پر بھی غور کریں کہ نابالغ بچی یا بالغ عاقلہ عورت کے نکاح کا اختیار شرعی ولی کو ہے اور کوئی عورت اپنے شرعی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ امام مالک نے موطاء میں لکھا ہے۔

جب ام کلثوم کے شرعی والی یعنی والد امام علیؑ خود موجود تھے تو ان کو حسنؑ و حسینؑ سے شادی کی درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ شرعاً نکاح کی اجازت دینا اور کروانا اُن ہی حق کا تھا۔

خدا کی لعنت ہو ان تاریخ دانوں پر بے شمار۔۔ لگا تار

ان ملعونہ روایات کو مزید دقت سے دیکھا جائے تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عمر بن خطاب، امام علیؑ کو جھوٹا کہہ رہے ہیں یعنی عمر بن خطاب، امام علیؑ سے ایک کمسن اور روایت میں موجود لفظ صبیہ کے مطابق دودھ پیتی بچی کا رشتہ طلب کر رہا ہے جبکہ

امام علیؑ یہ کہہ منع کر رہیں کہ وہ بچی ابھی چھوٹی ہے شادی کے لائق نہیں ہے مگر خلیفہ باپ کو جھٹلادینے کے ساتھ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو تمہارے دل میں ہے میں اُس سے واقف ہوں یعنی قسم کھا کر عمر نے حضرت علیؑ کو جھوٹا قرار دیا ہے جبکہ خود اہل سنت عقائد میں یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔

تو قارئین اگر ان روایات پر میں اپنی جے آئی ٹی رپورٹ لکھوں تو آپ کو قطعاً اعتراض کرنے کا حق نہیں کیونکہ جو میں اب اخذ کر کے لکھوں گا وہ انہی روایات کی روشنی میں ہو گا جو خود اہل سنت کے ہاں قابل قبول ہیں۔

مختصر الفاظ میں عقد اُم کلثوم پر عمر بن خطاب پر جے آئی ٹی رپورٹ

مذکورہ اہل سنت کی روایات میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب نے ساٹھ سال کی عمر میں ایک نامحرم، کمسن بچی پر مجرمانہ حملہ کیا اور اگر کوئی دوسرا فرد ایسا کرتا تو اس کو عبرت ناک سزا دی جاتی مگر جب حاکم وقت نے یہ وحشیانہ قدم اٹھایا تو تعزیری کاروائی ساکت رہی!

ان روایات سے تو صریحاً عمر کا ظالم، فاسق و فاجر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کوئی بھی تھوڑی سی عقل رکھنے والا مسلمان جو ریاضی یعنی Mathematics سے لگاؤ رکھتا ہے اور آسان جمع تفریق کر سکتا ہے وہ بآسانی سمجھ لے گا کہ عقد ام کلثوم واقعاً ایک تاریخی لطیفہ و افسانہ ہے۔

پہلے کچھ نکات پر توجہ دلاؤں پھر جمع و تفریق شروع کرتا ہوں۔

قارئین کرام کسی بھی اہل سنت روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ مبینہ نکاح کے وقت یعنی سنہ ۱۷ ہجری میں عمر کی زوجہ ام کلثوم بالغہ تھیں بلکہ صغیرہ اور صبیہ یعنی انتہائی کمسنی کے الفاظ بیان ہوئے ہیں جبکہ جنابِ ام کلثوم بنت امام علیؑ سنہ ۱۷ ھ میں شادی کے قابل تھیں۔

ام کلثوم کی نابالغی اور کمسنی پر تمام مورخین کا اتفاق ہے اور ابن حجر مکی نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھا:

> **جب حضرت علیؑ نے ام کلثوم کو عمر کے پاس بھیج تو وہ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ ان کے بوسے لئے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور عمر نے ام کلثوم کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنے سینے سے چمٹایا ان کے ساتھ یہ برتاؤ ان کی عزت کے خیال سے کیا کیونکہ ام کلثوم اپنی کم سنی کی وجہ سے اس عمر کو نہ پہنچی تھیں کہ ان پر شہوت ہو سکتی جس کی وجہ سے حضرت عمر پر یہ باتیں حرام ہوتیں۔ اگر وہ بہت چھوٹی بچی نہ ہوتیں تو ان کے والد ان کو حضرت عمر کے پاس بھیجتے ہی نہ۔**

اب ساتھ ساتھ ذرا اہل سنت محقق کا یہ قول بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ام کلثوم کی شادی حضرت عمر سے ہوئی اور عہد معاویہ میں ان کا انتقال ہوا اور مدینہ میں وفات پائی مگر یہی صاحب آگے چل کر پھر لکھتے ہیں کہ ام کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں اور شام میں مدفون ہوئیں۔

حوالہ : السیدہ زینب، صفحہ ۲۳ اور صفحہ ۶۴

علمائے اہل سنت جن میں ابن سعد، امام نووی، حافظ ذہبی اور مسعودی شامل ہیں ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمر کا انتقال معاویہ بن ابو سفیان کے دور میں ہوا پھر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ زینبؑ بنت علیؑ کے پہلے شوہر عبد اللہ بن جعفر ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن جعفر کا عقد ام کلثوم سے ان کی بہن زینب کے انتقال کے بعد ہوا۔ لیکن ابن انباری نے اس کے خلاف یہ لکھا ہے کہ عبد اللہ بن جعفر کی شادی پہلے ام کلثوم سے ہوئی ان کے مرنے کے بعد زینبؑ سے نکاح کیا اور حسن عدوی کی بھی یہی رائے ہے۔ اگر ابن انباری اور عدوی کا قول مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بی بی زینبؑ کی شادی ۴۹ سال کی عمر میں ہوئی جو قطعاً باطل ہے کیونکہ سنہ ۱۷ میں امام علی علیہ السلام نے خود حضرت زینبؑ کا عقد جناب عبد اللہ سے کیا تھا۔

اب ذرا اِس مبینہ نکاح کے حاضر باراتی مجھے بتائیں کہ جس ام کلثوم کا انتقال دورِ معاویہ میں ہو چکا تھا وہ بعد میں دوبارہ زندہ ہو کر کیسے کربلا میں آئیں اور کیسے قیدی ہو کر شام چلی گئیں؟؟ عجیب و غریب۔۔

چلیں اب جمع تفریق ہو جائے۔۔

1- تو تاریخ کہتی ہے کہ جب عمر ابن خطاب اسلام لایا تو اس کی عمر چالیس 40 برس تھی اور ترسٹھ 63 برس کی عمر میں عمر ابن خطاب کا قتل ہو گیا۔

2- تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ دعوتِ ذو لعشیرہ یعنی اسلام کی پہلی دعوت کے وقت امام علیؑ کی عمر مبارک 9 برس تھی۔

3- تمام شیعہ سنی مورخین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ امام علیؑ کا جنابِ فاطمہ زہراؑ سے نکاح 25 برس کی عمر میں ہوا یعنی دعوت ذوالعشیرہ کے 16 برس بعد۔

4- یعنی عمر بن خطاب، دعوت ذوالعشیرہ کے 7 سال بعد اسلام لیا، یعنی جب اس نے کلمہ پڑھا تو اس وقت امام علیؑ کی عمر مبارک 16 برس تھی۔

5- عمر کے اسلام لانے کے 9 برس بعد امام علیؑ کا نکاح بحکم خدا جنابِ زہراؑ سے ہوا یعنی 25 سال کی عمر میں۔ یعنی جب امام علیؑ کی شادی ہوئی تب عمر ابن خطاب 49 برس کا تھا (40+9=49)

6- تمام مورخین نے یہ بھی لکھا کہ امام علیؑ کی شادی کے ایک سال بعد امام حسنؑ کی ولادت باسعادت ہوئی اور 2 برس بعد امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے اور پھر 4 برس بعد سیدہ زینبؑ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ٹھیک!

7- اہل سنت مورخین کے مطابق جنابِ ام کلثوم بنت امام علیؑ، جناب زینبؑ کے 2 سال بعد پیدا ہوئیں۔

8- تو بی بی ام کلثوم کی پیدائش پر عمر بن خطاب کی عمر 55 برس تھی (55=6+49)

9- جنابِ ام کلثوم کی ولادت کے ٹھیک 8 سال بعد عمر قتل ہو گیا یعنی 63 سال کی عمر میں (8=55-63)

اب نتیجہ نکالتے ہیں۔۔

اہل سنت تاریخ دانوں کے مطابق عقد ام کلثوم، عمر کے مرنے سے 3 سال پہلے ہوا اور سب نے یہ بھی لکھا کہ اس مبینہ نکاح سے عمر کے ہاں ام کلثوم سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام زید بن عمر تھا۔

یعنی شادی کے وقت ام کلثوم کی عمر 5 برس ہوئی (8-3=5)

لو جی افسانہ عقد ام کلثوم کے موجودہ باراتیوں کا تو جنازہ ہی نکل گیا۔۔ ذرا باراتی مجھے بتائیں گے کہ کس عقلی اور منطقی قانون کے تحت 5 برس کی عمر میں کسی بچی کی شادی بھی ہو جائے اور اس سے ایک بچہ بھی پیدا ہو جائے۔۔؟

لعنت اللہ علی الکاذبین۔۔۔ خدا کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔۔۔ بے شمار۔۔

چلیں جی اب عقلی و منطقی رد کے بعد آگے بڑھتے ہیں اور علم الحدیث سے وہ تمام روایات کو جانچتے ہیں جو اس مبینہ نکاح برائے دفاعِ عمر بن خطاب تاریخ میں گھڑا گیا۔۔

افسانہ عقد ام کلثوم پر غلیظ ترین روایاتِ اہل سنت کا رجالی آپریشن!

اوپر جو اہل سنت روایات میں نے پیش کی تھیں ان روایات اور اس کے علاوہ جتنی بھی اس افسانے پر روایات نقل ہوئی ہیں ان کا ایک ایک کر کے اہل سنت علماء سے رد پیش خدمت ہے۔

محمد بن اسحاق:

جس کی روایت ذخائری العقبی میں درج ہے اس کے بارے میں یحیی قطان نے کہا ہے کہ "اسحاق کذاب ہے"۔ مالک نے کہا "ابن اسحاق دجّال ہے"۔ سلیمان تمیمی نے کہا "ابن اسحاق کذاب ہے"۔ دار قطنی نے کہا کہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ،جلد ٣ ،صفحه ٢١

زبیر بن بکار:

کتاب الاِستیعاب في معرفة الأصحاب کی روایت میں ابو عمرو نے زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے کہ زبیر بن بکار حدیث گھڑ تا تھا اس کی حدیث نا قابل قبول ہے!

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي ، جلد ١ ، صفحه ٣٤٠

عمرو بن دینار:

الاصابہ فی تمیز الصحابہ کی روایت جسے سفیان نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ امام احمد نے کہا ہے: ابن دینار ضعیف ہے۔ امام نسائی اور مرّہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال، جلد نمبر ٢ ،صفحه ٢٨٧

محمد بن عمر واقدی:

طبقات ابن سعد کی روایت جسے ابن سعد نے محمد بن عمر واقدی سے روایت کیا ہے

امام نسائی نے کہا ہے کہ واقدی کذاب ہے اور بغداد میں اپنی کذب بیانی کی وجہ سے مشہور ہے۔

حواله : تهذيب التهذيب لابن حجر، جلد ٩ ص ٣٦٦

- امام بخاری نے کہا ہے کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔
- مرّہ نے کہا ہے کہ واقدی کوئی شے نہیں ہے۔
- یحییٰ بن معین نے کہا واقدی ضعیف ہے۔
- ابن مدائنی کا قول ہے کہ واقدی کی بیس ہزار حدیثیں بے اصل ہیں۔
- امام شافعی نے کہا واقدی کی تمام کتب جھوٹ کا انبار ہے۔
- صواعق محرقہ پہلی روایت کی کوئی سند ہی نہیں ہے۔
- بیہقی کی روایت جس پر جرح کی جا چکی ہے اسی طرح ساتویں روایت پر بھی بحث ہو چکی ہے یہ روایت عموماً مجہول الحال رواۃ سے مروی ہیں جن کے احوال بھی کتب رجال میں نہیں ملتے ہیں مثلاً ابن سعد نے انس بن عیاض لیثی۔ عمار بن ابی عامر،۔ ابو حصین اور ابو خالد اسماعیل وغیرہ سے روایت کی میزان اعتدال میں ان تمام روایوں کو مجہول الحال لکھا گیا ہے۔

حواله : ميزان الاعتدال في نقد الرجال هو كتاب في الجرح والتعديل ألفه شمس الدين الذهبي، جلد ٣ ،صفحه ٣٩٥

اسی طرح ہشام بن سعد بھی راوی ہے جسے نسائی نے ضعیف کہا ہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٣ ص ٢٥٤

اسماعیل بن عبد الرحمان سدی کو یحییٰ بن معین نے ضعیف لکھا ہے کہ لیث نے کاذب قرار دیا ہے۔

ميزان الاعتدال جلد ٢ ص ١١

عطا بن مسلم خراسانی کو بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس کی حدیث سے احتجاج باطل ہے۔

میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۱۹

عبید اللہ بن موسی کو امام احمد بن حنبل صاحبِ تخلیط کہا ہے۔ اس کی حدیث بری ترین ہیں

میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۷۰

عبد الرحمان بن زید بن اسلم کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔

میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۰۵

اسی طرح ابن شہاب زہری کا ناصبی ہونا اور دشمن علیؑ ہونا مشہور رہے۔

تو یہ ہو گیا عقد ام کلثوم کے حوالے سے اہل سنت کتابوں میں موجود روایات کا رجالی آپریشن بھی۔۔

جس پر مختصر یہ لکھ کر آگے بڑھوں کہ عقد ام کلثوم کی تمام روایات خود اہل سنت علمائے رجال ہاں ضعیف السند باطل، جھوٹی اور مردود ہیں۔ جو کسی طور بھی قابل قبول نہیں!

اب بات ہو جائے عقدِ عمر کے اُن باراتیوں پر جن کے لئے یہ کہاوت ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا یعنی شیعہ کتابوں میں اس نکاح کا ذکر کہ امام علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا تھا (معاذ اللہ)

کیا شیعہ کتابوں میں بھی عقدِ اُم کلثوم کی روایات صحیح سند سے موجود ہیں؟

تو اے جاہل براتیوں۔۔ پہلے ایک بات اچھی طرح سے یہ سمجھ لو کہ شیعوں کا اپنی کتابوں کے بارے میں ہر گز یہ دعویٰ نہیں کہ ہماری کتابیں قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں

۔نہ ہی ہم شیعہ اپنی چار کتابوں کو صحاح اربعہ کہتے ہیں بلکہ محض کتب اربعہ کہتے ہیں اور ان کتابوں میں بھی جھوٹی سچی ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ تبھی تشیع میں اجتہاد کا نظام آج تک قائم ہے اور ہر ایک حدیث کی جانچ پڑ تال کو عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

جبکہ تم لوگوں کا اپنی کتابوں پر اُن کے صحیح ہونے کا دعویٰ ہے یعنی تم اپنی چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہو اور اُن چھ میں سے دو کو تو صحیحین کہتے نہیں تھکتے حالانکہ ان صحیح کتابوں میں لاتعداد غلط اور غیر معقول باتیں موجود ہیں جو اب تک فرانس، ہالینڈ اور مغربی دنیا میں موجود اسلام دشمنوں کو آج بھی توہین رسالت کا مواد مہیا کر رہی ہیں۔۔

عمر کے اس مبینہ نکاح کی خوشی میں ناچتے جاہل باراتیوں۔۔میں تمہیں شیعہ تنکے کا سہارا بھی نہیں لینے دوں گا، کیونکہ اول تو تمہارے لئے شیعہ کتابیں حجت ہی نہیں دوسرا یہ کہ جو تمہارے لئے حجت ہیں ان کا تفصیلی آپریشن میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔۔ لیکن چلو۔۔ یہ شیعہ تنکا بھی توڑ ہی ڈالتے ہیں۔

وہ جو تم شیعہ روایات کا حوالہ دیتے ہو ذرا ساتھ میں ان کا رجال بھی شیعہ علماء سے نقل کر دیا کرو جیسے میں نے تمہاری کتابوں میں موجود روایات کا تمہارے ہی علمائے حدیث و رجال سے پیش کیا ہے۔ تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی لگے ہاتھوں ہی ہو جائے۔

پر تم ایسا کیوں کرو گے ؟؟ ہے نا

چلو پھر ایک ایک کر کے میں ہی ان روایات کی سند پر بحث کر لیتا ہوں اس امید پر کہ اب آئندہ جب بھی تم ہماری کسی شیعہ روایت کو پیش کرو تو ساتھ میں اس کی سند پر ہمارے علماء کی رائے بھی پیش کر سکو (جو تم کبھی کرو گے ہی نہیں)۔۔

خیر میں ہی حجت تمام کر دوں۔۔ تو شروع کرتے ہیں۔

1- شیعہ کتب میں عدت والی روایات کا رد

فروع کافی، استفسار و تہذیب کی جو روایت عدت گزارنے کے مسئلہ میں تم پیش کرتے ہو اس کے راوی مجروح و مقدوح اور فاسد العقیدہ ہیں۔

فروع کافی کے راوی حمید بن زیاد اور ابن سماعہ ہیں ان دونوں کا تعلق مذہب واقفی سے ہے جن کو کفر و زندقہ تک مماثلت ہے جیسا کہ رجالِ مامقانی جلد اول ص ۳۷۸ پر امام رضا علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے کہ اسی راویت کا ایک راوی حسن بن محمد بن سماعہ ہے جو علماء رجال کے نزدیک بالاتفاق واقفی المذہب تھا۔

حواله : رجال کشی، صفحه ۲۹۳

اسی طرح دوسری روایت کا راوی ہشام بن سالم ہے جو فاسد العقیدہ تھا اور اللہ کی صورت مانتا تھا۔ حواله : رجال کشی ص ۱۸۴

یہ روایت سلیمان بن خالد سے بھی مروی ہے جو زیدیہ فرقہ سے تھا۔ نجاشی اور شیخ طوسی نے اسے ثقہ تسلیم نہیں کیا۔ ابن داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے

حواله : تنقیح المقال ،جلد ۵۷

اور مقیاس الدرایہ ص ۸۴ پر ہے کہ زیدی، واقفی، ناصبی، ایک منزلت پر ہیں۔

2-زید اور ام کلثوم کا ایک ہی وقت میں فوت ہونے والی روایت کا رد

اس روایت کا راوی سعید بن سالم قداح ہے جو مجہول الحال ہے۔

حواله: رجال مامقانی ، جلد ۱ ، صفحه ۶۵

3- مسالک الافہام الی شرائع الاسلام میں نکاح والی روایت کا رد

مسالک الافہام شیعہ علماء میں معتبر شمار نہیں ہوتی اس میں شارح کی اپنی رائے کا ذکر ہے جو حجت قرار نہیں پا سکتا ہے حالانکہ اس کے خلاف کثرت سے شواہد موجود ہیں۔

4- شہید ثالث کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کا رد

قاضی نوراللہ شوستری نے یہ بیان اس نکاح کی تردید میں دیا ہے اور "اگر" سے مفروضہ قائم کیا ہے کہ بالفرض محال یعنی یہاں فرض کیا ہے نا کہ نکاح کے ہونے پر دلیل پیش کی ہے۔

5- علامہ ابن شہر اشوب کی کتاب مناقب آل ابی طالبؑ میں موجود روایت کا رد

علامہ شہر آشوب نے مناقب میں شیعہ و سنی دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب ذاتی عقیدے سے بالاتر ہو کر نقل برائے نقل پر مبنی ہے۔ اس روایت کے بعد یہ تحریر کیا گیا ہے کہ علامہ شہر آشوب نے یہ رائے صاحب شافی اور صاحب الانوار کی لکھی ہے نہ کہ اپنا عقیدہ بیان کیا ہے۔

6- علم الہدی کی کتاب سے پیش کی جانی والی روایت کا رد

علامہ مرتضی علم الہدی نے محض اس قسم کے نکاح کی صورت کو جائز قرار دینا فرض کیا ہے نہ کہ عمر اور جنابِ ام کلثوم کے عقد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

7- شیخ عباس قمی کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کا رد

شیخ عباس قمی نے صرف اس قصّے کا کتابوں میں لکھا ہونا بیان کیا ہے نہ کہ تائید کا اظہار۔

8- کتاب منتخب التواریخ سے پیش کی جانی والی روایت کا رد

یہ کتاب مناظرانہ ہے نہ محققانہ بلکہ ہر طرح کی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے لہذا حجت قرار نہیں پا سکتی۔

9- علامہ مجلسی کی کتاب سے پیش کی جانے والی روایت کا رد

جو روایت علامہ کی کتاب سے پیش کی جاتی ہے وہ صحیح السند نہیں جس کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے وہ تمام ضعیف روایات ہیں۔

تو یہ تھا شیعہ کتب میں موجود وہ نازک و خستہ تنکے جس کو پکڑ کر تم اس عقد کو ثابت کرنا چاہتے تھے۔ پر ہائے افسوس کے وہ تنکے بھی اسی افسانوی نکاح میں فسانہ ہو گئے۔

اب آخر میں بس ایک نقطے کی وضاحت اور پھر زحمت تمام۔۔

اگر عمر نے کسی ام کلثوم نامی لڑکی سے نکاح کیا تھا تو آخر وہ تھیں کون؟

تو قارئین کرام تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ عمر سے منسوب ام کلثوم نام کی کئی بیویوں کا تذکرہ بھی موجود ہے، جیسے۔۔

۱ -**ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم بن ثابت**۔ جو عاصم بن عمر کی ماں تھیں۔

تاریخ الخمیس، جلد ۲ ،ص ۲۵۱

۲-**ام کلثوم بنت جرول خزاعیہ**۔ ان کا اصل نام ملیکہ تھا اور یہ زید بن عمر کی ماں تھیں۔ تاریخ کامل، جلد ۳ ،ص ۲۲

۳ -**ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط**۔

زہری کے مطابق یہ بی بی زمانہ جاہلیت میں عمر بن عاص کے پاس بھاگ کر آئی تھیں اور انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے رشتہ داروں نے رسولؐ اللہ سے

واپسی کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ "جو عورت اسلام قبول کرے وہ واپس نہیں جائیگی چونکہ ابن عاص ابھی کافر تھالہذا واپس نہ کیا گیا اور عمر بن خطاب نے ان سے نکاح کر لیا۔

تفسیر کبیر ، امام فخرالدین رازی ،جلد ۸ -شرح بخاری، امام قسطلانی، جلد۴ ،ص ۳۴۹

۴ -**ام کلثوم بنت راہب۔**

سنن ابن ماجه اور سنن ابو داؤد

۵ -**ام کلثوم بنت ابو بکر**۔ دختر اسماء بنت عمیس خواہر محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ

طبقات الاتقياء ابن جهاں -اعلام النساء ،جلد ۴، ص ۲۵۰

کتاب ہدایۃ السعداء میں علامہ دولت آبادی لکھتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس جو کہ پہلے خلیفہ ابو بکر کی بیوہ تھی ان کے بطن سے ایک لڑکی بعد وفات ابو بکر پیدا ہوئی تھی۔ اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا۔ عمر کا بی بی عائشہ کے پاس ام کلثوم بنت ابو بکر کے لئے پیغام عقد بھیجنا اور بی بی صاحبہ کا رضامند ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ثابت ہے۔

۱ -تاریخ الخمیس علامه حسین دیار بکری مطبوعه العامره العثمانیه مصر جلد ۲ ص ۲۶۷

۲ -تاریخ کامل علامه ابن اثیر مطبوعه مصر جلد نمبر ۳ ص ۲۱

۳ -:استیعاب فی معرفته الاصحاب علامه ابن عبد البر مطبوعه حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۷۹

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد ان کی کوئی بیٹی پیدا نہ ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا حالانکہ مندرجہ ذیل شواہد سے یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے۔

۱ - تاریخ الامم و الملوک ابن جریر طبری مطبعه الحسینه قاهره مصر الجزء الثانی ص ۵۰

۲ - تاریخ الکامل علامه ابن الاثیر مطبوعه مصر الجزء الثانی ص ۱۶۱

۳ - تاریخ الخمیس علامه دیار بکری مطبوعه مطبعة العامره العثمانیه مصر جلد ۲ ص ۲۷۶

۴- الاصابه فی تمیز الصحابه حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعه مطبعه الشرفیه مصر الجزء الثامن ص ۲۷۶ ۔الجزء الثالث ص ۲۷ ترجمه زید بن خارجه اور الجزء الثالث ص ۲۱۱ ترجمه الشماخ ۔

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ ام کلثوم بنت ابو بکر حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھیں چنانچہ صاحب محرقہ نے استیعاب اور کنز العمال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ام کلثوم کی ماں جناب اسماء بنت عمیس تھیں۔

تو ثابت ہوا کہ سنہ ۱۷ ہجری میں جس چار یا پانچ سالہ لڑکی ام کلثوم کہ جس کا عقد عمر سے ہوا وہ ابو بکر کی صاحبزادی تھی اور مولا علی علیہ السلام کی ربیبہ تھی چونکہ عرب ثقافت ورواج کے مطابق لے پالک لڑکی کو پالنے والے کی بیٹی شمار کیا جاتا تھا تو ان کو بنت علیؑ کہا گیا۔

تحریر کو ختم کرتے ہوئے میں اس نکاح کے دور حاضر کے باراتیوں کو ایک جھلکی ضرور دوں گا اور وہ بھی انہی کے شیخ الحدیث، آئمہ اور محققین کی رائے سے۔۔

شیخ المحدثین جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب رجال مشکواۃ کے صفحہ ۱۱۵ پر، امام ابن اثیر اپنی تاریخ کامل کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۳ پر اور جناب ملک العلماء دولت آبادی نے اس نکاح کی اصلیت یوں بیان کرتے ہیں۔

اسماء بنت عمیس اول زن جعفر طیار بود باز در نکاح ابو بکر آمده از ابو بکر یک پسر و یک دختر ام کلثوم نام زائید بعد از ان

به نکاح علی بن ابی طالب آمد ۔ام کلثوم ہمراہ مادر آمده عمرابن خطاب بام کلثوم دختر ابو بکر نکاح کرد

ترجمہ:

اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھیں ان کے بعد ابو بکر کے نکاح میں آئیں ان کے ہاں ایک لڑکا اور ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئے۔

ابو بکر کے بعد آپ علی ابن ابی طالبؑ کی زوجیت میں آئیں۔ ام کلثوم اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں اور عمر بن خطاب نے ان ام کلثوم بنت ابو بکر سے نکاح کیا۔

تو اب اس افسانے کا جنازہ یہاں دفن کرتے ہوئے تمام اس مبینہ نکاح کے حاضر باراتیوں کے لیئے فاتحہ پڑھ کر آپ سب سے دعاؤں کا طالب ہوں۔

والسلام،

غلامِ ام کلثوم بنت امام علیؑ

ابو عبد اللہ

آیت تطہیر میں حضرت عائشہ و حفصہ کو شامل کرنے پر پیر مظفر شاہ قادری کو جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔ درود و سلام محمد و آل محمد علیہم السلام پر

آج کی تحریر میں بریلویت میں پنپتی ناصبیت کے رد میں قلم کو جنبش دی ہے اور سچ کہوں تو مجھے اپنے بریلوی بھائیوں سے ویسے ہی بہت ہمدردی ہے کیونکہ مکتبِ اہل بیت کی طرح عام بریلوی بھی وہابی و دیوبندی و اہل حدیث کے نشانے پر ہوتے ہیں۔ لیکن اس بار جس انداز میں بریلوی حضرات نے اپنے تیور بدلے ہیں وہ انتہائی تشویشناک ہے۔ کبھی نجس النسب ایک بریلوی عالم ملعون ڈاکٹر آصف جلالی، جنابِ سیدہؑ پر بھونک کر اپنی ماں کی نجاست کا ثبوت دیتا ہے تو کہیں خود کو سید ظاہر کرنے والے پیر اپنے باپ کا تعارف پیش کرتے نظر آتے ہیں جن میں پیر عرفان شاہ مشہدی اور پیر مظفر حسین شاہ جیسے ملعونین شامل ہیں۔

فقط بریلوی علماء تک ہی اب یہ ناصبیت محدود نہیں رہی بلکہ جھوم جھوم کر مبینہ نعت خواں حضرات بھی اس میں اپنی نسبی نجاست کی بھنگ ملا کر عام سنی بریلوی عوام کو وہابیت کا پاٹ پڑھا رہے ہیں۔

خیر تحریر طویل نہ ہو تو تمہید یہی پر روک کر اب اس مدعا پر آتا ہوں جو یہ تحریر لکھنے کی وجہ بنا۔۔

سوشل میڈیا پر کچھ ناصبی نعت خوانوں نے اس ماہ رمضان میں ناقص شہرت طلبی میں اپنے فیس بُک پیجز سے براہ راست نشریات شروع کر رکھی ہیں اسی نشریات میں ایک دن نام نہاد پیر مظفر شاہ قادری کو بھی بلایا گیا جسے یہ مناظر اہل سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں۔۔۔

سنیوں کا شہنشاہ۔۔۔مظفر شاہ مظفر شاہ۔۔

خیر تو اسی ملعون مظفر شاہ نامی ناصبی نے آیت تطہیر پر اپنے تیئں جگتیں مار کر اس کا مصداق اپنی امی عائشہ بنت ابو بکر اور عمر بن خطاب کی بیٹی امی حفصہ کو بنانے کی کوشش کی۔

تو آؤ خبیث الصفت پیر مظفر شاہ تمہیں آج قرآن بھی پڑھاتے ہیں اور احادیث بھی پھر دکھاتے ہیں کہ اس عظیم الشان آیت تطہیر سے تمہاری امیاں بلکہ ممیاں مراد ہیں یا پنجتن پاک کہ جس میں رسولؐ اکرم، جنابِ سیدہ فاطمہؑ، مولائے کائنات امام علیؑ اور امامِ حسن و امامِ حسین علیہم السلام اجمعین شامل ہیں۔

بیٹا یہ تمہارا جلسہ نہیں کہ جس میں قرآنی ادبیات کی ایک دو اصطلاحات استعمال کر کے لوگوں کو بے وقوف بنالو گے۔۔۔ ہم پکے علیؑ والے ہیں۔۔ گھر تک چھوڑ کر آتے ہیں۔۔

اس پروگرام میں یہ نجس پیر مظفر شاہ بڑی ہوشیاری سے کہتا ہے کہ شروع سے دیکھیں تو مونث کے صیغے استعمال ہو رہے ہیں اور ان میں خطاب ازواج مطہرات سے ہو رہا ہے ۔۔۔ان الفاظ کو استعمال کر کے کہتا ہے کہ اس سے پتا چلتا ہے آیت تطہیر سے مراد اس کی ممیاں ہیں۔۔۔نان سینس۔۔

چلو منے پہلی پھکی ابھی سے لیتے جاؤ۔۔

تمہیں گیارہ ازواج رسولؐ میں یہ اپنی دو ممیاں ہی کیوں نظر آئیں اس آیت کے مصداق میں؟ باقی نو امہات المؤمنین کو تم کیا مانتے نہیں؟؟ یا آیت تطہیر میں فقط ابو بکر و عمر کی بیٹیاں ہی شامل ہیں اور باقی امہات المؤمنین شامل نہیں؟؟ اگر نہیں ہیں تو ذرا ہمیں بھی ثابت کرو کہ باقی نو ازواج کیوں شامل نہیں؟؟؟

تو وہ تمام غیر متعصب محبانِ اہل بیتؑ متوجہ ہوں جو بیچارے خود کو بریلوی مسلمان کہتے ہیں۔۔۔ آیئے اب ناصبی پیر صاحب کا آپریشن شروع کیا جا رہا ہے۔

یہاں میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ اس تحریر میں ملعون مظفر کو ٹو دا پوائنٹ جواب دوں گا اور دقیق مطالب کو بیان نہیں کروں گا۔۔ جیسا کہ لفظ اہل کے لغوی معنی واصطلاحی معانی کیا ہے وغیرہ وغیرہ

اور میری پوری کوشش ہو گی کہ تحریر انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں پیش کروں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کہیں کہیں تحریر عام قارئین کے لیے مشکل بھی ہو جائے کیونکہ عربیات کو سمجھانا ہے۔

سب سے پہلے قرآن مجید سے ہی بات ہو جائے تا کہ اس ناصبی صفاتی مونث کو عربیات سمجھ آجائیں۔۔ تو آئیں آیات ملاحظہ فرمائیں آیت تطہیر سے پہلی اور بعد والی۔۔

سورہ احزاب کی آیت 29 ملاحظہ فرمائیں

وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرسولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

اور اگر اللہ اور رسولؐ اور آخرت کی طلبگار ہو تو خدا نے تم میں سے نیک کردار عورتوں کے لئے بہت بڑا اجر فراہم کر رکھا ہے۔

اب سورہ احزاب کی آیت 30 ملاحظہ فرمائیں، جہاں ارشاد ہوتا ہے

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

اے زنان پیغمبر جو بھی تم میں سے کھلی ہوئی برائی کا ارتکاب کرے گی اس کا عذاب بھی دہرا کر دیا جائے گا اور یہ بات خدا کے لئے بہت آسان ہے۔

اب 31 ویں آیت ملاحظہ ہو۔

وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرسولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾

اور جو بھی تم میں سے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرے اور نیک اعمال کرے اسے دہرا اجر عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لئے بہترین رزق فراہم کیا ہے

اب 32 نشان والی آیت دیکھیں۔۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾

اے زنانِ پیغمبر تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہارا مرتبہ کسی عام عورت جیسا نہیں ہے لہٰذا کسی آدمی سے لگی لپٹی بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو اسے لالچ پیدا ہو جائے اور ہمیشہ نیک باتیں کیا کرو۔

پھر آیت 33 آتی ہے جس کا آخری حصہ آیت تطہیر کہلاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا** ﴿٣٣﴾

اور اپنے گھر میں بیٹھی رہو اور پہلی جاہلیت جیسا بناؤ سنگھار نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔**بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیتؑ کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔**

اب آیت تطہیر کے بعد والی آیت ملاحظہ فرمائیں

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾

اور ازواج پیغمبر تمہارے گھروں میں جن آیات الٰہی اور حکمت کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انہیں یاد رکھنا کہ خدا بڑا باریک بین اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔

جی قارئین یہ تھیں وہ آیات جس سے یہ جاہل ناصبی بریلوی عالم ازواج رسولؐ میں سے فقط ابو بکر اور عمر کی بیٹیوں کو آیت تطہیر میں شامل کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ آیت تطہیر سے پہلی

اور بعد والی آیات میں ازواج سے کلام ہے اور ان آیات میں مونث کا صیغہ استعمال ہوا ہے تو آیت تطہیر میں اس کی مَمیاں حضرت عائشہ وحفصہ شامل ہیں۔

اب آئیں ذرا اور دقت کریں کہ کہاں کہاں **صیغہ مونث** استعمال ہوا ہے جس سے مراد ازواج ہیں اور کہاں نہیں استعمال ہوا جس سے مراد فقط اور فقط رسولؐ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، امام علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ مراد ہیں۔

(ان كنتن تردن الله)، (من يات منكن بفاحشة)
(و قرن فی بيوتكن)، (واذكرن ما يتلى فی بيوتكن)

ان آیات میں جمع مونث کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ ٹھیک۔۔اب آیت تطہیر میں الفاظ ملاحظہ فرمائیں

(عنكم --- يطهركم --) یہ حصہ بالکل الگ ہے کیونکہ یہاں **جمع مذکر** کی ضمیر استعمال ہوئی ہے یعنی یہاں خواتین کی کثرت مراد نہیں تبھی اللہ نے واضح طور پر **جمع مذکر کا صیغہ** ارشاد فرمایا۔

اگر مزید آسان کروں تو میرے قارئین **جمع مونث کی ضمیر** وہاں استعمال ہوتی ہے جہاں خواتین کی کثرت مراد ہوتی ہے اور **جمع مذکر کا صیغہ** وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں مردوں کی کثرت ہو۔۔

تو اب ذرا یہ جاہل پیر ہمیں بتائے گا کہ وہ کون سے مرد ہیں جن کی وجہ سے خدا نے یہاں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی ہے جبکہ اس ناصبی کا دعویٰ ہے کہ آیت تطہیر میں ازواج شامل ہیں ۔۔اگر ازواج بھی شامل ہوتیں تو یہاں پر خدا **جمع مونث** ہی استعمال کرتا کیونکہ 11 ازواج **کثرت مونث** میں آتی ہیں تو کوئی بھی مسلمان اگر یہ دعویٰ کرے کہ معاذاللہ قرآن جیسا

فصیح و بلیغ کلام عربی نقائص رکھتا ہے جیسا کہ یہ **ملعون** مظفر شاہ ثابت کرنے کے درپے ہے تو فوراً ہی وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اللہ کا کلام ناقص ہو ہی نہیں سکتا۔

تو قارئین اب کوئی راہ ہی نہیں بچتی جس سے کہا جائے کہ آیت تطہیر میں موجود **جمع مذکر کی ضمیر** میں عورتوں کی کثرت ہے جبھی ازواج بھی شامل ہیں کیونکہ ایسا کہنا صریحاً توہین قرآن و توہین اللہ میں آئے گا کہ معاذ اللہ قرآن ناقص ہے اور معاذ اللہ خدا کو یہی نہیں پتا کہ کہاں پر مذکر استعمال کرنا ہے اور کہاں پر مونث کی ضمیر۔۔

تو بس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں موجود ضمیر **جمع مذکر** ہے جس میں مردوں کی تعداد زیادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تو آئیں اب اسی پیرِ جاہل کی صحیح کتابوں اور اس کے اسلاف کی جمع کی ہوئی احادیث کو دیکھتے ہیں کہ آیا وہ کون سے مرد ہیں جو اس آیت میں کثیر ہیں یعنی 3 اور اس سے زیادہ اور اس آیت میں موجود اہل بیت میں کون کون شامل ہے۔

تو جی سب سے پہلے آپ کے امام طحاوی کے مشہور شاگرد امام طبرانی سے حوالہ پیش خدمت ہے جو تیسری و چوتھی صدی ہجری کے سرفہرست علمائے اہل سنت میں شمار کیے جاتے ہیں اور معجم الکبیر طبرانی، معجم الاوسط طبرانی اور معجم الصغیر طبرانی جیسی کتب ان کی وجہ شہرت ہیں۔

امام طبرانی المعجم الاوسط کی جلد 3 کے صفحہ 380 پر کہ جس کا حدیث نمبر 3456 ہے بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا

آیت تطہیر سیدنا علیؑ، سیدہ کائناتؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ (علیہم السلام) کے متعلق نازل ہوئی۔

قال: نزلت فی خمسة: فی رسولؐ الله، وعلی وفاطمة، والحسن والحسین۔

یہ آیت پانچ ہستیوں رسولؐ اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں نازل ہوئی۔

حواله : طبرانی، المعجم الاوسط، 3:380، رقم الحدیث: 3456

اب پیش خدمت ہے اس کتاب سے حوالہ جو آپ حضرات کی ان کتابوں میں بھی صحیح ترین کا درجہ رکھتی ہے جو قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں۔۔ جی جی۔۔ صحیح مسلم کی ہی حدیث پیش کرنے جارہا ہوں۔۔

آپ کے امام مسلم اپنی صحیح کے بابِ فضائل اہل بیتؑ میں یہ حدیث 6261 پر رقم فرماتے ہیں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ - قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: " {§إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [الأحزاب: 33]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر کجاووں کی صورتیں یا ہانڈیوں کی صورتیں بنی ہوئی تھیں کالے بالوں کی، اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین رضی

اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آئیں ان کو بھی اندر کر لیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی اندر کر لیا بعد اس کے فرمایا: ”«إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا»

(۳۳-الأحزاب:۳۳)

یعنی ”اللہ تعالیٰ جل جلالہ چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے ناپاکی کو اور پاک کرے تم کو اے گھر والو!۔“

حواله : صحيح مسلم، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، باب فَضَائِلِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حديث نمبر 6261، ترقيم فوادعبدالباقى

ہاں جی پیر مظفر شاہ ناصبی ؟؟؟ اب کیا کہو گے کہ کون مراد ہیں آیت تطہیر میں جبکہ یہاں تماری ماں عائشہ خود اقرار کرتے ہوئے روایت کر رہی ہیں کہ آیت تطہیر میں کون شامل ہے۔

ویسے اے جاہل مظفر شاہ چلو تمہیں ایک اور بات بتاتا چلوں کہ روایات صریحہ وصیحہ کے ہوتے ہوئے سیاق سے استدلال کرنا عقل و منطق کے خلاف ہوتا ہے۔۔ سمجھے منے۔۔ سیاق کبھی بھی سند نہیں ہوا کرتا اس لئے کہ قرآن کوئی تصنیف یا تالیف نہیں ہے کہ اس میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔ اس میں بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں ایک تذکرہ کے بعد دوسرا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر پلٹ کر وہیں پہنچ جاتی ہے۔

چلو پھر اور احادیث پیش کرتا ہوں مگر جلدی جلدی۔۔

اب دیکھتے ہیں تمہارے مفسر، محدث، فقیہ اور مورخ کہ جن کا نام امام جلال الدین سیوطی ہے جنہوں نے 500 سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور تفسیر جلالین اور تفسیر در منثور کے علاوہ قرآنیات پر الاتقان فی علوم القرآن علما میں کافی مقبول ہے اس کے علاوہ تاریخ

اسلام پر تاریخ الخلفاء مشہور ہیں وہ امام سیوطی اپنی مشہور زمانہ تفسیر در منثور میں اس آیت میں اہل بیت سے مراد کس کو لے رہے ہیں اور اس کا کیا شانِ نزول بیان کر رہے ہیں

امام سیوطی تفسیر در منثور کی جلد 6 میں لکھتے ہیں

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی، ابو سعید الخذری – سے روایت کرتے ہیں:

قال رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:نزلت ہٰذہ الآیة فی خمسة فیّ،وفی علی و فی فاطمة و حسن وحسین انما یرید اللہ لیذہب۔

ترجمہ: پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت شریفہ پانچ ہستیوں کی شان میں نازل ہوئی ہے، ان میں، میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ شامل ہیں۔

اسی طرح ابن مردویہ اور قطیبب نے ابی سعید الخذری سے روایت کی ہے:

قال :کان یوم ام سلمة ام المومنین لقی اللہ علیہا فنزل جبرئیل علیہ السلام علیٰ رسولؐ اللہ ہٰذہ الآیة:انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیراً،قال فدعا رسولؐ اللہ بحسن وحسین و فاطمة و علی فضّمھم الیہ و نشر علیہم الثوب و الحجاب علیٰ ام سلمة مضروب ثم قال اللھم ہٰؤلآء اہل بیتی اللھم اذہب عنھم الرجس و طھرھم تطھیراً قالت ام سلمة فانا معھم یا نبی اللہ؟ قال: انت علیٰ مکانک و انک علیٰ خیرٍ۔

ترجمہ: ابی سعید الخذری نے کہا کہ ایک دن حضرت رسولؐ اسلام ﷺ حضرت ام المومنین ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے اتنے میں "انما یرید اللہ" کی آیت لے کر جبرئیل امین نازل ہوئے، پیغمبر اکرم ﷺ نے حسن و حسین اور فاطمہ و علی کو اپنے پاس بلا لیا اور ان کے اوپر ایک چادر اوڑھادی اور حضرت ام سلمہ اور ان کے درمیان ایک محکم پردہ نصب کیا پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر برائی کو دور رکھ اور انہیں اس طرح پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاک و پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔ یہ سن کر

جناب ام سلمہ نے درخواست کی: اے خدا کے نبی! کیا میں ان کے ساتھ ہو جاؤں؟ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم بہترین خاتون ہو لیکن ان کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔

حوالہ : سیوطی، درمنثور، جلد 6، صفحہ 604

اگلی حدیث

امام ترمذی اپنی سنن کے باب سورۃ الاحزاب سے بعض آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدثنا قتيبة، حدثنا محمد بن سليمان بن الاصبهاني، عن يحيى بن عبيد، عن عطاء بن ابي رباح، عن عمر بن ابي سلمة، ربيب النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لما نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وسلم: إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا سورة الاحزاب آية 33 في بيت ام سلمة، فدعا فاطمة، وحسنا، وحسينا فجللهم بكساء وعلي خلف ظهره فجلله بكساء، ثم قال: " اللهم هؤلاء اهل بيتي، فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا "، قالت ام سلمة: وانا معهم يا نبي الله، قال: " انت على مكانك وانت على خير "۔ قال ابو عيسى: هذا حديث غريب من هذا الوجه من حديث عطاء عن عمر بن ابي سلمة۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت «إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا» ”اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے“ (الاحزاب: ۳۳)، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ نے فاطمہ و حسن حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور انہیں ایک چادر کے نیچے ڈھانپ دیا، علی رضی اللہ عنہ آپ کی پیٹھ کے پیچھے تھے آپ نے انہیں بھی چادر کے نیچے کر لیا، پھر فرمایا: ”اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت، میرے گھر والے، ان سے ناپاکی دور کر دے اور انہیں ہر طرح کی آلائشوں سے پوری طرح پاک و صاف کر دے“، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اور میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں، اے

اللہ کے رسولؐ ؟ آپ نے فرمایا: ”تم اپنی جگہ ہی ٹھیک ہو، تمہیں خیر ہی کا مقام و درجہ حاصل ہے“۔

حواله: سنن ترمذي، كتاب تفسير القرآن عن رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم، 34۔ باب وَمِنْ سُورَةِ الأَحْزَابِ، حديث نمبر: 3205

امام ترمذی ہی باب فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ میں یہی حدیث رقم کرتے ہیں جس پر امام البانی کی تخریج بھی موجود ہے

حدثنا محمود بن غيلان، حدثنا ابو احمد الزبيري، حدثنا سفيان، عن زبيد، عن شهر بن حوشب، عن ام سلمة، ان النبي صلى الله عليه وسلم جلل على الحسن , والحسين , وعلي , وفاطمة كساء، ثم قال: " اللهم هؤلاء اهل بيتي وخاصتي اذهب عنهم الرجس , وطهرهم تطهيرا "، فقالت ام سلمة: وانا معهم يا رسولؐ الله؟ قال: " إنك إلى خير "۔ قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، وهو احسن شيء روي في هذا الباب، وفي الباب عن عمر بن ابي سلمة، وانس بن مالك، وابي الحمراء، ومعقل بن يسار، وعائشة۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو ایک چادر سے ڈھانپ کر فرمایا: «اللهم هؤلاء أهل بيتي وخاصتي أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا» ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیتؑ اور میرے خاص الخاص لوگ ہیں، تو ان سے گندگی کو دور فرما دے، اور انہیں اچھی طرح سے پاک کر دے“، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا بولیں: اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں اللہ کے رسولؐ! آپ نے فرمایا: ”تو (بھی) خیر پر ہے“۔

امام ترمذی کہتے ہیں:

۱- یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں جو حدیثیں مروی ہیں ان میں سب سے اچھی ہے،

۲- اس باب میں عمر بن ابی سلمہ، انس بن مالک، ابوالحمراء، معقل بن یسار، اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

تخريج الحديث: «تفرد به المؤلف، وانظر ماتقدم برقم 3205، و3787 (تحفة الأشراف: 18165) (صحيح)
قال الشيخ الألباني: صحيح بما تقدم رقم (3435)

حواله : سنن ترمذي، كتاب المناقب عن رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم، 61ـ باب فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ، حديث نمبر: 3871

ویسے تو اس پر اتنی احادیث موجود ہیں اگر پوری بیان کرنے بیٹھ گیا تو مکمل کتاب تشکیل دینا پڑ جائے گی تو اب فقط دو احادیث پیش خدمت ہیں جس سے قارئین کو تشفی حاصل ہو جائے گی۔

امام مسلم اپنی صحیح میں کتاب فضائل الصحابة کے باب من فضائل علي بن أبي طالب میں لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن بكار بن الريان ، حدثنا حسان يعني ابن إبراهيم ، عن سعيد وهو ابن مسروق ، عن يزيد بن حيان ، عن زيد بن ارقم ، قال: دخلنا عليه، فقلنا له: لقد رايت خيرا لقد صاحبت رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم وصليت خلفه، وساق الحديث بنحو حديث ابي حيان، غير انه قال: الا وإني تارك فيكم ثقلين احدهما كتاب الله عز وجل، هو حبل الله من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على ضلالة وفيه، فقلنا: من اهل بيته نساؤه؟ قال: لا وايم الله إن المراة تكون مع الرجل العصر من الدهر، ثم يطلقها، فترجع إلى ابيها وقومها اهل بيته اصله، وعصبته الذين حرموا الصدقة بعده۔

ترجمہ: یزید بن حیان سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ہم سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ہم نے کہا: تم نے بہت ثواب کمایا، تم نے صحبت اٹھائی رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور بیان کیا حدیث کو اسی طرح جیسے اوپر گزری۔ اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک تو اللہ کی کتاب، وہ اللہ کی رسی ہے جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہو گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا گمراہ ہو جائے گا۔“ اس روایت میں یہ ہے کہ ہم نے کہا: اہل بیت کون لوگ ہیں بیبیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم عورت ایک مدت تک مرد کے ساتھ رہتی ہے، پھر وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے تو اپنے باپ اور قوم کی طرف چلی جاتی ہے۔ اہل بیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھیال کے لوگ اور عصبہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

حوالہ : صحیح مسلم، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، باب مِنْ فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبِ، حدیث نمبر: 6228

لو جی یہاں تو امام مسلم کہہ رہے ہیں کہ اکابر صحابہ بھی ازواج رسولؐ کو اہل بیتؑ میں شمار نہیں کیا کرتے تھے بلکہ قسم کھا کر کہہ رہے ہیں۔۔

اب ان سے ایک روایت جن کی ایک بیٹی کو یہ ناصبی ملاماں حفصہ کہتا ہے۔۔

عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اکرم کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں آگے آگے جا رہا ہوں اور تم سب میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے والے ہو، یہ ایسا حوض ہے جس کی وسعت صنعاء سے بصریٰ کے برابر ہے اور اس میں ستاروں کے عدد کے برابر چاندی کے پیالے ہوں گے اور جب تم لوگ وارد ہو گے تو میں تم سے ثقلین کے بارے میں سوال کروں گا لہذا اس

کا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، یاد رکھو سبب اکبر کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا خدا کے پاس ہے اور ایک تمھارے پاس ہے، اس سے وابستہ رہنا اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کرنا اور دوسرا ثقل میری عترت اور میری اہلبیتؑ ہیں، خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ آپ کی عترت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرے اہلبیتؑ اولاد علیؑ و فاطمہؑ ہیں، جن میں سے نو حسینؑ کے صلب سے ہوں گے، یہ سب ائمہ ابرار ہوں گے اور یہی میری عترت ہے جو میرا گوشت اور میرا خون ہے۔

حواله: كفاية الاثر ص 91 ، تفسير برہان ، 9/1 نقل از ابن بابويه در كتاب النصوص على الائمة

تو قارئین بہت سی روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اس آیۂ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد چند مہینے تک بعض روایات میں 4 مہینے، بعض میں 8 مہینے اور بعض میں 9 مہینے ذکر ہوئے ہیں کہ نماز صبح کے وقت پیغمبر اکرم ﷺ جب در فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے گزرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے:

"الصلاة! يا أہلَ البيتِ!; إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْہِبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أہْلَ الْبَيْتِ وَيُطَہِّرَكُمْ تَطْہِيرًا

"اے اہل بیتؑ نماز کا وقت ہے، خداوند عالم کا ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس اور برائی کو دور رکھے اور ایسا پاکیزہ قرار دے جیسا پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"!

اس حدیث کو مشہور و معروف مفسر حاکم حسکانی نے اپنی تفسیر "شواہد التنزیل" میں "انس بن مالک" سے نقل کیا ہے۔

اسی مذکورہ کتاب میں ایک دوسری حدیث کے ضمن میں "سات مہینے" کی روایت "ابی الحمراء" سے نقل کی ہے، (یعنی پیغمبر اکرم ﷺ سات مہینے تک درِ فاطمہؑ پر آکر مذکورہ جملے فرمایا کرتے تھے)

نیز اسی کتاب میں آٹھ مہینے کی روایت "ابو سعید خدری" سے نقل کی گئی ہے۔

قارئین کرام! مدت میں فرق ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انس نے چھ ماہ، ابو سعید خدری نے آٹھ ماہ اور ابن عباس نے نو ماہ تک اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو۔ جس نے جتنی مدت دیکھا ہے اسی اعتبار سے نقل کیا ہے حالانکہ ان کی روایت میں کوئی دوسرا اختلاف نہیں ہے۔

بہر حال اتنی مدت تک پیغمبر اکرم ﷺ کا ہر روز اسی عمل کی تکرار کرنا ایک طے شدہ مسئلہ تھا، کیونکہ آنحضرت ﷺ اپنے اس عمل سے یہ بات بالکل واضح کرنا چاہتے تھے کہ "اہل بیت" سے مراد صرف اس گھر کے رہنے والے ہیں، تاکہ آنے والے زمانہ میں کسی کے لئے کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے، اور یہ بات سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ آیت صرف اور صرف ان حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے، لیکن واقعاً تعجب کی بات ہے کہ اس قدر تاکید کے باوجود بھی بعض لوگوں کے نزدیک یہ مسئلہ واضح نہ ہو سکا، کیا واقعاً یہ تعجب کا مقام نہیں ہے!!

خصوصاً جب مسجد النبی ﷺ کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کرا دئے گئے، صرف پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کھلے رہے کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمان جاری کیا تھا کہ ان دو دروازوں کے علاوہ تمام دروازے بند کر دئے جائیں۔

یہاں تحریر کو جبراً روک رہا ہوں تاکہ قارئین اکتا نہ جائیں۔۔ پر ایک سوال کا اعادہ ضرور کروں۔

اپنی ہی کسی کتاب سے اپنے اکابر اصحاب یا خود امہات المؤمنین میں سے کسی زوج کا فقط ایک قول ہی دکھا دو جس میں یہ دعویٰ ہو کہ آیت تطہیر میں ازواج بھی شامل ہیں۔؟

پس ثابت ہوا کہ آیت تطہیر میں اہل بیتؑ سے مراد فقط اور فقط رسولؐ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، مولا علیؑ ،جنابِ سیدہ فاطمہؑ، امامِ حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔

خدا کی لعنت ہو خدا کی کتاب کو ناقص قرار دینے والوں پر اور اس کی تفسیر میں تقصیر کرنے والوں پر۔۔

والسلام، ابو عبد اللہ

اولادِ رسولؐ امام حسنؑ کا قاتل کون؟

معاویہ بن ابوسفیان پر مکمل جے آئی ٹی رپورٹ!

تو ایک جاہل مفتی عامر لیاقت کے پروگرام میں بیٹھ کر اپنے اجداد کا دفاع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قتل امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام میں صحابہ شامل نہیں تھے۔۔

چلو مفتی حنیف قریشی آؤ تمہیں تمہاری ہی مستند کتابوں سے دکھادیتے ہیں کہ اولادِ رسولؐ اکرم کے قاتل یقیناً تمہارے کاتبِ وحی اور اصحاب اور ان کے بیٹے ہی تھے۔۔

نوٹ: ممکن ہے یہ تحریر تھوڑی طویل ہو جائے

میں قطعاً کوئی تمہید نہیں باندھ رہا بلکہ براہ راست اہل سنت کے حوالے مع عربی متن پیش کر رہا ہوں تا کہ کم الفاظ میں منہ توڑ جواب دے سکوں۔

قاتل امام حسن علیہ السلام کون؟

پہلا حوالہ:

الطبقات الکبریٰ میں ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ:

وقال الشعبي: إنما دس اليها معاوية فقال سمي الحسن وأزوجك يزيد وأعطيك مائة الف درهم فلما مات الحسن

شعبی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسنؑ کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

و قال ابن سعد في الطبقات: سمه معاوية مرارا لأنه كان يقدم عليه الشام هو و أخوه الحسينؑ

ابن سعد نے الطبقات الکبری میں کہا ہے کہ: معاویہ نے امام حسنؑ کو کئی بار زہر دیا کیونکہ وہ معاویہ کے پاس شام آنا چاہتے تھے۔

حواله :سبط بن الجوزى الحنفى، شمس الدين أبو المظفر يوسف بن فرغلى بن عبد الله البغدادى ، تذكرة الخواص، ص191۔ 192، ناشر: مؤسسة أهل البيت . بيروت

دوسرا حوالہ:

معاوية كما قيل دهاء فدس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس و كانت زوجة الحسن رضي الله عنه شربة و قال لها إن قتلت الحسن زوجتك بيزيد۔ فلما توفي الحسن بعثت إلي معاوية تطلب قوله فقال لها في الجواب أنا أضن بيزيد۔

معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کر دیا تو اس نے معاویہ سے کہا کہ اب اپنا وعدہ پورا کرو، معاویہ نے پیغام دیا کہ میں یزید سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ سالہا سال زندہ رہے۔

حواله: السعدي الخزرجي، موفق الدين أبي العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ج1، ص174، تحقيق: الدكتور نزار رضا، ناشر: دار مكتبة الحياة – بيروت۔

تیسرا حوالہ:

امام اہل سنت امام قرطبی اپنی کتاب التعریف بالأنساب میں لکھتے ہیں:

و مات الحسن مسموما سمته زوجته بنت الأشعث الكندية دسه إليها معاوية۔

حسن مسموم دنیا سے گئے کہ ان کی بیوی نے معاویہ کے حکم ان کو زہر دیا تھا۔

حوالہ: القرطبی الحنفی، أحمد بن محمد بن إبراهيم الأشعري (متوفی550ھ)، التعريف بالأنساب والتنويه بذوي الأحساب، ج1، ص3

چوتھا حوالہ:

امام نویری اپنی تصنیف میں یوں لکھتے ہیں

قال: و قال أبو قتادة و أبو بكر بن حفص: سم الحسن ابن علي رضي الله عنهما: سمته امرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ قال: و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها في ذلك، وكان لها ضرائر و أنه وعدها بخمسين ألف درهم، و أن يزوجها من يزيد، فلما فعلت وفي لها بالمال، و قال: حبنا ليزيد يمنعنا من الوفاء لك بالشرط الثاني۔

ابو قتادہ اور اَبو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ: یہ کام معاویہ کی سازش کی وجہ سے ہوا کیونکہ معاویہ امام کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ معاویہ نے اس کو وعدہ دیا کہ اگر یہ کام کرو گی تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور اپنے بیٹے یزید کی تم سے شادی کروں گا۔ جب جعدہ نے یہ کام انجام دے دیا تو معاویہ نے اس کو درہم تو دے دیئے اور کہا کہ مجھے یزید کی جان عزیز ہے اس لیے میں اس کی شادی تم سے نہیں کروں گا۔

حوالہ: النويري،شهاب الدين أحمد بن عبد الوهاب(متوفی733ھ)، نهاية الأرب في فنون الأدب،ج 20، ص201، تحقيق مفيد قمحية و جماعة، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

پانچواں حوالہ:

امام زمخشری نے لکھا

جعل معاوية لجعدة بنت الأشعث امرأة الحسن مائة ألف حتي سمته، و مكث شهرين و إنه ليرفع من تحته كذا طستاً من دم

معاویہ نے ایک لاکھ دینار امام حسن کی بیوی کو دیئے اور اس سے کہا کہ امام کو زہر دے دو، امام اس واقعے کے دو ماہ بعد زندہ رہے۔ زہر کا اتنا اثر ہوا کہ خون سے بھرا ہوا طشت بار بار امام کے سامنے سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

حواله: الزمخشري الخوارزمي، ابو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد جار الله (متوفی538ھ)، ربيع الأبرار، ج1، ص438

چھٹا حوالہ:

امام بلاذری نے انساب الأشراف میں لکھا

معاوية دس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس امرأة الحسن، و أرغبها حتي سمته و كانت شانئة له۔

معاویہ نے مخفی طور پر جعدہ بنت اشعث کو پیغام دیا کہ اور اس کو اتنا اصرار کیا کہ امام کو مسموم کرو، اس کا رابطہ امام سے ٹھیک نہیں تھا۔

پھر لکھتے ہیں۔۔

و قال الهيثم بن عدي: دس معاوية إلي ابنة سهيل بن عمرة امرأة الحسن مائة ألف دينار علي أن تسقيه شربة بعث بها إليها ففعلت

ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے سازش کی اور سہیل ابن عمرۃ کی بیٹی کہ جو امام حسن کی بیوی تھی، سے کہا کہ اگر تم امام حسن کو زہر دو تو تم کو ایک لاکھ دینار دوں گا، اس نے بھی اس کام کو انجام دے دیا۔

حواله: البلاذري، أحمد بن يحيي بن جابر (متوفی279ھ)، أنساب الأشراف، ج1، ص389

ساتواں حوالہ:

أن مروان بن الحكم الذي كان حاكما للمدينة من قبل معاوية بن أبي سفيان قد أرسله معاوية و معه منديل ملطخ بالسم و قال له أن عليه بأي تدبير يستطيعه أن يخدع جعده بنت الأشعث بن قيس زوجة الحسن حتي تقدم بعدها علي إزالة وجود الحسن من هذه الدنيا بواسطة هذا المنديل، وقل لها عني أنها إذا أرسلت الحسن إلي العالم الآخر وأتمت المهمة فإن لها خمسين ألف درهم و أنها ستكون زوجا ليزيد۔ فأسرع مروان بن الحكم إلي المدينة ليقوم بما قاله معاوية و سعي جاهدا إلي خداع جعدة التي كان لقبها (أسماء) التي انطلت عليها الحيلة و نفذت ما قاله معاوية و دست السم للإمام الحسن عليه السلام الذي سري في جسده فنقل إلي دار السلام۔

مروان ابن حکم معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا۔ معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کردے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ آیا تاکہ معاویہ کے حکم پر عمل کرسکے۔

آخر کار مروان نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کرلیا۔

جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر امام کو زہر دے کر شہید کردیا۔

حواله: الأحمد نكري، القاضي عبد النبي بن عبد الرسولؒ الحنفي الهندي، دستور العلماء أو جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، ج4، ص50، تحقيق: عرب عباراته الفارسية: حسن هاني فحص، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

آٹھواں حوالہ:

ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا:

عن مغيرة، قال: أرسل معاوية إلي ابنة الأشعث إني مزوجك بيزيد ابني، علي أن تسمي الحسن بن علي، و بعث إليها بمائة ألف درهم

مغیرہ سے روایت ہے کہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

حواله: ابو الفرج الاصفهاني، مقاتل الطالبيين، (متوفی356ھ)، مقاتل الطالبين، ج1، ص20، باب رجع الحديث الي خبر الحسن

نواں حوالہ:

امام ابن اعثم شافعی اپنی کتاب الفتوح میں لکھا ہے

سمعنا من الثقات أنه حين قرر معاوية بن أبي سفيان أن يجعل ولده يزيدا ولي عهده، مع علمه بأن هذا الأمر صعب المنال نظر لأن الصلح الذي أبرم بينه و بين الحسن بن علي كان من بين شروطه أن يترك معاوية أمر المسلمين شوري بينهم بعد وفاته۔ لذلك سعي في موت الحسن بكل جهده، و أرسل مروان بن الحكم (طريد النبي صلي الله عليه و آله وسلم) إلي المدينة و أعطاه منديلا مسموما و أمره بأن يوصله إلي زوجة الحسن جعدة بنت الأشعث بن قيس بما استطاع من الحيل لكي تجعل الحسن يستعمل ذلك المنديل المسموم بعد قضاء حاجته و أن يتعهد لها بمبلغ خمسين ألف درهم و يزوجها من ابنه۔ فذهب مروان تنفيذا لأمر معاوية و استفرغ جهده حتي خدع زوجة الحسن و نفذت المؤامرة و علي إثر ذلك انتقل الحسن إلي دار السلام و اغترت جعدة بمواعيد مروان و أقدمت علي تلك الجريمة الشنعاء۔

میں نے مورد اطمینان افراد سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کیا حالانکہ وہ خود جانتا تھا کہ یہ کام ہونے والا نہیں ہے کیونکہ اس نے صلح نامے میں امام حسن کو وعدہ دیا تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین نہیں بنائے گا۔ اس لیے اس نے پوری کوشش شروع کر دی کہ امام حسن کو قتل کر دے۔ اسی لیے معاویہ نے مروان ابن حکم کو مدینہ روانہ کیا اور معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت

اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ گیا اور آخر کار اس نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر اس گناہ کو انجام دیا اور امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

حواله: الكوفي، أبي محمد أحمد بن أعثم (متوفى314هـ)، كتاب الفتوح، ج 4، ص 319، تحقيق: علي شيري (ماجستر في التاريخ الإسلامي)، ناشر: دار الأضواء للطباعة و النشر و التوزيع . بيروت

دسواں حوالہ:

امام تلمستانی نے لکھا ہے کہ:

و مات الحسن، رضي الله عنه، مسموما يُقال إن امرأته " جَعْدة " بنت الأشعث بن قيس سمَّته. دَسَّ إليها معاوية أن تسمَّه فإذا مات أعطاها أربعين ألفا، و زوَّجها من يزيد فلما مات الحسن وفَّي لها بالمال و قال لها: حاجة هذا ما صنعت بابن فاطمة، فكيف تصنع بابن معاوية؟ فخسرت و ما ربحت.

حسنؑ مسموم دنیا سے گئے اور کہا گیا ہے کہ امام کی بیوی نے جعدہ بنت اشعث بن قیس نے امام کو زہر دیا تھا۔ معاویہ نے مخفی طور پر اس کو پیغام دیا کہ اگر تم امام حسن کو شہید کرو تو میں تم کو 40 ہزار درہم دوں گا اور تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کیا تو معاویہ نے اسے درہم تو دیئے لیکن اس سے کہا کہ جب تم نے فاطمہ کے بیٹے کے ساتھ یہ کیا ہے تو تم میرے بیٹے یزید کے ساتھ کیا کرو گی۔ پس جعدہ نے اپنا نقصان کیا اور اسکو کچھ حاصل بھی نہیں ہوا۔

حواله: الانصاري التلمساني، محمد بن أبي بكر المعروف بالبري (متوفى644هـ) الجوهرة في نسب النبي وأصحابه العشرة، ج1، ص282

گیارہواں حوالہ:

امام قرطبی مالکی لکھتے ہیں

و قال قتادة و أبو بكر بن حفص سم الحسن بن علي سمته إمرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها من ذلک و كان لها ضرائر و الله أعلم

ابو قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔

یہ کام معاویہ نے جعدہ کے ساتھ سازش کی تھی اور اسکو یہ کام کرنے پر مال بھی دیا تھا۔ اس کے علاوہ معاویہ کی چند بیویاں تھیں کہ شاید انہوں نے معاویہ کو یہ کام کرنے کا کہا تھا۔

حواله: النمري القرطبي المالكي، ابوعمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر (متوفى 463هـ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج1، ص389، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار الجيل – بيروت

بارہواں حوالہ:

امام مسعودی شافعی نے لکھا ہے کہ:

و ذكر أن امرأته جَعْدة بنت الأشعث بن قيس الكندي سقته السم، و قد كان معاوية دسَّ إليها: إنك إن احتلْتِ في قتل الحسن وَجَّهت إليك بمائة ألف درهم، و زوَّجتك من يزيد

جعدہ بنت اشعث بن قیس کہ جو امام حسن کی بیوی تھی۔ اس نے امام کو معاویہ کے کہنے پر زہر دیا کیونکہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

حواله: المسعودي، ابوالحسن علي بن الحسين بن علي (متوفى346هـ) مروج الذهب، ج1، ص346، باب ذكر خلافة الحسن بن علي بن أبي طالب

حوالے اور بھی ہیں پر میں یہاں بارہ امامی ہونے کے باعث فقط 12 حوالے پیش کیے ہیں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

مسیار اور جہاد النکاح کی ناجائز اولادوں کو نکاح متعہ پر جواب

یہاں میں اپنا وہ مناظرہ نقل کرتا ہوں جو کئی سال پہلے شاید میں انٹر کے فرسٹ ایئر میں ہونگا۔۔ایک اہل سنت بریلوی عالم سے ہوا تھا جس کے بعد اس بیچارے عالم کو اس کی مسجد سے نکال باہر کر دیا گیا تھا۔

تو وقت ضائع کیے بغیر وہی مکالمہ (مزید حوالوں) کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

مولانا: آپ لوگ متعہ کیوں کرتے ہیں؟

ابو عبد اللہ: آپ لوگ متعہ کیوں نہیں کرتے؟

مولانا: یہ حرام نکاح ہے۔

ابو عبد اللہ: حرام نکاح؟؟اگر یہ حرام نکاح ہے تو پھر قرآن مجید میں اس نکاح کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے اس کا مہر ادا کرنے کا حکم کیوں دیا؟؟

مولانا: ہیں ہیں۔۔ قرآن میں کہاں آ گیا؟؟

ابو عبد اللہ: محترم آپ اس مسجد میں کہاں سے آ گئے بنا قرآن پڑھے اور وہ بھی مولانا بن کر اور اتنا بڑا بڑا کیوں لکھ رکھا ہے اپنے حجرے کے باہر کہ آپ اسلامک اسٹیڈیز میں ماسٹر ہیں اور نجانے کس دار العلوم سے فاضل بھی؟
کیا وہاں قرآن مجید کے علاوہ کچھ اور پڑھا کر عالم فاضل کی جعلی ڈگری دی جاتی ہے؟؟(
مولانا کا چہرہ عجیب ہونے لگا اور رنگ بھی)

مولانا: آپ مجھے چھوڑیں اور سیدھا سیدھا ثابت کریں (جھنجھلا کر بولے)

ابوعبداللہ: محترم لگتا ہے آپ قرآن کو چھوڑ چکے ہیں تبھی مجھ سے ثبوت مانگ رہے ہیں (میں ہنستے ہوئے بولا)۔۔اور بھائی ہم شیعہ ہی کیوں ثابت کرتے رہیں؟؟ آپ نے بھی تو دعویٰ کیا ہے کہ یہ حرام نکاح ہے تو آپ مجھے ثابت کر دیں کہ یہ حرام کیسے ہے۔۔ پھر میں قرآن اور شریعتِ محمدی کا دفاع کرتے ہوئے یہ ثابت کروں گا کہ آپ بالکل غلط ہیں۔۔ اور ویسے بھی میں آپ سے عمر (دل میں بولا بے شمار) بہت چھوٹا ہوں شروعات تو آپ کو کرنی چاہیے۔۔

لو جی جاہل کی دم پر تعریف کا پاؤں رکھ دیا میں نے۔۔

مولانا: ٹھیک ہے میں ثابت کر دیتا ہوں کہ یہ حرام ہے۔۔

ابوعبداللہ: یہ ہوئی نا بڑوں والی بات۔۔جی بسم اللہ

مولانا: صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ

ال عمر ثلاث کن علی عهد رسولؐ اللهﷺ وانا محرمهن و معاقب علیهن : متعة الحج، متعة النساء وحیّ علی خیر العمل فی الاذان ۔

عمر نے کہا رسولؐ اللہ ﷺ کے زمانے میں تین چیزیں رائج تھیں لیکن میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور انجام دینے والوں کو سزا دوں گا، وہ متعہ حج، متعہ نساء اور اذان میں حی علی خیر العمل کا جملہ ہے۔

صحیح بخاری ، باب التمتع والقران والافراد، ح ۱۵۶۳، صحیح مسلم، باب جواز التمتع، ح۱۲۲۳

ابو عبد اللہ: مجھ سے تو ہنسی کنٹرول نہ ہوئی اور بولا۔۔ مولانا صاحب آپ نے شیعوں کے بغض میں متعہ کو حرام کرتے کرتے دوسرے خلیفہ کو بھی مشکوک کر دیا؟ (مولانا اور ان کے ساتھ بیٹھے کچھ چیلے ایک دم سٹ پٹا گئے)

مولانا: بیٹا آپ ابھی بچے ہیں ایسی باتیں نا کریں جبکہ میں حدیث شریف دکھا چکا ہوں۔

ابو عبد اللہ: اچھا یہ جو حدیث آپ نے بیان کی ہے اس میں یہی ہے نا کہ رسولؐ اللہ کے زمانے میں یہ تین چیزیں جن میں سے ایک متعہ ہے وہ حلال تھیں اور دوسرے خلیفہ نے اقرار بھی کیا اور ساتھ میں حرام بھی کر دیا۔۔ ایسا ہی ہے؟

مولانا: جھٹ سے بولے۔۔ ہاں بالکل ان چیزوں کو فاروقِ اعظم نے اجتھاد کرتے ہوئے حرام کیا تھا؟

ابو عبد اللہ: ٹھیک یعنی آپ بھی حضرت عمر کی طرح یہ مانتے ہیں کہ یہ رسولؐ اللہ کے زمانے میں حلال اور جائز تھا۔

مولانا: بالکل بالکل۔۔

ابو عبد اللہ: تو کیا دوسرے خلیفہ نے یہ حدیث نہیں سن رکھی تھی کہ

حَرَّمَهُ اللَّهُ وَرسولُهُ ، فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اللہ اور اس کے رسولؐ کا حرام قرار دیا ہوا، قیامت تک حرام ہے۔۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے ان کا حلال اور جائز کیا ہوا قیامت تک جائز و حلال ہے؟ آپ ہی کی صحیح السند حدیث ہے نا یہ؟؟ (میں مسکراتے ہوئے بولا) تو پھر جب خدا اور اس کے رسولؐ نے حرام نہیں کیا جو کہ

عمر خود اقرار کر رہے ہیں تو پھر انہوں نے اجتہاد کرتے ہوئے حلالِ محمد کو اپنے زمانے میں حرام کیسے کر دیا؟؟ جواب دیں؟؟ یا تو یہ مانیں کہ میری پیش کی گئی حدیث غلط ہے اور ساتھ میں یہ بھی ثابت کریں کہ کیسے غلط ہے جبکہ یہ حدیث جامع الحدیث الصحیحۃ میں بھی موجود ہے اور تمام علماء رجال اس کی سند کو صحیح مانتے ہیں۔
اب تو چہرے پر ہوائیاں اڑانے لگیں۔۔ قسم سے۔۔

مولانا: ہکا بکا ہو کر بولے۔۔۔ یہ بھی تو حدیث ہے جو میں نے پیش کی ہے وہ بھی تو صحیح ہے تو اسے مان لیں آپ؟
(ساتھ ساتھ وہ کتابوں کے صفحات پلٹتے ہوئے بولے)

ابو عبد اللہ: یعنی جواب ہے ہی نہیں آپ کے پاس جو میں نے آپ سے سوال کیا ہے (ساتھ بیٹھے ان کے چیلوں کا منہ دیکھنے والا تھا)۔۔ میں پھر بولا۔۔ اچھا چلیں اس کو مان لیتے ہیں۔۔ ٹھیک۔۔ تو یہ بتائیں کہ اگر کوئی حدیث قرآن کے ٹکرائے تو کیا آپ حدیث کو مانیں گے یا قرآن مجید کی آیت کو؟

مولانا: (اپنی کتاب کے صفحات پلٹتے ہوئے) یقیناً قرآن کا مقابلہ کسی سے ہو نہیں سکتا۔۔

ابو عبد اللہ: سبحان اللہ مولانا سبحان اللہ۔۔ آپ کی ان کتابوں کے ساتھ جو قرآن رکھا ہے کیا اس میں سورہ نساء کی آیت 24 کھول کر پڑھ سکتے ہیں ترجمہ کے ساتھ؟

مولانا: (مولانا کو سارے چیلے گھورنے لگے۔۔ اتنے میں سے ایک چیلے نے فوراً قرآن اٹھا کر سورہ کھول لی) مولانا نے جذباتی انداز میں فوراً قرآن پاک اس کے ہاتھ سے لیا اور بولے کون سی آیت ہے نشان بتائیں؟

ابو عبداللہ: بتایا تو تھا۔۔ سورہ نساء کی چوبیسویں آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔۔

مولانا: بات کاٹتے ہوئے۔۔ میں پڑھتا ہوں آپ تحمل کریں۔۔

ابو عبداللہ: جی جی بسم اللہ۔۔ معذرت چاہتا ہوں۔۔ ترجمہ بھی ضرور پڑھیے گا

مولانا: یقیناً۔۔ پھر مولانا نے شروع سے آیت پڑھنا شروع کر دی۔ اور ترجمہ پڑھتے ہوئے کہتے: اللہ فرمارہا ہے کہ

ابو عبداللہ: اب میں بات کاٹتے ہوئے۔۔ قبلہ بس اس کا ترجمہ کر دیں کہ جہاں سے فما استمتعتم سے شروع ہے۔

مولانا: (مولانا اور اس کے چیلوں نے عجیب نظروں سے مجھے گھورا) مولانا اپنی عینک نیچے کرتے ہوئے پڑھنے لگے۔۔

اللہ فرمارہا ہے: اور ان عورتوں میں سے جن سے تم متعہ کرو۔ تو ان کی مقررہ اجرتیں ادا کر دو۔ اور اگر زرِ مہر مقرر کرنے کے بعد تم آپس میں (کم و بیش پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بے شک اللہ بہت جاننے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

ابو عبداللہ: (آیت کا ترجمہ پڑھنا تھا کہ چیلوں پر بجلی گری) میں نے فوراً ترجمہ کو وہیں سے پکڑا اور بولا۔۔ جن عورتوں سے تم متعہ کرو۔۔ قبلہ یہی ترجمہ ہے نا۔۔ یہ تو محکم آیت ہے جناب۔ صاف صاف قرآن کا حکم ہے۔

مولانا: (چیلوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولے) ہاں یہی ترجمہ ہے۔۔ لیکن یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی۔۔ تبھی تو فاروق اعظم نے اجتہاد کیا تھا۔

ابو عبداللہ: (میں مسکراتے ہوئے) اچھا منسوخ ہو گئی تھی۔۔ تو جناب اگر یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی بقول آپ کے تو پھر اس آیت کے نسخ پر دوسری ناسخ آیت آئی ہو گی، وہ دکھادیں کہاں پر ہے اور کون سی ہے؟

مولانا: (اپنی کتابوں کے صفحات ٹٹولتے ہوئے) اس آیت کو رسولؐ نے منسوخ کیا تھا اپنے حکم سے۔۔

ابو عبداللہ: ارے قبلہ۔۔ پہلی بات تو یہ کہ آیت کوئی دوسری آیت ہی منسوخ کر سکتی ہے، کوئی حدیث آیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چلیں فی الحال مان بھی لیں تو دوسری بات یہ ہے کہ آپ فرما چکے ہیں کہ حضرت عمر نے یہ اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رسولؐ کے زمانے میں جائز تھا جسے میں حرام کرتا ہوں۔۔ تو جب رسولؐ نے اپنے زمانے میں ہی اسے منسوخ کر دیا تھا تو پھر عمر یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ کہ زمانے میں جائز تھا؟؟ اور منسوخ ہی ہو چکا تھا تو پھر عمر کو کیا ضرورت تھی اسے حرام کرنے کی؟

اب تو مولانا کی نیچے سے زمین سرکنے لگی۔۔ پھنس گئے بری طرح۔۔ اتنے میں ایک چیلہ جذباتی ہو کر بولا، امام صاحب۔۔ جواب دیں نا اس کا۔۔

مولانا کچھ نا بول سکے اور کتابوں کے صفحے پلٹتے رہے

ابو عبداللہ: (اتنے میں نے اس چیلے کو مخاطب کر کے کہا) یہ جواب ہی نہیں دے سکتے۔۔ کیونکہ اگر جواب ہاں میں ہو گا تو قرآن اور ان کی پیش کی گئی حدیث کو جھٹلانا پڑے گا اور اگر نہ میں دیا تو، حضرت عمر دائرہ اسلام سے باہر ہو جائیں شریعت کا اور قرآن کا حکم جھٹلا کر

چلیں میں خود ہی آپ کی کتابوں سے کچھ احادیث پیش کر کے حجت تمام کر دیتا ہوں۔۔ جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ زمانہ رسولؐ سے لے کر پہلے خلیفہ اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ عرصے تک متعہ نا صرف جائز تھا بلکہ صحابہ کرام خود بھی متعہ کیا کرتے تھے۔۔۔ کیوں مولانا کو مزید زحمت دیں۔۔

حوالہ نمبر 1:

وحدثنا الحسن الحلواني ، حدثنا عبد الرزاق ، اخبرنا ابن جريج ، قال: قال عطاء : قدم جابر بن عبد الله معتمرا، فجئناه في منزله، فساله القوم عن اشياء، ثم ذكروا المتعة، فقال: " نعم استمتعنا على عهد رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم، وابي بكر، وعمر "۔

عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ عمرے کے لیے آئے اور ہم سب ان کی منزل میں ملنے کے لیے گئے اور لوگوں نے ان سے بہت باتیں پوچھیں پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہاں ہم نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا ہے۔

باب نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَبَيَانِ أَنَّهُ أُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ ثُمَّ أُبِيحَ ثُمَّ نُسِخَ وَاسْتَقَرَّ تَحْرِيمُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: صحيح مسلم - حديث نمبر: 3415

حوالہ نمبر 2:

وحدثنا محمد بن بشار ، حدثنا محمد بن جعفر ، حدثنا شعبة ، عن عمرو بن دينار ، قال: سمعت الحسن بن محمد ، يحدث، عن جابر بن عبد الله ، وسلمة بن الاكوع ، قالا: خرج علينا منادي رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم، فقال: " إن رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم قد اذن لكم ان تستمتعوا يعني: متعة النساء "۔

سیدنا جابر اور سلمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم پر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی نکلا اور اس نے پکارا کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

صحيح مسلم، باب نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، حديث نمبر: 3413

حوالہ نمبر3:

صحیح مسلم حدیث نمبر:3416

حدثني محمد بن رافع ، حدثنا عبد الرزاق ، اخبرنا ابن جريج ، اخبرني ابو الزبير ، قال: سمعت جابر بن عبد الله ، يقول: " كنا نستمتع بالقبضة من التمر، والدقيق الايام على عهد رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم، وابي بكر حتى نهى عنه عمر في شان عمرو بن حريث "۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم متعہ کرتے تھے یعنی عورتوں سے کئی دن کے لئے ایک مٹھی کھجور اور آٹا دے کر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہاں تک کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے عمرو بن حریث کے قصہ میں منع کیا۔

حوالہ نمبر4:

حدثنا حدثنا حامد بن عمر البكراوي ، حدثنا عبد الواحد يعني ابن زياد ، عن عاصم ، عن ابي نضرة ، قال: كنت عند جابر بن عبد الله، فاتاه آت، فقال ابن عباس، وابن الزبير، اختلفا في المتعتين، فقال جابر : فعلناهما مع رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم، ثم نهانا عنهما عمر، فلم نعد لهما۔

ابو نضرہ نے کہا کہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے دونوں متعوں (یعنی حج تمتع اور

عورتوں کے متعہ) میں اختلاف کیا ہے۔ سو سیدنا جابر رضی اللّٰہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دونوں متعے کیے ہیں پھر ان دونوں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے ان دونوں کو نہیں کیا۔

حواله: صحيح مسلم الجزء الأول صفحة 672

حوالہ نمبر5:

حدثنا إسحاق بن جبرائيل البغدادي، اخبرنا يزيد، اخبرنا موسى بن مسلم بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر بن عبد الله، ان النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" من اعطى في صداق امراة ملء كفيه سويقا او تمرا فقد استحل"۔ قال ابو داود: رواه عبد الرحمن بن مهدي، عن صالح بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر موقوفا۔ ورواه ابو عاصم، عن صالح بن رومان، عن ابي الزبير، عن جابر، قال: كنا على عهد رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم نستمتع بالقبضة من الطعام على معنى المتعة۔ قال ابو داود: رواه ابن جريج، عن ابي الزبير، عن جابر، على معنى ابي عاصم۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی عورت کو مہر میں مٹھی بھر ستو یا کھجور دیا تو اس نے (اس عورت کو اپنے لیے) حلال کر لیا“۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے صالح بن رومان سے انہوں نے ابوزبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اسے ابوعاصم نے صالح بن رومان سے، صالح نے ابوالزبیر سے، ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ ہم رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مٹھی اناج دے کر متعہ کرتے تھے ا۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اسے ابن جریج نے ابوالزبیر سے انہوں نے جابر سے ابوعاصم کی روایت کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

سنن ابي داود، كِتَاب النِّكَاحِ، 30۔ باب قِلَّةِ الْمَهْرِ، حديث نمبر: 2110

حوالہ نمبر6:

سورہ نساء کی آیت 24 کے ذیل میں حضرت ابن عباس نے فرمایا:

ما كانت المتعة الا رحمة من الله رحم بها امة محمد لو لا نهى عمر مازنى الاشقى ۔

امت محمد ﷺ کے لیے متعہ اللہ کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اگر حضرت عمر اسے ممنوع قرار نہ دیتے تو شقی کے سوا کوئی زنا نہ کرتا۔

نهاية المجتهد ٢:٥٧۔ تفسیر قرطبی ٥ :١٣٠۔ تفسیر سمرقندی ١ :٣٤٦

حوالہ نمبر7:

أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلِ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَ اللَّفْظُ لَهُ قَالَ أُنْزِلَتِ الْمُتْعَةُ فِي كِتَابِ اللهِ وَ عَلِمْنَاهَا وَ فَعَلْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ ص وَ لَمْ يَنْزِلْ قُرْآنٌ بِتَحْرِيمِهَا وَ لَمْ يُنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ رسولؐ الله ﷺ

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب میں عمران بن حصین سے متعۃ النساء اور اس کے الفاظ کے بارے میں روایت کرتے ہوئے کہا: متعہ کا حکم قرآن میں آیا ہے اور ہم اسے جانتے بھی ہیں اس پر رسولؐ اللہ ﷺ کی موجودگی میں عمل بھی کئے ہیں۔ اور قرآن میں کوئی آیۃ بھی نہیں اتری ہے جو اسے حرام قرار دیتی ہو اور اس سے منع بھی نہیں کیا گیا؛ یہاں تک کہ رسولؐ خدا ﷺ اس دار فانی سے رخصت کر گئے۔ اسی روایت کے ذیل میں نقل کیا ہے: عبد المحمود بن داود نے کہا دیکھئے کہ صحاح ستہ کی واضح احادیث جو نکاح متعہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سب کا یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے فقط یہ دیکھیں کہ ان کے خلیفہ عمر نے نبی کی شریعت میں تبدیلی لائی ہے پھر یہ دیکھیں کہ ان کے ماننے والے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے ممنوع سمجھتے ہیں پس کیا یہ جائز ہے کہ انبیاء

کی شریعت میں ان کے اصحاب اور نمائندے تبدیلی لائیں یا اپنے لئے ایک جدید حکم منتخب کرے جو سنت رسولؐ کے خلاف ہو؛ تو کیا یہ لوگ اس آیہ شریفہ کا مصداق نہیں ہونگے ؟!!

الطرائف فی معرفة مذاہب الطوائف،ج۲۴۵۹،نہی عمر عن المتعة، ص ۴۵۷

حوالہ نمبر8:

ایک مرد شامی نے عبد اللہ بن عمر سے متعہ حج کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا حلال ہے۔ تو مرد شامی نے کہا: آپ کے والد نے تو اسے حرام قرار دیا ہے عبد اللہ نے ے کہا: میرے بابا نے مع کیا ہے اور رسولؐ خدا ﷺ نے اس پر عمل کیا ہے۔ اب تو خود بتا کہ میں کیا کروں ؟ میرے بابا کے روکنے کو عملی کروں یا سنت پیغمبر ﷺ کو اپناؤں ؟! اور میں پیغمبر ﷺ کی سنت کو اپناؤں گا دور ہو جا یہاں سے۔

سنن ترمذی،ح ۴۲۸

حوالہ نمبر9:

اور میرے بھائیوں جو اوپر حدیث نقل کی تھی میں نے محمد کا حرام قیامت تک حرام والی اس کا حوالہ یہ ہے۔

حَرَّمَهُ اللَّهُ وَرسولُهُ ، فَهُوَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

تخريج الحديث: صحيح: أخرجه المصنف فى التاريخ الكبير: 8/54 و أحمد: 23854 و الطبراني فى الكبير: 20/256 و البزار فى مسند: 6/50 و البيهقي فى الشعب: 12/99 - الصحيحة: 65

اب تو وہ زلزلہ آیا کہ چہرے پیلے ہو گئے مولانا اور ان کے چیلوں کے۔۔۔ ایسا لگتا تھا جسموں میں روح ہی نہیں۔۔

پھر تھوڑی دیر بعد سکوت ٹوٹا۔۔ تو مولانا نے فرمایا۔۔

آپ سادات میں سے ہیں؟؟

میں نے کہا الحمد للہ۔۔ سید ہوں۔۔

پھر انکساری چہرے پر چڑھا کر اپنے چیلوں کو گھورتے ہوئے ایک جملہ کہا جسے میں آج تک نہیں بھولا اور نا ہی ان کا وہ انداز۔۔۔ کہنے لگے۔۔

"بے شک۔۔ سید کا بیٹا، سید ہی ہوتا ہے"!!

مناظرہ، ابو عبد اللہ

مبینہ علمی کتابی جاہل مولوی سے توسلِ اہل بیتؑ پر ابو عبد اللہ کا مناظرہ

ناصبی: ابو عبد اللہ، تم اور تمہارے شیعہ اب تک مشرکین مکہ کی طرح ہو جو غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں، جبکہ قرآن مجید کی واضح آیات میں سے ایک ہے جو ہر بچے کو حفظ ہے۔۔اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُؕ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے الَّذینَ یَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لا یَسْتَجیبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ، اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اب تم لوگ جو یا علیؑ مدد کہتے ہو وہ قرآن کے خلاف ہے تبھی تم لوگ مشرک ہو کیونکہ جس علی کو تم مدد کے لیے پکارتے ہو وہ تو خود اللہ سے مدد مانگتے تھے اور جبکہ وہ اب اس دنیا جا چکے ہیں تو پھر بھی تم باز نہیں آتے اور کھلم کھلا قرآن کا مذاق اڑاتے ہوئے غیر اللہ سے مدد مانگ کر شرک کے مرتکب ہوتے ہو۔۔

ابو عبد اللہ: میں نے مسکرا کر کہا، آپ کی تکفیریت کا راگ پورا ہو چکا یا باقی ہے؟

ناصبی: اسی کا جواب دے دو۔۔ باقی باتیں بعد میں!

ابو عبد اللہ: ٹھیک ہے جلدی کیا ہے۔۔ اچھا بتاؤ تم نے جو کچھ بکواس کی کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے پاس جو توحید ہے وہ حقیقی معنوں میں توحید ہے جبکہ شیعہ توحید سے ناواقف ہیں؟

ناصبی: یقیناً سو فیصد۔۔ ایسا ہی ہے (فل سینہ چوڑا کر کے بولے)

ابو عبد اللہ: اس کا پتا تو تمہیں جلد چل جائے گا جب میں تمہارے علمی کتابی کیڑے سے تمہیں ہی ڈسواؤں گا۔۔ جلدی کیا ہے

ناصبی: ہنس کر کیا ثابت کر رہے ہو۔۔؟؟ حق پر ہو تو قرآن سے جواب دو۔

ابو عبد اللہ: وہاں۔۔ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم لوگ تو اس خلیفہ کے پیروکار ہو جس نے دورِ رسالت میں ہی سنت نبوی کو چھوڑ دیا تھا یہ نعرہ لگا کر حسبنا کتاب اللہ۔۔ (میں ہنس ہنس کر اسے مزید جلا رہا تھا)

ناصبی: ہم تم سے زیادہ کتاب و سنت کے قریب ہیں، ادھر ادھر کی باتیں مت کرو سیدھا سیدھا جواب دو اگر دے سکو تو۔

ابو عبد اللہ: یعنی تم یہ کہہ رہے ہو کہ اگر میں کوئی حدیث رسولؐ تمہارے خلیفہ کے دعوے کے خلاف پیش کر دوں تو تم مان لوگے جبکہ ان حضرت نے تو کہہ دیا تھا کہ ان کے لیے فقط کتاب اللہ کافی ہے؟؟

اب تم بتاؤ قرآن کے ساتھ حدیث رسولؐ کو بھی مانو گے یا نہیں؟

ناصبی: بالکل مانو گا۔۔ جس کا کلمہ پڑتا ہوں اس کی مانتا بھی ہوں یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی۔۔ تم جواب تو دو۔۔ (مسکرا کر بولے)

ابو عبد اللہ: چلو جی یہ تو اچھا ہو گیا۔۔ تو اب چھترول شروع کرتا ہوں۔۔ (میں نے سانس بھرتے ہوئے کہا... اور فوراً مخاطب ہوا۔۔ ایک بات کا اور جواب دے دو پہلے کہ کیا تمہیں عربی گرامر کی الف ب آتی ہے؟

ناصبی: میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوں اور حافظ بھی ہوں، اس کی فکر چھوڑو۔۔ آپ جواب دو شاباش۔۔

ابو عبد اللہ: ارے ماشاء اللہ۔۔ اب تو خوب مزہ آئے گا... تو شروع سرکار۔۔ یہ بتائیں کہ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کیوں کہا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

ناصبی: کیونکہ اللہ نے انسان کو عقل اور اختیار عطا کیا ہے جو کسی اور مخلوق کو نہیں دیا اسی لیے انسان سب مخلوقات پر اشرف ہے۔۔

ابو عبد اللہ: واہ بھائی۔۔یعنی عقل امتیاز ہے دوسری مخلوقات کے مقابلے پر... چلیں پھر عقل سے ہی شروع کرتے ہیں۔۔ آپ نے سب سے پہلے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ والی آیت پیش کی تھی درست؟

تو اب عقل سے ایک سوال کا جواب دے کر خود کو دیگر مخلوقات سے اشرف بھی ثابت کریں۔۔ سوال: اگر اس آیت سے یہی مراد لیا جائے کہ کسی سے مدد نہیں مانگی جا سکتی سوائے اللہ کے تو اس دنیا میں بھی کوئی کسی زندہ سے بھی مدد نہیں مانگ سکتا کیونکہ اس آیت میں زندہ و مردہ کا کوئی فرق نہیں رکھا گیا، تو پھر آپ جو اپنے مدرسوں کے لیے کسی زندہ سے چندہ جمع کر کے مدد مانگتے ہیں وہ کس عقلی اصول پر درست ہوا؟؟

ایک دم سناٹا۔۔ ھاناصبی کا رنگ اڑ گیا

ناصبی: جھنجھلا کر...۔ زندہ سے مانگ سکتے ہیں...

ابو عبد اللہ: ارے یہی تو پوچھ رہا ہوں کیسے مانگ سکتے ہیں جبکہ اس آیت میں تو ایسی کوئی قید نہیں کہ فقط زندوں سے مدد مانگ سکتے اور مردوں سے نہیں؟(میں ہنستے ہوئے بولا)

ناصبی: تم اسی آیت کو پکڑ کر کیوں بیٹھ گئے ہو؟؟ باقی آیات بھی ہیں ان کا ہی جواب دے دو

ابو عبد اللہ: پھر ایک اور قہقہہ لگایا میں نے اور کہا قبلہ آپ نے ہی کہا تھا کہ انسان اپنی عقل کی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے اب جب عقل سے جواب چاہ رہا ہوں تو آپ بچ نکلنے کا راستہ کھوج رہے ہیں۔۔ تو ثابت ہوا کہ آپ اشرف نہیں۔۔

ناصبی: تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔۔ دوسری آیت کا جواب دو۔۔

ابو عبد اللہ: ہاں ہاں کیوں نہیں... دوسری آیت جو آپ نے پیش کی کہ الَّذينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لا يَسْتَجيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ۔۔یعنی: اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہیں وہ

انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔اس آیت سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو مدد کے لیے نہیں پکارا جاسکتا تو پھر ایک اور عقلی جواب عنایت فرمائیں۔۔ اگر عقل رکھتے ہیں... قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: تنصر اللہ ینصر کم یعنی تم اللہ کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا یہاں تو قادر مطلق اللہ خود ہم سے مدد مانگ رہا ہے۔۔

اب اس پر کیا جواب ہے آپ کا؟

(آیت پیش کرنی تھی کہ ایسا محسوس ہوا کہ ناصبی کو ایک دم ہیٹ اسٹروک ہو گیا۔۔سب کچھ خشک) کافی دیر سوچنے کے بعد بولا۔۔

ناصبی: تم نے جو آیت پیش کی اس کا میری پیش کی گئی آیت سے کیا تعلق؟؟ اس آیت کا جواب دو۔۔

ابو عبد اللہ: واہ بھئی واہ۔۔ کیا صرف آپ کو ہی سوال حق ہے؟؟ کیا ہم سوال نہیں کر سکتے...؟؟

ناصبی: تمہاری پیش کی گئی آیت کی تاویل کی جائے گی۔۔

ابو عبد اللہ: اچھا ایسا ہے تو پھر یہ تاویلی اصول اسی آیت سے مخصوص کیوں؟؟ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی بھی تاویل ہونی چاہیے البتہ عقلی اصول کے مطابق تو بنا تاویل کے ہی آپ منہ کی کھا چکے ہیں۔۔اب تاویل کی رٹ کیوں؟

ناصبی: (عجیب سی شکل بنا کر) تو پھر اس آیت میں تو بہت واضح ہے جس میں تاویل کی بھی ضرورت نہیں کہ أُولئِكَ الَّذينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلى رَبِّهِمُ الْوَسيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَب، جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہو جائے۔اب ہے کوئی جواب؟

ابو عبد اللہ: محترم لگتا ہے آپ کو علم نہیں کہ لفظ وسیلہ قرآن مجید میں دو بار آیا ہے، ایک اس آیت میں جو آپ نے پیش کی اور دوسرا سورہ مائدہ میں جہاں ارشاد ہوتا ہے: یا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّهَ وَ ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسيلَةَ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف (قربت کا) ذریعہ تلاش کرو۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ اوپر اگر خدا وسیلے سے منع کر رہا ہے تو پھر اس آیت میں یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ اللہ تک آنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو؟؟ جبکہ آپ نے جو آیت پیش کی وہ سورہ اسراء کی آیت ہے اور اللہ اس میں کافروں سے مخاطب ہے اور میں نے جو آیت پیش کی وہ شروع ہی ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ہے۔۔ اب دو ہی صورتیں بچتی ہیں۔ یا تو آپ کفار میں سے ہیں جو اس آیت کا اطلاق اپنے اوپر کر رہے ہیں یا پھر میری پیش کی گئی آیت کو ماننا پڑے گا جس میں وسیلے کا حکم ہے، اگر خود کو مومن مانتے ہیں؟ اب فرمائیں آپ کس کو گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟؟

... چہرہ دیکھنے والا تھا... ہوا خشک... تھوڑی دیر منہ جھکا کر سوچتے رہے پھر ایک دم بولے...

ناصبی: آپ والی آیت میں جس وسیلے کا تذکرہ ہے وہ اعمالِ صالح اور عبادات ہیں نا کہ کوئی زندہ و مردہ شخصیات۔۔

ابو عبد اللہ: میں جھٹ سے بولا... پھر سے شروع ہو گئے آپ؟؟ سورہ الحمد کی آیت کی طرح یہاں بھی کوئی ایسی قید نہیں تو کیا آپ نے لوح محفوظ سے دیکھ کر فرمایا ہے، یہاں اس سے کیا مراد ہے؟؟؟

ناصبی: تو کیا آپ عمل صالح اور عبادت کو وسیلہ نہیں مانتے؟؟ کیا اس سے تقرب حاصل نہیں ہوتا؟؟

ابو عبد اللہ: بالکل یقیناً ہم مانتے ہیں لیکن شاید آپ نے عربی لغت کا مطالعہ نہیں فرمایا کہ وسیلے کے لفظ کے کیا معنی ہیں۔۔؟ چلیں میں ہی بتا دیتا ہوں۔ ذرا لسان العرب کی جلد 11

کھول کر اس میں صفحہ 724 ملاحظہ فرمائیں جس میں اس لفظ کے بارے میں لکھا ہے:توسل الیه بکذا، تقرب الیه بحرمة آصرة تعطفه علیه یعنی کسی چیز کے وسیلے سے کسی سے متوسل ہوا، کسی کی شان اور احترام کے خاطر جو دوسرے کو مجذوب کرتا ہے اس کے قریب ہوا۔

تو محترم "وسیلہ ء تقرب" کے معنی بہت وسیع ہیں یہ انسانی اعمال بھی ہو سکتے ہیں اور کوئی ذات بھی ہو سکتی ہے۔

لہٰذا توسل لغوی اعتبار سے صرف اعمال میں منحصر نہیں بلکہ اس میں شخصیات بھی شامل ہیں۔

ورنہ آپ ثابت کریں کہ یہاں وسیلے سے مراد فقط اعمال ہیں نا کہ ساتھ اشخاص بھی؟؟

مجھے ایسے تکنے لگے جیسے پورے شہر کے کوے بلا کر ان پر چھوڑ دیئے ہوں

ناصبی: جب آپ نے خود کہہ دیا کہ وسیلے میں عبادات اور اعمال بھی شامل ہیں تو میرا دعویٰ سچ ثابت ہوا تو اب آپ کو یہ ثابت کرنا ہے کہ کیسے اس میں شخصیات بھی شامل ہیں؟؟

ابوعبداللہ: واہ سائیں۔۔ یہ والا حملہ تو خوب کیا ہے۔۔ اب آیا نا مزہ۔۔ میرا جواب نہ دیتے ہوئے میرا سوال میری طرف ہی موڑ دیا۔۔ لگتا ہے شیطانِ مردود آپ کی مکمل نصرت کر رہا ہے۔۔

چلیں جی۔۔ ہم بھی ناطقِ قرآن کے ماننے والے ہیں۔۔ جواب تو ضرور دیں گے۔۔

آپ نے جو اوپر آیت پیش کی؛أُولئِكَ الَّذينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلى‏ رَبِّهِمُ الْوَسيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَب، جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کر رہے

ہیں کہ ان میں کون زیادہ قریب ہو جائے۔ بھائی جان یہاں حضرت عیسٰی اور روح القدس کو جو معبود سمجھتے ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔۔

ذرا اس سے پہلے والی آیت بھی ملاحظہ فرمائی ہوتی جس میں ارشاد ہو رہا ہے: قُلِ ادْعُوا الَّذينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لا تَحْويلاً۔ کہہ دیجیے: جنہیں تم اللہ کے سوا سمجھتے ہو انہیں پکارو، پس وہ تم سے نہ کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

یہاں قُلِ ادْعُوا الَّذينَ میں الذین کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اسمِ موصول، اب اتنی عربی تو آپ کو آتی ہی ہو گی کہ اسمِ موصول کہتے کسے ہیں؟؟ نہیں آتی تو یہ علی کا غلام ہے نا ابھی سمجھا دیتا ہے۔۔

تو محترم لفظ "الذین" عربی قواعد کے مطابق عاقل افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی اس آیت میں صاحبِ عقل و شعور معبود مراد ہے۔ لہذا اس جملے میں (وہ جن کو پوجتے ہیں) سے مراد بت وغیرہ نہیں بلکہ یہاں فرشتے یا حضرت عیسٰی اور اسی طرح دوسرے عقل و شعور رکھنے والی موجودات مراد ہے۔

مزید آسان کروں تو... سورہ اسراء کی آیت 57 میں جو ذکر ہوا کہ: فرشتے اور عیسی مسیح خود بھی خدا کے نزدیک تر وسیلے سے متوسل ہوتے ہیں۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ اس آیت میں خدا کے نزدیک تر وسیلہ کے لیے ضمیر جمع عاقل یعنی ایھم اَقرب استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اور حضرت عیسی، خود سے برتر اور مقرب تر اولیاء سے متوسل ہوتے ہیں قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے۔۔

تو اب آپ مجھے بتائیں کہ فرشتوں اور عیسٰی علیہ السلام سے برتر وہ کون سے اولیاء اللہ ہیں جن کو وسیلہ بنانے پر خدا کا نبی بھی مجبور ہے؟؟

دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر نزدیک تر وسیلہ سے "بت" مراد ہوتا تو ایہا اقرب استعمال کرنا چاہیے تھا نہ کہ ایھم اقرب۔ لہٰذا "ایہا" کی جگہ "ایھم" کی ضمیر کا استعمال ہونا اس پر دلیل ہے کہ یہ جو وسیلہ اقرب ہے وہ اشخاص اور عاقل ذات سے توسل ہے۔

لو جی ہو گئی آپ کی فاتحہ۔۔ آپ کی پیش کی گئی آیت سے اس حقیر نے ثابت کر دیا کہ ان آیات میں وسیلے سے مراد فقط اعمال صالح یا عبادات نہیں بلکہ خدا کے وہ مقرب ترین بندے ہیں جن کو خدا نے اپنے تک آنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اس وسیلے کو تلاش کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

یقین مانیں قارئین کرام... اس کی جو حالت تھی وہ بیان سے باہر ہے

چلو اب کچھ تمہاری کتابی احادیث بیان ہو جائیں تاکہ قرآن کے بعد سنتِ رسولؐ اور خاص طور پر تمہارے لیے سنتِ رسولؐ ﷺ سے زیادہ اہم تمہارے اصحاب کی سنت سے مسئلے کو مکمّل قفل لگا دوں تاکہ تمہاری تکفیریت کو لگام ڈال سکوں۔۔

پہلے سنتِ نبوی سے کچھ پیش خدمت ہے تاکہ تمہیں جب "یا" کہیں نظر آجائے تو فوراً کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہو۔ آؤ جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی کی تعلیمات تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے سنن میں عثمان بن حنیف سے نقل کیا:

ان رجلا ضریر البصر اتی النبی فقال: ادع اللہ ان یعافینیی ! قال: ان شئت دعوت لک و ان شئت اخّرت ذاک، فھو خیر۔ فقال: ادعه فامره ان یتوضا فیحسن وضوءہ و صلی رکعتین و یدعو بھذا الدعا: اللھم انیّ اسئلک و اتوجه بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انیّ توجھت بک الی ربیّ فی حاجتی ھذہ فتقضی لی اللھم شفعّه فیّ

ایک نابینا شخص نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: خدا سے دعا کریں کہ وہ مجھے صحت عطا کرے، پیغمبر نے فرمایا اگر تم چاہو تو دعا کروں گا اور اگر چاہو تو اسے تمہارے لیے ذخیرہ کر دونگا کہ یہ بہتر ہے۔ اس شخص نے کہا: میرے لیے دعا کریں! پیغمبر نے اسے وضو کرنے اور اس پر توجہ کرنے کا حکم دیا پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اس دعا کو پڑھنے کا حکم دیا: پروردگارا میں تجھ سے مانگتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری طرف آتا ہوں، یا محمد میں آپ کے واسطے پروردگار کی جانب جاتا ہوں، اے اللہ انہیں میرا شفیع قرار دیں۔

حواله : مسند احمد، جلد 4، صفحه 138، سنن ابن ماجه، جلد 1، صفحه 441 حديث 1385

بغور دیکھو... یہاں اللہ کے نبی کیا تعلیم فرما رہے ہیں... کہو یا محمد

اب یقیناً تمہیں رجال کا کیڑا ضرور کاٹے گا تا کہ اس حدیث کو ضعیف ثابت کر سکو۔۔ تو رجالی انجیکشن میں پہلے ہی ٹھوک دیتا ہوں۔۔

تمہارے امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے

حواله : سنن ترمذى، جلد 5 صفحه 223

تمہارے امام ابن ماجہ القزوینی الربعی نے بھی اس حدیث کو صحیح السند لکھا ہے۔

حواله : سنن ابن ماجه، جلد 1 صفحه 441-442

اور تو اور سب سے بڑھ کر تمہارے اس خبیث امام نے بھی اسے صحیح کہا ہے جو وسیلے اور غیر اللہ سے مدد کا سب سے بڑا مخالف تھا یعنی امام ابن تیمیہ۔

ابن تیمیہ مجموعہ الرسائل والمسائل میں اس حدیث کے بارے میں لکھتا ہے:

و اما حدیث الاعمیٰ فالذی فی الحدیث متفق علی جوازہ

جو کچھ اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔اس کے جائز ہونے پر سب متفق ہیں۔

فقط یہی نہیں مزید لکھتا ہے۔۔

وقدروی الترمذی حدیثاً صحیحاً عن النبی انّه علّم رجلا ان یدعو فیقول: اللھم انیّ اسئلک و اتوجُه بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد یا رسولؐ اللہ انیّ اتوسل بک الی ربیّ فی حاجتی لتقضی لی اللھم فشفعّه فیّ

ترمذی نے ایک صحیح حدیث میں پیغمبر سے نقل کیا ہے کہ: آپ نے ایک شخص کو اس دعا کی تعلیم دی: پروردگارامیں تجھ سے مانگتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری طرف آتا ہوں، اے محمد اے رسولؐ خدا میں آپ کو وسیلہ بنا کر پرور گار سے دعا کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روا ہو، اے اللہ! ان کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

حوالہ : مجموعہ الرسائل و المسائل، جلد 1، صفحہ 12-13

اسی حدیث کا روای عثمان بن حنیف کا قصہ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں، امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نیشاپوری نے المستدرک علی الصحیحین میں کچھ اس طرح سے نقل کیا ہے۔

عثمان کے دور خلافت میں ایک شخص کسی کام کی خاطر کئی بار عثمان کے پاس جاتا رہا لیکن اس کی مشکل حل نہ ہوئی، ایک دن عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی اسے داستان سنا دی، عثمان نے اسے حکم دیا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر اس دعا کو پڑھے:

اللھم انیّ اسئلک و اتوجُه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربیّ فی لتقضی حاجتی

پروردگارامیں تجھ سے سوال کرتا ہوں، محمد، پیغمبر رحمت کے واسطے تیری طرف آتا ہوں، اے محمد میں آپ کو وسیلہ بنا کر پرودگار سے دعا کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روا ہو، اس

شخص نے اس پر عمل کیا اور خلیفہ کے پاس گیا، پس عثمان بن حنیف سے ملاقات کیا اور دعا کی سند مانگ لی عثمان بن حنیف نے اسے نابینا شخص کی داستان سنادی۔

حواله جات : مسند احمد، جلد 4، صفحه 138، المعجم الكبير، جلد 9 صفحه 30-31، حديث:8311، المستدرک الصحيحين، جلد1، صفحه 519

چلیں جی اب تمہارے اس خلیفہ کی سیرت بھی پیش کیے دیتے ہیں جس کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے کتاب اللہ کافی ہے...

تمہاری قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح بخاری میں درج ہے اور نا صرف صحیح بخاری بلکہ لاتعداد کتب احادیث میں بھی موجود ہے کہ

عام الرّمادہ یعنی وہ سال جب خشک سالی کی وجہ سے نوبت قحط اور ہلاکت تک پہنچ چکی تھی۔ مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ تو تمہارے دوسرے خلیفہ کیا کر رہے تھے یہ بھی جان لو... امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس سے روایت کی ہے کہ جب عمر بن خطاب نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا طلب کی تو فرمایا:

اللهم! إنا كنا نتوسل إليک بنبينا فتسقينا و إنا نتوسل إليک بعم نبينا فاسقنا۔

ترجمہ: اے اللہ! ہم اپنے نبی کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے پس تو ہم کو سیرابی بخش دیا کرتا تھا۔ اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، پس ہم کو (ان کے وسیلے سے) سیراب کر دے۔

یہ لو ایک نہیں پورے 10 حوالے۔۔

- صحيح البخارى، جلد 1 صفحه 526 اور 1372
- صحيح ابن حبان، جلد 7، صفحه 110، حديث 28613
- صحيح ابن خزيمه، 2 : 8- 337، رقم : 14214

- السنن الكبرى للبيهقى، 3 : 3525
- دلائل النبوة للبيهقى، 6 : 1476
- شرح السنه للبغوى، 4 : 409، رقم : 11657
- شفاء السقام : 1288
- الاستيعاب لابن عبدا البر، 3 : 979
- فتح البارى، 2 : 49410
- شرح الزرقانى على المواهب اللدنية، 11 : 152

اسی طرح عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے عام الرمادہ (قحط و ہلاکت کا سال) میں حضرت عباس بن عبد المطلب کو وسیلہ بنایا اور اللہ پاک سے بارش کے لئے دعا مانگی۔ پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا:

أيها الناس! إن رسولؐ الله كان يرى للعباس ما يرى الولد لوالده، يعظمه و يفخمه و يبر قسمه، فاقتدوا أيها الناس برسولؐ الله فى عمه العباس، واتخذوه وسيلة إلى الله عز وجل فيما نزل بكم۔

اے لوگو! رسولؐ اللہ حضرت عباس کو ویسا ہی سمجھتے تھے جیسے بچہ باپ کو سمجھتا ہے۔(یعنی نبی حضرت عباس کو بمنزلہ والد سمجھتے تھے۔) آپ ان کی تعظیم و توقیر کرتے اور ان کی قسموں کو پورا کرتے تھے۔ اے لوگو! تم بھی حضرت عباس کے بارے میں نبی کریم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ تاکہ وہ تم پر (بارش) برسائے۔

پھر حضرت عباس نے یہ دعا فرمائی:

اللهم! إنه لم ينزل بلاء إلا بذنب ولم يكشف إلا بتوبة، وقد توجه القوم بى إليک لمكانى من نبيک، وهذه أيدينا إليک بالذنوب ونواصينا إليک بالتوبة فاسقنا الغيث۔

اے اللہ! گناہ ہی کی وجہ سے بلاء (و تکلیف) نازل ہوتی ہے اور صرف توبہ ہی اس بلاء کو اٹھاتی ہے اور لوگوں نے مجھے تیری بارگاہ میں اس تعلق کی وجہ سے جو میرا تیرے نبی کے ساتھ

ہے، وسیلہ بنایا ہے اور ہمارے یہ ہاتھ گناہوں میں لتھڑے ہوئے تیرے سامنے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ جھکی ہوئی ہیں۔ پس ہم کو بارش دے دے۔

المستدرک للحاکم، جلد 3 صفحه 334فتح الباری، جلد 2 صفحه 497المواهب اللدنية، جلد 4 صفحه 277شرح الزرقانی علی المواہب اللدنية، جلد 11 صفحه 152

امام عبد البر نے مزید کھول کر لکھ دیا کہ:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عباس نے دعا فرمائی تو اس کے بعد فوراً دیکھتے ہی دیکھتے بادل پہاڑوں کی طرف سے اٹھے اور آسمان پر چھا گئے۔ زمین بارش سے بھر گئی، لوگ خوش ہو گئے اور حضرت عباس کے جسم کو چھو کر تبرک حاصل کرنے لگے اور کہنے لگے: اے ساقی حرمین! آپ کو مبارک ہو۔

اور عمر نے اس موقع پر یہ بھی کہا:

هذا والله الوسلية إلى الله والمكان منه۔

ترجمہ: خدا کی قسم! اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ اسی کو کہتے ہیں اور مرتبہ اسی چیز کا نام ہے۔

حواله : الاستیعاب لابن عبدالبر، جلد 3 صفحه 98

تو اے منکر وسیلہ۔۔ تم تو فقط وسیلے کو لے کر بیٹھے ہوئے تھے یہ تمہارے امام عبد البر نے کیا لکھ دیا کہ مدینے کے افراد عمر بن خطاب کی موجودگی میں حضرت عباس کے جسم کو چھو چھو کر تبرک حاصل کرنے لگے...

اب کر کے دکھاؤ اعتراض علم وذوالجناح پر اور قبورِ اہل بیت پر جہاں ہم شیعہ خود کو ان سے مس کر کے تبرک حاصل کرتے ہیں... ہے ہمت اپنے دوسرے خلیفہ اور رسولؐ اللہ ﷺ کے چچا عباس پر انگشت بازی کرنے کی؟؟؟

(ناصبی منہ اٹھائے اور نظریں چرائے بس سنتا جارہا تھا اور میں غلامِ علی مسلسل علمی حملے کرتا جارہا تھا) اتنے میں ناصبی کو نماز یاد آگئی کہتا ہے ابو عبد اللہ... عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے... میں نے کہار کو۔۔اب میرے حملے تیز رفتاری سے ہونگے بے فکر رہو، وہ نماز قضاء نہیں ہونے دوں گا جو قبول ہی نہیں ہو گی۔

یہ تو سنتے جاؤ کہ امام سبکی اس پر کیا تبصرہ کرتے ہیں۔۔

تقی الدین سبکی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و کذرک یجوزُ مثل ہذا، التوسل بِسائرِ الصالحینَ، و ہذا شئ لا ینکر مسلم، بل مُتَدَیِّن بملةِ من المِللِ۔

اور اسی طرح اس (واقعہ) سے تمام صالحین سے توسّل کا جواز ثابت ہو تا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا مسلمانوں نے انکار نہیں کیا بلکہ صرف فرقوں میں سے ایک فرقے... مُتَدَیِّن نیا دین ایجاد کرنے والے نے توسّل کا انکار کیا ہے۔

حواله : شفاء السقام، صفحه 128

رکو میاں... ابن حجر کا نام تو تم ناصبی خوب لیتے ہو، ذرا یہ بھی جان لو کہ تمہارے امام ابن حجر عسقلانی کیا کہتے ہیں...

حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

و یستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأہل الخیر والصلاح و أہل بیت النبوة، و فیه فضل العباس و فضل عمر لتواضعه للعباس و معرفته بحقه۔

حضرت عباس کے واقعہ سے یہ نکتہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اہلِ خیر، صالحین اور اہلِ بیتِ نبوی سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ سے حضرت عباس کی فضیلت بیان کرنا اور عمر کا حضرت عباس کی تواضع کرنا اور ان کے مقام و مرتبہ کو پہنچانا بھی ثابت ہوتا ہے۔

حواله : فتح البارى، جلد 2، صفحه 497

ایسے میں چھوڑنے والا نہیں... یہ بھی سنو اور جواب دو کے وہ کون بندے جس کا تذکرہ رسولؐ اکرم ﷺ فرمارہے ہیں۔۔

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ اللہ نے فرمایا:

إن الله خلقا خلقهم لحوائج الناس، تفزع الناس إليهم فى حوائجهم أولئك الآمنون من عذاب الله۔

بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کی حاجت روائی کیلئے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لے آتے ہیں اور اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جو عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔

حواله : مجمع الزوائد، جلد 8، صفحه 192

تم جو یہ اعتراض کرتے ہو کہ یہ ذوالجناح کہ جس کی نسبت اس نواسے سے ہے جس نے خدا کا دین بچایا، اس مٹی کو خاک شفا کیوں کہتے ہو جو کربلا کی عام مٹی ہے؟؟ اس کا اتنا احترام کیوں ہے؟؟

آؤ اب تمہاری صحیح مسلم سے ایک حدیث نقل کر دوں۔۔

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے:

أن الناس نزلوا مع رسولؐ الله على الحجر أرض ثمود، فاستقوا من آبارها وعجنوا به العجين، فأمرهم رسولؐ الله أن يهريقوا ما استقوا و يعلفوا الإبل العجين، و أمرهم أن يستقوا من البئرالتی كانت تردها الناقة۔

لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ارض ثمود میں حجر کے مقام میں اترے۔ انہوں نے وہاں کے کنوؤں کا پانی پیا اور اس سے آٹا (بھی) گوندھا تو رسولؐ اللہ نے انہیں اس پانی کے بہا دینے اور آٹا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ پینے کا پانی اس کنویں سے لو جس پر (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی آتی تھی۔

حواله : صحيح مسلم، جلد 2 صفحه 411

اب بتاؤں ہمیں۔۔ حضرت صالح کی اونٹنی جہاں سے پانی پیے وہ اتنی متبرک اور جہاں رسولؐ اکرم کے بیٹے کا خون مطہر جذب ہوا وہ مٹی کیونکر غیر متبرک؟؟

اب آخر میں ایک اور حملائی پھکی پھر تمہیں اجازت ہے جاکر وہ نماز ادا کر لو جو بنا اقرارِ ولایت علی کے منہ پر دے ماری جائے گی۔۔

امام زینی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

إن الإمام الشافعي أيام هو ببغداد كان يتوسل بالإمام أبي حنيفة رضي الله عنه يجئ إلى ضريحه يزوره فيسلم عليه ثم يتوسل إلى الله تعالى به في قضاء حاجاته

علامہ ابن حجر نے کتاب الخیرات فی مناقب الامام ابو حنیفہ نعمان کی پچیس ویں فصل میں کہا: یقیناً امام شافعی ایک مدت تک بغداد میں تھے اور امام ابو حنیفہ سے توسل کرتے تھے۔ ضریح کے پاس آتے تھے اور اس کی زیارت کرتے تھے، پھر ان پر سلام بھیجتے تھے، اور اپنی طلب حاجت کے لئے ان کے واسطہ سے خداوند متعال سے توسل کرتے تھے۔

حواله : الدرر السنية فی الرد علی الوهابية، صفحه 72

لو جی... اب مکمل چپئے پڑھ دیے گئے، امام شافعی کو کوئی اور نہیں ملا ابو حنیفہ کے علاوہ جو اس کی قبر سے توسل کر رہے ہیں۔۔ ھ

چلو اب جاؤ... وہ نماز قضا ہونے کو ہے جو قبول ہی نہیں ہونی

ناصبی نے غصے سے مجھے دیکھا... اب بے چارہ بولتا بھی تو کیا بولتا۔۔ پائنچے چڑھائے اور فطرت کے خلاف وضو بنانے چل دیا۔۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

وہ بارہ منافقین کون تھے جنہوں رسولؐ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش رچی تھی؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ انجینئر محمد علی مرزا نے اپنا مخصوص نعرہ لگاتے ہوئے "نہ میں بابی نہ میں وہابی، میں ہوں مسلم علمی کتابی" اپنی علمی و تحقیقی مجلس نمبر 06 میں بیان کیا تھا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے جس میں حضرت حذیفہ یمانی کو رسولؐ نے ان منافقین کے نام بتائے تھے جنہوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ وادی میں رسولؐ اکرم کو قتل کرنے کی سازش رچی تھی اور نہ صرف سازش رچی بلکہ عملی طور پر ڈھاٹیں باندھ کر یہ قبیح ترین عمل انجام بھی دیا تھا جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے، جن میں سے اکثر کی موت دبیلہ سے ہونے کی پیش گوئی بھی تھی۔۔

لیکن انجینئر صاحب نے پھر وہی کیا جو وہ اور ان جیسے ماڈرن محقق کرتے ہیں یعنی آدھی بات کر کے بات ختم کر دینا۔۔ تبھی میں نے انجینئر صاحب سے کئی بار کہا کہ آپ اپنا نعرہ تھوڑا چینج کر لیں جو اس طرح ہو؛ نہ میں بابی نہ میں وہابی۔۔ میں ہوں پکا دوغلہ نفاقی۔

قارئین کرام۔۔ یہ بات بھی درست ہے کہ اگر ان صاحب نے ان منافقین کے نام بتا دیئے تو پھر یہ اپنا چورن کیسے بیچیں گے ؟؟ پھر ان کے پاس بچے گا ہی کیا؟؟ یہ بچارے پھر کس کو صدیق اکبر، فاروق اعظم یا غنی کہہ کر پکاریں گے ؟؟

خیر میں بخوبی ان جیسے افراد کی مجبوری کو سمجھتا ہوں کیونکہ یہی سب منافقت بعدِ شہادتِ رسولؐ اکرم سے اب تک چلتی آ رہی ہے۔ لیکن خدا کا لاکھ شکر ہے کہ ہم علی ولی کے ماننے

والے اس منافقت سے بالکل بَری ہیں تبھی عشقِ اہل بیت کے جرم میں آج تک قتل ہوتے آئے ہیں۔

کافی مومنین ومومنات کا اصرار تھا کہ ابو عبداللہ ذرا اُن منافقین کی کلی تو کھولیں جس پر انجینئر صاحب نے آدھی بات کی ہے اور نام نہیں بتائے، ذرا ان کے چہروں پر چپکا صحابیت کا میک اپ تو دھوئیں تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ وہ کون بدبخت تھے جو اپنے نبی کو ہی قتل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔۔

تمہید کافی ہوئی۔۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ یہ تحریر پچھلی تحاریر کی طرح زیادہ طویل نہ ہو۔۔ آگے مولا وارث کے قلم کب تک چلتا ہے۔۔

میں چاہتا ہوں کہ پہلے تھوڑا سا اس واقعہ کو بیان کر دوں جس کی بنیاد پر یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کی تاکہ وہ مومنین ومومنات بھی استفادہ کر سکیں جو اس تاریخی واقعہ سے واقف نہیں۔

قارئین کرام۔۔ اصحاب عقبہ کہ جن کے بارے میں رسولؐ اللہ نے حدیث ارشاد فرمائی تھی وہ لوگ تھے جنہوں نے تبوک کی جانب عزیمت سے قبل، مدینہ میں اسلام اور رسولؐ خدا ﷺ کے خلاف کیے اقدامات میں ناکام ہونے کے بعد، تبوک سے واپسی پر رسولؐ خدا ﷺ کو رات کی تاریکی میں قتل کرنے کی سازش تیار کی اور جس وقت آپ کی اونٹنی راستے میں حائل ایک گھاٹی سے گذر رہی تھی نقاب پوش سازشیوں نے اس کو ہنکانے اور آپ کو اونچائی سے کھائی میں گرانے کا فیصلہ کیا۔

اسی دوران جبکہ وہ رسولؐ خدا ﷺ کی اونٹنی کے قریب پہنچے-اللہ نے آپ کو سازش سے آگاہ کر دیا اور رسولؐ خدا نے حذیفہ بن یمان سے جو اونٹنی کو ہانک رہے تھے-

فرمایا: ان افراد کو یہاں سے دور کرو اور کہو کہ اگر پیچھے نہ ہٹیں تو آپ اونچی آواز سے انہیں نام، باپ کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام سے پکاریں گے۔

ناکام و نامراد منافقین حذیفہ یمانی کی آواز سن کر فرار ہوئے اور اپنی سپاہ میں گھل مل گئے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ ان کے، ان کے باپوں اور قبائل کے ناموں کو جانتے تھے۔ اسی بنا پر وہ "صاحب سرّ النبي" کے لقب سے مشہور ہوئے یعنی نبی کے راز دان۔ جبکہ عمارِ یاسر کو بھی آپ ﷺ نے ان کے نام بتا دیئے تھے جو اس شب رسولؐ اکرم کے ہمراہ تھے۔

تو قارئین یہ تھا اس حدیث کا مختصر شانِ ارشاد جس میں رسولؐ اکرم نے منافقین کو بے نقاب کیا تھا جو صحیح مسلم میں درج ہے۔

اب مسلم کی وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں

امام مسلم اپنی صحیح کی کتاب: صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ کے باب: منافقین کی صفات اور ان کے بارے میں احکام میں موجود حدیث جس کا انٹر نیشل نمبر 2779 جس کی ترقیم فواد عبد الباقی نے کی ہے کچھ اس طرح ہے؛

عربی متن:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة ، حدثنا اسود بن عامر ، حدثنا شعبة بن الحجاج ، عن قتادة ، عن ابي نضرة ، عن قيس ، قال: قلت لعمار ارايتم صنيعكم هذا الذي صنعتم في امر علي ارايا رايتموه او شيئا عهده إليكم رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم؟، فقال: ما عهد إلينا رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم شيئا لم يعهده إلى الناس كافة، ولكن حذيفة اخبرني، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " في اصحابي اثنا عشر منافقا، فيهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة واربعة "، لم احفظ ما قال شعبة فيهم۔

اردو ترجمہ: قیس سے روایت ہے، میں نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:(سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھے) تم نے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں (یعنی ان کا ساتھ دیا اور لڑے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے) یہ تمہاری رائے ہے یا تم سے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کچھ فرمایا تھا۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی بات ایسی نہیں فرمائی جو اور عام لوگوں سے نہ فرمائی ہو لیکن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں ان میں سے آٹھ جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھسے۔“ (یعنی ان کا جنت میں جانا محال ہے) اور آٹھ کو ان میں سے دبیلہ سمجھ لے گا (دبیلہ پھوڑا یا دمل) اور چار کے باب میں اسود یہ کہتا ہے جو راوی ہے اس حدیث کا کہ مجھے یاد نہ رہا شعبہ نے کیا کہا۔

حوالہ : صحیح مسلم، كتاب صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ؛ باب نمبر1 ، حدیث نمبر 7035

اب یہاں سند کی بحث ہی فضول ہے کیونکہ اہل سنت علماء کا اجماع ہے کہ قرآن کے بعد سب صحیح کتابیں 6 ہیں جنہیں صحیح ستہ کہا جاتا ہے اور ان 6 کتابوں میں سے مزید دو "صحیحین ”ہیں یعنی صحیح ترین کتابیں جن میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم شامل ہیں۔
اور صحیح مسلم میں امام مسلم نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور یہی شرط تمام طبقات تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے یہاں تک کہ سلسلہ اسناد خود اُن (مسلم)

تک ختم ہو۔ دوسرے یہ کہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ شرائطِ شہادت کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

تو قارئین کرام یہ تھی وہ حدیث جس میں واضح طور پر رسولؐ اکرم نے "في اصحابي اثنا عشر منافقا" ارشاد فرمایا یعنی میرے "اصحاب" میں سے بارہ منافق ہیں تو یہاں ان سب ناصبیوں کو یہ پھکی بھی مل گئی کہ تمہارے دعویٰ کے مطابق ہر صحابی نہ ہی عادل ہے اور نہ ہی رضی اللہ عنہا کیونکہ تم لوگ اپنے رسولؐ سے زیادہ ان کے اصحاب کے بارے میں نہیں جانتے جس میں رسولؐ خود فرمارہے ہیں فی اصحابي۔

محض پیغمبر اکرم کے ساتھ بیٹھنے یا حضرت کو دیکھنے سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا جیسا کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے بلکہ صحابی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایمان اور یقین پیغمبر اکرم کی رسالت و نبوت پر پختہ ہو اور پیغمبر اکرم جس چیز کا حکم دیں اس کو قبول کرے اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جائے اور اسی یقین وایمان واطاعت کے عالم میں وہ دنیا سے گیا ہو اس قسم کے صحابی کو شیعہ مانتے اور اہلبیت رسولؐ کے بعد ان کا احترام کرتے ہیں۔

اب یہ دعویٰ کرنا کہ سب کے سب اصحاب لائقِ اطاعت ہیں کیونکہ وہ عادل ہیں تو یہ صریحاً ارشادِ رسولؐ کی توہین شمار ہوگی

اب آگے بڑھتا ہوں اور آپ کو دکھاتا ہوں کہ یہی حدیث صحیح مسلم کے علاوہ کن کن اہل سنت منابع میں درج ہے تاکہ اس سے فرار ممکن نہ ہو سکے پھر اُس کے بعد ان منافقین کے نام پیش کروں گا جنہوں نے صحابیت کا لبادہ اوڑکر اللہ کے رسولؐ کو قتل کرنے کی کوشش کی تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔۔

چلیں جی مزید حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

1- صحیح مسلم کی دوسری حدیث:

سیدنا ابو طفیل کہتے ہیں کہ عقبہ کے لوگوں میں سے ایک شخص اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ جھگڑا تھا جیسے لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ بولا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اصحاب عقبہ کتنے تھے؟ (اس سے مراد وہ منافقین ہیں جو غزوہ تبوک کے سفر کے دوران ایک گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا) لوگوں نے حذیفہ سے کہا جب وہ پوچھتا ہے تو اس کو بتادو۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں (رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) خبر دی جاتی تھی کہ وہ چودہ آدمی تھے۔ اگر تو بھی ان میں سے ہے تو وہ پندرہ تھے۔ اور میں قسم سے کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا اور آخرت میں دشمن تھے اور باقی تینوں نے یہ عذر کیا (جب ان سے پوچھا گیا اور ملامت کی گئی) کہ ہم نے تو رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی (کہ عقبہ کے راستے سے نہ آؤ) کی آواز بھی نہیں سنی اور نہ اس قوم کے ارادہ کی ہم خبر رکھتے ہیں۔ اور (اس وقت) رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھریلی زمین میں تھے۔ پھر چلے اور فرمایا کہ (اگلے پڑاؤ پر) پانی تھوڑا ہے، تو مجھ سے پہلے کوئی آدمی پانی پر نہ جائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو کچھ (منافق) لوگ وہاں پہنچ چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ان پر لعنت فرمائی۔

حوالہ : صحیح مسلم، کتاب: منافقین کے متعلق، باب : لیلۃالعقبہ میں منافقین اور ان کی تعداد کے متعلق، حدیث نمبر : 1941

2-وروى مسلم في صحيحه عن الوليد بن جميع عن أبي الطفيل:
قال: "كان بين رجل من أهل العقبة وبين حذيفة بعض ما يكون بين الناس، فقال: أنشدك بالله، كم كان أصحاب العقبة؟ قال: فقال له القوم أخبره إذ سألك؟
فقال: كنا نخبر أنهم أربعة عشر، فإن كنت منهم فقد كان القوم خمسة عشر

حواله : تفسير ابن كثير، جلد 2، صفحه 605

3- وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ – رضي الله عنه -: يَا أَبَا الْيَقْظَانِ أَرَأَيْتُمْ قِتَالَكُمْ هَذَا؟ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ؟ – فَإِنَّ الرَّأْيَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ – أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رسولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم -؟ , فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رسولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً , وَلَكِنَّ حُذَيْفَةُ – رضي الله عنه – أَخْبَرَنِي أَنَّ رسولَ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – قَالَ: " إِنَّ فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا , لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنْ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ " , وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ۔

حواله : الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، جلد 4، صفحه 166 – المكتبة الشاملة الحديثة

4-حَدِيثٌ (عه حم) : " فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا۔ ۔ ۔ " الْحَدِيثَ۔

كتاب إتحاف المهرة لابن حجر، من مسند حذيفة بن اليمان ، جلد 4، صفحه 260، حديث 4228 ، المكتبة الشاملة الحديثة

5- حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِيمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ رَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ، أَمْ شَيْئًا عَهِدَ إِلَيْكُمْ رسولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

فَقَالَ: لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا رسولّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: §فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ

حواله: مسند أحمد مخرجا، جلد 38، صفحه 345، حديث 23319- المكتبة الشاملة الحديثة

6-أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّزَّازُ، ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرُّوذْبَارِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَمَّادٍ الْعَسْكَرِيُّ، بِبَغْدَادَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْفَحَّامُ، أَخْبَرَنَا شَاذَانُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ: أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا فِيمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ عَلِيٍّ، أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رسولّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رسولّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «§فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخَيَّاطِ» – رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيح عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرِ شَاذَانَ

حواله : كتاب دلائل النبوة للبيهقي مخرجا – باب رجوع النبي صلى الله عليه وسلم من تبوك وأمره بهدم مسجد الضرار ومكر المنافقين به في الطريق وعصمة الله تعالى إياه وإطلاعه عليه وما ظهر في ذلك من آثار النبوة ، جلد 5 ، صفحه 261 – المكتبة الشاملة الحديثة

7-فى أصحابى اثنا عشر منافقا منهم ثمانية لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط (أحمد، ومسلم عن حذيفة)

حواله : كتاب جامع الأحاديث السيوطي ، جلد 14، صفحه 171، حديث 14753 – المكتبة الشاملة الحديثة

8-في أصحابي اثنا عشر منافقا لا يدخلون الجنة ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل في سم الخياط

حواله: تفسير ابن أبي حاتم محققا ، جلد 12، صفحه 508 – المكتبة الشاملة الحديثة

9-وجاءت آيات هذه السورة في سياقاتِها فاضحة للمنافقين، وفي صحيح الإمام مسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (في أصحابي اثنا عشر منافقاً، لا يدخلون الجنة، ولا يجدون ريحها حتى يلج الجمل في سم الخياط ثمانية منهم تكفيكهم الدبيلة، سراج من نار تظهر بين أكتافهم حتى ينجم في صدورهم)

حواله: كتاب الإصابة في الذب عن الصحابة، جلد 1، صفحه 56 – المكتبة الشاملة الحديثة

10-إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ رسولّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنه قَالَ: " فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سم الْخياط "۔

حواله: كتاب السيرة النبوية لابن كثير، جلد 4، صفحه 37- المكتبة الشاملة الحديثة

11- حذيفة/ في أصحابي اثنا عشر منافقا منهم ثمانية لا يدخلون۔۔

حواله : كتاب سير أعلام النبلاء، جلد 18، صفحه 123 – المكتبة الشاملة الحديثة

12-وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، ثنا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ شَاذَانُ، ثنا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمَّارٍ: أَرَأَيْتُمْ صُنْعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ، أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رسولّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رسولّ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَلَكِنَّ حُذَيْفَةَ أَخْبَرَنِي، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " §فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ، ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهُمُ الدُّبَيْلَةُ "، وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ، وَرَوَاهُ غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ فَقَالَ: " ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهُمُ الدُّبَيْلَةُ، سِرَاجٌ مِنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ " قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَلَعَلَّ مَنْ سَمَّيْتَ لَمْ يُظْهِرْ شِرْكًا سَمِعهُ مِنْهُ آدَمِيٌّ، وَإِنَّمَا أَخْبَرَ اللهُ عَنْ أَسْرَارِهِمْ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: فَقَدْ سُمِعَ مِنْ عَدَدٍ مِنْهُمُ الشِّرْكُ، وَشُهِدَ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمِنْهُمْ مَنْ جَحَدَهُ وَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ، فَتَرَكَهُ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَظْهَرَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَقَرَّ بِمَا شُهِدَ بِهِ عَلَيْهِ وَقَالَ: تُبْتُ إِلَى اللهِ وَشَهِدَ شَهَادَةَ الْحَقِّ، فَتَرَكَهُ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَظْهَرَ

حواله: السنن الكبرى للبيهقي، جلد 8، صفحه 344، حديث 16836، باب ما يحرم به الدم من الإسلام زنديقا كان أو غيره – المكتبة الشاملة الحديثة

جی قارئین یہ میں نے 12 حوالے اپنے اثنا عشری مومن ہونے کے صدقے میں اثنا عشر منافقین پر وار دیئے جبکہ اگر میں چاہوں تو پنجتن 5، امام 12، معصوم 14 اور شہید 72 کی نیت سے 72 حوالے بھی پیش کر سکتا ہوں۔

خیر یہاں جو 12 اہل سنت حوالے پیش کئے ہیں وہ تمام صحیح السند صحیحات، مسانید، تاریخ اور تفاسیر اہل سنت سے ہیں جن کا عربی متن مع مکمل حوالہ و ناشر کے پیش کر دیا ہے، جسے کوئی ناصبی چاہ کر بھی جھٹلا نہیں سکتا!

چلیں جی اب آگے بڑھتے ہیں اور سب سے پہلے یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان 12 منافق افراد میں کون کون سے نام نہاد صحابی کتب اہل سنت سے ثابت ہیں۔

تو قارئین کرام۔ جب بھی کسی اہل سنت عالم یا محقق کے سامنے یہ بارہ منافقین والی حدیث پیش کر کے جواب طلبی کی جائے تو وہ اس کے رد میں اپنے ایک عالم امام ابن حزم اندلسی کی کتاب المحلی بالآثار پیش کر کے اس کو جھٹلا دیتا ہے۔

میں نے کافی دقت کی کہ آخر ان ناصبی ملاؤں کو کیسے گھیر کر مارا جائے تو کرمِ سیدہؑ شاملِ حال ہوا اور میں نے سوچا کہ سب سے پہلے میں امام ابن حزم کی فضیلت اہل سنت علماء سے پیش کروں گا تاکہ عوام جان سکے کہ جسے یہ ناصبی اپنے دفاع میں لارہے ہیں اس کا اہل سنت مکتب میں کتنا اعلیٰ و عرفہ مقام ہے تاکہ جو بات وہ اپنی کتاب المحلی میں لکھیں اس کا ہر لفظ سچا ہو تاکہ مزید کسی بحث اور حوالہ جات کی ضرورت ہی نہ رہے۔

جب ابن حزم کی فضیلت ثابت ہو جائے گی پھر اس کی پیش کی گئی تحقیق، جو یہ ناصبی 12 منافقین کے رد میں پیش کرتے ہیں اس پر رجالی بحث کر کے ان کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی جائے!

چلیں جی اب ملاحظہ فرمائیں وہ ناقص دفاع جو کُلی طور پر ہر ناصبی مُلا اس حدیث کے رد میں پیش کرتا ہے۔۔ لیکن سب سے پہلے ابن حزم پر جلدی جلدی بات کرنے کے بعد۔۔۔

امام ابن حزم فقہ و اصول اور علم حدیث میں اپنی طرز کے بے مثال عالم ہیں، آپ کی وہ کتابیں جنہوں نے شہرت پائی وہ "المحلی" اور "الاحکام فی اصول الاحکام" ہیں۔ المحلی فقہ و حدیث کی جامع کتاب ہے اور دیگر فقہ میں تقابل کا ایک موسوعہ ہے۔ یہ کئی اجزاء پر مشتمل ایک ضخیم فقہی کتاب ہے جس میں فقہ اور اصول فقہ کے ابواب شامل ہیں۔

اہل سنت علماء کہتے ہیں کہ اگر ابن حزم کی یہ دونوں کتابیں المحلی اور الاحکام نہ ہوتیں تو مسلکِ اہل سنت کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔

حوالہ : اصول فقه، بک نمبر -22- شریعه اکیڈمی – فصل مسجد اسلام آباد

علامہ حمیدی ابن حزم کے کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"كان حافظاً عالماً بعلوم الحديث و فقهه، مستنبطاً للأحكام من الكتاب والسنة، متفننا في علوم جمة، عاملاً بعلمه، زاهدا في الدنيا بعد الرياسة التى كانت له والابيه من قبله من الوزارة و تدبير الممالك، متواضعاً ذا فضائل جمة، وتأليف كثيرة في كل ما تحقق به في العلوم، وجمع من الكتب في علم الأحاديث والمصنفات والمسندات شيئاً كثيراً و سمع سماعا جما، وما رأينا مثله رحمه الله تعالى فيما اجتمع له مع الزكاة و سرعة الحفظ و كرم النفس والتدين۔"

ابن حزم علوم حدیث و فقہ کے غواص تھے۔ کتاب و سنت سے احکام اخذ کرتے اور علوم و فنون کے ماہر تھے۔ اپنے علم پر عامل، ریاست و وزارت کے بعد زہد اختیار کرنے والے تھے۔ آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، علم حدیث میں آپ نے بہت کچھ جمع کیا۔ ہم نے ان جیسا شخص پھر نہیں دیکھا جس میں اس حد تک دماغی چستی، حافظہ، عزت نفس اور دین داری کی صفات یکجا ہو گئی ہوں۔

حواله : ابن ماكولا،علي بن نصر بن هبة الله، الإكمال في رفع الارتياب عن المؤلف والمختلف في الاسماء والكنى والأنساب،حيدرآباد، جلد 2، ص451

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن حزم حدیث کے معارف و علوم کے حافظ اور عالم تھے؛ کتاب و سنت سے استنباط احکام کے ماہر تھے۔ وہ پہلے شافعی المذہب تھے لیکن بعد ازاں انہوں نے اہل ظاہر کا مذہب اپنا لیا۔ وہ جملہ علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ اپنے علم پر عامل اور موروثی جاہ و منصب کے علی الرغم زاہدِ دنیا، متواضع، فضائل و اخلاق سے آراستہ، مصنفِ کتبِ کثیرہ تھے۔

حواله : وفيات الأعيان، جلد 3، صفحه 325

ابو حامد غزالی (م505ھ) لکھتے ہیں کہ میں نے اسمائے الٰہی سے متعلق ابنِ حزم کی تصنیف کا مطالعہ کیا جو ان کے حافظے کی مضبوطی اور ذہن کی تیزی پر دلالت کناں تھی۔

حوالہ : طبقات علماء الحدیث، جلد3، صفحہ 345

عزالدین بن عبد السلام (م660ھ) کا کہنا ہے کہ میں نے کتبِ اسلامیہ میں المحلی اور ابن قدامہ کی المغنی کے مانند کوئی اور کتاب نہیں دیکھی۔

حوالہ : تذکرۃ الحفاظ، جلد 3، صفحہ 1150

ابن تیمیہ (م728ھ) ابن حزم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہے کہ وہ دین و ایمان اور کثرت و وسعتِ علم کے حامل تھے جس کا انکار معاند شخص کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ان کی کتابوں میں اہلِ علم کے اقوال پر اطلاع، احوال کی معرفت، شعائرِ اسلامیہ اور رسالتِ محمدیہ کی تعظیم کے ایسے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں جو ان کے سوا کسی دوسرے میں نظر نہیں آتے۔

حوالہ : مجموع الفتاوی، جلد 4 ،صفحہ 20

حافظ ابن کثیر نے انھیں امام، حافظ اور علامہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مفید شرعی علوم میں مشغول رہتے اور ان میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے اہلِ زمانہ سے فائق تر اور مشہور کتب کے مصنف تھے۔

حوالہ : البدایة والنهایة، جلد 12، صفحہ 83

تو جی ابن حزم کی علمی شخصیت پر میں نے اہل سنت کے جید علماء کی آراء پیش کر دیں تا کہ ان کی کتاب سے پیش کیے جانے والے کسی بھی حوالے کو کوئی جھٹلا نہ سکے۔ اور جھٹلائے گا بھی کیسی جبکہ خود اپنے دفاع میں ان بیچاروں کے پاس یہی ایک کتاب بچتی ہے!

اگر کوئی اہل سنت بھائی اپنے امام ابن حزم کے فضائل پڑھنا چاہے تو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے کیونکہ میں یہاں ان صاحب کی سوانح حیات لکھنے نہیں بیٹھا۔۔

کتاب: امام ابن حزم اور جمہور کا تصورِ اجتہاد۔ تقابلی جائزہ

چلیں جی اب وہ ابن حزم کی کتاب سے وہ دلیل میں خود لکھ دیتا ہوں جسے یہ اہل سنت ملا اپنے نام نہاد اصحاب کو بچانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

وَأَمَّا حَدِيثُ حُذَيْفَةَ فَسَاقِطٌ، لِأَنَّهُ مِنْ طَرِيقِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ – وَهُوَ هَالِكٌ – وَلَا نَرَاهُ يَعْلَمُ مَنْ وَضَعَ الْحَدِيثَ فَإِنَّهُ قَدْ رَوَى أَخْبَارًا فِيهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ – أَرَادُوا قَتْلَ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ – وَإِلْقَاءَهُ مِنْ الْعَقَبَةِ فِي تَبُوكَ – وَهَذَا هُوَ الْكَذِبُ الْمَوْضُوعُ الَّذِي يَطْعَنُ اللَّهُ تَعَالَى وَاضِعَهُ – فَسَقَطَ التَّعَلُّقُ بِهِ – وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

ترجمہ: اور جہاں تک حذیفہ کی حدیث کا تعلق ہے پس ساقط ہے—وہ الولید بن جمیع کے طرق سے روایت ہے جو ہلاک کرنے والا راوی ہے اور ہم نہیں دیکھتے کہ جان سکیں کہ اس کو کس نے گھڑا ہے کیونکہ اس نے متعدد روایات میں ذکر کیا ہے کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور ان سے عقبہ تبوک میں ملے اور یہ بات کذب ہے گھڑی ہوئی ہے۔

حواله : كتاب المحلى بالآثار – مسألة التعريف بالمنافقين والمرتدين، جلد 12، صفحه 160 – ناشر المكتبة الشاملة الحديثة

لو جی ہو گئی فاتحہ۔۔

امام ابن حزم خود اقرار کر رہے ہیں کہ ولید بن جمیع سے متعدد روایات نقل ہیں
فَإِنَّهُ قَدْ رَوَى أَخْبَارًا فِيهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ أَرَادُوا قَتْلَ النَّبِيِّ

ناصبی ذرا غور سے اپنے امام ابن حزم کا یہ لفظ "روی اخبارً" دیکھیں اور اپنے اوپر خود فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ ابن حزم نے لفظ "خبر" استعمال نہیں کیا کہ کسی کو لگے کہ بس ایک بار ہی یہ روایت ہوا کہ **ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور سعد بن ابی وقاص نے نبی صلی اللہ علیہ و آل وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔** بلکہ بہت سی روایات اس سلسلے میں امام ابن حزم کے سامنے سے گزری ہیں جن کا راوی ولید بن جمیع ہے۔

تو جی ان منافقین کے نام تو خود امام ابن حزم نے بتا دیئے جنہوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ کے مقام پر رسولؐ اللہ کو قتل کرنے کی سازش اور بالنفسِ نفیس خود اقدامات کئے تھے۔۔یعنی ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ اور سعد بن ابی وقاص (لعنت اللہ اجمعین)

چلیں جی اب میں فقط اس بیچارے راوی ولید بن جمیع کو ثقہ اور صدوق یعنی اس کی ثقائیت اہل سنت علمائے رجال سے ثابت کر دیتا ہوں تا کہ یہ با آسانی ثابت ہو جائے کہ یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے رسولؐ کو قتل کرنے کا اقدام کیا تھا۔۔ کیونکہ امام ابن حزم نے خود اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک نہیں بلکہ کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ تو اب صرف

ولید بن جمیع کو ثقہ ثابت کر دینا کافی ہو گا کیونکہ یہی وہ راوی ہے جس سے امام مسلم نے بھی وہی بارہ منافقین والی حدیث روایت کی ہے۔

الوليد بن جميع (الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُمَيْع الزُّهْرِيُّ) اسماء و رجال و تعديل سے !

1-امام احمد ابن حنبل نے ولید بن جمیع کو اپنے رجال میں ثقہ لکھا ہے۔

الوليد بن عبد الله بن جميع الزهري، المكي، الكوفي، وقد ينسب إلى جده.
قال أبو داود: قلت لأحمد: الوليد بن جميع؟ قال: ليس به بأس.
وقال عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل: قال أبي: الوليد بن جميع، ليس به بأس. «الجرح والتعديل»

حواله : كتاب موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله، جلد 4، صفحه 95

2-امام عجلی نے اپنی کتاب الثقات میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الوليد بن عبد الله بن جميع الزهري: "مكي"، ثقة
وثقه "أيضًا": ابن معين، وابن حبان "5: 492"، وذكره في المجروحين أيضًا، وقال: ينفرد عن الأثبات بما لا يشبه حديث الثقات. "التهذيب" "11: 138-139"

حواله : كتاب الثقات للعجلي ط الباز، صفحه 165

3-امام مزی نے تھذیب الکمال میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

بخ م د ت س: الْوَلِيد بْن عَبد اللَّهِ بْن جميع الزُّهْرِيّ الكوفي ، والد ثابت بْن الوليد بْن عَبد اللَّهِ بْن جميع، وقد ينسب إلى جَدِّه أيضا.

طبقات ابن سعد: 6 / 354، وتاريخ الدارمي، الترجمة 838، وسؤالات ابن محرز، الترجمة 416، وتاريخ البخاري الكبير: 8 / الترجمة 2511، وثقات العجلي، الورقة 56، وسؤالات الآجري: 5 / الورقة 33، والمعرفة

ليعقوب: 1 / 233، وتاريخ أبي زرعة الدمشقي: 291، 566، وضعفاء العقيلي، الورقة 223، والجرح والتعديل: 9 / الترجمة 34، وثقات ابن حبان: 5 / 492، والمجروحين، له: 3 / 78، والكامل لابن عدي: 3 / الورقة 189، وثقات ابن شاهين، الترجمة 1499، ورجال صحيح مسلم لابن منجويه، الورقة 185، والجمع لابن القيسراني: 2 / 539، والكاشف: 3 / الترجمة 6175، والمغني: 2 / الترجمة 6848، والميزان: 4 / الترجمة 9362، وتذهيب التهذيب: 4 / الورقة 137، ومن تكلم فيه وهو موثق، الورقة 32، ومعرفة التابعين، الورقة 44، وتاريخ الاسلام: 6 / 314، وجامع التحصيل، الترجمة 858، ونهاية السول، الورقة 418، وتهذيب التهذيب: 11 / 138، والتقريب، الترجمة 7432۔

حواله : كتاب تهذيب الكمال في أسماء الرجال، جلد 31، صفحه 35، رقم 6713

4- امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات لابن حبان میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الْوَلِيد بن عبد الله بن جَمِيع الزُّهْرِيّ يروي عَن أبي الطُّفَيْل روى عَنهُ وَكِيع وَابْنه ثَابت بن الْوَلِيد

حواله : كتاب الثقات لابن حبان، جلد 5، صفحه 492 ، رقم 5888

5-امام احمد بن حنبل نے ایک جگہ ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے اور ساتھ تعدیل بھی پیش کی ہے

الوليد بن عبد اللَّه بن جميع الزهري؛ قال أبو داود: قلت لأحمد: الوليد بن جميع۔ قال: ليس به بأس۔

"سؤالات أبي داود" (378) قال حرب: سئل أحمد عن الوليد بن جميع، قال: ما أعلم إلا خيرًا۔

"مسائل حرب" ص 467 وقال عبد اللَّه: حدثني أبي قال: حدثنا ثابت بن الوليد بن عبد اللَّه بن جميع قال: حدثني أبي قال: قال لي أبو الطفيل:

أدركت ثمان سنين من حياة رسولّ اللَّه -صلى اللَّه عليه وسلم-، وولدت عام أحُدٍ۔
رواه الإمام أحمد 5/ 454، والبخاري في "التاريخ الكبير" 6/ 446، والطبراني في "الأوسط" 4/ 310 (4290)، والحاكم في "المستدرك" 3/ 618، قال الهيثمي في "المجمع" 1/ 199: رواه أحمد وفيه ثابت بن الوليد بن عبد اللَّه، ذكره ابن عدي في "الكامل" ولم يتكلم فيه بكلمة، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال: ربما أخطأ، وقد روى عنه أحمد وشيوخه ثقات۔
"العلل" رواية عبد اللَّه (2368)

حواله : كتاب الجامع لعلوم الإمام أحمد الرجال، جلد 19، صفحه 129، رقم 2812

6-امام ابن قُطلُوبَغا نے اپنی کتاب میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

الوليد بن عبد الله بن جُمَيْع الزهري۔ يروي عن أبيه۔ روى عنه أهل العراق، ربما أخطأ «الثقات»: (8/ 158)
وقال ابن أبي حاتم: روى عنه: أحمد بن حنبل، وإبراهيم بن موسى، «الجرح والتعديل»: (2/ 458)

حواله : كتاب الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة، جلد 3، صفحه 127، رقم 2205

7-امام البانی نے اپنی کتاب میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

وأما المنذري؛ فأعله في "مختصره " بقوله: " فيه الوليد بن عبد الله بن جُميع الزهري الكوفي؛ وفيه مقال، وقد أخرج له مسلم "!
قلت: لكن هذا المقال لا يسقط حديثه عن درجة الحسن؛ فإنه- بالإضافة إلى تخريج مسلم له- فقد قال ابن معين فيه:
" ثقة "۔ وكفى به توثيقاً!
وكذا قال العجلي۔ وقال أحمد والمصنف: " ليس به بأس "۔ وقال أبو زرعة: " لا بأس به "۔ وقال أبو حاتم:" صالح الحديث "۔

وتناقض فيه ابن حبان۔ وقال ابن سعد: ”كان ثقة له أحاديث "۔ وقال الحافظ: ” صدوق يهم "۔ وقال العيني في "شرح الهداية”- كما في "التعليق المغني "-:
” فالحديث إذاً صحيح؛ أما الوليد، فإن مسلماً أخرج له، وكفى هذا في عدالته وثقته "۔
والحديث أخرجه أحمد (405/6) : ثنا أبو نعيم قال: ثنا الوليد بن عبد الله ابن جميع ... به أتم منه۔
ومن هذا الوجه: أخرجه البيهقي (130/3)

حواله : كتاب صحيح أبي داود الأم – ناصر الدين الألباني ، جلد 3 ، صفحه 143

نوٹ: ایک ایک کتاب سے عربی متن پیش کرنے سے تحریر مزید طویل ہوتی جارہی ہے جبکہ میری کوشش ہے کہ جتنے زیادہ علمائے اہل سنت کی ولید بن جمیع کے بارے میں جو نظریات ہیں وہ سب بیان کر دوں۔ تو اب صرف حوالہ جات پیش کرتا ہوں بغیر عربی متن کے۔

8- امام ابن منجویہ نے اسے اپنی کتاب میں ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب رجال صحيح مسلم – ذكر من اسمه الوليد، جلد 2، صفحه 299، رقم 1740

9- امام بدر الدين العيني نے بھی ولید کو ثقہ شمار کیا ہے

حواله : كتاب نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار، جلد 11، صفحه 273

10- امام ابن حاتم رازی نے بھی ولید کو ثقہ قرار دیا ہے

حواله : كتاب الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، جلد 2، صفحه 458، رقم 1852

11-امام ابن حجر عسقلانی نے بھی اسے مکمل ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب لسان الميزان – من اسمه الوليد ، جلد 7، صفحه 426، رقم 5165

12-امام ابو اسحاق الحوینی نے بھی ولید کو ثقہ لکھا ہے

حواله: كتاب نثل النبال بمعجم الرجال، جلد 3، صفحه 492، رقم 4204

13-امام ابن کثیر نے بھی ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

حواله : كتاب التكميل في الجرح والتعديل ومعرفة الثقات والضعفاء والمجاهيل، جلد 2، صفحه 98، رقم 1019

14-امام ذھبی نے بھی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں ولید بن جمیع کو ثقہ لکھا ہے

حواله: كتاب ميزان الاعتدال، جلد 4، صفحه 337، رقم 9362

لو جی تمام ناصبی ملاؤں کی ٹانگیں اٹھا کر مکمل فاتحہ پڑھ دی گئی۔۔

اب تمام ناصبی جو ابن حزم کو دلیل بنا کر، منافقین کو چھپا کر کبھی انہیں صدیق اکبر، فاروق اعظم، غنی اور نجانے کیا کیا پکارتے آئے ہیں وہ ذرا ابن حزام ہی کے قول کے مطابق ولید بن جمیع کہ جس نے واضح طور پر ان منافقین کے نام نقل کئے ہیں وہ بھی ایک بار نہیں بلکہ ابن حزام کے دعوے کے مطابق کئی بار ان منافقین کے نام روایت ہوئے ہیں۔ جن کو علم الرجال والحدیث کے جمہور علمائے اہل سنت نے ثقہ لکھا ہے اور نہ صرف ثقہ لکھا ہے بلکہ

ثقہ الثبت لکھاہے کیونکہ اس راوی سے امام مسلم نے روایات کو نقل کیاہے جو اہل سنت کے ہاں صحیحن میں سے ایک کتاب ہے یعنی صحیح مسلم۔۔

اب جبکہ ثابت ہوچکا کہ تبوک سے واپسی پر عقبہ وادی میں رسولؐ اکرم کو قتل کرنے کا قبیح اقدام کرنے والے منافقین ابو بکر و عمر و عثمان و طلحہ اور سعد بن ابی وقاص تھے، تو اپنے آخر کلام میں غیر متعصب مسلمانوں سے یہ کہوں گا کہ اگر حق کو ثابت کرنے کے لئے کسی کے بارے میں تحقیق و تنقید کی جائے تو یہ انصاف کے عین مطابق ہے چونکہ صحابہ معصوم نہیں تھے لہذا گناہوں سے منزہ ومبرا بھی نہیں تھے۔ وہ ہم جیسے انسان تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انھیں رسولؐ خدا کی صحابیت اور ہمنشینی کا شرف ملا یہ شرف اسی وقت کسی صحابی کو فائدہ پہنچاسکتاہے جب تک وہ سیرت رسولؐ اکرم پر قائم رہے اور اگر کوئی صحابی سیرت رسولؐ اکرم چھوڑ کر اپنی سیرت پر عمل کرے اور کرائے، رسولؐ کی بیٹی کے گھر پر حملہ کرے اس کا حق غصب کرے، رسولؐ کے نامزد خلیفہ علی ابن ابی طالبؑ کا حقِ خلافت غصب کرے، امام علیؑ پر سب و شتم کرے اور کروائے، اصحابِ رسولؐ کو قتل کرے اور سب سے بڑھ کر خود رسولؐ اللہ کو شہید کرنے کے لیے سازش رچے تو یہ شرف اس سے خود بخود ختم ہو جائے گا۔

تبھی ہم شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے جو قانون بنایاہے اس قانون کی روشنی میں کہیں ایسا نظر نہیں آتا کہ خداوند عالم قاتل و مقتول اور ظالم و مظلوم اور مومن و منافق کے ساتھ یکساں طور پر سلوک کرے گا بلکہ جس کا جتنا رتبہ بلند ہے اس کا اسی اعتبار سے حساب لیاجائے گا لہذا اگر کسی صحابی نے غلطی کی ہے تو اس کو دوہرا عذاب ملے گا کیوں کہ اس نے پیغمبر اکرم کو دیکھا، پہچانا اور سنا پھر بھی ان کا حکم نہیں مانا بلکہ منافقت کرتے رہے۔

جیسا کہ خداوند عالم ازواج رسولؐ اکرم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

يَانِسَاءَ النَّبِي مَنْ يَاتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنِةٍ يُضٰاعَفْ لَهٰا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَالِكَ عَلٰى اللّٰهِ يَسِيْراً

ترجمہ: اے ازواج پیغمبر: تم میں سے جس نے بھی کوئی برا اور فاحش کام انجام دیا تو اس کے لئے دگنا عذاب ہے اور یہ کام خدا کے لئے آسان ہے۔

جب امہات المومنین کے لئے قرآن مجید میں ایسا دستور موجود ہے کہ غلطی کرنے کے بعد وہ اللہ سبحانہ کی پکڑ اور گرفت سے باہر نہیں ہیں تو اصحاب رسولؐ اکرم غلطیوں پر غلطیاں کرنے کے بعد کیسے معاف کر دیئے جائیں گے؟

ذرا سوچیئے۔۔

والسلام، ابو عبد اللہ

دفاعِ عقیدہ رجعت، قرآن واحادیث کی روشنی میں

السلام علیکم مومنین ومومنات

آج جس عنوان پر اپنے قلم کو تولنے کی کوشش کروں گا اس پر بد قسمتی سے اُردو زبان میں بہت کم مواد موجود ہے جس کی وجہ سے کافی صاحبان ایمان اس سے ناواقف ہیں یعنی عقیدہ رجعت۔ مومنین کی اس عنوان میں کم علمی کا فائدہ شیعہ مخالف افراد بھرپور اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیعوں کا یہ عقیدہ یہودیوں سے انہیں میراث میں ملا ہے جو عقل اور قرآن و حدیث کے منافی ہے جبکہ عقیدہ رجعت قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا انکار قرآن کی توہین شمار ہوتی ہے انشاء اللہ آگے چل کر قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کیا جائے گا۔

قارئین کرام تحریر یقیناً طولانی ہونے جارہی ہے کیونکہ اس عقیدے پر لکھنے کے لیئے مجھے تحریر کو کچھ حصوں میں تقسیم کر کے اس پر تفصیل سے بحث کرنی ہے تاکہ ذہنِ انسانی کا ہر گوشہ دلیل وبرہان کی چھینٹوں سے ہوش میں آکر باآسانی اسے قبول کر سکے۔

جن حصوں میں تحریر کو تقسیم کر رہا ہوں وہ کچھ اس طرح ہے:

1- عقیدہ رجعت کا تعارف

2- مکتبِ اہل بیتؑ میں عقیدہ رجعت پر قرآن وفرامینِ معصومینؑ سے استدلال

3- عقیدہ رجعت پر صراحت

4- رجعت کرنے والوں کا تعارف

تو قارئین اب اس موضوع پر بحث کا آغاز کرتا ہوں، المددیا صاحب الزمان(عج)

1-عقیدہ رجعت کا تعارف

عقیدہ رجعت مسلمہ شیعہ عقائد میں سے ایک ہے اور لغوی طور پر لفظ رجعت، رج ع اور رجوع سے مشتق ہے جس کے معنی ایک بار لوٹنے اور پلٹنے کے ہیں جبکہ دینی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ کی حجتوں آئمہ معصومینؑ علیہ السلام، خالص مومنین اور کفار و منافقین کا اسی دنیا کی طرف لوٹنا ہے یعنی یہ لوگ حکمِ خدا سے دوبارہ زندہ ہوں گے اور دنیا کی طرف پلٹائے جائیں گے یعنی یہ قیامت سے پہلے میدان حشر کی ایسی تصویر کو رجعت کہتے ہیں جو اسی دنیا میں واقع ہوگی۔

یہاں ایک نکتے کی طرف توجہ دلاتا ہو آگے بڑھتا ہوں کہ ہم شیعہ رجعت پر یقین و اعتقاد رکھنے کے باوجود رجعت کے منکرین کو کافر نہیں سمجھتے جبکہ عقیدہ رجعت مذہب اہل بیتؑ کی ضروریات و مسلمات میں سے ہے جو احادیث سے ثابت ہے رجعت پر ایمان، ایمانِ کامل اور حقیقی اسلام کی شروط میں سے ہے۔

2-مکتبِ اہل بیتؑ میں عقیدہ رجعت پر قرآن و فرامینِ معصومینؑ سے استدلال

قارئین کرام، رجعت کے موضوع پر احادیث تواتر کی حد تک ہیں یعنی اگر میں آسان کر کے لکھوں تو علامہ مجلسیؒ نے ہی 160 اسناد رجعت کے موضوع پر بحار الانوار میں جمع کی ہیں جبکہ اجمالی طور پر تقریباً 200 روایات رجعت پر دلالت کرتی ہیں جن کو چالیس سے زائد علماء و محدثین نے 50 سے زائد معتبر کتب میں نقل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی زیارات اور دعاؤں میں بھی رجعت کے عقیدے پر تاکید ہوئی ہے جن میں زیارت جامعہ،

زیارت وارثہ، زیارت اربعین، زیارت آل یاسین، زیارت رجبیہ، دعائے وداع اور دعائے عہد شامل ہیں۔

علامہ مجلسیؒ رجعت کے عنوان پر لکھتے ہیں کہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اہل بیت علیہم السلام کی صداقت پر ایمان رکھتا ہو لیکن رجعت کے بارے میں متواتر احادیث کو قبول نہ کرے؟ بہت ہی واضح احادیث جن کی تعداد تقریباً دو سو ہے اور تقریباً چالیس موثق راویوں اور علمانے نقل کی ہیں، اور پچاس سے زیادہ کتابوں میں وارد ہوئی ہیں اگر یہ حدیث متواتر نہیں ہے تو پھر کون سی حدیث متواتر ہو سکتی ہے؟

بحار الانوار ، جلد ۵۳، صفحہ ۱۲۲

اب رجعت پر کچھ احادیث بیان کر رہا ہوں تا کہ مومنین کا ایمان مزید تقویت پا سکے۔

امام صادق علیہ السلام رجعت سے متعلق فرماتے ہیں:

خدا کی قسم شب و روز ختم نہیں ہوں گے مگر یہ کہ خداوند عالم مردوں کو زندہ کرے اور زندوں کو موت دے اور حق کو مستحق تک پہنچائے اور اپنے منتخب کردہ دین کو قائم کر کے دنیا پر حاکم کرے۔

میزان الحکمت

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مومنین پلٹ جائیں گے تا کہ عزت پائیں، ان کی آنکھیں روشن ہوں گی اور ظالم لوگ بھی پلٹیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے۔

بحارالانوار، جلد۵۳صفحہ۴۶

اسی طرح مامون نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: اے ابو الحسنؑ رجعت سے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: رجعت حقیقت رکھتی ہے، گذشتہ امت میں بھی تھی، قرآن میں بھی اس کے متعلق بیان ہے اور رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے: جو کچھ گذشتہ امت میں تھا وہ عیناً اور ہو بہو اس امت میں بھی پیش آئے گا۔

عیون الاخبار الرضاؑ، جلد 2/صفحہ201/ح1

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب قائم آل محمد (عج) کے قیام کا وقت نزدیک ہو گا تو جمادی الثانی اور رجب المرجب کے مہینے میں ایسی شدید بارش ہو گی کہ لوگوں نے اس سے پہلے ایسی بارش نہ دیکھی ہو گی پھر خداوند عالم اسی بارش کے ذریعے مومنین کی ہڈیوں اور گوشت کو قبر کے اندر ہی رشد و نمو دے گا؛ گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہینہ کی طرف سے اپنے بالوں کے گرد و غبار کو جھاڑتے ہوئے آ رہے ہیں۔

میزان الحکمت، حدیث نمبر 6928

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو لوگ مر چکے ہیں وہ دنیا میں واپس پلٹیں گے تا کہ اپنا انتقام لیں جسے جتنی اذیت پہنچی ہو گی اسی مقدار میں وہ بدلہ لے گا، جس نے جیسی دشمنی کا مشاہدہ کیا ہو گا وہ اسی مقدار میں انتقام لے گا جو قتل ہوا ہو گا وہ اپنے خون کے بدلہ میں قاتل کو خود ہی قتل کرے گا اور اس مقصد

کے پورا ہونے کے لیئے اس کے دشمن بھی دنیا میں واپس آئیں گے تاکہ وہ خود خون بہانے کا بدلا دیں اور انہیں قتل کرنے کے بعد 30 مہینے زندہ رہیں گے پھر سارے کے سارے ایک ہی شب میں مر جائیں گے جب کہ ان کے دلوں کو شفا ملی ہو گی اپنے خون کا بدلہ لے کر ؛اور ان کے دشمن جہنم کے سخت عذاب میں ہوں گے۔

مہدیٔ موعود ، جلد 13 ، صفحہ 188

سرداب مقدس میں حضرت امام عصر علیہ السلام کی زیارت میں آیا ہے:

اے میرے مولا و آقا اگر اپ کے ظہور سے پہلے مر جاؤں تو آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے پاکیزہ آباء واجداد کے وسیلہ سے پروردگار کی بارگاہ میں توسل کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء کرتا ہوں کہ محمد وآل محمد پر رحمتیں نازل فرما اور آپ علیہ السلام کے زمانہ ظہور میں مجھے پلٹا دے آپ علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں رجعت کروں آپ کی اطاعت میں اپنے مقصد کو حاصل کروں اور اپنے سینہ کو آپ کے دشمنوں کی ذلت سے ٹھنڈا کروں۔

مفاتیح الجنان، آداب سرداب مقدس، زیارت دوم صاحب الامرعلیہ السلام

فی الحال انہی احادیث پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ تحریر مزید طویل ہو جائے گی۔اور باقی مطالب پر زیادہ بحث نہیں ہو سکے گی تو اب قرآن مجید کو دیکھتے ہیں کہ اس میں رجعت کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مبین میں رجعت کے متعلق آیات

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس سے ہر مسلمان فرقوں پر دلیل ثابت ہوتی ہے جس کا انکار محال ہے اور کفر کا باعث ہے۔ تو آئیں اب قرآن کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں جو سورہ نمل کی آیت 83 ہے جس میں ارشاد خداوندی ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایسا گروہ محشور (جمع) کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتا تھا۔ پھر اس کو روک کر جماعت بندی کی جائے گی۔

مومنین کرام اس آیت پر غور کریں تو باآسانی معلوم ہو جائے گا کہ اس میں موجود لفظ حشر، قیامت کے دن والے حشر سے یقیناً مختلف ہے کیونکہ کے اگر یہاں قیامت کے دن والا حشر مراد ہوتا تو پھر کچھ گروہوں کی بات نہ ہوتی کیونکہ قیامت کے دن مخصوص گروہ نہیں بلکہ تمام امتوں کو محشور کیا جائے گا جیسے قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَداً (سورہ کہف ، آیت 47)

ترجمہ: اور ان سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے تو ان میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جائے گا اور کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

جبکہ سورہ نمل کی آیت میں ہر امت سے ایک خاص گروہ اور جماعت کو محشور کرنے کی بات کی جاری ہے، ایک اور نکتے پر غور کریں تو مزید واضح ہو جائے کہ اس آیت سے اوپر والی آیت یعنی آیت 82 میں دابۃ الارض کا بیان موجود ہیں جس پر ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ یہ واقعہ قیامت سے پہلے ظاہر ہو گا۔

یعنی أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ، تو ہم زمین سے چلنے پھرنے والا نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔ تو یہ بات خود با خود ثابت ہو جاتی ہے کہ سورہ نمل کی آیت 83 میں جو محشور ہونے کا تذکرہ ہے وہی رجعت کا دور ہے جس پر شیعوں کا ایمان ہے۔

اب ان آیات کی طرف توجہ دلاؤں جن میں لوگوں کا دوبارہ اسی دنیا میں زندہ ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ اہل سنت کی جانب سے اعتراض کرتے ہوئے یہ بات کی جاتی ہے کہ کوئی بھی انسان دوبارہ اس دنیا میں زندہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کبھی ہوا ہے۔ تو آئیں قرآن سے پوچھ لیتے ہیں کہ آیا حق پر شیعہ ہیں یا اہل سنت افراد جو قرآن کی نفی کرتے ہیں۔

سورہ بقرہ کی آیت 259 ملاحظہ فرمائیں:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾

ترجمہ: یا اس بندے کی مثال جس کا گذر ایک قریہ سے ہوا جس کے سارے عرش و فرش گر چکے تھے تو اس بندہ نے کہا کہ خدا ان سب کو موت کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو خدا نے اس بندہ کو سو سال کے لئے موت دے دی اور پھر زندہ کیا اور پوچھا کہ کتنی دیر پڑے رہے تو اس نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ فرمایا نہیں۔ سو سال ذرا اپنے کھانے اور پینے کو تو دیکھو کہ خراب تک نہیں ہوا اور اپنے گدھے پر نگاہ کرو (کہ سڑ گل گیا ہے) اور ہم اسی طرح تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں پھر ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح جوڑ کر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی تو بیساختہ آواز دی کہ مجھے معلوم ہے کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔

تو اس آیت سے بھی اہل سنت کا اعتراض باطل ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی دوبارہ زندہ نہیں کیا گیا جبکہ اللہ نے حضرت اب آگے چلتے ہیں۔

اب سورہ بقرہ کی آیت نمبر 56 بھی ملاحظہ فرمائیں

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کیا تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت نمبر 243 میں ایک اور گروہ کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ خدا نے ان سے کہا: مر جاؤ (پس وہ سب کے سب مر گئے) پھر انہیں زندہ کیا۔ بے شک خدا لوگوں پر بڑا لطف و کرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

اسی طرح سے کئی ایک واقعات قرآن میں درج ہیں جن سے اسی دنیا میں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا بیان ہے۔ خاص کر حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا، حضرت ابراہیمؑ کا پرندوں کو زندہ کرنا، اصحاب کہف کا قصہ اور وغیرہ۔۔ چلیں اب کچھ تصریحات پیش کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

3-عقیدہ رجعت پر صراحت

رجعت کے متعلق بہت سی روایات میں رجعت کے بارے میں مندرجہ ذیل مطالب بیان ہوئے ہیں:

رجعت کائنات کے عظیم اور اہم دنوں میں سے ہے کہ اسے قرآن مجید میں ایام اللہ (اللہ کے دنوں) کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ایام اللہ" تین دن ہیں قائم علیہ السلام کے قیام کا دن رجعت کا دن اور قیامت کا دن

بحارالانوار، ج۳۵، ص۳۴، حدیث ۳۵

رجعت پر عقیدہ اہل بیت علیہ السلام کے شیعوں کی نشانیوں میں سے ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہم میں سے نہیں وہ جو رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

بحارالانوار، ج۳۵، ص۲۹، حدیث ۱۰۱

رجعت سب لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ خالص مومنین اور خالص کفار و منافقین کے لئے ہے۔

بحارالانوار ج۳۵، ص۹۳، حدیث ۱

سب مومنین اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے حقیقی منتظرین کہ جو ان کے ظہور سے قبل دنیا سے جا چکے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں رجعت اور اس عظیم امام کی نصرت کا امکان موجود ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہوئی ہے کہ جو بھی چالیس صبح تک دعائے عہد پڑھے وہ حضرت امام قائم علیہ السلام کے انصار میں سے ہو گا اور اگر ان کے ظہور سے پہلے مر جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کی قبر سے نکالے گا اور وہ قائم علیہ السلام کی نصرت کرے گا۔

مفاتیح الجنان، دعائے عہد

کفار اور منافقین کبھی بھی اپنی رغبت اور اشتیاق کے ساتھ دنیا کی طرف نہیں پلٹیں گے بلکہ جبراً رجعت کریں گے لیکن مومنین کی رجعت اختیاری ہو گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب حضرت امام عصر علیہ السلام قیام کریں گے الٰہی نمائندے قبر میں مومنین سے رابطہ کریں گے اور انہیں کہیں گے کہ اے بندہ خدا تمہارے مولا نے ظہور کیا ہے اگر چاہتے ہو کہ ان کے ساتھ مل جاؤ تو تم آزاد ہو اگر چاہتے ہو کہ برزخ کی الٰہی نعمات میں لطف اٹھاؤ تو بھی آزاد ہو۔

بحارالانوار ج۳۵، ص۵۹

4-رجعت کرنے والوں کا تعارف

روایات کی رو سے انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ، آئمہ معصومینؑ علیہم السلام اور خالص مومنین اور اسی طرح خالص کفار یہ وہ لوگ ہیں کہ جو زمانہ رجعت میں اس دنیا کی طرف لوٹ جائیں گے۔

ایسی روایات کہ جو عمومی طور پر انبیاءعلیہ السلام اور آئمہ معصومینؑ علیہ السلام کے لوٹنے کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں

مثلاً آیت

"انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد"

کی تفسیر میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

خدا کی قسم یہ آیت رجعت کے زمانہ میں تحقق کرے گی آیا تم نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم السلام کی دنیا میں نصرت نہیں ہوئی اور وہ قتل ہوئے اور اسی طرح ائمہ علیہم السلام بھی قتل ہوئے لیکن یہ نصرت اور کامیابی رجعت کے زمانہ میں تحقق کرے گی۔

معجم الاحادیث الامام المہدی علیہ السلام ،جلد۵،صفحہ۴۸۳

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب امام حسین علیہ السلام اپنے شہید اصحاب کے ساتھ رجعت کریں گے تو ستر انبیاء بھی ان کے ساتھ رجعت کریں گے جیسا کہ موسیٰؑ بن عمرانؑ کے ہمراہ ستر انبیاء تھے۔

معجم الاحادیث الامام المہدی علیہ السلام، جلد۳۵،صفحہ۲۶

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بلاشبہ حضرت دانیال اور یونس علیہ السلام دونوں امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ رجعت میں دنیا کی طرف پلٹیں گے اور پیغمبر اکرم کی رسالت کا اقرار کریں گے اور ان کے ساتھ ستر افراد بھی اٹھائے جائیں گے۔

بحارالانوارج۳۵،ص۲۶

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یرجع الیکم بینکم وامیرالمومنین والائمة"

امیر المومنین علیہ السلام اور ائمہ معصومینؑ علیہم السلام تمہاری طرف دوبارہ لوٹ جائیں گے۔

معجم الاحادیث الامام المہدی ،جلد۵صفحہ۷۲۳

جن مومنین ومومنات اپنے سوالات میں پوچھا تھا کہ سب سے پہلے رجعت کرنے والا فرد کون ہے؟ تو اس کا جواب امامِ صادقؑ کی زبانی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اول من یرجع الی الدنیا الحسینؑ بن علیؑ"

سب سے پہلے فرد کہ جو دنیا کی طرف پلٹیں گے حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام ہیں۔

بحارالانوار،جلد۵،صفحہ۹۰

ایسی روایات کہ جو گذشتہ امتوں اور امت اسلام کے صالح افراد کی رجعت کو بیان کرتی ہیں ان روایات کی روسے گذشتہ امتوں میں سے اصحاب کہف اور مومن آل عمران کی رجعت کا تذکرہ کیا گیا ہے اسی طرح پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومینؑ علیہم السلام کے اصحاب میں سے

سلمان فارسی، مقداد، مالک اشتر، ابو دجانہ انصاری، مفضل بن عمر، عبد اللہ بن شریک عامری، اسماعیل بن جعفر علیہ السلام، حارث، عقیل، جبیر وغیرہ کا نام لیا گیا ہے۔

شیعه والرجعة، جلد۱ ،صفحه۱۵۸،چشم اندازی به حکومت حضرت مهدی علیه السلام ص۵۹

تو قارئین کرام اسلامی روایات کے پیش نظر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رجعت سب لوگوں کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ اعمال صالح انجام دینے والے مومنین کے لئے ہے جو ایمان کے بلند درجہ پر فائز ہیں، اور اسی طرح ان ظالم و سرکش کفار کے لئے ہے جو کفر و ظلم میں غرق ہیں۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں دوبارہ زندگی مومنین کے لئے کمال کے درجات حاصل کرنے کے لئے ہے اور دوسرے گروہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ وہ مخلص مومنین جو معنوی کمال حاصل کرنے میں موانع اور مشکلات سے دوچار ہو گئے تھے اور ان کی معنوی ترقی نامکمل رہ گئی تھی تو حکمت الٰہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسے مومنین کو دوبارہ زندگی دی جائے اور وہ کمال کی منزلوں کو مکمل کریں، حق و عدالت کی عالمی حکومت کو دیکھیں، اور اس حکومت میں شریک ہوں کیونکہ ایسی حکومت میں شریک ہونا ہی بہت بڑا افتخار ہے۔

ان کے برخلاف کفار و منافقین اور بڑے بڑے ظالم و جابر روزِ قیامت عذاب کے علاوہ اس دنیا میں بھی سزا بھگتیں گے جیسا کہ گزشتہ سرکش اقوام جیسے قومِ فرعون، قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط اپنے کیفر کردار تک پہنچی ہیں، اور یہ صرف رجعت کی صورت میں ممکن ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:
إنَّ الرَّجْعةَ لَيْسَتْ بِعَامَةٍ، وَهِيَ خَاصَّةٍ لَا يَرْجعُ إلّاَ مَنْ مَحضَ الإيمَانُ مَحْضاً، اۤوْ مَحضَ الشِّرْكِ مَحَضاً

رجعت عام نہیں ہو گی بلکہ خاص ہو گی، رجعت صرف انھیں افراد کے لئے ہے جو خالص مومن یا جو خالص مشرک ہیں"۔

ممکن ہے کہ سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۹۵ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:
وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اۤہْلَكْنَاہَا اۤنَّہُمْ لاَيَرْجِعُونَ
ترجمہ: اور جس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا ہے اس کے لئے بھی ناممکن ہے کہ قیامت کے دن ہمارے پاس پلٹ کر نہ آئے۔

کیونکہ نہ لوٹایا جانا انھیں لوگوں کے بارے میں ہے جو اسی دنیا میں اپنے کیفر کردار تک پہنچ چکے ہیں، اور اس سے یہ بھی روشن ہو جاتا ہے کہ جو لوگ اس طرح کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوئے ہیں ان کو دوبارہ اس دنیا میں لوٹا کر ان کو سزا دی جائے گی۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

کتاب الامامت والسیاست کیا شیعہ کتاب ہے؟

السلام علیکم مومنین و مومنات

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ 14 سو سال گزرنے کے باوجود دورِ حاضر میں دم ہلاتے اور غیر ارادی طور پر فطرت کے عین مطابق ایک ٹانگ اٹھا کر اپنے ہی تین پر ڈیش ڈیش کرتے سقیفائی کتے، ہر اُس انسان پر بھونکتے اور کاٹتے نظر آتے ہیں جو خاندانِ نبوت پر حق کو بیان کرے، اب چاہے وہ انہی کا کوئی عالم ہی کیوں نہ ہو۔

یعنی جو بھی اہل سنت عالم بھی اہل بیتؑ پر حق لکھے، جنابِ زہراؑ کی مظلومیت کو بیان کرے، شہادتِ محسنؑ پر لکھے یا ان کے تین صاحبان کے کرتوت غیر متعصب ہو کر بیان کر دے تو یہ نا صرف اس کتاب کا انکار کر دیتے بلکہ اپنے اس عالم کے گلے میں رافضیت کی گھنٹی باندھ کر اسے ہم شیعانِ علیؑ کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

تو آج میں انہی اہل سنت علماء میں سے ایک جس کا نام ابن قتیبہ دینوری جو تیسری صدی ہجری کا ایک بزرگ عالمِ اہل سنت ہے اور اس عالم کی جس کتاب سے ان نواصب کو مسئلہ ہے اُس کا نام الامامت والسیاست ہے۔

یہاں پر میں ابن قتیبہ اور ان کی کتاب کا تھوڑا سا تعارف پیش کر دوں پھر یہ ثابت کروں گا کہ نا صرف یہ کتاب ابن قتیبہ دینوری کی ہے بلکہ یہ اہل سنت عالم قطعاً شیعہ نہیں اور نہ ہی اس نام سے کسی شیعہ عالم نے یہ کتاب تالیف فرمائی!

ابن قتیبہ کے جن کا پورا نام ابو محمد عبد اللہ ابن مسلم ابن قتیبہ دینوری ہے یہ تیسری صدی ہجری کے حنبلی سنی مصنفین میں سے ایک ہے۔ ابن قتیبہ کی پیدائش سنہ 213 ہجری میں کوفہ میں ہوئی اور سنہ 276 کو بغداد میں فوت ہوئے۔ اہل سنت علماء ابن قتیبہ کو امام الفقیہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں اور ان کی کتاب، امامت و سیاست حضرت رسول خدا ﷺ کی شہادت کے بعد اسلام کے ابتدائی خلفاء کی تاریخ کا تفصیلی جائزہ ہے۔ اس کتاب میں در حقیقت اسلامی تاریخ کے ایک انتہائی حساس اور عبرتناک دور کے واقعات کو درج کیا گیا ہے

۔

بے چارے ناصبی جتنی بھی کوشش کرلیں اور ہر میڈیم پر اپنے امام دینوری کو بدلنے کی کوشش کرلیں لیکن کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

مومنین کو بتاتا چلوں کہ ان افراد نے وکی پیڈیا تک میں غلط معلومات درج کروائی ہیں اور ابن قتیبہ کی پیدائش اور وفات تک کو بدل کر آٹھویں صدی ہجری میں ڈال دیا ہے۔ جبکہ شبکۃ الألوکۃ جو ایک سلفی ادارہ ہے اس پر سے یہ بیچارے اب تک حقیقت ہٹوا نہ سکے۔

مومنین جاکر اس لنک کو ملاحظہ اور ابن قتیبہ دینوری کا سنہ ولادت ووفات دیکھیں پھر وکی پیڈیا پے جاکر کر اس چیک کریں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

لنک: https://www.alukah.net/sharia/0/108963/

اور اگر کسی کو پھر بھی آرام نہ آئے تو ٹکٹ کٹوا کر سیدھا بیروت، لبنان جا کر مؤسسة الحلبي میں حاضری دے اور ان سے پوچھے کہ آپ نے جس ابن قتیبہ دینوری کی کتاب الامامت والسیاست شائع کی ہے وہ کون ہیں اور ان کا سنہ ولادت ووفات کیا ہے۔

الختصر کہ اگر یہ شیعہ کتاب تھی تو میرا سوال ہے کہ ہم شیعوں کو بتایا جائے آخر کیا وجہ تھی اس کتاب کو پوری دنیا میں اہل سنت مکاتب کی جانب سے شائع کیا گیا جن میں سب سے پہلے مصر تھا؟ بلکہ اب تک شائع کی جارہی ہے۔

میرا دوسرا سوال ہے کہ اگر یہ شیعہ کتاب ہے تو پھر ابن قتیبہ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں ایک ایسی حدیث کو سرنامہ کیوں بنایا جو قطعی طور پر شیعوں کے بنیادی عقائد و نظریات کے خلاف ہے جس میں ابن قتیبہ اپنے مقدمہ کا آغاز کچھ اس طرح کرتا ہے:

نفتتح كلامنا بحمد الله تعالى، ونقدس ربنا بذكره والثناء عليه، لا إله إلا هو لا شريك له، الذي اتخذ الحمد لنفسه ذكرا، ورضى به من عباه شكرا وصلى الله على سيدنا محمد الذي أرسله بالهدى، وختم به رسل الله السعدا، صلاة زاكية، وسلم تسليما كثيرا أبدا۔

فضل أبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما حدثنا ابن أبي مريم، قال حدثنا أسد بن موسى، قال حدثنا وكيع، عن يونس بن أبي إسحاق، عن الشعبي، عن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه، قال: كنت جالسا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأقبل أبو بكر وعمر رضي الله عنهما، فقال عليه الصلاة والسلام:

هذان سيدا كهول أهل الجنة من الأولين والآخرين إلا النبيين والمرسلين عليهم السلام ولا تخبرهما يا علي۔

ترجمہ:۔۔ کہ امام علیؑ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو ابو بکر اور عمر آئے، رسول اللہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: یہ دونوں سوائے نبیوں اور رسولوں کے اول و آخرین میں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں اور اے علی یہ بات تم انہیں مت بتانا۔

صرف یہی نہیں بلکہ اس کے فوراً بعد ابن قتیبہ، مولا علیؑ اور عمر بن خطاب کے درمیان جو پیار و محبت کا اظہار فرمارہے ہیں ارے لکھنا تو دور کی بات عام معمولی سا شیعہ بھی ایسا سوچ نہیں سکتا کجا کہ کوئی شیعہ عالم ایسی بات لکھے۔۔

چلیں جی مختصر کرتا ہوں ورنہ اگر کتاب کے متن سے اس کا غیر شیعہ ہونا ثابت کرنے بیٹھ گیا تو تحریر کیا پوری کتاب ہی مرتب کرنا پڑ جائے گی۔۔

اب براہ راست اہل سنت علماء کی زبانی ابن قتیبہ اور کتاب الامامت والسیاست کو سنی ثابت کر کے تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

سب سے پہلے ارطغرل غازی میں پیش کیے جانے والے ابن عربی کی کتاب کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

ابن عربی کہ جن کا پورا نام قاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري الإشبيلي المالكي ہے، جو پانچویں صدی ہجری کی ایسی شخصیت ہیں جو اہل سنت کے لیے کسی بھی تعریف کے محتاج نہیں۔۔ وہ ابن عربی اپنی کتاب:العواصم من

القواصم في تحقيق مواقف الصحابة بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم کے باب الثامن یعنی آٹھویں باب کے صفحہ 261 پر اس طرح سے کتاب الامامت والسیاست کو ابن قتیبہ کی کتاب ثابت کرتا ہے:

ابن قتيبة، فلم يبق ولم يذر للصحابة رسما في كتاب الإمامة والسياسية إن صح عنه جميع ما فيه وكالمبرد في كتابه الأدبي۔

- حواله : إبن العربي، محمد بن عبد الله أبو بكر (متوفاي۵۴۳ھ)، العواصم من القواصم في تحقيق مواقف الصحابة بعد وفاة النبي صلي الله عليه وسلم، ج ۱، ص ۲۶۱، تحقيق: محب الدين الخطيب - ومحمود مهدي الاستانبولي، ناشر: دار الجيل - لبنان - بيروت، الطبعة: الثانية، ۱۴۰۷ھ - ۱۹۸۷م۔

چلیں جی اب ذرا اس کتاب سے بھی ثابت کر دیا جائے جو کنگ فیصل سینٹر نے شائع کی تھی جسے اسلامی کتابوں کے ورثہ کا خزانہ کہا جاتا ہے۔

یعنی خزانة التراث، قارئین اس کتاب میں تمام اسلامی کتابوں، قلمی نسخوں، مخطوطات اور مکتوبات کا بیان ہے کہ یہ سب کس کس کے ہیں اور دنیا کی کس لائبریری میں موجود ہیں۔ اور یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ یوں کہیں کہ یہ اسلامی ورثہ کی انسائیکلومیڈیا ہے۔

تو اسی کتاب: خزانة التراث فهرس مخطوطات کی جلد 52 کے صفحے 934 پر جا کر دیکھ لیں کہ کتاب الامامت والسیاست کس کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور کہاں کہاں اس کے نسخے محفوظ ہیں، میں یہاں حصول برکت کے لیے اس کتاب سے ڈیجیٹل کوڈ پیش کر دیتا ہوں:

€٥٢٠٣٤ƒسياسه شرعيه™السياسه والامامه™الامامه والسياسهŒعبد الله بن مسلم بن قتيبه، ابن قتيبه¢ابن قتيبه¢الدينوري£٢٧٦هـ$٣هـ¥©شستربيتيµايرلندا¶دبلن®٤٠٤٢/٥ (٢) ¥©مكتبه الدولهµالمانيا¶برلين®٩٤١٢¥©مكتبه برنستون (مجموعه جاريت) µالولايات المتحده الامريكيه¶برنستون®٢٢١،٢٦٨ (مجموعه بريل) ¥©المكتبه الوطنيه بباريسµفرنسا¶باريس®١٥٦٦¥©المتحف البريطانيµانجلترا¶لندن®١٢٧٢، ١٦٤٩، والملحق ٥١٩¥©جامعه سان بطرسبورجµروسيا¶سان بطرسبورج®١٥٦¥©الخديويهµمصر¶القاهره®١٣/٥¥©الرباطµالمغرب¶الرباط®٤٢٠¥©خزانه القرويينµالمغرب¶فاس®١٣١٧¥©مكتبه داودµالعراق¶الموصل®٢٥، ٧٤¥©بشاورµباكستان¶بشاور®١٤٢٣¥©خدابخشµالهند

اوپر کوڈ میں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ کتاب الامامت والسیاست جو کہ ابن قتیبہ کی ہے اس کے قلمی نسخے مکتوب و مخطوطات ڈبلن آئرلینڈ، برلن اسٹیٹ لائبریری جرمنی، نیشنل لائبریری فرانس، برطانیہ، امریکہ، قاہرہ مصر، عراق اور یہاں تک کہ پشاور اسٹیٹ لائبریری پاکستان تک میں موجود ہیں۔

ایک بات اور مزے کی بتاتا چلوں کہ جو ناصبی الامامت والسیاست کو ابن قتیبہ کی ماننے سے انکار کرتے ہیں وہی جاہل ناصبی ایک اور کتاب المعارف کو بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ کتاب بھی امام ابن قتیبہ دینوری سے جھوٹی منسوب کی گئی ہے اور یہ دونوں کتابیں شیعہ رافضی کی لکھی ہوئی ہیں۔۔ او جاہلوں ذرا مکتب شاملہ حدیثہ کی آفیشل ویب سائٹ پر جا کر دیکھ تو لو کہ جو کتاب المعارف ہے اس کا رائٹر کون ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ کتاب الامامت والسیاست کا رد پیش کرتے ہوئے یہ ناصبی خود المعارف کو دلیل بناتے ہیں کہ المعارف میں امام دینوری کی ایسی کتاب کا کوئی نام موجود نہیں پھر بعد میں المعارف کا بھی انکار کرتے ہیں۔

حوالہ دے دیتا ہوں

الكتاب: المعارف المؤلف: أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري (المتوفى: 276هـ) تحقيق: ثروت عكاشة الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة الطبعة: الثانية، 1992 م عدد الأجزاء: 1 [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع]

لنک:https://al-maktaba.org/book/12129

چلیں جی یہ تو بیچ میں مجھے المعارف کا ایسے ہی خیال آ گیا تھا، تو اب جلدی جلدی اہل سنت آئمہ کے نام اور ان کی کتب کے حوالہ جات پیش کر دوں جس میں ان اہل سنت آئمہ و علماء نے کتاب الامامت والسیاست کو ابن قتیبہ دینوری سے منسوب کیا ہے۔

1 – امام ابن حجر هیثمي

- حواله : تطهير الجنان و اللسان، ص۷۲

2- امام ابن شباط تنوزی

- حواله : الصلة السمطيه، فصل دوم، باب ۳۴

3- امام تقی الدین مکی

- حواله : العقد الثمين، ج۶، ص۷۲

4- ابن فهد مكی

- حواله : اتحاف الوري باخبار ام القري، حوادث سال ٩٣ ه ق

5- يوسف إليان

- حؤاله: معجم المطبوعات العربية، ج١، ص٢١١

6- فريد وجدي

- حواله : دايرة المعارف القرن العشرين، ج٢، ص٧٥۴

تو تحریر اس نتیجے پر تمام کرتا ہوں کہ سنی بزرگ علماء و آئمہ کے مطابق امامت و سیاست نامی کتاب ابن قتیبہ دینوری نے لکھی تھی اور اس کو جھٹلانے کا واضح مقصد ان سچائیوں کو چھپانا ہے جو ابن قتیبہ نے کھل کر بیان کی ہیں۔

والسلام، ابو عبد اللہ

توہینِ امام مہدیؑ پر انجینئر محمد علی مرزا کو جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
السَّلامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَ عَلَى آلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

جیسا کہ آپ سب سے وعدہ تھا کہ سوشل میڈیا پر جاہلوں کی جانب سے مزید نام نہاد علمی کتابی جہلاء میں شہرت پانے والا ایک اہل سنت محقق انجینئر محمد علی مرزا کہ جس نے اپنی ایک ویڈیو میں رسولؐ خدا ﷺ کے بارہویں جانشین حضرت امام مھدیؑ ابن امام حسن عسکریؑ کے بارے میں علمی طریقے کو چھوڑ کر تمسخر اڑانے کے انداز میں اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ معاذ اللہ ایسے امام کا مجھے کیا فائدہ جو گیارہ سو سال سے کسی غار میں چھپا بیٹھا ہے جس سے نہ واٹس ایپ پر بات ہو سکتی ہے نا اسے وائس میسج کر کے کچھ پوچھ سکتے ہیں۔
استغفر اللہ استغفر اللہ

قارئین اگر آپ نے وائرل ہوئی اس ویڈیو کا کلپ دیکھا ہو تو اس میں گستاخ انجینئر جس جملے سے بات کا آغاز کر رہا ہے وہ یہ الفاظ ہیں:

"یہی نتیجہ ہے کہ پھر ولایت بنیادی عقیدہ بھی نہیں ہے"

اس کے بعد آگے چل کر اس نے وہ واٹس ایپ والی بکواس کی جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔
یہاں میں ایک بات واضح کرتا چلوں کہ میں نے پچھلی جتنی تحریریں اس انجینئر مرزا کے جواب میں لکھی تھیں وہاں میں نے اس کا ذکر تھوڑے احترام سے کیا تھا لیکن اب اس نطفہ جہل کا کوئی احترام میری نظر میں باقی نہیں رہا کیونکہ اس نے اب امام مہدی (عج) کا تمسخر اڑا کر اپنی شخصیت کو بدبودار کر لیا اور یقیناً حجت اللہ کا مذاق اڑا کر لعنت اللہ کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔

قارئین میرا اندازِ بیان اب یقیناً جارحانہ ہو گا اور اس خبیث انجینئر کو ایسی ایسی پھکیاں دونگا کہ اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے لیکن یاد رہے کہ یہ ایک غلامِ مہدی (عج) کی پھکیاں ہونگی جو بالیقین علمی، کتابی اور منطقی ہوں گی۔

تحریر لکھتے ہوئے میں سوچ رہا ہوں کہ اگر میں نے فقط جواب میں امام مھدی (عج) کے وجود کو ثابت کر دیا تو وہ بھی کافی ہو گا لیکن میرا علمی غصہ تب تک ٹھنڈا نہیں ہو گا جب تک اس خبیث کو ایسی پھکی نہ دے دوں جس کی وجہ سے اس نے خدا کی حجت کا مذاق اڑایا یعنی ولایت کی وجہ سے کیونکہ اگر امام مھدی کو یہ زندہ مان لے گا تو پھر اسے ان تمام نام نہاد خلفاء کا انکار کرنا پڑے گا جنہیں بچانے کی کوشش کرتے ہوئے یہ اب تک گمراہ ہے۔ یعنی ابو بکر عمر و عثمان کی غصبی خلافت کو!۔۔ پر کیسے ؟؟؟ یہ آگے تحریر میں واضح ہو جائے گا۔۔

انشاءاللہ

تو میں سوچ چکا ہوں کہ انجینئر کے جواب میں ایسی حدیث کو سہارا بناؤں کہ جس سے عقیدہ امامت کا ضروری ہونا، امام کا تعین اللہ کی جانب سے ہونا و امام مہدی (عج) کا حاضر و زندہ ہونا بھی ثابت ہو جائے اور لگے ہاتھوں اس کے نام نہاد صدیق اکبر، فاروق اعظم اور مبینہ غنی پر بھی اس خبیث کو ایسی پھکی مل جائے کہ آئندہ ایسی گفتگو کرتے ہوئے اپنی ماں کی نجاست کا اعلان نہ کرے۔۔

شروع کرتا ہوں۔۔ المدد یا امام زمان (عج)

تو قارئین انجینئر کی وائرل ویڈیو کا آغاز جن الفاظ سے ہوا وہ یہ تھے کہ "یہی نتیجہ ہے کہ پھر ولایت، بنیادی عقیدہ بھی نہیں ہے"

ہاں جی جاہل انجینئر یہ کہا تھا تو نے ؟؟ چل بیٹا، ابو عبد اللہ کے ہاتھوں اب تیری چھترول کا وقت شروع ہوا چاہتا ہے۔۔

اے نطفہء نجس انجینئر تیری اہل سنت کتابوں میں ایک حدیث ہے جسے تیرے امام مسلم سمیت تمام دیگر اہل سنت آئمہ نے صحیح سند سے نقل کیا ہے جن میں امام البنانی بھی ہے اور متعصب ترین دشمنِ اہل بیت امام ابن تیمیہ بھی۔

سب سے پہلے وہی حدیث پیش کر رہا ہوں اور جن جن کتابوں میں یہ یا اس جیسی مزید موجود ہیں اسے بھی نقل کر رہا ہوں تا کہ بچ بھاگنے کا راستہ ہی نہ ملے پھر امام مہدی (عج) کا وجود اسی سے ثابت بھی کروں گا اور نام نہاد خلفاء کی غصبی خلافت کا رد بھی۔۔

اہل سنت صحیحین میں سے ایک کتاب صحیح مسلم میں امام مسلم نیشاپوری لکھتے ہیں:

رسولؐ اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو بھی مر جائے اس حالت میں کہ اسکی گردن پر امام کی بیعت نہ ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله :صحيح مسلم ، مسلم النيسابوري ، جلد 3 ، صفحه 1478

نوٹ: اہل سنت کے مطابق صحیح مسلم کی ہر حدیث بالکل صحیح السند ہے تو رجالی بحث کی ضرورت ہی نہیں

مسلم کی یہی حدیث ان کتابوں میں بھی درج ہے،

1- السنن الكبري ، البيهقي ، جلد 8 ، صفحه 156
2- مجمع الزوائد ، جلد 5 ، صفحه 218
3- مشكاة المصابيح ، جلد 2 ، صفحه 1088
4- سلسلة الأحاديث الصحيحة ، جلد 2 ، صفحه 715

چلو اب آگے چلتا ہوں۔۔

کتاب السنة کی جلد 2 کے صفحہ 489 پر امام البانی لکھتے ہیں:

رسول ؐ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ مات وليستْ عليه طاعة مات ميتة جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور کسی امام کی اطاعت اسکی گردن پر واجب نہ ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

البانی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا:

إسناده حسن، ورجاله ثقات ۔

یعنی اس حدیث کی سند حسن (معتبر) ہے اور اسکے سارے راوی ثقہ و قابل اعتماد ہیں۔

دوسری جگہ پر امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

مَنْ مات وليس عليه إمام جماعة فإن موتته موتة جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور کوئی امام جماعت نہ رکھتا ہو تو اسکی موت، جاہلیت کی موت ہے۔

حواله : المستدرك علي الصحيحين ، جلد 1 ، صفحه 150

حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کے نزدیک بھی صحیح ہے، اور ذہبی نے بھی اسکی تائید کی ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور امام ابو داؤد بھی لکھتے ہیں کہ رسول ؐ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مات بغير إمام مات ميتة جاهلية۔

جو بھی امام کے بغیر مر جائے، وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله :مسند احمد بن حنبل ، جلد 4 ، صفحه 96، مسند ابو داود ، صفحه 252

مسندِ احمد و ابو داؤد کی یہ حدیث اسی متن کے ساتھ ان اہل سنت کتابوں میں بھی درج ہے۔۔

- مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص218
- مسند الطيالسي ، الطيالسي ، ص295
- الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ج7 ، ص49
- حلية الأولياء ، ج 3 ، ص22

مشہور دشمنِ اہل بیت ابن تیمیہ ملعون بھی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

فَقَدْ قَالَ رسولُ اللَّهِ۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

حواله : منهاج السنة النبوية [ابن تيمية] جلد 1 ، صفحه 74

اہل سنت کے بزرگ عالم ملا علی قاری نے بھی لکھا:

في صحيح مسلم من مات ولم يعرف إمام زمانه، مات ميتة جاهلية،

کتاب صحیح مسلم میں ذکر ہوا ہے کہ جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

حواله: كتاب الجواهر المضية في طبقات الحنفية، جلد 1، صفحه 510

حوالے جلدی جلدی مکمّل کروں۔۔ کہ اختصار بھی ملحوظ ہے۔

من مات ليس عليه إمام فميتته جاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور اسکا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔

- المعجم الكبير ، الطبراني ، ج 10 ، ص298
- المعجم الأوسط ، ج2 ، ص317 و ج4 ، ص232
- مسند أبي يعلي، ج6 ، ص251
- كتاب السنة ، ابن أبي عاصم ، ج2 ، ص489
- مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص224-225۔
- اسی مضمون کی ایک روایت صحیح ابن حبان میں بھی ذکر ہوئی ہے:
- صحيح ابن حبان ، ج 10 ، با تحقيق شعيب الارنؤوط وهابي ۔ چاپ مؤسسه الرساله بيروت ، ص 343

رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية

جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

تفتازاني ، شرح مقاصد في علم الكلام ، ج 2 ، ص 275

قندوزی حنفی نے کتاب ینابیع المودۃ میں بھی لکھا ہے کہ:

قال رسولؐ الله ﷺ :من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة الجاهلية ۔

جو بھی مر جائے اور وہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا ہے۔

قندوزي حنفي ، ينابيع الموده

بس اب صحیح مسلم سے اس سلسلے کی آخری حدیث لکھ کر آگے بڑھتا ہوں۔

کتاب صحیح مسلم میں ایک بہت ہی اہم روایت ذکر ہوئی ہے کہ یہ روایت عمر کے بیٹے عبد اللہ ابن عمر سے، یزید کے بارے میں نقل ہوئی ہے۔

حدثنا عُبَيْدُ اللَّهِ بن مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حدثنا أبي حدثنا عَاصِمٌ وهو بن مُحَمَّدِ بن زَيْدٍ عن زَيْدِ بن مُحَمَّدٍ عن نَافِعٍ قال جاء عبد اللَّهِ بن عُمَرَ إلى عبد اللَّهِ بن مُطِيعٍ حين كان من أَمْرِ الْحَرَّةِ ما كان زَمَنَ يَزِيدَ بن مُعَاوِيَةَ فقال اطْرَحُوا لِأَبِي عبد الرحمن وِسَادَةً فقال إني لم آتِكَ لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيثًا سمعت رسولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُهُ سمعت رسولَ اللَّهِ ﷺ يقول من خَلَعَ يَدًا من طَاعَةٍ لَقِيَ اللَّهَ يوم الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ له وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ في عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً ،

جب صحابہ، مہاجرین اور انصار نے یزید کے خلاف واقعہ حرہ میں مدینہ میں قیام کیا تو عبد اللہ ابن عمر نے ان سے کہا:

یزید کے خلاف قیام نہ کرو، اسلیے کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: جو بھی امیر کی اطاعت سے خارج ہو تو کل قیامت والے دن وہ شخص بغیر کسی حجت کے محشور ہو گا۔ جو بھی دنیا سے اس حالت میں جائے کہ اسکی گردن پر بیعت نہ ہو تو اس شخص کی موت، جاہلیت کی موت ہو گی۔

صحيح مسلم جلد 6 ، صفحه 942 ، حديث 4686

ہاں تو گستاخ انجینئر ملعون یہ اتنے حوالے ایک حدیث کے اس لیے پیش کر دیے کہ تم چاہ کر بھی اس حدیث سے منہ چرا نہ پاؤ۔ تو اب بتاؤ کہ اللہ کے رسولؐ جو فرما رہے ہیں کہ اپنے زمانے کے امام یعنی امامِ زمانہ کی معرفت کے بغیر جو مرا وہ جہالت کی نہیں بلکہ جاہلیت کی موت مرا۔

یعنی ان کفار کی موت مرے گا جو اپنی ماں بہن بیٹی کے ساتھ زنا کو جائز سمجھتا ہو، جو بتوں کی پوجا کرتا ہو، بیٹی پیدا ہوتے ہی اسے زندہ دفن کرتا ہو، جو مکمّل ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف

کرے، جو شراب نوشی کرے وغیرہ وغیرہ تو کون ہے تمہارا حاضر و ناظر امام؟؟ جس کی معرفت حاصل نہ کی تو ایسی جاہلیت کی موت تم بھی مرو گے، چاہے جتنے علمی کتابی نعرے لگا لو۔۔ چاہے جتنے سجدے کر لو۔۔ خوب روزے رکھ کر رات میں خلافِ شرع تراویح پڑھ لو۔۔؟؟ بتاؤ آج کون ہے تمہارا امام جس کی معرفت تمہیں حاصل کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے؟؟

اگر یہ کہو گے کہ وہ امام تو رسولؐ اللہ ہیں تو یہاں بھی منہ کی کھانی پڑے گی کیونکہ تمہارے عقیدے کے مطابق تو رسولؐ کی معاذاللہ موت واقع ہو چکی یعنی تم رسولؐ اکرم کو حاضر ناظر اور با حیات نہیں مانتے جبکہ رسولؐ اکرم تو خاتم النبیین ہیں نا کہ حاضر و زندہ امام جس کی پہچان اور اس کی اطاعت یعنی معرفت ضروری ہے۔

تو کون ہے تمہارا زندہ امام؟؟؟ یہ تھا پہلا سوال۔۔

اب دوسری بات۔۔ تمہارا یہ بھی ماننا ہے کہ رسولؐ کے بعد لوگوں کا امام خلیفہ ہوتا ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔۔ صحیح کہا نا۔۔ **تو اب یہ بتاؤ کہ جب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنا حق لینے دربار گئیں تو ابو بکر نے دینے سے انکار کر دیا اور بخاری و مسلم کے مطابق بنتِ رسولؐ ناراض لوٹیں اور تادم شہادت ابو بکر سے بات نہ کی اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئیں تو اب ذرا یہ بھی بتا دو کہ اگر کوئی اپنے زمانے کے امام کہ جس کی معرفت اتنی اہم ہو کہ اگر اطاعت نہ کی جائے تو انسان جاہلیت کی موت مرتا ہے کجا یہ کہ انسان اس امام سے ناراض ہو کر دنیا سے چلا جائے تو تمہارے نبی کریم کی لختِ جگر اور جنت کی عورتوں کی سردار یعنی فاطمہ بنت محمدؐ کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟؟**

اگر یہ کہو گے کہ فاطمہ حق پر تھیں تو یہ خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ ابو بکر اس وقت کا نہ ہی امام تھا اور نہ خلیفہ ورنہ جنابِ زہراؑ اپنے والد محترم کی بیان کی گئی حدیث کی مخالفت نہیں کر

سکتی تھیں اور ایسے ناراض دنیا سے نہیں جاتیں کہ ابو بکر و عمر کو اپنے جنازے تک میں نہ آنے کی وصیت فرما دی کیونکہ امامِ زمان کی معرفت حاصل کرنا اتنا اہم کام تھا کہ اگر یہ کوئی نہ کرے تو اس کی موت جاہلیت کی موت شمار ہو گی۔۔

تو دوسرا سوال یہ بنا اس معرفتِ امام کی حدیث کی روشنی میں تمہارا جنابِ زہراؑ اور ابو بکر کو لے کر کیا عقیدہ ہے وہ واضح کرو؟؟؟

اب تیسری بات اور وہ یہ کہ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دیا جو زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مرا تو جاہلیت کی موت مرا یعنی انسان کو دورِ جاہلیت کی تاریکی سے نکالنے کے لیے اللہ خود زمین پر اپنا نائب یعنی رسولؐ کو مبعوث فرماتا ہے تو اگر رسولؐ کہہ دیں کہ جاہلیت کی موت مرا اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ آج بھی جو امام ہونا چاہیے وہ بھی خدا کی جانب سے ہونا چاہیے جس کی معرفت انسان کو جاہلیت کی موت سے بچا سکے۔۔

تو ثابت ہوا کہ ہر زمانے میں خدا کی جانب سے امام کا تقرر ہونا ضروری ہے یعنی کوئی ایسا زمانہ نہیں جس میں دنیا حجتِ خدا یعنی اس کے نامزد امام سے خالی ہو ورنہ تمہاری کتابوں سے پیش کی گئی حدیث معاذاللہ غلط ثابت ہو جائے گی کہ امامِ وقت کی اطاعت تو واجب ہے لیکن امامِ وقت زندہ نہیں؟؟؟

تو الحمدللہ ہم شیعوں کے حاضر امام۔۔ امام المہدی (عج) ہیں جو زندہ اور موجود ہیں، جن کی اطاعت ہر انسان پر واجب ہے۔ اب تم بتاؤ اے جاہل انجینئر کے تمہارا موجودہ امام کون ہے جو تمہیں آج جاہلیت کی موت مرنے سے بچائے گا؟؟

یہ تم نے ہی کہا تھا نا کہ ولایت یعنی امامت بنیادی عقیدہ نہیں جبکہ فقط تمہاری ایک حدیث سے میں نے عقیدہ امامت و ولایت کو بھی ثابت کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ آج کے

موجود وزندہ امام کا ہونا بھی ضروری ہے اور واحد مکتبِ تشیع ہے جو نصِ رسولؐ سے امام مھدی کو امامِ زمانہ مانتا ہے اور فقط شیعہ ہی ہیں جو جاہلیت کی موت سے نہیں مرتے۔۔اب تمہارا اگر کوئی امام نہیں تو تم کو تمہاری ہی صحیح السند حدیث کی روشنی میں جاہلیت کی موت ابھی سے مبارک ہو۔

تحریر کے اختتام پر ایک دوا انجیکشن اور بھی لگا تا چلوں اور تمہاری ہی کتابوں سے ثابت کروں کہ موجودہ امام، امام مھدی ابن حسن عسکری علیہم السلام ہیں۔

اہل سنت امام سبط ابن جوزی جن کا سن وفات 654 ہجری ہے اپنی تذکرة خواصّ الامّة في خصائص الائمّة کی فصل في ذكر الحجّة المهدي میں ایسے لکھتے ہیں:

هو محمّد بن الحسن بن علي بن ۔ ۔ ۔ علي بن ابي طالب عليه (وعليهم) السّلام و كنيته ابو عبد اللّٰه و ابو القاسم و هو الخلف الحجّة صاحب الزّمان ، القائم و المنتظَر و التّالي و هو آخر الائمّة

امام جوزی نے ابتداء میں پہلے بارہ آئمہ کے نام ترتیب سے ذکر کیے ہیں اور اسکے بعد امام مہدی کی کنیت اور القاب کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ آخری امام ہیں۔ پھر اس حدیث کو اسکی سند کے ساتھ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

يخرج في آخر الزّمان رجل من ولدي اسمه كاسمي و كنيته ككنيتي يملأ الارض عدلاً كما ملئت جوراً فذالك هو المهدي

آخری زمانے میں میری اولاد میں سے ایک شخص خروج (ظہور) کرے گا کہ وہ میرا ہمنام اور ہم کنیت ہو گا، وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ ظلم سے بھری جا چکی ہو گی اور وہ وہی مہدی ہے۔

اور اس نے اس حدیث کو مشہور کہا ہے، پھر مزید چند روایات کو نقل کیا ہے اور حضرت مہدی کی طولانی عمر کے ممکن ہونے کو ثابت کرنے کے لیے تاریخ میں چند طولانی عمر والے افراد کو ذکر کیا ہے اور آئمہ کی مدح میں شعر کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

قلت: و من شروط الامام ان یکون معصوماً لئلاّ یقع في الخطأ و لانّهم حجج اللّٰہ علي عباده و من شرط الحجّة العصمه من کلّ وصمه ۔ انتهي ذکر الائمّة ۔

یعنی امام کی شرائط میں سے ہے کہ وہ معصوم ہو تاکہ اس سے خطا سرزد نہ ہو اور یہ کہ وہ (آئمہ) خداوند کی طرف سے بندوں پر حجت ہیں اور حجت ہونے کی شرط، ہر عیب سے محفوظ ہونا ہے۔

اب ایک اور انجکشن۔۔

امام شافعی نے بھی اپنی کتاب مطالب السّؤول في مناقب آل الرسولؐ میں بارہ آئمہ کے بارے میں مناقب کو ذکر کیا ہے اور باب 12 میں بارویں امام کے بارے میں ایسے لکھا ہے:

الباب الثاني عشر في ابي القاسم محمّد بن الحسن الخالص بن علي المتوکّل ابن القانع ابن عليّ الرّضا ابن موسي الکاظم ابن جعفر الصّادق ابن محمّد الباقر ابن علي زین العابدین ابن الحسین الزّکي ابن عليّ المرتضي امیرالمؤمنین ابن ابي طالب ، المهدي ، الحجّة ، الخلف الصّالح ، المنتظَرؑ و رحمة اللّٰہ و برکاته،

پھر لکھتا ہے: امّا نسبه اباً و امّاً فابوه الحسن الخالص ابن ۔ ۔ ۔ و امّه امّ ولد تسمّي صقیل (صحیح صیقل ہے) و قیل حکیمه (حکیمه خاتون) و قیل غیر ذلك ، و امّا اسمه فمحمّد و کنیته ابو القاسم و لقبه الحجّة و الخلف الصّالح و قیل المنتظَر،

یعنی حضرت مہدیؑ کے والد گرامی امام حسن عسکریؑ اور والدہ محترمہ صیقل ہیں اور اسکا نام محمد اور کنیت ابو القاسم اور لقب حجت اور خلف صالح تھا اور منتظر بھی کہا جاتا ہے۔ پھر بعض

روایات کو ابو داود اور ترمذی سے نقل کرتا ہے اور صحیحین میں نقل شدہ حدیث: «کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم»

اور بعض روایات کو نقل کرنے کے بعد نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت مہدیؑ رسولؐ خدا ﷺ کے اہل بیتؑ اور اولاد حضرت فاطمہؑ میں سے ہیں کہ جو رسولؐ خدا ﷺ کے ہمنام ہیں اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور وہ عبد المطلب کی اولاد میں سے ہیں اور سردار جنت ہیں۔

حواله : سبط بن الجوزي الحنفي، شمس الدين أبو المظفر يوسف بن فرغلي بن عبد الله البغدادي (متوفي654ھ)، تذكرة الخواص، صفحه 204

اہل سنت کے معروف مفسر قرآن امام فخر الدین رازی نے امام عسکری علیہ السلام اور انکی اولاد کے بارے میں لکھا:

أما الحسن العسكري الإمام ؑ فله إبنان وبنتان ، أما الإبنان فأحدهما صاحب الزمان عجل الله فرجه الشريف ، والثاني موسي درج في حياة أبيه وأم البنتان ففاطمة درجت في حياة أبيها ، وأم موسي درجت أيضاً۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، ان حضرت کے بیٹوں میں سے ایک صاحب الزمان عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف ہیں اور دوسرا بیٹا موسی ہے کہ جو امام عسکری کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ اسی طرح ان امام کی بیٹیاں اور موسی کی والدہ، امام عسکری کی زندگی میں ہی دنیا سے چلے گئے تھے۔

حواله : الرازي الشافعي، فخر الدين محمد بن عمر التميمي (متوفي604ھ)، الشجرة المباركة في أنساب الطالبية، صفحه 78 . 79

ابن حجر ہیثمی نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں کہ جسکو اس نے شیعوں کے خلاف لکھا ہے، اس نے اعتراف کیا ہے کہ امام عسکری کا ایک بیٹا تھا کہ جسکا نام **ابو القاسم الحجة** تھا:

ولم يخلف غير ولده أبي القاسم محمد الحجة ، وعمره عند وفاة أبيه خمس سنين ، لكن أتاه الله فيها الحكمة ، ويسمي القائم المنتظر... ۔

امام عسکری علیہ السلام کا ابو القاسم م ح م د حجت کے علاوہ کوئی بیٹا نہیں تھا، ان حضرت کی وفات کے وقت اس بیٹے کی عمر پانچ سال تھی، لیکن اسکے باوجود بھی خداوند نے اسکو حکمت سیکھائی تھی اور اسکا نام قائم منتظر رکھا گیا تھا۔

حواله : الهيثمي، ابو العباس أحمد بن محمد بن علي ابن حجر (متوفي973ھ)، الصواعق المحرقة، جلد 2، صفحه 601

اگر لکھتا گیا تو پوری ایک کتاب تشکیل پا جائے گی تو تحریر کو یہیں روک کر خبیث الصفت انجینئر سے ایک بار پھر جواب طلب کرتا ہوں کہ بتاؤ اے سقیفائی جاہل کہ آج کے دور میں تمہارا وہ زندہ امام کون ہے جس کی اگر تم نے معرفت حاصل نہ کی تو کنفرم جاہلیت کی موت بالیقین مروگے ؟؟

والسلام۔۔ کیجیے ظہور یا امام (عج)

احقر، ابو عبد اللہ

سہوِ نبی ﷺ پر حقیقی شیعہ نظریات

السلام علیکم۔۔

مومنین و مومنات اشاعرہ اور معتزلہ دو دھڑے ہیں جو رسولؐ اللہ ﷺ کے لیے گناہ صغیرہ کو سہواً جائز سمجھتے ہیں اس مسئلہ میں بھی سہوِ نبی ﷺ کے قائل ہیں اور اس سہو سے مراد امورِ شرعی کی تطبیق میں خطا ہو، جیسے نماز کی رکعات میں بھول جانا یا امورِ شخصی و مادی میں خطا ہو جیسے رسولؐ ﷺ کسی کا قرضہ لوٹانے میں بھول جائیں، وغیرہ

اشاعرہ اور معتزلہ سہو کی ان دونوں اقسام کو پیغمبر ﷺ کے لیے جائز سمجھتے ہیں جب کہ شیعہ امامیہ کا جمہور اتفاق ہے کہ اللہ کا نبی اور ولی سہو نہیں کر سکتا۔

شیخ بہائی کو جب کسی نے کہا کہ شیخ صدوق سہو نبی ﷺ کے قائل ہیں تو انہوں نے خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا:

سهوه فی سهو النبی

یعنی شیخ صدوق نے سہو نبی والے مسئلے میں خود سہو کیا ہے۔

حوالہ : الھیات، جلد ۲،صفحہ ۱۸۰

خیر علماء شیعہ کی واضح اکثریت جن میں شیخ مفید، شیخ طوسی، محقق حلی، علامہ حلی، خواجہ نصیر الدین طوسی، شہید اول، فاضل مقداد، شیخ حر عاملی، علامہ مجلسی اور حاضر علمائے تشیع سہو نبی کو جائز نہیں سمجھتے۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لوگوں کا نبی پر اعتماد باقی نہیں رہے گا اور لوگوں کے درمیان نبی کے بارے نفرت پیدا ہو جائے گی اور نبی کا کردار و گفتار قابل عمل نہیں ہو گا۔

اب ہمیں اصدق صاحب ذرا یہ بتائیں کہ وہ اشاعرہ سے تعلق رکھتے ہیں یا معتزلی نظریات کے حامل ہیں؟؟؟؟ جنہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس عنوان کو عوام میں چھیڑا جائے؟؟؟ ایک بات اچھی ہے کہ اصدق صاحب نے وہ روایت بھی نقل کر دی جو عدم سہو النبی پر دلالت کرتی ہے لیکن اس سلسلے میں تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ تو میں اب یہاں تفصیل سے بیان کر کے اس موضوع کو سمیٹتا ہوں۔

پہلے ایک بات اور واضح کر دوں کہ اگر کوئی شخص خود کو محقق شمار کرتے ہوئے کچھ لکھے تو اسے پہلے یہ علم ہونا چاہیے کہ وہ کن نظریات کو بیان کر رہا ہے اور اس کے بیان کرنے سے کس کو فائدہ پہنچے گا۔

کیا علی اصدق موصوف نے صاحبِ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی کی کتاب تکملۃُ الوسائل کے جس کا پورا نام الفصول المھمۃ فی اصول الائمۃ میں بیان کی گئی حدیثِ معصوم نہیں پڑھی جس میں حر عاملی اصول بیان کرتے ہوئے معصوم کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں:

اس مضمون (روایت عامہ کے خلاف عمل کرنے کے حوالے سے) روایات متواتر ہیں جس کو ہم نے وسائل الشیعہ میں نقل کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک روایت میں امام صادق نے دو مختلف المضمون احادیث کے بارے میں فرمایا:

یہ دیکھو کہ اہل سنت روایات کے موافق کون سی ہیں جو انکی روایات کے مطابق ہوں انہیں قبول کر لو اور جو انکے مخالف ہوں انہیں لے لو۔

حوالہ : الفصول المھمۃ فی اصول الائمۃ، صفحہ ۵۷۷

تو یہ اصول معصومؑ نے دے دیا کہ ہم ان احادیث کو قبول کریں گے جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہوں اور سہو و نسیان و نوم کی قبیح روایات جو شانِ رسالت میں قطعی گستاخی ہیں وہ سب

کی سب اہل سنت مصادر کی ہیں۔ تو اصدق صاحب اگر کسی مضمون کے خلاف اہل سنت روایات ہوں تو اس کے برعکس روایات کو شیعہ قبول کریں گے نا کہ اس مضمون کی موافق روایات کو فیس بک پر کھول کھول کر بیان کرنا شروع کر دیں۔۔۔

کیا اب بھی یہ لکھنا توہین شمار ہو گا کہ آپ کی عقل کو چنونے کاٹنا شروع ہو چکے ہیں جو یہ سب کام کر رہے ہیں؟؟

کیا آپ کو اندازہ نہیں کہ اس کام سے عصمتِ نبی پر ضرب کاری ہو گی اور اہل سنت کے باطل نظریات کو تقویت ملے گی؟؟ جبکہ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کس قدر گستاخانہ مواد اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے جس میں شروعات اسی سہو کو لے کر ہوتی ہے۔۔؟؟؟

کیا آپ کی نظر سے سورہ نجم کی یہ آیات مبارکہ نہیں گزریں جس میں اللہ ارشاد فرمارہا ہے

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿٢﴾ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴿٥﴾

قسم ہے ستارہ کی جب وہ ٹوٹا، تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے، اسے نہایت طاقت والے نے تعلیم دی ہے۔

تو جب قرآن نے اصول دے دیا کہ قول و فعلِ رسولؐ فقط اور فقط وحی الہی ہے جس میں بھول چوک جیسے افعال پیغمبر سے صادر ہی نہیں ہو سکتے تو آپ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ فیس بُک جیسے عوامی پلیٹ فارم پر اس موضوع کو موردِ بحث لائیں اور کھل کھل کر بتائیں کہ مکتبِ تشیع کے ایک بڑے عالم شیخ صدوق نے اس پر کیا نظریہ اپنایا ہے اور ان کے استاد نے کیا؟؟؟؟

خیر اب آگے چلتا ہوں۔۔

مومنین و مومنات، جو روایات ان صاحب بنام اصدق نقوی نے بیان کی ہیں اس پر علمائے تشیع کی آراء ذرا کھل کر پیش کر دوں۔

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں:

سہو النبی کے بارے میں موجود روایات خبر واحد ہیں اور گمان آور ہیں اور شرعی حوالے سے معتبر نہیں ہیں۔

حوالہ : شیخ مفید، عدم سہوالنبی، صفحہ ۲۱

شیخ مفید مزید فرماتے ہیں:

ان روایات کے متن میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کے اعتبار پر سوال اٹھایا ہے۔

حوالہ : شیخ مفید، عدم سہوالنبی، صفحہ ۲۲

علامہ حلیؒ اپنی اس عظیم الشان کتاب جو عقائد پر آج بھی حوزہ علمیہ میں پڑھائی جاتی ہے یعنی کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد میں برملا لکھتے ہیں:

اگر سہو النبی ممکن ہو تو یہ خطا نبوت تک پہنچ سکتی ہے!

حوالہ : علامہ حلی، کشف‌المراد، صفحہ ۴۷۲

اب علامہ حلی کا دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں

علامہ حلی اپنی فقہی کتاب مُنتَہَی المطلب میں سہو النبی کے بارے میں موجود روایات کو یہ کہہ کر باطل سمجھتے ہیں کہ سہو النبی عقلی اعتبار سے محال ہے۔

حوالہ: علامہ حلی، منتهی المطلب، جلد ۷، صفحه ۷۸

شہید اولؒ نے بھی اپنی کتاب "ذکریٰ" میں سہو النبی کے متعلق روایات پر اشکال کیا ہے۔

حوالہ : شہید اول، ذکری، جلد ۴، صفحہ ۱۰

اب جہاں اصدق نقوی نے شمس العلماء آیت اللہ العظمی سید خوئی مرحوم کا قول نقل کیا وہاں بھی کھل کر بیان نہ کر سکے۔۔ لیجیے سید خوئیؒ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں جو وہ روایتِ سہو نقل کر کے فرماتے ہیں:

یہ تمام روایات (سہو کے حوالے سے) اس قابل نہیں کہ ان پر ایمان لایا جائے، اگرچہ ان کی اسانید صحیح بھی ہوں کیونکہ یہ اصول مذہب کے خلاف ہے اور یہ روایات زرارہ کی موثق روایت کے متعارض بھی ہیں جو عدم سجدہ سہو پر دال ہیں چنانچہ زرارہ نے امام باقرؑ سے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ نے سجدہ سہو کو انجام دیا (یعنی کیا نماز میں سہو ہوا جسکی وجہ سے سجدہ سہو کیا) جس پر امام باقرؑ نے کہا۔۔۔ نہ رسولؐ اللہ نے کیا اور نہ ہی فقیہ (یعنی آئمہ علیہم السلام) نے۔ لہذا یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہم ان تمام روایت کی تقیہ پر تاویل کریں یا ایسی روایت کو دیوار پر دے ماریں۔

حوالہ: کتاب الصلاۃ، جلد ۶، صفحہ ۳۲۹

جن روایات کو سید خوئی دیوار پر دے مارنے کی نصیحت کر رہے ہیں انہی روایات کو آپ کھول کھول کر فیس بک پر کیوں پیش کر رہے ہیں؟؟ آخر ایسی کیا مجبوری لاحق ہو گئی؟؟

جواب؟؟

لیجیے یہ بھی دیکھیں کہ آیت اللہ العظمی صادق روحانی کیا کہتے ہیں اور آپ کیا کر رہے ہیں:

(روایت سہو نقل کر کے فرماتے ہیں) اور یہ روایت اصول مذہبِ تشیع کے خلاف ہیں۔

حوالہ: فقه الصادق، جلد ۶، صفحہ ۳۴

یعنی جو روایات مذہب تشیع کے خلاف ہیں۔۔ایسی کیا مجبوری پیش آگئی کہ اسے فیس بُک پر ڈالا جائے؟؟

آیت اللہ العظمی جواد تبریزی کا یہ تبصرہ آپ کی نظر سے گزرا تھا یا نہیں؟؟

(سہوِ نبی والی روایات کے بارے میں) ہم نے اپنی کتاب الصلاۃ، باب مبحث اوقات الصلوۃ میں ان روایات کے بارے میں بحث کی ہے اور ہم نے کہا تھا کہ ان روایتوں کا مضمون ہی اس بات پر دال ہے کہ یہ روایات تقیہ میں کہیں گئیں اور اہلسنت روایات کے موافق ہیں۔ اور ہم نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ صحیح بات اس حوالے سے یہی ہے کہ ہمارے مشہور علمائے ابرار نے نبی اور آئمہ کے حوالے سے امکانِ سہو کی نفی کی ہے۔

حواله: الانوار الهية فی مسائل العقائدية، باب نفی سهو عن النبی

نتیجہ:

تمام انبیاء اور بالخصوص سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ قرآنی آیات کی روشنی میں حصولِ وحی، حفاظت وابلاغِ وحی اور علم و عمل کے تمام مراتب میں معصوم ہیں اور قطعی طور پر عمداً، سہواً یا نیند کی حالت میں ہر قسم کی خطا سے پاک ہیں۔۔

اگر ان موضوعات پر گفتگو کرنی بھی ہے تو عوامی پلیٹ فارم پر بالکل نہ کریں بلکہ ایسے افراد کو مخصوص کریں جو کلامی مباحث کی سمجھ رکھتے ہیں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

تشہدِ نماز میں شہادتِ ثالثہ کا مسئلہ اور معصومین علیہم السلام کا حکم

السلام علیکم، یا علیؑ مدد

اپنی تحریر کا آغاز قرآن کریم کی ایک آیت اور فقط دو احادیث سے کروں گا کہ جہاں رب الامام المتقینؑ ارشاد فرماتا ہے

وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ

(سورہ انعام، آیت 119)

اور بہت سے لوگ تو اپنی خواہشات کی بنا پر لوگوں کو بغیر جانے بوجھے گمراہ کرتے ہیں۔ اور تمہارا پروردگار ان زیادتی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے!

اور امام الانبیاء حضرت رسولؐ خدا ارشاد فرماتے ہیں:

اے علیؑ۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام مخلوق میں سے مجھے پسند فرمایا، اگر کوئی بندہ ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہے خدا اُس کی بندگی کو قبول نہیں کرے گا جب تک تمہاری ولایت و امامت کا اقرار نہ کرتا ہو اور تمہارے بعد تمہاری اولاد میں آئمہ اطہارؑ کی امامت و ولایت کا اقرار نہ کیا ہو اور صرف تمہاری امامت کے اقرار کو بھی خدا قبول نہیں کرے گا جب تک تمہارے اور تمہاری اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام کے دشمنوں سے برات کا اظہار نہیں کرے گا۔

ابن طاؤسؒ کتاب الیقین ، صفحہ 56

اب ایک آخری حدیث پھر تحریر کو آگے بڑھاتا ہوں

مشکل کشائے کائنات مولائے کُل امام علیؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں

هلك في رجلان محب غالي و مبغض قال ..

یعنی میرے بارے میں دو قسم کے افراد ہلاک ہوئے، ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔۔۔

تو مومنین و مومنات آج کل کچھ نادان افراد یا یوں کہوں کہ استعماری ٹولے کی جانب سے ایک ٹرم "شہادت ثالثہ "یعنی نماز کے تشہد میں تیسری گوائی مطلب علیاولی اللہ کی تکرار کرنے پر بہت شور مچایا کر نماز جیسی عظیم عبادت کو معصوم عوام میں مشکوک بنا کر اور دشمنان اہل بیتؑ کو مسرور کرنے کی گھناؤنی سازش کی جاری ہے۔

دراصل اس بے بنیاد فتنہ کا اصل مقصد ولایتِ علیؑ کے نعرے کی آڑ میں تشیع میں موجود نظامِ مرجعیت یعنی اجتہاد و تقلید کو نقصان پہنچا کر شیعیت کی اس عظیم قوت کو کمزور کرنا ہے ۔کیونکہ کہ کوئی بھی شیعہ جو بھلے ہی زیادہ دین دار نہ ہو پر عشقِ علیؑ سے سرشار ضرور ہوتا ہے اور ولایت علیؑ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ بھی رہتا ہے۔ تو اب استعمار نے دیکھ لیا کہ شیعوں کو قتل کرنے، بم دھماکے جیسے اقدامات سے نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا تو ان لوگوں نے اپنی اسٹریٹجی بدلی اور ایک ساتھ عقائدِ تشیع اور نظامِ مرجعیت پر حملے شروع کیے تا کہ شیعیانِ علیؑ کو اندر سے کھوکھلا کر کے دوسرے مسالک کی طرح چھوڑ دیا جائے۔

ان استعماری قوتوں نے وہی چال چلی جو اِن کے نجس اجداد چودہ سو سال پہلے کھیل چکے تھے یعنی صفین کے مقام پر نیزوں پر قرآن کو بلند کر کے معصوم افراد کو گمراہ کرنا کہ علیؑ ایسے افراد سے جنگ کر رہے ہیں جنہوں نے قرآن پاک کو ڈھال بنایا ہوا ہے۔ تو مومنین کرام ۔۔ امام نے اُس وقت اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر ایک عظیم الشان جملہ کہا تھا جو تا قیامت ایک عظیم اصول بن کر افقِ انسانیت پر جگمگاتا رہے گا اور حق و باطل میں فرق کرواتا رہے گا ۔۔

جب امامؑ نے دیکھا کہ ان کا لشکری نیزوں پر قرآن بلند ہوتے ہی انتشار کا شکار ہو رہے ہیں تو بلاغت کی نہج لسان اللہ نے حرکت کی اور فرمایا

كلمة حق يراد بها باطل

یعنی ان کا کلمہ و نعرہ تو حق ہے پر ان کا ارادہ باطل ہے!

تو ایسے امیر المومنینؑ نے تا قیامت اپنے چاہنے والوں کو یہ اصول دے دیا کہ فقط حق کے نعروں سے گمراہ نہ ہونا، ہمیشہ مخالف کے ارادے پر نظر رکھنا۔ اور اپنے امام یعنی ناطقِ قرآن کی اطاعت میں کبھی کوہتائی نہ کرنا۔

یہی سب آج بھی ہو رہا ہے۔۔ ولایتِ علیؑ کے نعرے کو استعمال کرتے ہوئے معصوم مومنین کو سازش کا نشانہ بنا کر حقیقی معارف سے دور کیا جارہا ہے۔ بات کتنی اچھی ہے کہ نماز میں علیؑ کا نام لیا جائے لیکن اس کے پیچھے جو سازش ہے اس سے عام عوام ناواقف ہے۔

جیسا کہ میں نے اپنی اس سلسلے کی پہلی تحریر میں یہ لکھا تھا کہ نماز کے تشہد میں علیا ولی اللہ کہنا ایک فروعی مسئلہ ہے نا کہ اصولی کیونکہ اگر کسی بندے کا ولایت علیؑ پر عقیدہ نہیں اُس کی نماز تو کیا کوئی بھی عبادت بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں یہاں تک کہ اس کی سانسیں بھی حرام ہیں۔ کیونکہ اوپر پیش کی گئی سرکارِ محمد مصطفیٰ ﷺ کی واضح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ہزار سال بھی کوئی شخص عبادت کرتا رہے، اگر امام علیؑ کی ولایت و امامت کا اقرار نہ کرے تو اللہ اس کی عبادات اس کے منہ پر دے مارے گا۔

تو ولایت علیؑ کا اقرار اور اُس پر عقیدہ رکھنا ایک الگ بات ہے اور اس عقیدے کی گواہی نماز میں دینا ایک الگ بات۔

مومنین یاد رکھیں کہ نماز ایک توقیفی عبادت ہے یعنی جیسے اللہ نے رسولؐ اللہ کو تعلیم فرمائی اسی طرح سے نبی نے اپنی امت کو تعلیم کی اور ہر دور میں وارثِ نبی یعنی معصومینؑ علیہم

السلام نے من و عن ویسے ہی پڑھی اور اپنے ماننے والوں کو تعلیم کی، جس کے واجبات میں نہ ہی اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کمی!

مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ میری تمہید طول پکڑ چکی ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ عوام الناس تک آسان الفاظ میں یہ سب مطالب بھی پیش کرنا انتہائی ناگزیر ہیں تاکہ سازش سے ہوشیار کرایا جاسکے۔

دیکھیے مومنین و مومنات میں یہاں اس بات کی تکرار ضرور کرتا چلوں کہ تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ کی گواہی کا مسئلہ فروعی مسئلہ ہے جس میں ہر انسان اپنے مجتہد کے فتوے کا پابند ہے یعنی اگر آپ کا مجتہد اجازت دے تو بالکل پڑھیں اور اگر نہ دے تو نہ پڑھیں اس کا تعلق عقیدہ ولایت علیؑ سے ہرگز نہیں کہ جو تشہد میں علیا ولی اللہ نہیں کہتا وہ معاذاللہ منکرِ ولایت علیؑ ہے یا استعماری پروپیگنڈے کے شکار افراد کی زبانی مقصر ہے۔ ویسے میں نے ایسے افراد سے جب بھی مقصر کی تعریف، کلام معصوم سے مانگی تو آج تک مجھے نہ پیش کر سکے بس وہی کچھ جاہل ذاکرین کے قیاسی جملے دہرا دیتے ہیں جو وہ ان سے سنتے ہیں جبکہ مقصر کی تعریف تک ان حضرات کو نہیں آتی اور صاحبانِ ولایت علیؑ پر مقصر کے فتوے تھوپ دیتے ہیں۔

میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ ان نام نہاد خود ساختہ ولایتی جو خود غلو کی حدوں کو چھو رہے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی اور مقصر نہیں!

میں ایسے افراد سے ہمیشہ ایک ہی سوال کرتا ہوں، یہ بتائیں کہ آپ جو آج ولایت علیؑ کے ٹھیکیدار بن کر یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ جو نماز کے تشہد میں شہادتِ ثالثہ کی گواہی نہیں دیتا وہ مقصر ہے غیر حلالی ہے معاذاللہ۔۔ کیا آپ معصومینؑ علیہم السلام سے زیادہ ولایت

امیر المومنینؑ کے محافظ اور داعی ہیں؟؟؟اور یہ سب بکواسیات کہاں تک جاتی ہیں کچھ اندازہ ہے آپ کو؟؟؟

جب کسی معصوم نے اس کو جزِ تشہد قرار نہیں دیا تو پھر آپ معصومینؑ سے زیادہ اس بارے میں محتاط و محافظ ہیں؟؟کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں کہ ہر مقاماتِ مقدسہ بالخصوص کربلا معلیٰ و نجف اشرف میں کوئی بھی کام بنا امام حسینؑ، مولا عباسؑ یا امام علیؑ کی مرضی کے خلاف ہو سکتا ہے؟؟؟ کیا آپ اس نعرے پر لبیک نہیں کہتے "ہے ہماری درس گاہ۔۔کربلا کربلا" ؟؟؟

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کربلا معلیٰ و نجف اشرف میں نماز جیسی عظیم عبادت کے تشہد نماز کو کوئی آپ کے بقول ادھورا پڑھے اور وہاں کے صاحبِ قبر معصوم اسے پڑھنے دیں؟؟کیا یہ ممکن ہے؟؟اگر کہیں گے کہ ممکن ہے تو پھر آپ تشیع سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ ہر شیعہ کا عقیدہ ہے کہ معصومینؑ ظاہری طور پر دنیا سے پردہ فرماتے ہیں جب کہ ان کا فیض اور حکم و قدرت تا قیامت جاری رہتا ہے تبھی ہم شیعہ اپنے معصومینؑ سے براہ راست دعائیں مانگتے ہیں اور وہ اسے پورا فرماتے ہیں۔

تو اب تک جو نمازیں ایسے پاک مقامات پر اپنی معراج کو چھو رہی ہیں اس میں تو تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ کی تکرار نہیں ہوتی تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ معصومینؑ کے حکم کے مطابق یہی نماز کا تشہد ہے جو انہوں نے اپنے چاہنے والوں کو تعلیم فرمایا اور خود بھی پڑھتے رہے۔ تو آپ بھی اپنی فضول ضد چھوڑ کر حقیقی معنی میں اس نعرے کا جواب دیں" ہے ہماری درس گاہ۔۔کربلا کربلا" تو جیسے کربلا میں نماز پڑھی جاتی ہے آپ بھی ویسے ہی نماز پڑھیں۔

اور قرآن کی اس آیت پر عمل کریں :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرسولّ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

"اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں۔

آیئے آپ کو کچھ روایات جو تشہد کے بارے میں ہیں پیش کر رہا ہوں اور سند کا خیال کرتے ہوئے تا کہ آپ کی ہمت ہی نہ رہے جھٹلانے کی۔ اور عام معصوم عوام کو بھی نظر آجائے کہ معصومینؑ نے ہمیں کون سا تشہد پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر بعد میں ان ضعیف اور منقطع روایات پر بھی بحث کروں جو کچھ عرصے سے آپ حضرات دکھانے لگ پڑے ہیں۔

پہلی حدیث شیعہ علم الرجال کے مطابق اصحابِ اجماع سے یعنی حماد بن عیسیٰ سے ملاحظہ فرمائیں جو مکمل ثقہ روایان کی سند سے امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمائی

عربی متن مع مکمل سند:

عن سعد ابن عبد الله عن العباس بن معروف عن علي بن مهزيار عن حماد بن عيسى عن حريز ابن عبد الله عن زرارة قال: قلت: لأبي جعفرؑ ما يجزي من القول في التشهد في الركعتين الأولتين؟ قال: أن تقول أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، قلت فما يجزي من التشهد في الركعتين الأخيرتين؟ قال: الشهادتان۔

ترجمہ: سعید بن عبد اللہ نے عباس بن معروف سے علی بن مہزیار نے حماد بن عیسیٰ سے، حریز ابن عبد اللہ نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا پہلی دو رکعتوں کا تشہد کس قدر کافی ہے تو امام نے ارشاد فرمایا: تقول اَشھد اَن لا اِلہ اِلا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھے، میں نے کہا آخری دو رکعتوں کا تشہد کس قدر کافی ہے تو آپؑ نے فرمایا: دو شہادتیں!

- الاستبصار - الشيخ الطوسي - ج ١ - الصفحة ٣٤١،
- تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ١٠١

اب دوسری حدیث پیش خدمت ہے جو موثق کا درجہ رکھتی ہے:

عربی متن مع مکمل سند:

الحسين بن سعيد، عن صفوان، عن عبد الله بن بكير، عن عبد الملك بن عمر والأحول، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: التشهّد في الركعتين الأوّلتين: الحمد لله، أشهد أن لا إله إلاّ الله، وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسولّه، اللّهم صلّ على محمّد وآل محمّد، وتقبّل شفاعته وارفع درجته

ترجمہ: حسین بن سعید نے صفوان سے کہ انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن بکیر نے ہمیں حدیث بیان کی عبد الملک بن عمر والاحول سے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا پہلی دو رکعت میں تشہد یہ ہے

الحمد لله، أشهد أن لا إله إلاّ الله، وحده لا شريك له، وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسولّه، اللّهم صلّ على محمّد وآل محمّد، وتقبّل شفاعته وارفع درجته۔

حوالہ:

- تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ٩٢
- وسائل الشيعة (الإسلامية) - الحر العاملي - ج ٤ - الصفحة ٩٨٩

اب اس کتاب سے حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں جس کا یہ نام نہاد ولایتی ٹولہ بہت نام لیتا ہے یعنی "فقہ الرضا" سے۔۔

فاذ اتشهدت فی الثانية فقل: بسم الله و بالله والحمدالله والاسماء الحسنیٰ، کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له و اشهدا محمد عبد ہ و رسولّه ارسله بالحق بشیر اونذیر ابین یدی الساعة ولا تزید علی ذالک

ترجمہ: جب دوسری رکعت کا تشہد پڑھیں تو یوں کہیں

بسم الله و بالله والحمدالله والاسماء الحسنیٰ، کلها لله اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له و اشهدا محمد عبد ہ و

<u>رسولؐہ ارسلہ بالحق بشیر اونذیر ابین یدی الساعة ولا تزید علی ذالک</u>

<u>اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے۔</u>

حوالہ : فقہ الرضا ، باب الصلاۃ المفروضہ ، ص8و ص108

جی بھائی اب کیا کہیں گے آپ؟؟؟ آپ ہی کی پیش کی گئی کتاب فقہ الرضا میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ دو رکعت نماز کا تشہد شہادتین پر مشتمل ہے اور خاص تاکید ہے کہ اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے تو اب بتائیں گے کہ دو رکعتی نمازوں میں نمازِ فجر، انسان کی قصر نمازیں وغیرہ سب شامل ہیں اور معصومینؑ کے حکم کے مطابق دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں بھی کافی شمار ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وعنه عن أحمد بن محمد بن أبي نصر قال: قلت: لأبي الحسن عليه السلام جعلت فداك التشهد الذي في الثانية يجزي ان أقوله في الرابعة؟ قال: نعم۔

<u>ترجمہ: احمد بن محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے ابو لحسنؑ سے کہا کہ میری جان آپ پر قربان ہو، اگر میں دوسری رکعت کا تشہد چوتھی رکعت میں بھی پڑھ لوں تو کیا کافی ہے؟</u>

<u>آپؑ نے فرمایا: ہاں</u>

- تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ - الصفحة ١٠١
- الاستبصار - الشيخ الطوسي - ج ١ - الصفحة ٣٤٢
- وسائل الشيعة (آل البيت) - الحر العاملي - ج ٦ - الصفحة ٣٩٧،
- الحدائق الناضرة - المحقق البحراني - ج ٨ - الصفحة ٤٤٢

تو فقہ الرضا کتاب کے مطابق بھی شہادتِ ثالثہ کی گواہی دینا قطعاً ثابت نہیں ہوتی کیونکہ دوسری رکعت کی گواہی چوتھی رکعت میں بھی کافی ہوتی ہے۔

اب تیسرا اور آخری حوالہ جسے آپ حضرات شیخ طوسیؒ کا نام لے لے کر غلط نقل کرتے ہیں پورے متن کے ساتھ نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں اسے تشہد کبیر بھی کہا جاتا ہے

حدیث موثق مع مکمل عربی متن:

الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن زرعة عن أبي بصير عن أبي عبد الله عليه السلام قال: إذا جلست في الركعة الثانية فقل (بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسولّه أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة أشهد انك نعم الرب وأن محمدا نعم الرسولّ اللهم صل على محمد وآل محمد وتقبل شفاعته في أمته وارفع درجته) ثم تحمد الله مرتين أو ثلاثا ثم تقوم فإذا جلست في الرابعة قلت: بسم الله وبالله والحمد لله وخير الأسماء لله أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسولّه أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة اشهد انك نعم الرب وأن محمدا نعم الرسولّ التحيات لله والصلوات الطاهرات الطيبات الزاكيات الغاديات الرايحات السابغات الناعمات لله ما طاب وزكا وطهر وخلص وصفا فلله، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسولّه أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدي الساعة أشهد أن ربي نعم الرب وأن محمدا نعم الرسولّ واشهد أن الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا إن هدانا الله الحمد لله رب العالمين، اللهم صل على محمد وآل محمد، وبارك على محمد وآل محمد، وسلم على محمد وآل محمد، وترحم على محمد وعلى آل محمد كما صليت وباركت وترحمت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد، اللهم صل على محمد وعلى آل محمد واغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم، اللهم صل على محمد وآل محمد وامنن علي بالجنة وعافني من النار، اللهم صل على محمد وآل محمد واغفر للمؤمنين والمؤمنات ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنات ولا تزد الظالمين إلا تبارا) ثم قل (السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام على أنبياء الله ورسله السلام على جبرئيل وميكائيل والملائكة المقربين السلام على محمد بن

عبد الله خاتم النبيين لا نبي بعده والسلام علينا وعلى عباد الله الصالحين۔

حواله : تهذيب الأحكام - الشيخ الطوسي - ج ٢ – الصفحة ٩٩-١٠٠

یہی طویل تشہد اسی متن کے ساتھ ان کتب میں بھی درج ہے۔

شیخ ملا فیض کاشانی نے الوافی میں، شیخ طوسی نے الخلاف میں، محقق حلیؒ نے المعتبر شرح المختصر میں، شیخ ادریس حلیؒ نے کتاب السرائر میں، علامہ حلیؒ نے المنتھی اور تذکرۃ الفقہاء میں، شہید اول نے ذکری الشیعۃ فی احکام الشریعۃ میں شہید ثانی نے روض الجنان شرح ارشاد الاذھان میں، محدث بحرانی نے الحدائق الناضرۃ میں، السید عاملی نے مفاتیح الکرامہ شرح قواعد العلامہ میں اور علامہ طباطبائی علیہ الرحمہ نے ریاض المسائل میں نقول فرمائے ہیں۔

ان عظیم علمائے تشیع کی معتبر کتابوں میں ابو بصیر سے روایت ہوا صحیح السند اور موثق تشہد درج ہے اب مجھے وہ تمام نادان دوست ذرا دکھائیں کہ اس تشہد کبیر میں کہاں پر شہادت ثالثہ بیان ہوئی ہے؟؟؟

فقط ایک کتاب جو فقہ المجلسی میں غیر معتبر روایت میں شہادت ثالثہ کا اضافہ پایا جاتا ہے اس کے علاوہ کسی بھی شیعہ منابع میں موجود نہیں تو اس فقط ایک غیر معتبر روایت کو لے اتنا شور کیوں مچار کھا ہے؟؟ جبکہ خود امام سے مرقوم اصول حدیث کی روشنی سے یہ ایک روایت بھی قابل اعتماد نہیں رہتی۔۔

چلیں آسان انداز میں وہ اصول بھی کلامِ معصومؑ سے پیش کیے دیتا ہوں۔

چھٹے تاجدار عصمت وطہارت حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

اصول کافی کی روایت ہے:

خذوا بالمجمع عليه فان المجمع عليه لاريب فيه

ترجمہ: جو حدیث بھی اجماع سے مورد اتفاق ہو وہ لے لو چونکہ کسی بھی متفق علیہ شے میں شک وشبہ نہیں رہتا۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

ویترک الشاذ الذی لیس بمشهور عند اصحاب

یعنی اور قول شاذ جو فقہاء کے نزدیک مشہور نہ ہو اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔

تو جی فقط ایک روایت اور وہ بھی غیر معتبر کو لے کر لاتعداد صحیح السند کتب میں موجود روایات کو چھوڑ دینا خود امام معصومؑ کے حکم کے خلاف ہے۔

یہاں پر فقط ایک نقطے پر توجہ دلا کر ان مجتہدین پر بھی مختصر بات کرتا ہوں جن کے فتوے دکھا کر یہ شہادت ثالثہ کو جھوٹ بول کر جز تشہد مشہور کرتے ہیں۔

مومنین ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ اگر تشہد نماز میں شہادتِ ثالثہ اس کا جز نہیں تو یہ اذان واقامت میں کیوں شامل ہے؟ اس کا مختصر ترین جواب یہ ہے کہ نماز کا اذان سے مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نماز واجب ہے جبکہ اذان فقط مستحب۔ اور اذان میں بھی شہادت ثالثہ جز نہیں لیکن بہت تاکیدی اور مستحسن ہے۔ نمازِ توقیفی عبادت ہے جبکہ اذان نہیں۔ یعنی اذان کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس کے لیے وضو کیا جائے، قبلہ رخ ہوا جائے وغیرہ وغیرہ

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اذان میں شہادت ثالثہ مکتب اہل بیتؑ کا نشان بن چکا ہے یعنی اذان میں شہادت ثالثہ شعائر تشیع میں شامل ہے اور یہ شیعہ مذہب کا کئی صدیوں سے روشن ترین شعار کے طور پر رائج ہے۔

اب رہی ان مجتہدین کی بات کہ جن کے فتوے کو غلط پیش کر کے یہ حضرات شہادت ثالثہ کو جز تشہد بتاتے ہیں ان میں سب مشہور نام صادق شیر ازی کا ہے تو آیئے اب اسی پر مختصر بات ہو جائے کیونکہ تحریر واقعاً بہت طویل ہو گئی ہے۔

تو مومنین و مومنات قبلہ صادق شیر ازی کی اگر توضیح المسائل دیکھ لی جائے تو ان استعماری ایجنٹوں کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

صادق شیر ازی صاحب کی توضیح المسائل میں مسئلہ نمبر 1109 جاکر ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ انہوں نے بھی دو شہادتوں والا تشہد نقل کیا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ احتیاط واجب یہ ہے کہ اس تشہد میں مزید کوئی اضافہ نہ کیا جائے۔

صادق شیر ازی صاحب اپنی آفیشل ویب سائٹ پر ایک استفتاء کے جواب میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

"آنچه از روایات شریفه وارده در کتاب «وسائل الشیعة: کتاب الصلاة، ابواب افعال الصلاة، وابواب التشهد، وابواب التسلیم: ج5 و6» استفاده می شود آن است که نمازی که شیعیان تا به امروز می خوانند در کیفیت، طبق نمازی است که رسولؐ خدا و اهل بیت آن حضرت (که درود خدا بر آنان باد) می خواندند، حتی در شهادتین و صلوات در تشهد و سه سلام در تسلیم آن، و فقهاء جامع الشرائط شیعه آن را در رساله های توضیح المسائل بیان کرده اند"۔

ترجمہ:

وسائل الشیعہ: کتاب الصلاۃ، ابواب افعال الصلاۃ، وابواب التشھد، وابواب التسلیم: ج5 اور 6 میں جو کچھ روایات شریفہ میں وارد ہوا ہے اس سے یہ مستفید ہوتا ہے کہ وہ نماز جو شیعہ آج کے زمانے تک پڑھتے آئے ہیں کیفیت کے لحاظ سے وہی نماز ہے جو رسولؐ اللہ ﷺ

اور ان کے اہل بیتؑ پڑھا کرتے تھے جیسے تشہد کی دو شہادتوں میں اور سلام نماز کی تین سلاموں میں، جن کو جامع الشرائط شیعہ فقہاء نے اپنی توضیح المسائل میں بیان کیا ہے"۔

حوالے کے طور پر صادق شیرازی صاحب کی آفیشل ویب سائٹ کا یہ لنک ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

php?Id=83_ir/showestefta_shirazi_http://persian

اب رہے وہ کچھ غیر معروف مجتہدین جنہوں نے شہادت ثالثہ کو پڑھنے کی اجازت دی بھی ہے تو فقط استحباب کی نیت سے نا کہ جز تشہد یعنی واجب کی نیت سے۔

یعنی یہ ثابت ہو چکا کہ معصومینؑ میں کسی نے بھی نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ نہ ہی خود پڑھی اور نہ ہی پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن اگر پھر بھی کسی کا نماز میں ذکر علیؑ اور آل محمدؑ کا الگ سے ذکر کرنا چاہے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے۔ یعنی وہاں دعا کے طور پر پڑھ سکتا ہے جہاں معصومینؑ نے اجازت دی ہے نا کہ جز تشہد بنا کر۔۔

اب تحریر کو یہاں ہی روکتا ہوں کہ جو نماز میں دعا کے طور پر پڑھنا چاہے تو وہ ان الفاظ کے ساتھ حالتِ رکوع و سجود میں عربی زبان میں اور قنوت میں چاہے اردو میں پڑھ لے یا عربی میں اس طرح سے

اللّٰهُمَّ إِنِّي اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رسولؐ اللہ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ بْن اَبِيْ طَالِب وَ الْاَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجُ اللہ وَ اَسْئَلُكَ بِشَفَاعَتِهِمْ وَ بِحَقِّهِمْ اَنْ تَقْضِي لِيْ حَاجَتِي

ترجمہ: خدایا میں تیری وحدانیت اور تیرے پاک رسولؐ کی نبوت اور علیؑ اور ان کی اولاد آئمہؑ کی ولایت کی گواہی دیتا ہوں اور ان کے واسطے اور شفاعت سے اپنی حاجات کو تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

ایسی صورت میں شہادت ولایت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ باقی آئمہ علیہم السلام کی ولایت کی گواہی دینا جیسے اوپر بیان ہوئی دعا سے ظاہر ہوتا ہے جائز ہے بلکہ مستحب اور باعث ثواب بھی ہے لیکن تشہد نماز میں اجازت نہیں۔

والسلام علیکم، یا علیؑ المدد

ابو عبد اللہ

اہل سنت کا طریقہ وضو، قرآن و سنت کے مطابق نہیں!

کوئی مسلمان اس حدیث کی سند تک نہیں مانگے گا جو ہم سب بچپن سے سنتے آرہے ہیں " نماز دین کا ستون ہے " یعنی دین کی امارت نماز کے صحیح ہونے سے مشروط ہے اگر نماز غلط تو دین گیا۔۔۔کیوں صحیح کہا نا میں نے۔۔

اب اگر ساتھ میں میں یہ کہوں کہ وضو نماز کا ستون ہے تو کیا یہ غلط ہو گا؟ یقیناً نہیں کیونکہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ نماز کے لئے وضو واجب ہے۔تو اب میرا مسلمانوں سے ایک اور سوال ہے، یہ بتائیں کہ اگر وضو غلط ہو جائے تو کیا نماز صحیح ہو سکتی ہے ؟؟

یعنی وضو غلط تو نماز غلط اور نماز غلط تو دین کا ستون گر گیا۔تو دین کو بچانا ہے تو نماز کو صحیح انجام دینا اور اگر نماز کو بچانا ہے تو پھر وضو کو بطور اولیٰ بالکل صحیح بجالانا ہے یا ہمارے بھائیوں کی رائج جملے میں " صحیح وضو بنانا ہو گا" جو قرآن و سنت کے مطابق ہو۔

تو اب ایک مشہور زمانہ انجینئر محمد علی مرزا نامی محقق کو شیعہ وضو یعنی اصل وضو جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہے اس پر جواب دے کر خود ان حضرت اور تمام مسلمانوں کو حق کی طرف دعوت دیتا ہوں۔۔

انجینئر محمد علی مرزا صاحب ایک صاحب فہم اور قدرے بہتر اہل سنت محقق ہیں اور اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ علی بھائی نے جس انداز سے بنو امیہ اور خاص طور پر صفین و جمل میں امام علیؑ کا دفاع کیا ہے وہ یقیناً لائق تحسین ہے جس پر ہر محب اہل بیتؑ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

مگر کچھ جگہوں پر برادر انجینئر صاحب شاید کسی مجبوری کی بنا پر مزید کھل کر حق بیان کرنے سے قاصر ہیں اور لا محالہ حق کو چھپانا اور خود پر تشیع کا الزام لگنے کے ڈر سے عبادات جیسے

مسائل میں بھی تقیہ کو نہ مانتے ہوئے بھی تقیہ سے کام لینا میرے حسن ظن کے مطابق شاید اُن کی مجبوری ہے جو کہ قطعاً ان جیسے ریسرچ اسکولر کو زیب نہیں دیتا۔

اسی اثنا میں ان کی وضو والی ویڈیو میری اس تمہید کا کھلا ثبوت ہے جس کا جواب میں انہیں اسی ویڈیو کے نیچے دے چکا تھا جس پر کافی لوگوں کے کمنٹس اور لائیکس بھی آئے پر انجینئر صاحب نے وہاں کوئی جواب نہیں دیا اور میرے لکھنے کے باوجود دوسری ویڈیو بنا کر نہ ہی میرا رَد پیش کیا اور نہ ہی رجوع کر کے درست طریقہ وضو پر عمل کیا۔

تمہید کافی طویل ہوتی جارہی ہے تو مختصر کرتے ہوئے انجینئر محمد علی مرزا بھائی کو اس تحریر سے ایک بار پھر مفصل دعوتِ رجوع کا موقع دے رہا ہوں اور ساتھ میرے پڑھنے والوں کو یہ انتباہ بھی کہ یہ تحریر پوری کوشش کے باوجود بھی آسان نہ ہو گی کیونکہ اس میں علمِ قرآن اور عربی قواعد کی بحث مجھے کرنی ہے۔

توسب سے پہلے انجینئر بھائی کی خدمت میں قرآن پاک کی وہی محکم آیت پیش خدمت ہے جس کی تشریح و تفسیر میں انہوں نے مغالطہ سے کام لیا اور اپنے کروڑوں فینز کو جان بوجھ کر غلط طریقہ وضو پر اسرار کیا۔

توشروع کرتا ہوں۔۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی چھٹی آیت میں خدا طریقہ وضو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

يا أَيها الَّذينَ آمَنُوا إذا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيدِيكُمْ إِلَى الْمَرافِقِ وَ امْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَين (سورة المائدہ، آیت6)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھوئ۔ اور سروں کے بعض حصہ کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

یہاں پر میں اس آیت میں بیان ہوئی کچھ قرآنی اصطلاحات کو آسان لفظوں میں بھی بیان کر دوں تاکہ عام قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔۔

آیت کے پہلے حصے میں جہاں چہرے اور ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے اُس حصے میں استعمال ہوئے الفاظ کی تشریح

فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيدِيكُمْ إِلَى الْمَرافِقِ

(اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو) اپنے چہروں اور کہنیوں سمیت اپنے ہاتھوں کو دھوئے۔

مذکورہ حصے میں لفظ "وجه" ہر چیز کے سامنے والے حصے کو کہتے ہیں۔وجه کی جمع وجوه ہوتی ہے نیز چہرے کو بھی وجه کہا جاتا ہے۔

لفظ "ید" کندھے سے لے کر انگلیوں کے سروں تک ہاتھ کو کہتے ہیں۔

لفظ "مرافق" مرفق کی جمع ہے۔جب کوئی شخص کُہنی کے سہارے بیٹھے تو عربی میں کہا جاتا ہے ارتفق الرجل۔

چونکہ اس سے سہارے کا کام لیا جاتا ہے اسی مناسبت سے کہنی کو مرفق کہا جاتا ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ میں جہاں سر اور پاؤں کا مسح کرنے کا حکم ہے اُس حصے میں استعمال ہوئے الفاظ کی تشریح

وَ امْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَين

ترجمہ: اور سروں کے بعض حصے کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

لفظ "راس" معروف جسمانی عضو کا نام ہے۔یہ مذکر ہے اور اس کی جمع ارؤس و رءوس آتی ہے۔یعنی جسم کے کسی حصے کا اٹھا ہوا ہونا راس کہلاتا ہے۔

لفظ "کعب" ک ع ب بلندی اور چیز کی اونچائی پر دلالت کرتی ہے، اسی سے کعب الرجل ہے اور یہ وہ پنڈلی کی دو ہڈیاں ہیں جو پاؤں اور پنڈلی کے شروع ہونے کی جگہ پر ہوتی ہیں۔

لفظ "رجل" یعنی پاؤں اور اس کی جمع اَرجُل ہے۔ مطلب پاؤں سے لے کر قدم تک کے حصے کو رِجل کہتے ہیں۔

میں تمام پڑھنے والوں سے معذرت چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ آسان کر کے لکھنا میرے لئے محال ہے جبکہ آگے مزید مشکل الفاظ کا آپ سب کو سامنا کرنا پڑے گا۔

تو اب انجینئر صاحب نے جو یہ کہا کہ قرائت مشہور کی بنا پر عربیت شناس کے ہاں اگر بِرُءُ وْ سِکُمْ کی `ب` اِس طرح کے مواقع میں احاطے پر دلیل ہوتی ہے۔ اِسی طرح پاؤں کا حکم، اگرچہ بظاہر خیال ہوتا ہے کہ `وَامْسَحُوْا` کے تحت ہے، لیکن `اَرْجُلَكُمْ` منصوب ہے۔

قارئین کے لئے آسان کر دوں کہ انجینئر صاحب کی لوجک سے کلمہ (أرجلَکم) منصوب اور (ایدیکم) پر **عطف** ہے جس کے نتیجے میں **معطوف** اور **معطوف علیہ** کا حکم ایک ہو گا یعنی ہاتھوں اور پیروں کو دھونا چاہیئے۔

اگر حضرتِ انجینئر اسی کلام کو حجت مان کر وضو میں پاؤں دھونے پر بضد ہیں تو اب ان کی خدمت میں عربی قواعد کی روشنی میں ہی ان کا رَد پیش کر رہا ہوں جبکہ بعد میں اپنے پیش کئے گئے رَد پر خود اہل سنت علماء کے اقوال اور صحیح السند اہل سنت احادیث سے وضو میں پیروں کا مسح ثابت کر کے مکتبِ اہل بیت علیہم السلام کا دفاع کروں گا۔

تو محترم محمد علی مرزا صاحب اگر اَرجُلَکُم کا بِرُؤوسِکُم کے محل پر **عطف** ہو تو اس صورت میں یہ اِمسَحُوا کا **مفعول** ہو گا۔ اس صورت میں پاؤں کا مسح کرنا ضروری ہو گا۔

رُؤوسِكم اگرچہ مجرور (کسرے کے ساتھ) ہے لیکن مجموعی طور پر حرف باء اور رُؤوسِكُم مل کر اِ مسَحُوا کا **مفعول** ہے اور **مفعول** کی جگہ پر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے لہذا کلمہ اَرجُلَكُم مفعول کے مقام پر عطف ہونے کی وجہ سے سر کی مانند پاؤں کا بھی مسح کرنا واجب ہے۔ اَرجُلَكُم کا عطف وُجوهَكُم پر ہو اور یہ اغسِلوا کا **مفعول** ہونے کی وجہ سے منصوب ہو تو اس صورت میں پاؤں بھی منہ کی طرح دھونا واجب ہو گا۔

قواعد عربی کے لحاظ سے دوسرا احتمال قرآنی فصاحت کے ساتھ ساز گار نہیں ہے کیونکہ فاغسلوا کا جملہ مکمل ہو چکا ہے اور امسحوا کے ساتھ ایک نیا کلام شروع ہوا ہے۔ اب ارجلكم کا **عطف** نزدیک والے کو چھوڑ کر دور والی جگہ پر **عطف** کرنا غیر مانوس اور غیر فصیح ہے نیز سر کے کچھ حصے کا مسح کرنے کی وجہ سے رُؤوسِكم کے ساتھ "بَ" مذکور ہوئی ہے۔ تو اس لئے سر اور پاؤں کا مسح ہی کرنا چاہیئے۔

اب یہاں پر میں اہل سنت عالم کا کلام اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر نذر کر رہا ہوں اور وہ بھی کوئی معمولی عالم نہیں بلکہ وہ عالم جن کے بارے میں خود علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر ان کی اصولِ فقہ پر کتابیں نہ ہوتیں تو ہمارے اہل سنت مسلک کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا یعنی امام ابن حزم اندلسی کی اصول فقہ اہل سنت پر لکھی ہوئی کتابیں۔۔

تو آیئے انجینئر صاحب اب میں آپ کو آپ کے ایسے بزرگ ترین عالم امام ابن حزم اندلسی سے اسی آیت کی تشریح و تفسیر پیش کر رہا ہوں اور وہ بھی عربی و اردو متن کے ساتھ۔

امام ابن حزم وضو والی آیت سے غلط مطلب سمجھنے والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

مَسْأَلَةٌ و أما قَوْلُنَا في الرِّجْلَيْنِ فإن الْقُرْآنَ نَزَلَ بِالْمَسْحِ
(وَ امْسَحُوا برؤوسكم ((برءوسكم)) وَأَرْجُلَكُمْ) وَ سَوَاءٌ قرىء (قرئ) بِخَفْضِ اللاَّمِ أو بِفَتْحِهَا هِيَ على كل حَالٍ عَطْفٌ على الرؤوس (الرءوس) إمَّا على

اللَّفْظِ و إما على الْمَوْضِع لاَ يَجُوزُ غَيْرُ ذلك لأنه لاَ يَجُوزُ أَنْ يُحَالَ بين الْمَعْطُوفِ وَ الْمَعْطُوفِ عليه بِقَضِيَّةٍ مُبْتَدَأَةٍ وَ هَكَذَا جاء عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالْمَسْح يَعْنِي فى الرِّجْلَيْنِ فِي الْوُضُوءِ۔
و قد قال بِالْمَسْح على الرِّجْلَيْنِ جَمَاعَةٌ من السَّلَفِ منهم عَلِيُّ بن أبي طَالِبِ و ابن عَبَّاسِ وَ الْحَسَنُ وَ عِكْرِمَةُ وَ الشَّعْبِيُّ وَ جَمَاعَةٌ و غيرهم (غيرهم) و هو قَوْلُ الطَّبَرِيِّ

ہمارا کلام پیروں کے بارے میں یہ ہے کہ قرآن میں پیروں کا مسح کرنا نازل ہوا ہے، یعنی قرآن کے مطابق وضو میں پیروں کو مسح کرنا چاہیے۔

لفظ ارجلکم کی لام چاہے اس کے نیچے زیر ہو (ارجلِکم) اور چاہے اس پر زبر ہو (ارجلَکم)، ہر دو صورتوں میں اس کا عطف لفظ رؤس پر ہوا ہے، اور یہ عطف یا خود ظاہری لفظ پر ہوا ہے یا لفظ کے محل و مقام پر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تیسرا فرض درست نہیں ہو گا، کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ایک نئی و اضافی چیز کا فاصلہ ہونا جائز نہیں ہے۔ اور ابن عباس سے بھی نقل ہوا ہے کہ قرآن میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم بیان ہوا ہے۔

حواله : الظاهری، علی بن أحمد بن سعيد بن حزم أبو محمد (متوفی456ھ)، المحلی، جلد 2، صفحه 56 – تحقيق: لجنة إحياء التراث العربی

تو انجینئر صاحب ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ جس زیر زبر میں آپ عوام کو الجھا کر وضو جیسی عظیم عبادت کو خراب کر رہے ہیں اس پر آپ اہل سنت کے عظیم فقہہ کا کیا بیان ہے۔

اب یہاں کچھ صحیح السند احادیث بھی بیان کر کے اپنا اوپر کیا گیا وعدہ پورا کروں اور عوام اہل سنت جو عربیات و مشکل علوم قرآن کو نہیں سمجھ سکتی انہیں احادیث سے وضو میں پیروں کا مسح واجب ہونے پر دلائل دوں تا کہ حق واضح ہو جائے اور وہ مان جائیں کہ اصل دین فقط اور فقط اہل تشیع کا ہے جو انہوں نے اہل بیتؑ سے حاصل کیا۔ نیز ساتھ میں میں ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند پر اہل سنت علماء رجال کے اقوال بھی پیش کرو گا۔

وضو کے متعلق صحیح السند احادیث اہل سنت۔۔

1-روایت امیر المؤمنین علیؑ:(سند صحیح)

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں علیؑ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا ﷺ وضو میں اپنے پیروں پر مسح کیا کرتے تھے

حدثنا عبد اللَّهِ حدثنی أبی ثنا وَكِيعٌ ثنا الأَعْمَشُ عن أبی إِسْحَاقَ عن عبد خَيْرٍ عن عَلِيٍّ رضی الله عنه قال كنت أَرَى ان بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْح من ظَاهِرِهِمَا حتى رأيت رسولَ اللَّهِ صلى الله عليه و سلم يَمْسَحُ ظَاهِرَهُمَا۔

عبد خیر نے علیؑ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: میں خیال کرتا تھا کہ پیروں کے نیچے والے حصے پر مسح کرنا یہ پیروں کے اوپر مسح کرنے سے زیادہ مناسب ہے، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا ﷺ وضو میں ہر دو پیروں پر مسح کیا کرتے تھے۔

الامام احمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 95،
تحقيق: شعيب الارنوط- عادل مرشد، مؤسسة الرسالة۔

کتاب مسند احمد کے محققین کا روایت کو صحیح قرار دینا:

کتاب مسند احمد کے محقق شعیب الارنؤط اور عادل مرشد نے کتاب کے حاشیے میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور انکی عبارت اسطرح ہے:

حديث صحيح بمجموع طرقه۔

یہ روایت اپنی تمام اسناد کے ساتھ صحیح ہے۔

کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت اس طرح نقل ہوئی ہے کہ

حدثنا وَكِيعٌ عَنِ الأَعْمَش عن أَبِي إِسْحَاقَ عن عبد خَيْرٍ عن عَلِيٍّ قال لو كان الدِّينُ بِرَأْيٍ كان بَاطِنُ الْقَدَمَيْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْح على ظَاهِرِهِمَا وَ لَكِنْ رَأَيْت رسولَ اللهِ صلى الله عليه و سلم مَسَحَ ظَاهِرَهُمَا۔

علیؑ نے فرمایا ہے کہ: اگر دین رائے اور مرضی کے ساتھ صحیح ہوتا تو پیروں کے نیچے والے حصے پر مسح کرنا، یہ پیروں کے اوپر والے حصے پر مسح کرنے سے زیادہ مناسب تھا، لیکن میں نے خود رسولؐ خدا کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے پیروں کے اوپر مسح کیا کرتے تھے۔

ابن أبی شیبة، عبد الله بن محمد، مصنف ابن أبی شیبة، ج 1، ص 25، تحقیق : حمد بن عبد الله الجمعه، محمد ابراهیم الحیدان، مکتبة الرشد۔

2-روایت ابن عباس:(سند صحیح)

کتاب الفوائد کے مصنف نے ابن عباس سے رسولؐ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وضو کو ایسے نقل کیا ہے کہ

حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِی عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: ثنا وَرْقَاءُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِوُضُوءِ النَّبِيِّ قَالَ: فَمَضْمَضَ مَرَّةً مَرَّةً، وَ اسْتَنْشَقَ مَرَّةً مَرَّةً، وَ غَسَلَ وَجْهَهُ مَرَّةً، وَ يَدَيْهِ مَرَّةً، وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ۔

عطاء بن یسار نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ: کیا میں تمہارے لیے رسولؐ خدا کے وضو کرنے کے طریقے کو بیان نہ کروں؟ ابن عباس نے کہا: رسولؐ خدا دو مرتبہ پانی سے کلی کرتے تھے، دو مرتبہ پانی سے ناک کو دھوتے تھے، ایک مرتبہ چہرے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کو دھوتے تھے، پھر سر اور پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔

الشافعی، محمد بن عبد الله بن إبراهيم (متوفی354ھ)، کتاب الفوائد (الغيلانيات)، ج 4 ، ص 364، تحقيق: حلمی كامل أسعد عبد الهادی، دار النشر: دار ابن الجوزی – السعودية، الرياض، الطبعة: الأولى 1417ھ – 1997م

محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور کتاب کے محقق نے حاشیے میں اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

3-روایت رفاعہ بن رافع:(سند صحیح)

ابن ماجہ کی نقل کے مطابق، رفاعہ ابن رافع نے بھی رسولؐ خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وضو کرنے کے طریقے کو نقل کیا ہے

حدثنا محمد بن يحيى ثنا حَجَّاجٌ ثنا هَمَّامٌ ثنا إسحاق بن عبد اللَّهِ بن أبي طَلْحَةَ حدثني عَلِيُّ بن يحيى بن خَلَّادٍ عن أبيه عن عَمِّهِ رِفَاعَةَ بن رَافِعٍ أَنَّهُ كان جَالِسًا عِنْدَ النبى صلى الله عليه و سلم فقال إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ حتى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كما أَمَرَهُ الله تَعَالَى يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَ يَدَيْهِ إلى الْمِرْفَقَيْنِ وَ يَمْسَحُ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ إلى الْكَعْبَيْنِ۔

یحیی ابن خلاد نے اپنے چچا رفاعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ رسولؐ خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

کسی بندے کی بھی نماز اسوقت تک مکمل اور صحیح نہیں ہے کہ جب تک خداوند کے حکم کے مطابق اعمال وضو کو انجام نہ دے، اپنے چہرے کو دھوئے اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک دھوئے اور پھر اپنے سر اور پیروں کا اٹھی ہوئی جگہ تک مسح کرے۔

القزويني، محمد بن يزيد أبو عبدالله (الوفاة: 275ق) سنن ابن ماجه، ج 1، ص 291، تحقيق: شعيب الارنؤط، عادل مرشد، محمد كامل، مؤسسة الرساله۔

روایت کو صحیح قرار دینا

اس کتاب کے محقق شعیب الارنوٴط نے حاشیے میں، اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسناده صحيح۔

البانی نے بھی کتاب سنن ابن ماجہ پر لگائے ہوئے اپنے حاشیے میں، اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

ابو داود نے بھی اپنی کتاب سنن میں اس روایت کو نقل کیا ہے، اور اسی کتاب کے محقق نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور البانی نے بھی کتاب سنن ابن داود پر لگائے ہوئے اپنے حاشیے میں، اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

دارمی نے بھی اپنی کتاب میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور کتاب کے محقق نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

4-روایت عثمان: (باسند معتبر)

عثمان نے بھی رسولؐ خدا ﷺ کے وضو کرنے کے طریقے کو نقل کیا ہے اور اس نے بھی وضاحت کی ہے کہ وہ وضو میں اپنے پیروں پر مسح کیا کرتے تھے۔ یہ روایت چند اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

سند اول

یہ روایت مسند احمد ابن حنبل میں معتبر سند کے ساتھ، اسطرح آئی ہے کہ

حدثنا عبد اللَّهِ حدثنی أبی ثنا بن الأشجعی ثنا أبی عن سُفْيَانَ عن سَالِمٍ أبی النَّضْرِ عن بُسْرِ بن سَعِيدٍ قال أتی عُثْمَانُ الْمَقَاعِدَ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثاً وَ يَدَيْهِ ثَلاَثاً ثَلاَثاً ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ رِجْلَيْهِ ثَلاَثاً ثَلاَثاً ثُمَّ قال رأيت رسولَ اللَّهِ صلی الله عليه و سلم هَكَذَا يَتَوَضَّأُ يا هَؤُلاَءِ أَكَذَاكَ قالوا نعم لِنَفَرٍ من أَصْحَابِ رسولِ اللَّهِ صلی الله عليه و سلم عِنْدَهُ۔

بسر بن سعید نے کہا ہے کہ: عثمان وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھا اور کہا کہ میرے لیے پانی لے کر آؤ تا کہ میں وضو کر سکوں۔ پھر اس نے کلی کی اور پھر ناک میں پانی ڈالا، اسکے بعد اس نے

تین مرتبہ چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، پھر اس نے اپنے سر اور پیروں کا تین مرتبہ مسح کیا۔ اس کے بعد کہا: میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا تھا کہ وہ بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے۔ اے لوگو، کیا رسولؐ خدا کا وضو اسی طرح تھا؟ سب نے کہا: ہاں، عثمان نے اس بات کو رسولؐ خدا کے ان صحابہ سے کہا تھا کہ جو اس وقت اس کے پاس موجود تھے۔

الامام احمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 523، تحقيق: شعيب الارنوط- عادل مرشد، مؤسسة الرسالة۔

اس کتاب کے محقق نے حاشیے میں اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے: اسناده حسن۔

سند دوم

حمران بن ابان سے سند معتبر کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ عثمان اپنے پیروں کا مسح کیا کرتا تھا اور خود بھی واضح طور پر کہتا تھا کہ رسولؐ خدا ﷺ بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے:

حدثنا محمد بن بِشْرٍ قال حدثنا سَعِيدُ بن أبي عَرُوبَةَ عن قَتَادَةَ عن مُسْلِمِ بن يَسَارٍ عن حُمْرَانَ قال دَعَا عُثْمَانَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ ضَحِكَ فقال ألا تَسْأَلُونِي مِمَّا أَضْحَكُ قالوا يا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ما اضحكك قال رَأَيْت رسولَ اللهِ صلى الله عليه و سلم تَوَضَّأَ كما تَوَضَّأْت فَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ وَ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا وَ يَدَيْهِ ثَلاَثًا وَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ ظَهْرِ قَدَمَيْهِ۔

عثمان نے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا ﷺ کو دیکھا تھا کہ وہ بھی وضو کرتے وقت اپنے سر اور پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔

مصنف ابن أبي شيبة، ج 1، ص 16

یہ روایت مسند احمد ابن حنبل اور مسند بزار میں بھی نقل ہوئی ہے

- الشيباني، ابو عبد الله أحمد بن حنبل (متوفى241هـ)، مسند أحمد بن حنبل، ج 1، ص 58، ناشر: مؤسسة قرطبة – مصر۔
- البزار، ابوبكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق (متوفى292 هـ)، البحر الزخار (مسند البزار) ج 2، ص 74، تحقيق: د۔ محفوظ

الرحمن زين الله، ناشر: مؤسسة علوم القرآن، مكتبة العلوم و الحكم – بيروت، المدينة الطبعة: الأولى، 1409 ه،

ہیثمی اہل سنت کا علم رجال کا عالم ہے، اس نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ

رواه البزار و رجاله رجال الصحيح و هو فى الصحيح باختصار

اس روایت کو بزار نے نقل کیا ہے اور اسکی سند کے سارے راوی، صحیح ہیں۔

مجمع الزوائد، ج 1، ص 229

سیوطی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ

حم، و البزار حل ، ع ، و صحَّح۔

اس روایت کو احمد ابن حنبل، بزار، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء اور ابو یعلی نے نقل کیا ہے اور روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

السيوطى، جلال الدين أبو الفضل عبد الرحمن بن أبي بكر (متوفى911ھ)، جامع الاحاديث (الجامع الصغير و زوائده و الجامع الكبير)، ج 15، ص 197، الجامع الكبير کی سی ڈی کے مطابق،

سند سوم

<u>ابن خزیمہ نے بھی شقیق بن سلمہ سے عثمان کی روایت کو نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے پیروں کا مسح کیا اور کہا کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے</u>

أخبرنا أبو طاهر نا أبو بكر نا يعقوب بن إبراهيم الدورقى حدثنا خلف بن الوليد حدثنا إسرائيل عن عامر بن شقيق عن شقيق بن سلمة عن عثمان بن عفان أنه توضأ فغسل وجهه ثلاثا و استنشق ثلاثا و مضمض ثلاثا و مسح برأسه و أذنيه ظاهرهما و باطنهما و رجليه ثلاثا و خلل لحيته و أصابع الرجلين و قال هكذا رأيت رسولؐ الله صلى الله عليه و سلم يتوضأ۔

شقیق بن سلمہ نے نقل کیا ہے کہ عثمان بن عفان نے وضو کیا، اس نے تین مرتبہ کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ اپنے چہرے کو پانی سے دھویا، پھر سر، ہر دو کان کے اندر و باہر سے اور پیروں کا تین مرتبہ مسح کیا، پھر کہا کہ میں نے رسولؐ خدا ﷺ کو بھی اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

ابن خزيمة السلمي النيسابوري، أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة (متوفى311هـ) ، صحيح ابن خزيمة، ج 1، ص 78، تحقيق: د۔ محمد مصطفى الأعظمي ، ناشر : المكتب الإسلامي – بيروت – 1390هـ – 1970م

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے اور ابن خزیمہ کی کتاب صحیح میں بھی نقل ہوئی ہے۔

صحيح ابن خزيمة، ج 1، ص 3۔

یہاں تک بعض صحابہ کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ رسولؐ خدا ﷺ وضو کرتے وقت اپنے پیروں کا مسح کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اس بارے میں روایات بہت زیادہ ہیں، لیکن میں فقط اتنی ہی روایات کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ تحریر جس قدر ممکن ہو مختصر رہ سکے۔

اب یہاں پر اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کر دوں جو امام اندلسی نے اپنے آخر کلام میں بیان کی جسے میں اوپر اپنی تحریر میں لا چکا ہوں

ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس نے پاؤں کے دھونے کا انکار کیا ہے اور مسح کرنے کو قرآن کے مطابق کہا ہے:

حدثنا بن عُلَيَّةَ عن رَوْحِ بن الْقَاسِمِ عن عبد اللهِ بن مُحَمَّدِ بن عَقِيلٍ عن الرُّبَيِّعِ ابْنَةِ مُعَوِّذِ بن عَفْرَاءَ قالت أَتَانِي بن عَبَّاسٍ فَسَأَلَنِي عن هذا الحديث تَعْنِي حَدِيثَهَا الذي ذَكَرَتْ أنها رَأَتْ النبي صلى الله عليه و سلم تَوَضَّأَ وَ أَنَّهُ غَسَلَ رِجْلَيْهِ قالت فقال بن عَبَّاسٍ أَبَى الناس إِلاَّ الْغَسْلَ وَ لاَ أَجِدُ في كِتَابِ اللهِ إِلاَّ الْمَسْحَ۔

معوذ بن عفرا کی بیٹی ربیع نے کہا ہے کہ: ابن عباس میرے پاس آیا اور اس روایت کے بارے میں مجھ سے سوال کیا۔ ربیع کا مقصد وہ روایت تھی کہ رسولؐ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو اس نے مشاہدہ کیا کہ انہوں نے پاؤں کو وضو میں دھویا ہے۔ ربیع نے کہا کہ ابن عباس نے کہا کہ لوگ فقط پاؤں کو دھوتے ہیں، حالانکہ میں نے قرآن میں فقط مسح کرنے کو دیکھا ہے۔

- إبن أبی شیبة الکوفی، ابوبکر عبد الله بن محمد (متوفی235 ھ)، الکتاب المصنف فی الأحادیث و الآثار، ج 1، ص 27، تحقیق: کمال یوسف الحوت، ناشر: مکتبة الرشد – الریاض، الطبعة: الأولی، 1409ھ۔
- القزوینی، ابو عبد الله محمد بن یزید (متوفی275ھ)، سنن ابن ماجه، ج 1، ص 156، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، ناشر: دار الفکر – بیروت۔

اس روایت کی سند بھی معتبر ہے۔ احمد بن ابو بکر کنانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

هذا إسناد حسن رواه ابن أبی شیبة فی مصنفه۔

اس روایت کی سند حسن ہے کہ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں نقل کیا ہے۔

الکنانی، أحمد بن أبی بکر بن إسماعیل (متوفي840ھ)، مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه، ج 1، ص 66، تحقیق: محمد المنتقی الکشناوی، دار النشر: دار العربیة – بیروت، الطبعة: الثانیة 1403

ابن عباس سے دوسری روایات بھی نقل ہوئی ہیں کہ وہ وضو میں مسح کرنے کے قائل تھے نہ کہ پاؤں کو دھونے کے۔

عبد الرزاق صنعانی نے ایک دوسری روایت کو ایسے نقل کیا ہے کہ

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَوْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسِ، قَالَ: " افْتَرَضَ اللَّهُ غَسْلَتَيْنِ وَ مَسْحَتَيْنِ، أَلا تَرَى أَنَّهُ ذَكَرَ التَّيَمُّمَ؟ فَجَعَلَ مَكَانَ الْغَسْلَتَيْنِ مَسْحَتَيْنِ، وَ تَرَكَ الْمَسْحَتَيْنِ "۔ قَالَ مَعْمَرٌ: وَ قَالَ رَجُلٌ لِمَطَرِ الْوَرَّاقِ، مَنْ كَانَ يَقُولُ الْمَسْحُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ؟ قَالَ: فُقَهَاءُ كَثِيرٌ۔

جابر یا عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ خداوند نے وضو میں دو دھونے اور دو مسح کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ خداوند نے تیمم کو ذکر کیا ہے؟ یہ تیمم دو دھونے اور دو مسح کرنے کی جگہ قرار دیا گیا ہے اور دو مسح کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ معمر نے کہا ہے کہ: ایک شخص نے مطر وراق سے کہا کہ: کون پاؤں پر مسح کرنے کا قائل ہے؟ اس نے جواب دیا: بہت سے فقہاء اس مطلب کے قائل ہیں۔

مصنف عبد الرزاق، ج 1، ص 19

ایک دوسری روایت میں ابن عباس نے کہا ہے کہ

عبد الرزاق عن بن جريج قال أخبرني عمرو بن دينار أنه سمع عكرمة يقول قال بن عباس الوضوء مسحتان و غسلتان۔

عکرمہ نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ: وضو میں دو چیزوں کا مسح کیا جاتا ہے اور دو کو دھویا جاتا ہے۔

مصنف عبد الرزاق، ج 1، ص 19

تو تحریر کا اختتام ان الفاظ کے ساتھ کہ انجینئر محمد علی مرزا سمیت ہر مسلمان کا دینی اور شرعی فریضہ ہے کہ وہ شیعوں سے بغض ختم کرے قرآن اور رسولؐ خدا ﷺ کی سنت و سیرت پر عمل پیرا ہو کر اصل تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

شانِ فاطمہ زہراؑ میں گستاخی پر مفتی آصف جلالی کو ابو عبد اللہ کا جواب

خود کو مفتی اور کبھی ڈاکٹر ظاہر کرنے والا تحریک لبیک یا رسولؐ اللہ العالمی اور تحریک لبیک اسلام کا چیئر مین آصف اشرف جلالی (لعین) جو کہ خود کو بریلوی مسلک سے منسلک کرتا ہے اور بریلویوں کے عالم سے پہچانا جاتا ہے۔ اس شجرہ ملعونہ کے نجس تخم نے اپنی ایک تقیریر میں اپنے نجس اجداد کا دفاع کرتے ہوئے مسئلہ فدک پر سیدۃ النساء العالمین، دختر پیغمبر اکرم ﷺ، الصدیقہ (سچی)، المبارکہ (مبارک)، الطاھرہ (پاک)، الذکیہ (عفیفہ / گناہ سے پاک)، الرضیہ (اللہ کی رضا پر راضی)، البتول (عفت والی / پاک)، الزہراء (عالی شان / روشن)، سورہ کوثر، آیت تطہیر، آیت مودت، آیت اطعام اور پیغمبر اکرمؐ کی مشہور حدیث بِضعہ اور حدیث لولاک کا عنوان حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شانِ اقدس میں صریحاً گستاخی کرتے ہوئے ان کو عصمت کے اس مرتبہ سے نکالنے کی کوشش کی جس پر قرآن پاک اور لاتعداد اہل سنت روایات دلالت کرتی ہیں۔

تو ضروری تھا کہ اس خبیث کو ایسا جواب دیا جائے کہ جس سے اس کے مسلک کے علماء بھی اسے لعین سمجھیں اور جن کے دفاع میں اس نے یہ قبیح گستاخی کی ہے اس خلیفہ کا اصل چہرہ بھی عوام کے سامنے بے نقاب ہو جائے۔

حدیثِ بضعہ کے جس میں رسولؐ اللہ ﷺ نے اپنی دختر کو اپنا ٹکڑا کہا اس کی بنیاد پر اس ملعون کی یہ گستاخی، گستاخِ رسولؐ کے زمرے میں آتی ہے اور دستورِ پاکستان کی شق 295 کے مطابق گستاخ رسولؐ کی سزا موت ہے۔

اس مفصل تمہید کے بعد میں کوشش کروں گا کہ تحریر جتنی مختصر ہو اتنی ہی جامع رہے تو اس تحریر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس پر قرآن اور اہل سنت کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے اس کی گستاخی کا جواب دوں گا۔

پہلا حصے میں اُس خلیفہ کو بے نقاب کیا جائے گا جس کے دفاع میں اس نے یہ عظیم گستاخی کی اور دوسرے حصے میں کتب اہل سنت اور قرآن مجید سے عصمتِ سیدہؑ کا دفاع کروں گا۔

نوٹ: اس تحریر میں پیش کئے گئے تمام حوالوں کے ساتھ عربی اور اردو متن پیش کیا جائے گا تاکہ اس جاہل کو بھاگنے کا شبہ بھی قتل کر دیا جائے

حصہ اول: پہلے خلیفہ ابو بکر مبینہ صدیق کے جرائم کتب اہل سنت سے!

اس حصے کا آغاز میں ابو بکر کے اس بیان سے کرتا ہوں جس میں اس نے خود سیدہ فاطمہ زہراؑ کے گھر پر حملے کا اقرار کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

ابن زنجویہ نے کتاب الأموال، ابن قتیبہ دینوری نے کتاب الإمامۃ والسیاسۃ، طبری نے اپنی تاریخ، ابن عبد ربہ نے کتاب العقد الفرید، مسعودی نے کتاب مروج الذھب، طبرانی نے کتاب المعجم الکبیر، مقدسی نے کتاب الأحادیث المختارہ، شمس الدین ذہبی نے کتاب تاریخ الإسلام میں ان تمام معتبر علماء نے ابو بکر کے اعتراف کرنے والی روایت کو بہت تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

<u>میں اس روایت کے اصل متن کو تیسری صدی کے اہل سنت عالم امام ابن زنجویہ کی کتاب الاموال سے نقل کر رہا ہوں:</u>

أنا حميد أنا عثمان بن صالح، حدثني الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، حدثني علوان، عن صالح بن كيسان، عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف، أن أباه عبد الرحمن بن عوف، دخل علي أبي بكر الصديق رحمة الله عليه في مرضه الذي قبض فيه ... فقال [أبو بكر] : « أجل إني لا آسي من الدنيا إلا علي ثَلاثٍ فَعَلْتُهُنَّ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُنَّ، وثلاث تركتهن وددت

أني فعلتهن، وثلاث وددت أني سألت عنهن رسولّ الله ﷺ، أما اللاتي وددت أني تركتهن، فوددت أني لم أَكُنْ كَشَفْتُ بيتَ فاطِمَةَ عن شيء، وإن كانوا قد أَغْلَقُوا علي الحرب....

عبد الرحمن ابن عوف، ابو بکر کی بیماری کے ایام میں اس کے پاس اس کی عیادت کرنے گیا اور اسے سلام کیا، باتوں باتوں میں ابو بکر نے اس سے ایسے کہا: مجھے کسی شے پر کوئی افسوس نہیں ہے، مگر صرف تین چیزوں پر افسوس ہے کہ اے کاش میں تین چیزوں کو انجام نہ دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کو انجام دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کے بارے میں رسولؐ خدا سے سوال پوچھ لیتا، اے کاش میں فاطمہ کے گھر کی حرمت شکنی نہ کرتا، اگرچہ اس گھر کا دروازہ مجھ سے جنگ کرنے کے لیے ہی بند کیا گیا ہوتا۔

اس روایت کے اہل سنت کتابوں کے حوالے:

- الخرساني، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله المعروف بابن زنجويه (متوفي251هـ) الأموال، ج 1، ص 387؛
- الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفي276هـ)، الإمامة والسياسة، ج 1، ص 21، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م، با تحقيق شيري، ج1، ص36، و با تحقيق، زيني، ج1، ص24؛
- 3 – الطبري، محمد بن جرير (متوفي 310هـ)، تاريخ الطبري، ج 2، ص 353، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛
- الأندلسي، احمد بن محمد بن عبد ربه (متوفي: 328هـ)، العقد الفريد، ج 4، ص 254، ناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت / لبنان، الطبعة: الثالثة، 1420هـ – 1999م؛
- المسعودي، أبو الحسن علي بن الحسين بن علي (متوفي346هـ) مروج الذهب، ج 1، ص 290؛
- الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم (متوفي360هـ)، المعجم الكبير، ج 1، ص 62، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، ناشر: مكتبة الزهراء – الموصل، الطبعة: الثانية، 1404هـ – 1983م؛

- 7- العاصمي المكي، عبد الملك بن حسين بن عبد الملك الشافعي (متوفي1111هـ)، سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي، ج 2، ص 465، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود- علي محمد معوض، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1419هـ- 1998م۔

اب میں اس روایت کے رجال پر بھی مختصر حوالے دے رہا ہوں کہ اس کی سند پر علماء اہل سنت کی کیا رائے ہے، ملاحظہ فرمائیں:

1- سعید ابن منصور تیسری صدی کا علم حدیث کا بزرگ عالم ہے، اس نے اپنی کتاب سنن میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت حسن ہے۔

2- جلال الدین سیوطی نے کتاب جامع الأحادیث و کتاب مسند فاطمة اور متقی ہندی نے کتاب کنز العمّال میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

أبو عبيد في كتاب الأَمْوَالِ، عق وخيثمة بن سليمان الطرابلسي في فضائل الصحابة، طب، كر، ص، وقال: إِنَّه حديث حسن۔

اس روایت کو ابو عبید نے کتاب الأموال، عقیلی، طرابلسی نے کتاب فضائل الصحابة، طبرانی نے کتاب معجم الکبیر، ابن عساکر نے کتاب تاریخ مدينة دمشق اور سعید ابن منصور نے اپنی کتاب سنن میں نقل کیا ہے اور سعید ابن منصور نے کہا ہے کہ: یہ حدیث حسن ہے

السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر (متوفي911هـ)، جامع الاحاديث (الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير)، ج 13، ص 101 و ج 17، ص 48؛

3- مقدسی حنبلی ساتویں صدی کا علم حدیث اہل سنت کا بزرگ عالم ہے، اس نے بھی اس روایت کو، حسن، قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ: قلت وهذا حديث حسن عن أبي بكر۔ ابو بکر سے یہ روایت حسن ہے۔

المقدسي الحنبلي، أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد بن أحمد (متوفي643هـ)، الأحاديث المختارة، ج 1، ص 90، تحقيق عبد

الملك بن عبد الله بن دهيش، ناشر: مكتبة النهضة الحديثة – مكة المكرمة، الطبعة: الأولي، 1410ھ

نوٹ: تحریر کو مختصر رکھنے کی خاطر یہاں رجالی مزید حوالے دینے سے گریز کر رہا ہوں اگر کسی کو مزید معلومات درکار ہوں تو مجھ سے میسج پر رابطہ کریں

تو دیکھا آپ نے ابو بکر کے جسے یہ آصف جلالی مسئلہ فدک میں صدیقہ طاہرہ سیدہ فاطمہ کے مقابلے میں صدیق ثابت کر رہا ہے اس نے خود اس پاک گھر پر حملے کا اقرار کیا کہ جس گھر پر رسولؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھڑے ہو کر سلام کرتے تھے،السلام علیک یا اہل بیت النبوۃ پھر آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه : أنْ رسولؐ اِللّٰه صلي الله عليه وآله وسلم كَانَ يَمُرُّ بِبَابِ فَاطِمَةَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ إِذَا خَرَجَ إِلَيَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، يَقُوْلُ : الصلاة! يَا أَهْلَ الْبَيْتِ (إِنَّمَا يُرِيْدُ اُللّٰه لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا)۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَحْمَدُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ (6) ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نمازِ فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھتے:)۔ اے اھلِ بیتؑ! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 3 : أخرجه الترمذي في السنن، كتاب : تفسير القرآن، باب : ومن سورة الأحزاب، 5 / 352، الرقم : 3206
- أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 259، 285، و في فضائل الصحابة، 2 / 761، الرقم : 1340، 1341

- ابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 388، الرقم : 32272، و الشيباني في الآحادو المثاني، 5 / 360، الرقم : 2953
- عبد بن حميد في المسند : 367، الرقم : 12223، و الحاكم في المستدرک، 3 / 172، الرقم : 4748۔

خلیفہ کا دوسرا جرم کہ جس پر اس ملعون نے ابو بکر کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ فاطمہ زہراؑ اپنی وراثت کا تقاضا کرنے گئیں تھیں جبکہ فدک وراثت نہیں بلکہ پہلے ہی رسولؐ اکرم ﷺ نے آیت ذوی القربیٰ نازل ہوتے ہی فدک بی بی فاطمہؑ کو بخش دیا تھا اور وہ پہلے سے جنابِ زہراؑ کی ملکیت تھا جس کو ابو بکر نے غصب کیا۔۔

اس پر پورا مقالہ لکھا جاسکتا ہے پر ایک حدیث کا سہارا لے کر اس وراثت کی جھوٹی کہانی کو دفنا دیتا ہوں۔

امام سیوطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں بزاز، ابو یعلی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے نقل کیا کہ:

وہ کہتے ہیں حب یہ آیت {وآت ذي القربى حقه سورہ اسراء آیت 26} نازل ہوئی تو رسولؐ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو طلب کیا اور انھیں فدک عطا کر دیا۔

عربی متن:

وأخرج البزار وأبو يعلى وابن أبي حاتم وابن مردويه ، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : لما نزلت هذه الآية { وآت ذي القربى حقه } دعا رسولّ الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها فدك ۔

یہ ہی روایت ابن عباس سے بھی نقل ہوئی ہے

وأخرج ابن مردويه ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : لما نزلت { وآت ذي القربى حقه }أقطع رسولّ الله – صلى الله عليه وسلم -فاطمة فدك ۔

حواله: الدر المنثور، جلد 6 ، صفحه 262،المؤلف : عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911ھ)

اب دوسری بات کہ اگر یہ وراثت کا معاملہ تھا تو پھر امام علیؑ عمر و ابو بکر کو خائن اور جھوٹا کیوں سمجھتے تھے اس پر بھی آپ کی صحیح مسلم سے روایت پیش کر دیتا ہوں۔

عمر بن خطاب خود اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا

ترجمہ: کہ اے علیؑ آپ ہم دونوں کو جھوٹا، گناہگار، غدار اور خائن کیوں سمجھتے ہیں؟

حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

صحیح مسلم کے باب الفی کی کتاب الجهاد والسیر میں حدیث نمبر 3302

تو یہاں یہ ثابت ہوا کہ ابو بکر نے نا صرف فدک کو غصب کیا بلکہ اس نے جنابِ زہراؑ کے گھر پر حملے کا اقرار کرتے ہوئے حضرت فاطمہؑ کو غضبناک کیا اور اہل سنت کے ہاں ہی صحیح حدیث موجود ہے کہ جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اس نے رسولؐ کو غضب ناک کیا۔

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَة : أَنَّ رسولَ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم قَالَ : فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، پس جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 7 : أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : المناقب، باب : مناقب قرابة رسولِ اﷲ صلي الله عليه وآله وسلم، 3 / 1361، الرقم : 3510

- كتاب : المناقب، باب : مناقب فاطمة، 3 / 1374، الرقم : 3556
- ابن أبي شيبة، المصنف، 6 / 388، الرقم : 32269
- أبو عوانة في المسند، 3 / 70، الرقم؛ 4233
- الشيباني في الآحاد والمثاني، 5 / 361، الرقم : 2954
- الطبراني في المعجم الكبير، 202 / 404، الرقم : 1012

اب کوئی یہ دعویٰ نہ کرے کہ بی بی فاطمہ ؑ نے ابو بکر کو معاف بھی کر دیا تھا۔۔

تو میں کچھ روایات ساتھ ساتھ نقل کر دوں۔۔

بخاری نے خمس کے ابواب میں لکھا ہے کہ:

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رسولِ اللَّهِ صلي الله عليه و سلم فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فلم تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حتي تُوُفِّيَتْ۔

رسولؐ خدا ﷺ کی بیٹی فاطمہ ؑ، ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور اس سے بات کرنا تک چھوڑ دیا تھا اور اس سے مرتے دم تک بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 3، ص 1126، ح2926، باب فَرْضِ الْخُمُسِ، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

كتاب المغازي کے باب غزوة خيبر کی حدیث نمبر 3998 میں بخاری نے کہا ہے کہ:

فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ علي أَبِي بَكْرٍ في ذلك فَهَجَرَتْهُ فلم تُكَلِّمْهُ حتي تُوُفِّيَتْ،

فاطمہ ؑ ابو بکر سے ناراض ہو گئیں اور مرتے دم تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 4، ص 1549، ح3998، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

بخاری نے کتاب الفرائض کے بَاب قَوْلِ النبي ﷺ لا نُورَثُ ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ کی حدیث نمبر 6346 میں لکھا ہے کہ:

فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فلم تُكَلِّمْهُ حتي مَاتَتْ۔

پس فاطمہؑ نے اپنا تعلق ابو بکر سے ختم کر دیا اور مرتے دم تک اس سے بات نہیں کی تھی۔

البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 6، ص 2474، ح6346، كتاب الفرائض، بَاب قَوْلِ النبي ﷺ لا نُورَثُ ما تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة: الثالثة،

اب ایک حدیث اور پیش کر دوں تا کہ معلوم ہو سکے کہ ان لوگوں سے دختر رسولؐ نا صرف ناراض دنیا سے گئیں بلکہ اپنی حیات میں ان پر لعنت بھی کرتی رہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب ابو بکر اور عمر عیادت کے لیے گھر آئے تو حضرت زہراؑ نے انکو گھر میں آنے کی اجازت نہ دی، تو انہوں نے ناچار ہو کر علیؑ سے بات کی جب اجازت ملی تو بی بیؑ نے فرمایا:

نشدتكما الله ألم تسمعا رسولَ الله يقول: رضا فاطمة من رضاي و سخط فاطمة من سخطي فمن أحب فاطمة ابنتي فقد أحبني و من أ رضي فاطمة فقد أرضاني و من أسخط فاطمة فقد أسخطني،

میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ کیا تم دونوں نے رسولؐ خدا سے نہیں سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ: فاطمہ کا راضی ہونا، میرا راضی ہونا ہے اور اسکا ناراض ہونا، میرا ناراض ہونا ہے۔ جو بھی میری بیٹی فاطمہ سے محبت کرے اور اسکا احترام کرے، تو اس نے مجھ سے محبت کی ہے اور میرا احترام کیا ہے اور جو فاطمہ کو راضی کرے تو اس نے مجھے راضی کیا ہے اور جو فاطمہؑ کو ناراض کرے تو اس نے مجھے ناراض کیا ہے،؟؟؟

ابو بکر اور عمر دونوں نے اعتراف کیا کہ: ہاں ہم نے اس بات کو رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے،

نعم سمعناه من رسولّ الله صلي الله عليه و سلم۔

یہ اعتراف لے کر صدیقہ طاہرہؑ نے فرمایا کہ:

فإني أشهد الله و ملائكته أنكما أسخطتماني و ما أرضيتماني و لئن لقيت النبي لأشكونكما إليه۔

پس میں خداوند اور اسکے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے اذیت کی اور ناراض کیا ہے اور میں اپنے والد رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات میں تم دونوں کی شکایت کروں گی۔

اور مزید فرمایا کہ:

و الله لأدعون الله عليك في كل صلاة أصليها۔

خدا کی قسم میں ہر نماز کے بعد تم دونوں پر نفرین کرتی ہوں۔

الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفاي276هـ)، الإمامة و السياسة، ج 1، ص 17، باب كيف كانت بيعة علي رضي الله عنه، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م۔

فی الحال یہی پر ابو بکر کے جرائم کو روکتا ہوں تا کہ اب عصمتِ فاطمہ زہراؑ کو کتب اہل سنت سے ثابت کر سکوں۔

تو عصمتِ فاطمہ زہراؑ پر سب سے پہلے میں تم لوگوں کی امی عائشہ کا بیان نقل کروں گا کہ جو خلیفۂ اوّل ابو بکر کی بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ رسولؐ اللہ کی زوجہ بھی ہیں۔ اور اہلِ سنت اس بات کو اُن کی بہت بڑی فضیلت بھی مانتے ہیں۔

کتاب سُنن و صحاح میں عائشہ سے بہت زیادہ روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ صرف بخاری نے اپنی صحیح میں اُن سے نو سو (۹۰۰) سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ اتنی زیادہ تعداد میں روایات کسی بھی صحابیہ یا زوجِ رسولؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ سے درج نہیں کی گئی ہے۔

اہل سنت عائشہ کو ایک عظیم فقیہہ بھی مانتے ہیں ان کی ہر روایت کو نہایت گر انقدر اور بطورِ دلیل استعمال کیا جاتا ہے۔

تو دیکھیے اماں عائشہ کیا فرما رہیں ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ : قَالَتْ عَائِشَة رضي االله عنها : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ أَصْدَقُ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ أَبِيْهَا۔ رَوَاهُ أَبُونُعَيْمٍ۔

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا میں نے فاطمہ سے زیادہ سچا کائنات میں کوئی نہیں دیکھا۔" اس حدیث کو امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 60 : أخرجه أبونعيم في حلية الأولياء، 2 / 41، 42۔

تو دیکھا اے ملعون آصف جلالی تو جس کی عصمت پر انگلی اٹھا رہا ہے دیکھ اس کے بارے میں تیری اماں عائشہ رسولؐ خدا کے بعد سب سے سچا ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔

دوسری جگہ پر عائشہ فرماتی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رضي االله عنها قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ رضي االله عنها غَيْرَ أَبِيْهَا۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل اُن کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص نہیں پایا۔" اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 58 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 137 الرقم : 2721
- الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 201
- الشوكاني في درالسحابة، 1 / 277، الرقم : 24۔

تو اب کیا بولے گا تو ملعون؟؟ کہ عائشہ یہاں بھی اقرار کر رہی ہیں کہ بعدِ رسولؐ جنابِ زہراؑ سب سے افضل ہیں؟؟

اب آگے بڑھتا ہوں۔۔ ابن مسعود روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اﷲِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رسولؐ اﷲِ صلي الله عليه وآله وسلم : إِنَّ فَاطِمَة حَصَّنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اﷲُ وَ ذُرِّيَتَهَا عَلَي النَّارِ۔
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَزَّارُ وَالْحَاکِمُ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک فاطمہؑ نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس کی اولاد کو آگ پر حرام فرما دیا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 56 : أخرجه الطبراني في المعجم الکبير، 22 / 407، الرقم : 1018
- البزار في المسند، 5 / 223، الرقم : 1829
- الحاکم في المستدرک، 3 / 165، الرقم : 4726
- أبو نعيم في حلية الأولياء، 4 / 188،
- السخاوي في اِستجلاب اِرتقاء الغرف، 1 / 115، 116۔

یہ تھے عصمت زہراؑ پر اہل سنت حوالے اب قرآن کا سہارا لیتا ہوں

سورہ مائدہ آیت ۷۵ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

مااالمسیح ابن مریم الا رسولؐ قد خلت من قبله الرسل وامه صديقه

مسیح ابن مریم کچھ نہیں ہیں سوائے رسولؐ کے کہ ان سے پہلے بھی رسولؐ آئے اور چلے گئے اور ان کی مادر گرامی صدیقہ ہیں۔

تو دیکھ اے دشمنِ زہراؑ خدا قرآن میں جنابِ مریمؑ کو صدیقہ کہہ کر پکار رہا ہے۔

اب تجھے تیری کتابوں سے ثابت کرتا ہوں کہ حضرت فاطمہ زہراؑ جنابِ مریمؑ سے بھی افضل ہیں

عَنْ عَائِشَةَ رضي االله عنها : أَنَّ النَّبِيَّ صلي الله عليه وآله وسلم قَالَ وَ هُوَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ : يَا فَاطِمَةُ، أَلاَ تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ وَ سِيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؑ! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس اُمت کی تمام عورتوں کی اور مؤمنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو!'' اسے امام نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 27 : أخرجه النسائي في السنن الكبري، 4 / 251، الرقم : 7078، 5 / 146، الرقم : 8517
- الحاكم في المستدرک، 3 / 170، الرقم : 4740
- ابن سعد في الطبقات الكبري، 2 / 247، 248، 8 / 26، 27،
- ابن الأثير في أسد الغابة، 7 / 218۔

اب دوسری روایت:

عَنْ حُذَيْفَة رضي الله عنه، قَالَ : قَالَ رسولُ اِللّٰه صلي الله عليه وآله وسلم : إِنَّ هَذَا مَلَکٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَة اسْتَأذَنَ رَبَّهُ أنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَ يُبَشِّرَنِي بِأنَّ فَاطِمَة سَيِّدَة نِسَاءِ أهْلِ الْجَنَّة، وَ أنَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أهْلِ الْجَنَّة۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَأَحْمَدُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اِس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اُترا تھا، اُس نے اپنے پروردگار سے اِجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ اہلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔“

اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 25 : أخرجه الترمذي في السنن، 5 / 660، الرقم : 3871
- النسائي في السنن الکبري، 5 / 80، 95، الرقم : 8298، 8365
- النسائي في فضائل الصحابة : 58، 76، الرقم : 193، 260
- أحمد بن حنبل في المسند، 5 / 391
- فضائل الصحابة، 2 / 788، الرقم : 1406
- ابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 388، الرقم : 32271
- الحاکم في المستدرک، 3 / 164، الرقم : 4721، 4722۔

ابن عباس پیغمبر خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اربع نسوة سيدات عالمهن۔ مريم بنت عمران، و آسيه بنت مزاحم، و خديجه بنت خويلد، و فاطمة بنت محمد و افضلهن علما فاطمة؛

چار خواتین اپنے زمانے کی دنیا کی سردار ہیں: مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم (زوجہ فرعون)، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور ان کے درمیان سب سے زیادہ عالم حضرت فاطمہ (صلوٰۃ اللہ علیہا) ہیں۔

الدر المنثور، جلد 2، صفحه 194

امام شوکانی لکھتے ہیں:

رسولؐ اللہ ﷺ نے سیدہؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"لا ترضین نکونی سید نساء العالمین"

کیا آپؑ خوشنود نہیں ہیں آپ عالمین کی خواتین کی سردار ہیں؟ سیدہؑ نے عرض کیا: مریم کا کیا ہو گا؟

فرمایا: تلک سیدة نسا عالمها

وہ اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں۔

محمد شوکانی، فتح القدیر، بیروت: دار المعرفه، 1996م، ج1، ص439

سلیمان قندوزی ایک طولانی حدیث کے ضمن میں پیغمبر خدا ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

چوتھی مرتبہ خدا نے نظر ڈالی اور فاطمہؑ کو پورے عالم کی خواتین پر پسندیدہ اور افضل قرار دیا۔

سلیمان قندوزی، ینابیع المودة، ص247، باب56

تو ثابت ہوا۔ حضرت مریمؑ کو اللہ نے صدیقہ کہا ہے اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ جنابِ مریمؑ سے بھی افضل اور برتر ہیں۔ تو جنابِ فاطمہؑ صدیقہ الکبریٰ قرار پائیں

اب آتے ہیں آیت تطہیر پر۔۔۔

حدیث 01–

عَنْ أبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَي : (إِنَّمَا يُرِيْدُ اُللّٰه لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أهْلَ الْبَيْتِ) قَالَ : نَزَلَتْ فِي خَمْسَة : فِي رسولّ اِللّٰه صلي الله عليه وآله وسلم، وَ عَلِيٍّ، وَ فاَطِمَة، وَالْحَسَنِ، وَ الْحُسَيْنِ رضي الله عنهم۔رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد مبارکہ۔اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے۔کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پانچ ہستیوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے بارے میں نازل ہوئی۔" اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 4 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 380، الرقم : 3456
- المعجم الصغير، 1 / 231، الرقم : 375
- ابن حبان في طبقات المحدثين بأصبهان، 3 / 384
- الخطيب في تاريخ بغداد، 10 / 278
- الطبري في جامع البيان، 22 / 6۔

حدیث نمبر 02

عَنْ أبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه فِي قَوْلِهِ تَعَالَي : (إِنَّمَا يُرِيْدُ اُللّٰه لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أهْلَ الْبَيْتِ) قَالَ : نَزَلَتْ فِي خَمْسَة : فِي رسولّ اِللّٰه صلي الله عليه وآله وسلم، وَ عَلِيٍّ، وَ فاَطِمَة، وَالْحَسَنِ، وَ الْحُسَيْنِ رضي الله عنهم۔
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد مبارکہ۔اے اھلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے۔کے بارے میں کہا ہے کہ

یہ آیت مبارکہ پانچ ہستیوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کے بارے میں نازل ہوئی۔" اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

- الحديث رقم 4 : أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 380، الرقم : 3456
- المعجم الصغير، 1 / 231، الرقم : 375
- ابن حبان في طبقات المحدثين بأصبهان، 3 / 384
- الخطيب في تاريخ بغداد، 10 / 278
- الطبري في جامع البيان، 22 / 6۔

اب آخر میں ابن ابی الحدید کا اعتراف نقل کر کے آصف جلالی کی تابوتِ خباثت میں آخری کیل ٹھونک رہا ہوں جو فاطمہ زہراؑ کی عصمت پر دلالت کرتی ہے،

لکھتا ہے:

قوله عليه السلام: فاطمة بضعة منى، من آذاها فقد آذانى، و من آذانى فقد آذى الله عز و جل يدل على عصمتها، لانها، لوكانت ممن تقارف الذنوب لم يكن من يوذيها موذيا له على كل حال...

فاطمہ علیہا السلام کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا: جس نے اسے (فاطمہ علیہا السلام) کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی، یہ فاطمہ علیہا السلام کی عصمت پر دلیل ہے، کیوں کہ اگر فاطمہ علیہا السلام معصوم نہ ہوتی تو فاطمہ علیہا السلام کا دکھ ہر حال میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا دکھ حساب نہ ہوتا۔

شرح نهج البلاغة، ج 16، ص 273۔

غلامِ سیدہؑ، ابو عبد اللہ

امام علیؑ کی خلفاء کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے؟ عمر بن خطاب کی زبانی جواب

"وہ "یعنی" ان" کا ایک عالم کہنے لگا کہ آپ شیعوں نے فدک کو لے کر بلا وجہ خلفائے اسلام کے خلاف 1400 سو سال سے محاذ کھولا ہوا ہے جبکہ چوتھے خلیفہ حضرت علی خود صدیق اکبر اور فاروق اعظم سے راضی تھے اور ان کے متعلق کبھی بھی کوئی غلط بات نہیں کی، جیسے آپ لوگ خلفاء کے بارے میں تبرا کرتے ہیں۔

جب وہ اپنے نجس اجداد کا دفاع کر کے تھما تو میں نے کہا

آپ جیسے ناقص امتیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو اندھی عقیدت نے نہ صرف اندھا و گونگا کر رکھا ہے بلکہ ساتھ میں عقل و فہم اور علم سے بھی اتنا ہی دور کر رکھا ہے جتنا اللہ نے اہل بیتؑ سے رجس کو دور رکھا ہے

میرا یہ جملہ ان پر بجلی بن کر گرا۔۔ چہرے کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا۔۔ میں نے ایک لمحے کے لیے آنکھوں کو بند کر کے اپنے قلب سے یا زہراء کی صدا بلند کی اور بھرپور چڑھائی کر دی۔۔

اول تو تم لوگ جن کو صدیق اور وہ بھی اکبر اور ساتھ میں فاروق اور وہ بھی اعظم کے لقب سے پکارتے ہو نا... تو یاد رکھو وہ نہ تو صدیق تھے اور نہ ہی دوسرے فاروق بلکہ تمہاری اپنی کتابوں میں یہ القابات امام علی علیہ السلام کے لیے آئے ہیں جنہیں فدک کی طرح تم لوگوں نے غضب کر کے اپنے اجداد کی وراثت میں شامل کرنے کی گھناؤنی سازش کی ہے۔

اب رہی بات کہ امام علی علیہ السلام تمہارے خلفاء سے راضی تھے اور کبھی بھی ان کے خلاف بات نہیں کی تو تمہارا یہ دعویٰ تمہاری ہی صحیح ترین کتاب صحیح مسلم کے خلاف ہے

اس کی آنکھیں چڑھیں، رنگ ایک بار پھر بدلنے لگا... کہتا ہے ابو عبد اللہ تم خدا کا خوف کرو اتنی بڑی تہمت ہماری کتابوں پر مت لگاؤ جس کا ثبوت پیش نہ کر سکو... کیونکہ ایسا کچھ ہے ہی نہیں مسلم شریف میں۔۔

نجانے کیوں مجھے اس وقت بالکل ویسے ہی مسرت محسوس ہوئی جیسے تیر اپنی کمان سے نکل کر نشانے کے بیچوں بیچ میں جا لگتا ہے

خیر۔۔ میں نے ہلکی مسکان سجا کر کہا۔۔

آپ حضرات کو تو ہم شیعہ ہی آپ کی اپنی کتابوں کی تعلیم دیتے آئے ہیں کیونکہ آپ کے اندھے پن کا علاج ہمارے ہی پاس ہے۔۔

تو جائیں اور جا کر اپنی صحیح مسلم کے باب الفی کی کتاب الجھاد والسیر میں حدیث نمبر 3302 ملاحظہ فرمائیں کہ جس میں خود عمر بن خطاب کی زبان سے امام علی علیہ السلام کے لیے یہ جملے ایک بار نہیں بلکہ متن حدیث میں متعدد بار اقراری طور پر موجود ہیں

فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا

ترجمہ: کہ اے علیؑ آپ ہم دونوں کو جھوٹا، گناہگار، غدار اور خائن کیوں سمجھتے ہیں؟

صحیح مسلم ، باب الفی کی کتاب الجهاد والسیر ، حدیث نمبر 3302

تو محترم آپ کا دعویٰ کہ امام علیؑ دونوں خلفاء سے راضی تھے اور انہیں حق پر سمجھتے تھے تو یہ آپ کی صحیح ترین کتاب میں آپ ہی کے صحیح ترین قائد عمر بن خطاب کی زبانی میں نے دکھا دیا ہے۔ کہ عمر خود بتا رہے ہیں کہ امام علیؑ ان حضرات کو کیا سمجھتے تھے۔

اب میری ہنسی کا وقت ہو چکا تھا کیونکہ اس دشمن زہرا کا کلیجہ بنا ہندہ بن ابو سفیان لعینہ کے چبائے منہ کو آ چکا تھا۔

کہتا ہے اگر واقعی ایسا ہی لکھا ہے جیسا تم نے بیان کیا ہے اور انہی الفاظ کے ساتھ ہے تو تم نے مجھے خاموش کرا دیا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس تہمت پر خدا تمہیں رسوا کرے گا

میں زور سے ہنسا اور کہا... میں علی کا ماننے والا ہوں، نہ ہی آپ کے پیروں کی طرح جھوٹا ہوں نہ ہی خائن۔۔ تو جا کر دیکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کریں...

خدا حافظ، جانے یا علیؑ۔۔

مناظرہ از، ابو عبد اللہ

رسولؐ اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت اور قاتلانِ رسولؐ بے نقاب

رسولؐ اللہ ﷺ کی ولادت کا دھوم دھام سے جشن منانے والے یقیناً لائقِ تحسین ہیں لیکن یہ رسولؐ سے مکمل عشق نہیں کہ فقط معشوق کی خوشی میں خوش ہو جاؤ اور اسی معشوق کے غم میں خود کو غمگین نہ کرو اور جن افراد نے معشوق کو تکلیف دی اور اسے زہر سے مسموم کر کے شہید کیا ان سے اعلانیہ برات کا اظہار نہ کرو۔۔

بلکہ ایسا ادھورا عمل مسلکِ عشق میں عشق و معشوق کی صریحاً توہین شمار ہوتی ہے۔۔۔

اگر یہاں میں فلسفہ عشق ما بینِ عاشق و معشوق پر لکھنے بیٹھ گیا تو یقین مانیں یہ تحریر پوری کتاب کی شکل اختیار کر جائے گی کیونکہ میں بھی اسی مسلک کا پیروکار ہوں اور اسی جذبہ عشق کو میں نے خاندانِ عصمت و طہارت سے بہت دقیق انداز میں کسب کیا ہے۔

خیر مختصر کرتے ہوئے میں یہاں فقط ان تاریخی حقائق سے پردہ اٹھا کر عاشقِ رسولؐ ﷺ ہونے کا نعرہ بلند کرنے والے تمام امتیوں کو دعوتِ فکر دوں گا کہ وہ اپنے عشق کو تکمیل کے درجے پر فائز کریں اور ولادتِ رسولؐ کے جشن جیسی عظیم عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے رسولؐ ﷺ کی شہادت بھی بھرپور انداز سے منائیں اور شہید کرنے والوں پر لعنت کریں۔

اب میں براہ راست رسولؐ اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت اور جنہوں نے کائنات کا یہ غلیظ ترین مجرمانہ کام انجام دیا ان کے حوالے پیش کر رہا ہوں۔۔لبیک یارسولؐ اللہ۔۔

اہل سنت کے بہت سے بزرگان نے رسولؐ اللہ ﷺ کی زہر سے شہادت کو عبد اللہ بن مسعود سے اس طرح نقل کیا ہے

حدثنا عبد اللّهِ حدثني أَبِي ثنا عبد الرَّزَّاقِ ثنا سُفْيَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عن عبد اللّهِ بن مُرَّةَ عن أبي الأَحْوَصِ عن عبد اللّهِ قال لأَنْ أَحْلِفَ تِسْعاً ان رسولَ اللّهِ صلي الله عليه و سلم قُتِلَ قَتْلاً أَحَبُّ الي من أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً انه لم يُقْتَلْ وَ ذَلِكَ بِأَنَّ اللّهَ جَعَلَهُ نَبِيًّا وَ اتَّخَذَهُ شَهِيداً۔

عبد اللہ بن مسعود سے روایت نقل ہوئی ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ:

اگر میں 9 بار قسم کھاؤں کہ رسول خدا کو شہید کیا گیا تو یہ بات میرے لیے زیادہ پسندیدہ تر ہے اس سے کہ میں ایک بار قسم کھاؤں کہ رسول خدا کو قتل نہیں کیا گیا، کیونکہ خداوند نے ان کو پیغمبر اور شہید کہا ہے۔

امام ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس حدیث کی صحت پر کہتے ہیں:

رواه أحمد و رجاله رجال الصحيح.

احمد نے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے راوی، کتاب صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

حواله : الهيثمي، ابوالحسن علي بن أبي بكر (متوفى 807 هـ)، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج9، ص34، ناشر: دار الريان للتراث/ دار الكتاب العربي – القاهرة، بيروت

حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين و لم يخرجاه.

یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط صحت کے مطابق صحیح ہے، لیکن ان دونوں نے اس روایت کو نقل نہیں کیا

حواله : الحاكم النيسابوري، ابو عبدالله محمد بن عبدالله (متوفى 405 هـ)، المستدرك علي الصحيحين، ج3، ص60، ح4394، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

اہل سنت کے معروف عالم امام حاکم نیشاپوری دوسری جگہ ایک اور جگہ صحیح سند کے ساتھ اپنی معتبر کتاب المستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ:

ثنا داود بن يزيد الأودي قال سمعت الشعبي يقول و الله لقد سم رسولؐ الله صلي الله عليه و سلم و سم أبو بكر الصديق و قتل عمر بن الخطاب صبرا و قتل عثمان بن عفان صبرا و قتل علي بن أبي طالب صبرا و سم

الحسن بن علي و قتل الحسين بن علي صبرا رضي الله عنهم فما نرجو بعدهم۔

داود بن یزید کہتا ہے کہ میں نے شعبی سے سنا ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ: خدا کی قسم رسولؐ خدا ﷺ اور ابو بکر کو زہر دے کر شہید کیا گیا تھا اور عمر، عثمان اور علی بن ابی طالبؑ کو شمشیر سے قتل کیا گیا تھا، جبکہ حسنؑ بن علیؑ کو بھی زہر سے اور حسینؑ بن علیؑ کو شمشیر سے قتل کیا گیا تھا۔

حواله: المستدرك علي الصحيحين، جلد 3، صفحه 61، حديث 4395، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

تیسری روایت میں امام حاکم نقل کرتا ہے:

ثنا السري بن إسماعيل عن الشعبي أنه قال ماذا يتوقع من هذه الدنيا الدنية و قد سم رسولؐ الله صلي الله عليه و سلم و سم أبو بكر الصديق و قتل عمر بن الخطاب حتف أنفه و كذلك قتل عثمان و علي و سم الحسن و قتل الحسين حتف أنفه۔

سری بن اسماعیل نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ، اس نے کہا ہے کہ: اس پست دنیا سے کیا امید لگائی ہے کیونکہ رسولؐ خدا ﷺ اور ابو بکر کو زہر دے کر شہید کیا گیا، عمر، عثمان اور علی بن ابیطالب کو قتل کیا گیا، جبکہ حسن بن علی کو بھی زہر دیا گیا اور حسین بن علی کو اچانک قتل کیا گیا۔

حواله : المستدرك علي الصحيحين، ج3، ص67، ح4412، تحقيق: مصطفي عبد القادر عطا، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

رہی یہ بات کہ کس نے اور کب رسولؐ خدا ﷺ کو زہر دیا، یہ بات بھی تاریخ کی بہت سی باتوں کی طرح خائن ہاتھوں اور ناپاک قلموں نے تحریف کرنے کی کوشش کی لیکن حق کو

جتنا چھپایا جائے اتنا ہی واضح ہوتا ہے۔ اب میں مسلمانوں کی قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب کے حوالے پیش کر رہا ہوں، فیصلہ انہی مسلمانوں پر چھوڑ کر جو اس کتاب کو بعد از کتابِ باری، صحیح بخاری کہتے ہیں۔

امام بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ اہل سنت کے بہت سے بزرگان نے لکھا ہے کہ:

قالت عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فلما أَفَاقَ قال أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فقال لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إلا لُدَّ و أنا أَنْظُرُ إلا الْعَبَّاسَ فإنه لم يَشْهَدْكُمْ۔

عائشہ نے کہا ہے کہ میں نے رسولؐ خدا ﷺ کی بیماری کے دوران زبردستی ان کے منہ میں دوائی ڈالی، انہوں نے اشارے سے کہا کہ مجھے دوائی نہ دو، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ مریض کا دوائی کھانے کو دل نہیں کرتا اور جب رسولؐ خدا ﷺ تندرست ہو گئے تو فرمایا کہ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ مجھے دوائی نہ دو؟ پھر انہوں نے فرمایا کہ اس گھر میں جس نے بھی مجھے دوائی تھی تو اب ان سب کو میرے سامنے وہی دوائی پلاؤ غیر از عباس کہ اس نے تم لوگوں والا کام مجھ سے انجام نہیں دیا۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- صحيح البخاري، ج4، ص1618، ح4189، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب مَرَضِ النبي ﷺ وَوَفَاتِهِ؛
- صحيح بخارى ج5، ص2159، ح5382، كِتَاب الطِّبِّ، بَاب اللَّدُودِ؛
- صحيح بخارى ج6، ص2524، ح6492، كِتَاب الدِّيَاتِ، بَاب الْقِصَاصِ بين الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْجِرَاحَاتِ؛
- صحيح بخارى ج6، ص2527، ح6501، بَاب إذا أَصَابَ قَوْمٌ من رَجُلٍ هل يُعَاقِبُ، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت،النيسابوري القشيري، ابو الحسين مسلم بن الحجاج (متوفى261هـ)،

- صحيح مسلم، ج4، ص1733، ح2213، كِتَاب السَّلَامِ، بَاب كَرَاهَةِ التَّدَاوِي بِاللَّدُودِ، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔

غور طلب نکتہ یہ ہے کہ بخاری نے اس حدیث کو کتاب دیات، باب قصاص میں ذکر اور نقل کیا ہے۔

یعنی جس نے بھی رسولؐ خدا ﷺ کو جان بوجھ کر خلافت کی خاطر زہر دیا تھا، 14 سو سال سے ابھی تک اس پر قتل کا دیہ اور قصاص باقی ہے !!!

وہ دیہ اور قصاص انشاء اللہ اسی رسولؐ خدا ﷺ کے بیٹے اور جانشین یعنی حضرت مہدی امام زمان (عج) پردہ غیبت سے ظاہر ہو کر لیں گے۔

ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ:

(قوله لددناه) أي جعلنا في جانب فمه دواه بغير اختياره و هذا هو اللدود۔

یہ کہ کہا گیا ہے کہ: «لددنا» یعنی ہم نے زبردستی رسولؐ خدا ﷺ کے منع کرنے کے باوجود دوائی کو ان کے منہ میں ڈالا۔

یہاں ایک روایت وہ بھی نپٹاتا چلوں جو شہادتِ رسولؐ ﷺ کو چھپانے اور ان لوگوں کو چھپانے کے لئے گھڑی گئی جنہوں نے رسولؐ اللہ ﷺ کو زہر دیا پھر اس کے بعد کچھ سوالات پیش کر کے تحریر کو ختم کروں گا۔ چلیں پھر اس گھڑی ہوئی حدیث کا پوسٹ مارٹم ہو جائے۔۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں لکھا ہے:

قالت عَائِشَةُ رضي الله عنها كان النبي صلي الله عليه و سلم يقول في مَرَضِهِ الذي مَاتَ فيه يا عَائِشَةُ ما أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الذي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي من ذلك السُّمِّ۔

عائشہ نے کہا ہے کہ رسولؐ خدا ﷺ اپنے اس مرض میں کہ جس کے ذریعے وہ دنیا سے گئے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ جو کھانا میں نے خیبر میں کھایا تھا، ابھی تک اس کی تکلیف کو

محسوس کر رہا ہوں اور ابھی میں نے یوں محسوس کیا ہے کہ اسی کی وجہ سے میرے دل کی رگیں پھٹ گئی ہیں۔

حواله : البخاري الجعفي، ابو عبد الله محمد بن إسماعيل (متوفى256هـ)، صحيح البخاري، ج4، ص1611، ح4165، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب مَرَضِ النبي ﷺ وَ وَفَاتِهِ، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت،

شاید بعض لوگ کہیں کہ یہ بہت بعید ہے کہ ایک زہر 4 سال کے بعد اپنا اثر کرے، اس کے علاوہ رسولؐ خدا ﷺ جنگ خیبر میں اس زہر کو کھانے سے پہلے بھیڑ کے زہر آلود گوشت کے بارے میں آگاہ ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے آپ نے اس کو کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے محقق علماء نے کہا ہے کہ کتاب صحیح بخاری کی یہ روایت جعلی اور جھوٹی ہے اور اسکے علاوہ خیبر میں رسولؐ خدا ﷺ کے زہر کھانے والے افسانے کو اس لیے گھڑا گیا تھا کہ لوگ زہر دینے والے اصل مجرم کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکیں۔ ورنہ اسی کتاب صحیح بخاری میں اسی موضوع کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جنہیں اوپر بیان کیا گیا کہ اسلام اور رسولؐ خدا ﷺ سے سچی محبت رکھنے والا عقل مند مسلمان جان لیتا ہے کہ رسولؐ خدا ﷺ کو انکی بیویوں میں سے کس نے جان بوجھ کر زہر دیا تھا!

جس طرح کہ ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے کہ:

و في صحيح البخاري «عن ابن مسعود قال: لقد كنا نسمع تسبيح الطعام و هو يؤكل» يعني بين يدي النبي و كلمه ذراع الشاة المسمومة و أعلمه بما فيه من السم۔ صحيح

بخاری میں ابن مسعود سے نقل ہوا ہے کہ: وہ کہتا تھا کہ: ہم رسولؐ خدا کے کھانا کھاتے وقت، کھانے کے تسبیح پڑھنے کی آواز کو سنا کرتے تھے، یعنی رسولؐ خدا ﷺ کے سامنے پڑا

ہو از ہر آلود گوشت، رسولؐ خدا ﷺ سے باتیں کرتا تھا اور خود گوشت نے رسولؐ خدا ﷺ کو بتایا کہ مجھے نہ کھانا کیونکہ میں زہر آلود ہوں۔

حواله: ابن كثير الدمشقي،ابوالفداء إسماعيل بن عمر القرشي(متوفى774 ھ)، البداية و النهاية،ج 6،ص286، ناشر: مكتبة المعارف – بيروت۔

تو کیسے ممکن ہے کہ ظاہر و باطن کا علم رکھنے والے معصوم نبی جان بوجھ کر زہر کھا لے؟

اب مسلمانوں سے کچھ سوالات اور انتہائی آسان انداز میں۔۔

1-کیوں حضرت عائشہ اور وہ لوگ کہ جو وہاں پر موجود تھے انہوں نے رسولؐ خدا ﷺ کی بات پر عمل نہیں کیا، اور ان کے منع کرنے کے باوجود زبردستی ان کے منہ میں دوا ڈالی؟

کیا خداوند نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ:

وَ ما آتاكُمُ الرسولُ فَخُذُوهُ وما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

جو حکم بھی رسولؐ خدا ﷺ تم کو دیں، اسکی اطاعت کرو اور جس گناہ سے بھی تم کو منع کریں، اس کو چھوڑ دو اور خدا سے ڈرو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔(سورہ حشر آیت 72)

2-کیوں حضرت عائشہ رسولؐ خدا ﷺ کو دوسرے عام مریضوں کی طرح سمجھ رہی تھی؟

کیا خداوند نے خود نہیں فرمایا کہ:

وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَي ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَي ۔

وہ ہرگز ہوا و ہوس کی وجہ سے بات نہیں کرتا بلکہ وہ جو بھی کہتا ہے فقط وحی کی وجہ سے کہتا ہے(سورہ نجم آیت 3)

3- کیوں حضرت عائشہ نے سوچا کہ ہر مریض حتی رسولؐ خدا ﷺ دوائی کھانے کو پسند نہیں کرتے؟

4- کیا رسولؐ خدا ﷺ کی عقل ان بندوں سے بھی کم تھی کہ جو اس وقت رسولؐ خدا ﷺ کے کمرے میں موجود تھے، اور رسولؐ خدا ﷺ کو اتنا بھی نہیں پتا تھا کہ کونسی چیز ان کے لیے مفید ہے اور کونسی مفید نہیں ہے؟

5- کیا ان لوگوں کا بھی مقصد ان لوگوں کی باتوں کو تکرار کرنا تھا کہ جہنوں نے رسولؐ خدا ﷺ کے قلم اور دوات مانگنے پر ہذیان کی نسبت ان کی طرف دی تھی؟ البتہ انہوں نے اپنی زبان سے ہذیان کا نہیں کہا بلکہ اپنے ہاتھوں سے منع کرنے کے باوجود دوائی پلا دی۔

وہ دوائی تھی یا کوئی اور چیز تھی، اس کو فقط خداوند ہی جانتا ہے!!! اور سب سے عجیب یہ ہے کہ نقل ہوا ہے کہ:

جب رسولؐ خدا ﷺ ہوش میں آئے تو انہوں نے حکم دیا کہ جہنوں نے زبردستی مجھے دوائی پلائی ہے، اسی دوائی کو ان سب کو بھی میرے سامنے پلائی جائے، غیر از ان کے چچا عباس کو کہ وہاں پر اس وقت موجود نہیں تھے!!! کیوں رسولؐ خدا ﷺ ان کے ساتھ بھی وہ کام کرنا چاہتے ہیں؟؟؟

انہی خائن اور منافق مسلمانوں کے لیے خداوند نے قرآن میں فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرسولَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے (سورہ احزاب آیت 57)

آہ یا مظلوم رسولؐ ﷺ۔۔ خدا کی لعنت ہو آپ کو شہید کرنے والوں پر

شریکِ غم، ابو عبد اللہ

عصمتِ انبیاء (حضرتِ آدمؑ) پر جواد نقوی صاحب کو ابوعبداللہ کا علمی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ویڈیو کہ جس میں علامہ جواد نقوی صاحب جنگ احد پر عمران خان کے ایک بیان پر ان کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علماء اہل سنت نے غلط اجتہاد کیا ہے کہ اصحاب نے رسولؐ اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی نہیں کی ہے جبکہ اللہ فرمارہا ہے کہ نافرمانی کی ہے۔۔

قبلہ یہاں تک بالکل درست فرمارہے ہیں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس تقریر میں شیعہ علماء کو وہ بیچ میں کیوں لائے اور مذہب اہل بیت کا بنیادی عقیدہ، عصمت انبیاء کرام پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی کہ تمام علماء امامیہ نے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے بیان پر معاذاللہ قرآن کے خلاف اجتہاد کیا۔

یہاں یہ بات ضروری سمجھتا ہوں کہ قبلہ جواد نقوی کہ من وعن الفاظ کو نقل کروں تا کہ عوام تک حق پہنچانے میں آسانی ہو۔ جواد نقوی صاحب اپنی ویڈیو میں یوں فرماتے ہیں:

یہ عجیب بات ہے، اللہ کے مقابلے میں آجاتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے کہ عصی ادمُ رَبہُ ، آدمؑ نے رب کی نافرمانی کی ہے، آپ تمام علماء، خصوصاً علماء امامیہ زیادہ اس مسئلے پہ، علماء اہل سنت کے لیے یہ اتنا اہم نہیں ہے لیکن علماء امامیہ نے، تمام علماء نے اس مسئلے میں، سب نے متفقاً کہا ہے کہ نہیں کی ہے؛ قرآن کہہ رہا ہے کی ہے، عصی ادمُ ربہُ، آدم نے رب کی نافرمانی کی ہے وہ شجرہ کھا کر، یہ کہتے ہیں کہ نہیں کی ہے، یہاں سوچنا چاہیے کہ ہم کس کے مقابلے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ نبی بھی اللہ کے تھے وہ مخلوق بھی اللہ کی ہے، وہ نائب بھی اللہ کا ہے، خلیفہ بھی اللہ کا ہے، آپ نے تو آدم نہیں بنایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عزیز ہو گیا

ہے آدم آپ کو، اللہ نے آدم بنایا ہے۔ اللہ نے خلیفہ بنایا ہے، اللہ نے اُس کو سجدہ کروایا ہے، اللہ نے آدم کو یہ سارا کچھ عطا کیا ہے اور وہی اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ نافرمانی بھی کی ہے اس نے۔ اس باغ میں جنت میں نافرمانی بھی کی ہے۔ خوب۔۔ یہ کہتے ہیں کہ نہیں کی ہے، عصی کو اب ادھر ادھر کر کے کسی طرح۔۔ یہ اجتہاد نہیں ہونا چاہیے، قرآن کے مقابلے میں تسلیم ہونا چاہیے، قرآن فرمارہا ہے ٹھیک ہے قبول ہمیں۔ سمجھ میں نہیں آتی کہ اب علماء نے جو مسئلہ اٹھایا کہ ایک طرف سے ہم کہیں کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں، نبی معصوم ہوتا ہے اور ادھر سے قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ انہوں نے نافرمانی بھی کی ہے تو عصمت اور ان دو کو جمع کیسے کریں اکٹھا کیسے کریں۔ خوب نہیں سمجھ میں آتی تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب یہ نہ سمجھ آئے باتیں تو اسے اللہ ورسولؐ کی طرف پلٹا دیا کرو۔ خود نہ اس میں اجتہاد کیا کرو، رک جاؤ۔ بہت ساری چیزیں نہیں سمجھ میں آتیں انسان کو۔ کہہ دیتا ہے نہیں سمجھ میں آتی۔۔

تو میرے محترم مومنین و مومنات یہ تھے وہ من و عن جملے آغا جواد نقوی کی تقریر کے جو آپ نے ابھی ملاحظہ فرمائے۔

میری تحریر یقیناً آج تھوڑی طویل ہو جائے گی کیونکہ کہ مجھے جواب سیر حاصل دینا مقصود ہے۔ ایک بات اور قارئین کی نذر کرتا چلوں کہ عقائد پر تحریر کو آسان لفظوں میں لکھنا انتہائی مشکل کام ہے کیونکہ بہت سے الفاظ ویسے ہی لکھنے ہوتے ہیں جیسا کہ بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن میں پھر بھی مکمّل کوشش کروں گا کہ آسان الفاظ میں جواب پیش کروں۔

تو شروع کرتے ہوئے سب سے پہلے میں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں ایک سوال کا جواب،

آخر کیا وجہ تھی کہ آغا جواد نقوی نے اہل سنت کے ساتھ مکتبِ تشیع کے علماء حق کا تقابل کیا؟

اس کا جواب آپ خود اپنی بصیرت سے حاصل کریں۔

جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کے شجرہء ممنوعہ کھانے کا مسئلہ ہے جس کو جواد نقوی صاحب نے پُرزور انداز میں یہ بیان کرنے کی کوشش کی کہ علماء تشیع نے قرآن میں موجود اس واقعہ پر ذاتی اجتہاد کیا اور قرآن پر اپنی رائے کو مقدم کیا ہے۔۔

یہ سراسر زیادتی والزام ہے مکتبِ تشیع کے عظیم علماء پر۔

یہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علماء حق نے قرآن کے بارے میں خیانت کی اور عوام کو گمراہ کیا ہے؟ اگر آپ کو کسی بات کا علم نہ ہو تو پہلے اس کے ایکسپرٹ سے رجوع کر کے اس کا جواب طلب کریں، پھر عوام الناس کے سامنے بیان کریں اور اگر علم نہیں تو ایسی قبیح تہمت سے پرہیز کرتے ہوئے اس عنوان کو اپنی تقریر کا حصہ ہی نہ بنائیں۔

جواد نقوی صاحب کہتے ہیں کہ اللہ واضح انداز میں فرمار ہا ہے لفظ عصیٰ استعمال کرتے ہوئے کہ حضرت آدم نے اللہ کی نافرمانی کی جس پر علماء تشیع قرآن کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے اور اللہ کے فرمان کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ نہیں نافرمانی نہیں کی جبکہ اللہ کہہ رہا ہے کہ نافرمانی کی۔

میں جواد نقوی صاحب سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہوں کہ جناب اگر اسی اصول پر آپ عمل کریں گے تو پھر ان آیات کا کیا ترجمہ کریں گے کہ جس میں اللہ فرمارہا ہے؛ اللہ کا ہاتھ، اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔۔ یا دوسرے مقام پر؛ تم جس طرف بھی اپنا رُخ کرو گے، وہیں اللہ کا چہرہ ہے؟

کیا آپ اس کا یہی ترجمہ قبول کر لیں گے کہ معاذاللہ کہ اللہ کا واقعی کوئی ہاتھ اور چہرہ ہے؟؟ یا اس کی تاویل کریں گے؟؟ جواب دیجیے۔۔ کیا نعوذباللہ اللہ مجسم ہے؟؟

قبلہ جواد نقوی صاحب ان آیات کا ظاہری ترجمہ عقل اور نقل (آیات) کے مابین اعتراض پیدا کر رہا ہے تو ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں کہ عقل پر عمل کریں اور نقل میں تاویل کریں۔

یعنی ان آیات کے معانی کو عقل کے مطابق مراد لیں وہ اس لیے کہ اگر یہ صورت اختیار نہیں کریں گے تو عقل و نقل دونوں پر عمل کیا جائے گا یا دونوں کو ترک کر دیا جائے گا اور یا پھر نقل پر عمل کریں گے اور عقل کو چھوڑ دیں گے تو قبلہ نقوی صاحب یہ تمام صورتیں باطل ہیں کیونکہ پہلی صورت میں **اجتماع نقیضین** لازم آتا ہے اور دوسری صورت **میں ارتفاع نقیضین**۔۔ اور یہ دونوں صورتیں ہی محال ہیں۔

جہاں تک تیسری صورت یعنی نقل پر عمل کرنا اور عقل کو چھوڑ دینا ہے، اس صورت میں بھی نقل کو چھوڑنا لازم آئے گا اور وہ اس لیے کہ نقل کو سمجھنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے جو کہ عقل ہے اور عقل کو چھوڑ دیا گیا تو محترم نقل کو سمجھنے کا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہ رہے گا جس کی وجہ سے نقل بھی چھوٹ جائے گی۔

تو۔۔ اب عقل کے مطابق ان آیات میں یَد سے مراد قوت و طاقت ہے نا کہ جسمانی ہاتھ اور وجہ اللہ کی وجہ سے مراد وہ ہستیاں ہیں جو اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہیں یعنی وہ شے جس سے اُس شے کی معرفت ہو۔

اس طریقے سے اُن آیات کی بھی تویل ضروری ہے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے معاذاللہ گناہ صادر ہوا تھا کیونکہ دلیلِ عقلی سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

جبھی علماء کرام کہ جن پر آپ تہمت لگا رہے ہیں، انہوں نے ان آیات کو یک جا کر کے اُن کے معانی عقل کے مطابق بیان کیے ہیں۔

آپ جو حضرت آدم علیہ السلام پر عصی لفظ سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ معاذاللہ ان سے نافرمانی ہوئی تو پہلے اس لفظ پر علمی تحقیق کر لیں اور دیکھ لیں کہ لغت میں عصیان کے کیا معنی ہیں۔

عصیان کے وہ معانی قطعاً نہیں جو آپ نے مراد لیے ہیں یعنی گناہ و نافرمانی معنی نہیں بلکہ عصیان کے معنی خلاف الطاعة ہے یعنی اطاعت کی ضد کو عصیان کہتے ہیں۔

میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اطاعت کی بھی چار اقسام ہیں؛

امر واجب میں اطاعت

امرِ مستحب میں اطاعت

ترکِ حرام میں اطاعت

ترکِ مکروہ میں اطاعت

اور محترم جواد نقوی صاحب جیسے اطاعت کی چار اقسام ہیں ویسے ہی عصیان کی بھی چار قسمیں ہیں۔

امرِ واجب کے ترک میں عصیان

امرِ مستحب کے ترک میں عصیان

ارتکابِ فعلِ حرام میں عصیان

ارتکابِ فعلِ مکروہ میں عصیان

اب آپ پر واضح ہو چکا ہو گا کہ لفظ عصیان کا کوئی مستقل مفہوم نہیں بلکہ جس قسم کا امر یا نہی ہو گا اُسی حیثیت کا عصیان ہو گا۔

مثال کے طور پر اگر امرِ واجب کو ترک کیا ہے تو امرِ واجب میں عصیان ہو گا جو کہ بے شک گناہ ہے اور اگر امرِ مستحب کو ترک کیا ہے تو امرِ مستحب میں عصیان ہو گا جو قطعاً گناہ نہیں ہے۔

اسی طرح فعل حرام میں عصیان، گناہ ہو گا اور اگر مکروہ عمل بجالایا گیا ہے تو امرِ مکروہ میں عصیان شمار ہو گا جو کہ گناہ نہیں ہے۔

تو اب حضرت آدم علیہ السلام کا عصیان دیکھتے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے لَا تَقرَبَا هٰذِهِ الشَجَرَةَ یعنی اے آدمؑ و حواؑ، تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا۔

اوپر پیش کی گئی آیت میں لا تقربا حرمت کے لیے نہیں بلکہ کراہت کے لیے ہے یعنی آدم و حوا کا درخت کے پاس جانا حرام نہ تھا بلکہ کراہت تھا کیونکہ لا تقربا فعلِ نہی ہے اور فعلِ نہی کا استعمال حرام اور کراہت دونوں میں ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ فعلِ حرام میں نبی اور اس کی اُمت دونوں برابر ہیں۔

فعل حرام پر جس طرح نبی قابلِ سزا ہے اسی طرح سے ایک امتی بھی قابلِ مواخذہ ہے۔ تو درخت کے قریب جانے کے لیے آدم و حوا دونوں کو منع فرمایا گیا تھا اور لا تقربا، تثنیہ کا صیغہ ہے مطلب درخت کے قریب جانے، اسے کھانے میں دونوں شریک تھے۔ اور اس کے نتیجے میں آثار کے ظاہر ہونے میں بھی دونوں ہی شریک تھے۔

لیکن جب اس فعل پر مواخذے کا وقت آیا تو جناب حوا کو نظر انداز کر دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام قابلِ مواخذہ قرار پائے۔ جیسا کہ قرآن فرما رہا ہے؛ آدم نے اپنے رب کا عصیان کیا۔ عصیان کو آدم کے ساتھ مخصوص کرنے اور حوا کو نظر انداز کر دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ فعل جنابِ حوا کے لیے ایسا عصیان نہیں تھا جو قابلِ مواخذہ ہوتا۔

تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یا تو کراہت رکھتا تھا یا مستحب تھا جسے ترکِ اولیٰ یعنی بہترین میں سے بہتر کا انتخاب تھا۔ یا مستحب تھا نہیں بلکہ مستحب کا ترک تھا پھر مکروہ بھی نہیں تھا ترک اولیٰ ہی تھا انکی شان سے بعید تھا۔

بار بار عصیان کے لفظ سے گناہ ہی مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت سے اسم اپنے مسمی پر جا کر معنی دیتے ہیں اس وقت لفظوں سے نکاح نہیں کیا جاتا۔

جیسے متکبر ایک عام شخص کے لئے برے معنی میں ہے لیکن اللہ کا نام بھی متکبر ہے یہاں اسکے معنی معاذ اللہ مغرور کے نہیں بلکہ صاحب عظمت کے ہیں۔

رقیب اردو میں برے معنی میں ہے لیکن اللہ کا نام بھی رقیب ہے (رقیب عتید)، یہاں رقیب نگہبان کے معنی میں ہے، لہٰذا یہاں فعصی، آدم نے عصیان کیا، گناہ کے معنی میں نہیں ہے! ایک آخری مثال؛ کسی کو ٹی وی پروگرام میں چھینک آجائے تو وہ سوری کرتا ہے معافی مانگتا ہے تو کیا اس نے گناہ کیا تھا؟ نہیں۔

اسی طرح انبیاء و آئمہ علیہم السلام کی توبہ گناہون پر نہیں ہوتی، اللہ کی عظمت کے آگے خاشع ہونے کی بنا پر ہوتی ہے کہ حقِ بندگی جو اسکا حق تھا کہاں ادا کر سکے۔

تو اب محترم جواد نقوی صاحب اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ جو الزام اور تہمت وہ علماء حق پر لگا رہے ہیں دراصل وہ خود اُن کی کم علمی کا نتیجہ ہے جس کا وہ ایک اور ویڈیو کے ذریعے اظہار کریں۔

میں قارئین سے معذرت چاہتا ہوں کہ یہ تحریر طوالت کی وجہ سے ایک مکمل مقالے کی صورت اختیار کر گئی کیونکہ میں مجبور تھا کہ جواد صاحب کو مکمّل علمی جواب دیا جائے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مومنین و مومنات کے عقائدِ حقہ کا نگہبان رہے۔

والسلام علیکم، احقر ابو عبد اللہ

امام علیؑ نے اپنی ظاہری خلافت میں فدک واپس کیوں نہ لیا؟

ایک صاحب کہنے لگے کہ اگر فدک جو کہ مالِ فے تھا اور آپ کے نزدیک حضرت زہراؑ کا حق تھا تو پھر حضرت علیؑ نے اپنی خلافت میں اُسے واپس کیوں نہ لیا؟؟

میں نے کہا یہ کوئی نیا سوال نہیں کیونکہ آپ کے پاس بس یہی ایک سوال ہے اپنے فدک کے چوروں کے دفاع کیلئے۔۔ مجھے صرف اتنا بتائیں کہ عقلی دلیل دوں یا آپ کی ہی صحیح کتابوں سے آپ کو لاجواب کروں؟؟

جھٹ سے بولے؛ ہماری کتابوں سے ؟؟؟ پھر ہنسے اور کہا۔۔ ناممکن ابو عبد اللہ۔

میں مسکرایا اور بولا کہ اپنی ہنسی کو فی الحال سنبھال کر رکھیں کہ بعد میں آپ کو اپنی کھسیانی ہنسی میں مدد ملے گی۔۔

تھوڑا سا طیور بدلا ان کا، کہتے ہیں اچھا چلیں ہماری ہی کتب سے دکھا دیں۔۔

میں نے کہا اگر دکھا دوں تو پھر لعنت کریں گے؟؟ اس جملے پر خاموش ہو گئے اور غصے سے کہنے لگے۔۔ ارے دکھاؤ تم۔۔!

میں مسکرایا اور کہا کہ کیا آپ کی کتاب سنن ابی داؤد، ان چھ کتابوں میں سے ہے جو آپ کے نزدیک قرآن کے بعد سب سے صحیح کتابیں ہیں؟؟

فوراً بول پڑے۔۔ بالکل بالکل۔۔

میں نے کہا ٹھیک تو اب لیں دلیل مجھ سے۔

سنن ابی داؤد: کتاب السنۃ کے باب: خوارج کے قتل کے بیان میں حدیث نمبر: 4759 ملاحظہ کریں۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارا کیا حال ہو گا جب میرے بعد حکمران اس مال فے کو اپنے لیے مخصوص کر لیں گے"میں نے عرض کیا: تب تو اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا، پھر اس سے ان کے ساتھ لڑوں گا یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں یا آملوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ تم صبر کرنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو"۔

حدیث پیش کرنا تھی کہ انہیں پسینہ آنے لگا۔۔

میں نے کہا اب کہیں کہ امام علی علیہ السلام نے رسولؐ اللہ کے حکم پر صبر کرتے ہوئے صحیح کیا یا غلط؟؟؟

کچھ نہ بولے... اور پھر وہی ہوا۔۔ چلتے بنے!

نوٹ: اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ رسولؐ اللہ نے تینوں خلفاء کو حکمران کہہ کر مخاطب کیا نا کہ خلیفہ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رسولؐ اللہ جانتے تھے کہ کچھ منافقین آپ کے پردہ فرما جانے کہ بعد آپ کی دی گئی میراث کو غصب کر لیں گے۔

والسلام، ابو عبد اللہ

کیا سیدانی کا غیرِ سید مومن سے نکاح جائز ہے؟

ابو عبد اللہ کا علمی مکالمہ

جب میں نے سیدانی کے غیر سید مومن سے نکاح کے حوالے سے اپنا اسٹیٹس اپڈیٹ کیا تو کچھ نادان مومنین و مومنات شدید تنقید و مذمت کے نشتر لے کر مجھ پر حملہ آور ہو گئے جبکہ میں نے اپنی جانب سے کچھ نہیں لکھا و کہا بلکہ اسی شریعت کا حکم پیش کیا کہ جس کو بچانے کی خاطر آقا حسین علیہ السلام نے اپنی اور اپنے پاک خاندان کی قربانی پیش کی تھی۔۔

یہاں میں ایک بات اور واضح کر دوں کہ لطفِ پروردگار سے میں بھی نجیب الطرفین سید زادہ ہوں اور مجھے ان مومنین و مومنات سے کوئی شکوہ بھی نہیں کیونکہ یہ سب یقیناً ان کی جانب سے سادات کی محبت اور ان کے احترام کی بنا پر ہے جسے کچھ جاہل ذاکرین نے اپنی مکروہ مفادات کے لیے استعمال کیا تاکہ کسی طرح سے سادات کا عام شیعوں سے بائیکاٹ کرایا جا سکے۔۔ جس کے نتیجے میں ایسی مذمت سامنے آئی۔۔

خیر۔۔

اب میں یہاں اپنا ایک مکالمہ پیش کر رہا ہوں جو کہ ایک نادان مگر تھوڑے پڑھے لکھے مومن بھائی سے ہوا تھا۔۔ اور امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اس مکالمے کو پڑھ کر بہت سے مومنین و مومنات کو سیدانی کا غیرِ سید مومن سے نکاح نا صرف جائز بلکہ جو اس کے مخالفین ہیں ان کے چہرے بھی بے نقاب ہو جائیں گے۔

ملاحظہ فرمائیں۔۔

شیعہ دوست: ابو عبد اللہ آپ کا شادی کے مسئلے میں سید زادی کا غیر سید سے نکاح پر کیا نظریہ ہے؟

ابو عبد اللہ: میرے دوست۔۔ میرے ذاتی نظریات کی کیا اہمیت و حیثیت ہے شرعی احکام کے آگے۔۔؟؟ بلکہ جو شریعت کا حکم ہو گا اُسی کے مطابق مجھے اپنا نظریہ رکھنا ہے کیونکہ میں ولایت کا اقرار کر چکا ہوں یعنی اپنی مرضی کو معصومین علیہم السلام کی اطاعت پر وار چکا ہوں۔۔ پھر میری کیا مجال کہ اپنے ناقص نظریات کو شریعت کے مقابلے میں پیش کروں۔

شیعہ دوست: درست کہا پر مجھے میرا جواب نہیں ملا۔۔

ابو عبد اللہ: سیدھا سیدھا سا جواب ہے بھائی کہ مکتب اہل بیؑت میں ایک سیدانی کا غیرِ سید مومن سے نکاح بالکل ویسے ہی جائز ہے جیسے سیدانی کا سید سے۔۔ یعنی شادی کے معاملے میں ایسی کوئی شرعی پابندی نہیں۔

شیعہ دوست: لیکن آپ تو خود سید ہیں پھر یہ کیسی فضول اور احترامِ سادات کے خلاف بات کر رہے ہیں۔۔ یہ تو سادات کی توہین ہے کہ سیدانی کا نکاح کسی عام امتی غیر سید سے ہو۔۔ اور آپ اسے جائز کہہ رہے ہیں؟

ابو عبد اللہ: محترم میں نہیں کہہ رہا بلکہ شریعت محمدی کہہ رہی ہے۔۔

شیعہ دوست: تو آپ ثابت کریں کہ یہ کیسے جائز ہے؟؟

ابو عبد اللہ: میرے بھائی دنیا میں کوئی عمل اور شے تب تک حلال و جائز ہوتی ہے جب تک اس پر حرام کا حکم نہیں آجاتا۔۔ مثال کے طور پر شریعت میں کہیں نہیں آیا کہ موبائل استعمال کرنا، اے سی میں بیٹھنا، ہوائی جہاز میں سفر کرنا وغیرہ جائز ہے تبھی ہم آج یہ سب کر رہے ہیں بلکہ اگر ان سب پر حرام کا حکم آتا تو پھر یہ حرام ہوتے تو جو کسی عمل کو حرام

قرار دے تو دلیل اسے پیش کرنا ہو گی کہ اس حکمِ معصوم کی بنا پر یہ حرام ہے۔ تو دلیل آپ پیش کریں۔

شیعہ دوست: (تھوڑا سا گھبرا گیا) اچھا تو کیا آپ نے قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی چھٹی آیت نہیں پڑھی کہ نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔۔ماں کی بیٹیاں اس حکم سے مومنین کی بہنیں قرار پاتی ہیں یعنی سید زادیاں اور بہنوں سے نکاح شریعت میں حرام ہے۔

ابو عبد اللہ: ارے بھائی کیا کر رہے ہیں آپ... کس کا کس پر اطلاق کر رہے ہیں اپنی طرف سے ؟؟؟ تھوڑا تو عقل سے کام لیں۔۔اگر آپ کی یہی منطق مان لی جائے تو پھر تمام سادات میں مرد و عورت ایک دوسرے کے بھائی بہن قرار پاتے ہیں کیونکہ کہ قرآن کا حکم مومنین سے منسوب ہے اور مومنین میں سادات بھی شامل ہیں۔

جبکہ یہ حکم فقط اور فقط ازواج رسولؐ کے بارے میں ہے نا کہ خود رسولؐ بھی اس میں شامل نہیں ورنہ جب ان کی ازواج مومنین کی مائیں ہو نگی تو لازمی طور پر رسولؐ اللہ ﷺ مومنین کے باپ قرار پائیں گے اور باپ پر بیٹیاں حرام ہیں تبھی اللہ نے رسولؐ ﷺ کے فرمایا، **محمد کسی کے باپ نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں**۔ یہ استثنیٰ اسی لیے دیا گیا رسولؐ ﷺ کو تا کہ شادیاں کر سکیں۔ یہ کس طرح کی جہالت کو قرآن کی آیت سے منسوب کر رہے ہیں آپ ؟؟؟

شیعہ دوست: (اب واقعی تھوڑا سا چکرا گیا کہ اب کیا کہے) فرمانے لگے۔۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن رسولؐ ﷺ سے لے کر کسی بھی امام تک کسی نے بھی اپنی بیٹیاں غیر سادات میں نہیں دیں کیونکہ جب حضرت جعفر طیار شہید ہوئے تو رسولؐ اللہ دل جوئی کے لیئے مولا علیؑ کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے تھے اور فرمایا تھا پریشان نہ ہوں ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لئے ہیں اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لئے اور علیؑ ہاں تمہاری شادیاں ہوں گی

۔۔ تو پھر اب آپ خود بتائیں کہ یہاں رسول ؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے واضح کر دیا کہ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لئے ہیں۔۔

ابو عبد اللہ: اب میں مسکرا دیا۔۔ اور کہا قبلہ یہ سیدانی پر غیر سید سے نکاح نہ ہونے پر دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ آپ نے خود کہا کہ رسول ؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لئے اور ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لئے۔۔

تو مولا حسنؑ سے لے کر امام حسن عسکریؑ باشمول امام علیؑ سوائے امام زین العابدینؑ کے علاوہ سب کی ازواج غیر سادات تھیں جبکہ امام سجاد کی زوجہ فاطمہ بنت امام حسنؑ ہیں جو امام باقرؑ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اہل بیت علیہم السلام رسول ؐ اللہ کا ایک حکم مانیں اور دوسرا نہ مانیں یعنی اپنی بیٹیاں تو غیر سادات میں نہ دیں لیکن رسول ؐ کے حکم کے برخلاف خود غیر سیدانی سے شادیاں کریں؟؟ کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟؟

شیعہ دوست: عجیب جھنجھلا کر بولا اسے چھوڑیں کہ دیگر اہل بیتؑ کے مردوں نے اپنی شادیاں غیر سادات میں کی۔ یہ دکھائیں کہ کیا کسی سیدانی کا نکاح انہوں نے غیر سید سے کیا؟

ابو عبد اللہ: میں نے ہنستے ہوئے کہا۔۔ واہ واہ۔۔ کیسے چھوڑیں جبکہ آپ ہی نے پوری حدیث بیان کی تو کیسے میں ایک حصہ قبول کر لوں اور ایک حصے کو چھوڑ دوں؟؟

خیر۔۔۔ جانتا ہوں آپ کے پاس کوئی جواب نہیں۔۔ بے فکر رہیں میرے پاس ہے کیونکہ میں نے دین قرآن وحدیث اور سیرتِ معصومینؑ سے لیا ہے نا کہ کسی جاہل اور فاسق ذاکر سے کہ جس کے پاس لفاظی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔۔

شیعہ دوست: تو جواب دیں۔۔ دکھائیں کس سیدزادی کا نکاح غیر سید میں ہوا؟؟

ابو عبد اللہ: تو سب سے پہلے میں آپ کو رسول ؐ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دور سے پیش کر دیتا ہوں اور وہ بھی ایسا نکاح جسے خود قرآن نے نقل کیا ہے۔

قرآنی دلیل۔سورہ احزاب کی آیت 36اور 37 پڑھیں کہ پورے قرآن میں واحد ایک صحابی کا نام اللہ نے اپنی کتاب میں لیا ہے اور وہ بھی اسی نکاح کے بیان میں۔۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے

آپ اس سے ڈریں(بہر حال)جب زید نے اس عورت(زینب)سے اپنی حاجت پوری کر لی(اسے طلاق دے دی)تو ہم نے اس خاتون کی شادی آپ سے کر دی تاکہ اہلِ ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے(نکاح کرنے)کے معاملے میں کوئی تنگی نہ رہ جائے۔

تو دیکھیں کہ رسولؐ اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے زینب بنت جحش جو کہ آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھی اور سیدہ تھیں اور زید ایک آزاد ہونے والا غلام تھا جو جنابِ خدیجہؑ نے رسولؐ کو بخشا تھا اس سے شادی کرائی تھی جس کا قرآن میں ذکر موجود ہے۔

اب دوسرا حوالہ:

ہماری اہل تشیع کی کتب اربعہ میں سے ایک کتاب اصول کافی ہے اس میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ:

عن أبي عبدالله (عليه السلام) قال : إن رسولّ الله (صلى الله عليه وآله) زوج المقداد بن الاسود ضباعة ابنة الزبير بن عبد المطلب ، وانما زوّجه لتتّضع المناكح ، وليتأسّوا برسولّ الله (صلى الله عليه وآله) ، وليعلموا أن أكرمهم عند الله أتقاهم ۔

ترجمہ: امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ: رسولؐ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مقداد بن اسود کا نکاح ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب سے کروایا، اور یہ نکاح اس لیئے کروایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ تم میں سے افضل وہ ہے جو متقی ہے۔(نہ کہ قریشی یا ھاشمی)

حوالہ جات: اصول کافی جلد 5 صفحہ 344، یہی روایت وسائل الشیعہ کی حدیث نمبر 25057 بھی موجود ہے

اب اسی کا تیسرا حوالہ:

جو کہ علامہ مجلسی نے بحارالانوار کی جلد 22 صفحہ 265 پر نقل کیا ہے کہ حضرت مقداد کا ضباعہ سے نکاح کے وقت رسولؐ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے چچا کی بیٹی ضباعہ کی شادی مقداد سے صرف اس لئے کی تا کہ لوگ حسب ونسب کا لحاظ کئے بغیر ہر مومن کو بیٹی دیں!

میرے بھائی ساتھ ساتھ آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ پیغمبر اسلام کی 6 پھوپھیاں، جو کہ حضرت عبدالمطلبؑ کی اولاد تھیں سب کی غیر سادات میں شادی ہوئی جن کے نام یہ ہیں،

جنابِ امیمہ، جناب ام حکیم، جناب برہ، جناب عاتکہ، جناب صفیہ اور جناب اروہ۔

رسولؐ اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کی بیٹی امیمہ کی شادی غیر ہاشمی اور غیر سید مرد سلیمہ سے ہوئی تھی اور حضرتِ ابو طالبؑ کی اپنی بیٹی ام ہانی کہ جن کے گھر سے رسولؐ نے سفر معراج شروع کیا تھا ان کا نکاح بھی حبیرہ بن عمرو سے ہوا تھا جو کہ غیر سید تھے۔

تو بھائی میرے خیال سے اب کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا کہ آپ اس غلط عقیدے کہ جس کی وجہ سے آج سیدانیاں اپنے گھروں میں ضعیف ہو رہی ہیں چھوڑ کر حقیقی تعلیماتِ محمد و آل محمدؑ کو اپنائیں اور جاہل ذاکرین کی باتوں میں آنا چھوڑ دیں۔

شیعہ دوست: لیکن ابو عبد اللہ میں نے تو آپ کو سیدانی کا کہا تھا جبکہ آپ نے ایک بھی حوالہ کسی سیدانی کا نہیں دیا؟؟

ابو عبد اللہ: میں نے حیران ہو کر پوچھا، ارے دوست میں نے جتنے حوالے قرآن و حدیث سے پیش کئے ہیں وہ تمام کی تمام خواتین ہاشمی سیدزادیاں ہی ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ سیدانی کا حوالہ نہیں دیا، عجیب؟

شیعہ دوست: ابوعبداللہ، سادات وہ ہوتے ہیں جن کی نسل مولا علیؑ اور جنابِ فاطمہؑ سے چلی ہے ان کے حوالے دیں

ابوعبداللہ: میں نے افسوس کے ساتھ ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔۔یا خدا۔۔یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟؟

کیا آپ رسولؐ خدا، خود مولا علیؑ اور باب الحوائج مولا عباسؑ کو سادات میں شمار نہیں کرتے ؟؟کس قسم کی بیہودہ بات ہے یہ

اگر آپ انہی کو صرف سادات میں شمار کریں گے تو پھر بھی پھنس جائیں گے کیونکہ مولا امیر المومنینؑ نے حضرتِ زینبؑ کی شادی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ سے کی تھی جو کہ آپ کے مطابق معاذاللہ سید شمار نہیں ہوتے۔۔اب کیا کہیں گے مسئلہ تو آپ نے خود ہی حل کر دیا۔۔

شیعہ دوست: ایک دم گھبرا کر بھکھلا کے کہنے لگا۔۔اچھا اچھا مان لیا کہ تمام بنی ہاشم اہل سادات ہیں۔۔تو کوئی حوالہ دیں کہ کس امام زادی کا نکاح غیر سادات میں ہوا؟؟

ابوعبداللہ: میں نے مسکرا کر کہا۔۔پہلے جس پر ڈٹے رہتے ہیں، میرے جواب پر ایک دم پلٹ کیوں جاتے ہیں؟؟ خیر۔۔ چلیں دو اور روایت پیش کر دیتا ہوں تا کہ مکمل حجت تمام ہو جائے آپ پر۔۔

پہلی روایت:

عمدہ الطالب فی انساب ابی الطالب اور کتاب المجدی فی الأنساب میں موجود ہے کہ

امام حسنؑ نے خود اپنی بیٹی رقیہ بنت الحسن کی شادی عمرو بن المنذر سے کی تھی جو کہ ہاشمی بھی نہیں تھے۔

حوالہ : علی بن محمد علوی، المجدی فی الأنساب صفحہ ٢٠

دوسری روایت:

داؤد بن علی نے امام صادقؑ سے کہا کہ آپؑ نے فلاں اموی کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا تو امامؑ نے جواب دیا ہاں، میں نے ایسا کیا کیونکہ رسولؐ اللہ نے بھی عثمان کو اپنی (لے پالک) بیٹی کا رشتہ دیا تھا (کیونکہ وہ بھی اموی تھے) اور میرے لئے رسولؐ اللہ کی سیرت میں اسوہ موجود ہے۔

حواله: رجال الكشي ص 241، بحار الأنوار – العلامة المجلسي – ج ١٠٠ – الصفحة ٣٧٩

نوٹ: اب جیسے ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں

شیعہ دوست: یا خدا۔۔ ارے ابو عبد اللہ یہ کون سی احادیث پیش کر رہے جو آج تک کبھی سنی ہی نہیں۔

ابو عبد اللہ: کسی بھی چیز یا بات سے آپ کا لا علم ہونا اس پر دلیل نہیں ہوتی کہ وہ موجود نہیں ہے البتہ جاہل ذاکرین کو اتنا علم نہیں یا اگر ہے بھی تو کبھی بھی پیش نہیں کریں گے ورنہ لوگوں کے جذبات سے کھیل کر اپنا کاروبار کیسے چلائیں گے۔۔ سب حوالے دیئے ہیں جا کر خود دیکھیں اور پڑھیں۔

شیعہ دوست: اچھا یاد آیا۔۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی جو اٹھارہ بیٹیاں تھیں ان کی بھی تو شادی نہیں ہو سکی تھی کیونکہ امام نے وصیت فرمائی تھی کہ تم شادیاں نہ کرنا کہ تمہارا کوئی سید کفو موجود نہیں۔ اب بتائیں اب کیا کہیں گے آپ؟؟

ابو عبد اللہ: (مسکرا کر) میں شروع سے یہی سوچ رہا تھا کہ آپ نے اب تک امامِ کاظمؑ کی بیٹیوں کو اپنی دلیل کیوں نہیں بنایا جبکہ کچھ جاہل ذاکرین سب سے زیادہ اسی سے عام عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔۔ لیکن خیر آخر میں سوال کر ہی ڈالا آپ نے۔

تو جواب یہ ہے کہ۔۔ بھائی جان یہ جو کچھ جاہل ذاکرین امام کاظمؑ والی روایت پیش کرتے ہیں یہ کسی شیعہ کتاب میں موجود نہیں بلکہ یہ ایک اہل سنت تاریخ دان یعقوبی کی تاریخ یعقوبی میں درج ہے اور یہ اہل سنت عالم ہے، اور جانتے ہیں یہ کون تھا۔۔ یہ بنو عباس کا آفیشل کاتب تھا۔۔

تو کیا آپ کے لئے یہ اہل سنت بلکہ دشمنان اور قاتلانِ امام بنو عباس کا درباری کاتب اتنا معتبر ہو گیا کہ یہ جاہل ذاکرین اپنے فرسودہ عقائد کو اس کی پیش کی گئی روایت سے دلیل قرار دیں گے ؟؟؟جواب دیں

شیعہ دوست: (اب میرے دوست کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ قائل ہو رہا ہے)۔۔ کہنے لگا۔ ٹھیک ہے ابو عبد اللہ لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ ان 18 بیٹوں کی شادی نہیں ہوئی تھی تو یہ بتائیں کہ کیوں نہ ہو سکیں، میں نے مان لیا کہ اس کی وجہ سید و غیر سید نہیں لیکن سوال تو ہے نا کہ شادیاں نہیں ہوئیں؟

ابو عبد اللہ: میرے بھائی تاریخ کا مطالعہ کریں اور شیعہ علماء کی کتابیں پڑھیں تو حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس وقت شدید ترین مصائب کا دور تھا، حکومتی کارندے ہر وقت امام کاظمؑ کے گھر پر نظر رکھا کرتے تھے اور کسی کا امام سے ملنا اس کی موت کا پروانہ بن جاتا تھا۔۔ ایک بار تو خود مامون نے امام سے پوچھا تھا کہ آپ نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کیوں نہیں کیں تو امام نے اسے جواب دیا تھا کہ۔۔ شدید مفلسی و غربت کی وجہ سے۔۔

شیعہ دوست: جزاک اللہ ابو عبد اللہ۔۔ بہت شکریہ آپ نے میری بہت بڑی الجھن دور کر دی اور آپ نے درست کہا تھا کہ یہ سب سادات کے خلاف ایک سازش ہے۔

آخر میں بس ایک سوال کا اور جواب دے دیں جو اکثر پوچھا جاتا ہے کہ اگر سیدانی کی غیر سید سے شادی ہو جائے تو اس کے بچوں کا کیا حکم ہو گا کیونکہ سیدانی پر صدقہ حرام ہے، اگر اس کا شوہر اگر صدقہ کی رقم اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرے گا تو یہ کیسے جائز ہو جائے گا؟

ابو عبد اللہ: ارے میرے عزیز دوست، آپ میرے نہیں بلکہ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے میری باتوں کو قبول کر لیا سلامت رہیں

اور جو سوال آپ نے ابھی کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک سادات پر صدقہ حرام ہے اور غیر سید پر جائز ہے۔۔ اب اگر کبھی ایسی صورتحال ہو جائے کہ اتنی غربت کا سامنا کرنا پڑے کہ سیدانی کا شوہر زکات اور صدقہ لے کر گھر آئے تو اس میں بھی کوئی ممانعت نہیں ہے، پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ صدقات میں سے فقط زکات اور فطرہ لینا سادات پر حرام ہے نا کہ مستحب صدقات۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب غیر سید نے زکات و صدقات لے لیے تو یہ اب اس مال کا مالک بن گیا کیونکہ صدقہ و زکات اس وقت تک صدقہ ہوتے ہیں جب تک وہ صاحب حق کے پاس نہ پہنچ جائیں اور جیسے ہی وہ محتاج کے ہاتھ میں آتے ہیں وہ صدقے سے بدل کر اس شخص کا اپنا مال بن جاتے ہیں جسے وہ کسی پر بھی خرچ کر سکتا ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی غیر سید کی سیدانی بیوی اگر ضرورتمند ہو تو وہ سہم سادات خمس سے لے سکتی ہے جبکہ اس کا شوہر اور بچے نہیں۔ اب اگر وہ لے لے تو یہ اس کا مال ہو گیا۔۔ اب وہ اسے اپنے شوہر یا بچوں پر خرچ کر سکتی ہے۔

امید ہے۔۔ آپ اب حق جان چکے ہونگے۔۔ مجھ حقیر کو دعاؤں میں یاد رکھیں

والسلام، ابو عبد اللہ

بنتِ رسولؐ سیدہ فاطمہ زہراؑ کا قاتل کون؟

انجینئر محمد علی مرزا کو دندان شکن جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ
يا فاطمة الزهراء يا بنت محمد يا قرة عين الرسولؐ يا سيدتنا يا مولاتنا انا توجهنا واستشفعنا وتوسلناک بک الی الله وقدمناک بين يديه حاجاتنا يا وجيهة عند الله اشفعی لنا عند الله
اللهم العن الشقيّ الأعظم والملحد المشرك المجتذم، رئيس اهل الظلم، عدوَّ الله وعدوَّ الوليّ، الملعون بالنّص الجليّ، غاصب حقّ فاطمة الزهراء يا بنت محمد۔

تحریر کا آغاز اس جملے سے

يا مولاتی يا فاطمةؑ اغيثينی ۔۔

تو قارئین کرام۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ دو قدرے بہتر محققِ اہل سنت یعنی ڈاکٹر طاہر القادری اور انجینئر محمد علی مرزا جنہوں نے کافی متعصب اہل سنت اذہان کو محبت اہل بیت علیہم السلام سے منور کیا اور کھل کر بنو امیہ کا اصل چہرہ عوام کے سامنے پیش کیا، ان کی یہ خدمت واقعی لائق تحسین ہے۔

پر نجانے کیوں کچھ امور میں یہ دونوں حضرات بھی اپنے لوگوں سے تقیہ کرتے ہوئے کبھی مسئلہ خلافت پر خاموشی اختیار کرتے ہیں تو کبھی فدک کے عنوان پر اپنے لوگوں میں اصل حقائق سے منہ پھیر کر خدا کو غضب ناک کرتے ہیں تاکہ اپنے چاہنے والوں کو خوش کر سکیں حد تو یہ کہ بنتِ رسولؐ سیدہ کونین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہ پر ڈھائے گئے ایسے مظالم جو اگر دنوں پر پڑتے تو وہ راتوں میں بدل جاتے۔۔ ان کا بھی کھل کر انکار کرتے ہوئے کچھ مبینہ نام نہاد اصحاب کو بچانے کی کوشش کر کے انسانیت تک کے احاطے سے باہر نکل آئے ہیں۔

کیونکہ کوئی بھی عام سا غیر مسلم انسان بھی اگر کسی یتیم بچی کے یہ مصائب سنے کہ اس کی موجودگی میں اس کے باپ کو زہر دیا گیا، باپ کی شہادت کے بعد اس کی میراث کو غصب کر لیا گیا، اس کے گھر کو آگ لگائی گئی، جلتا ہوا دروازہ اس کے پہلو پر گرا کر اس کے شکم میں موجود بچے کو دروازے کی انی سے رحم میں ہی قتل کر کے اس مظلومہ کی نازک پسلیوں کو توڑ ڈالا گیا تو کبھی اس کے پرنور چہرے پر طمانچے مارے گئے تو کبھی اس کے ننھے بچوں کے سامنے اس کے ہاتھوں پر تازیانے برسائے گئے اور وہ بھی فقط 18 سال کی کم عمری میں۔۔۔ اللہ اکبر۔۔

قسم باخدا اگر یہ مصائب کوئی غیر مسلم صاحبِ دل انسان بھی سنے تو اس کا کلیجہ غم سے چھلنی ہو کر بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر جاری ہو جائے گا۔۔ پر تف ہے ان مسلمانوں پر جن کے سامنے یہ مصائب اس شخصیت کے عنوان سے بیان کیے جاتے ہیں جس کے بابا کا کلمہ پڑھ کر یہ مسلمان ہیں یعنی فاطمہ بنت محمد رسولؐ اللہ ﷺ۔۔ تو یہ نامراد امتی نا صرف ان مصائب کا انکار کرتے ہیں بلکہ بیان کرنے والے پر کفر کے فتوے بھی ٹھوک دیتے ہیں المختصر چودہ سو سال سے یہی وہ اجرِ رسالت ادا کیا جا رہا ہے جس کا تقاضا محمد رسولؐ اللہ ﷺ نے اپنی امت سے کیا تھا۔۔

تف ہے واللہ تف ہے!

تمہید کافی طویل ہو گئی تو اب براہ راست ان نکات پر مظلومیتِ بنت رسولؐ کا دفاع شروع کروں جس کا انکار وہ اہل سنت علماء بھی کرتے ہیں جن کو اس بات کا گمان ہے کہ

وہ عاشقِ رسولؐ اور محبِ اہل بیتؑ ہیں جبکہ اُن کا یہ گمان، خوش فہمی میں لپٹی شدید ترین غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ جو نبی کی بیٹی کا نہیں وہ نبی اللہ کا بھی نہیں ہو سکتا!

تو قارئین کرام سب سے پہلا اعتراض جو ان نامراد امتیوں کی جانب سے سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ایسا کچھ تاریخ میں واقع ہوا ہی نہیں بلکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جو ایک کتاب بنام کتاب سُلیم بن قیس میں موجود ہے، جس کی سند خود اہل تشیع کے ہاں بھی ثابت نہیں کیونکہ یہ کتاب ابان ابن ابی عیاش نامی راوی سے روایت ہے جو معاذاللہ کاذب اور خائن تھا تو کبھی کہتے ہیں کہ اس وقت تو دروازے ہی نہیں ہوا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔۔

اول تو ان جاہل اہل سنت کا یہ الزام ہی بکواس ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر کو دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کی جانب سے آگ لگانے، ان پر جلتا ہوا دروازہ گرانے، شکمِ سیدہؑ میں جناب محسنؑ کی شہادت اور تازیانہ مارنے کی تمام روایات خود صحیح سند سے اہل سنت کی معتبر کتابوں میں بھی موجود ہیں جس کا انکار ان تمام احادیث کا بھی انکار شمار ہو گا جو ان کتابوں میں درج ہیں۔ انشاء اللہ آگے چل کر وہ تمام روایات پیش کروں گا اور ان کے راویوں پر بحث کروں گا تاکہ ظالمین کے بچ نکلنے کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں!!!

تو جناب پہلا اعتراض کہ کتاب سلیم بن قیس اور ابان بن ابی عیاش خود اہل تشیع میں غیر ثقہ ہے اس پر میں نے کچھ ہی دن پہلے ایک تحریر لکھی تھی اور ثابت کیا تھا کہ کتاب سلیم بن قیس جمہور فقہائے تشیع میں قابل قبول ہے اور سب نے اس کتاب کے سچ اور حق ہونے پر لکھا ہے آج بس مختصراً ابان بن ابی عیاش پر بات کروں گا اور اس کے متعلق شیعہ فقہاء کا نظریہ انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کر کے اہل سنت کتابوں سے عمر بن خطاب پر جے آئی ٹی رپورٹ لکھ کر غیرت مند مسلمان کے سامنے پیش کروں گا۔۔

اب مختصر بات ہو جائے جنابِ ابان بن ابی عیاش پر۔۔

تو محترم قارئین، اہل سنت علماء کی مجبوری ہے کہ ایسے راوی کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جس نے وہ تمام روایات نقل کی ہیں جس میں مولا علیؑ کی ولایت و خلافت کو ابو بکر و عمر کا غصب کرنا،

جنابِ سیدہؑ کے گھر پر عمر کا حملہ، جنابِ محسن کی شہادت، ابو بکر کا فدک چھین لینا، ان اصحاب کا نام لے کر مذمتی روایات نقل کرنا جنہوں نے اہل بیتؑ پر ظلم کیا۔۔ وغیرہ۔۔ اگر اہل سنت ایسے راوی کو مان لیں گے تو پھر ان کے پاس بچے گا ہی کیا؟؟؟ تو آسان ترین حل یہی نکلا کہ اسے جھٹلا دیا جائے تاکہ ان سب سے جان چھوٹ جائے۔

آپ تب حیران ہوتے ہیں جب اس روای پر جرح کو پڑھتے ہیں کہ آخر یہ غیرِ ثقہ کیسے ہے ۔۔ جتنے بھی علماء اہل سنت ہیں سب نے جو اسباب لکھے وہ یہ ہیں کہ اس کا حافظہ کمزور تھا، یہ رافضی شیعہ تھا، متروک الحدیث تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کے کردار کے بارے میں لکھا کہ وہ ایک نیک انسان تھا۔۔ جیسا کہ امام ابو حاتم رازی جو کہ مشہور اہل سنت عالم ہے جسے حافظ الحدیث کا خطاب بھی دیا گیا اور یہ امام بخاری و مسلم کے زمانے میں تھا۔ جس کی تصنیفات میں طبقات التابعین، کتاب الزینۃ، تفسیر القرآن العظیم، اَعلام النبوۃ اور الجامع فی الفقہ جیسی معتبر کتب شامل ہیں۔

تو یہی اہل سنت عالم ابو حاتم رازی اپنی رجالی کتاب الجرح والتعدیل میں اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ابان بن ابی عیاش نیک آدمی تھا مگر اس کا حافظہ ضعیف تھا۔

جبکہ خود بڑے بڑے علماء اہل سنت نے اس راوی سے اپنی کتابوں میں احادیث نقل کی ہیں جیسے امام حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں۔۔ وغیرہ وغیرہ

من أصبح والدنيا أكبر همه فليس من الله في شيء ، ومن لم يتق الله فليس من الله في شيء

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- المستدرك على الصحيحين، جلد 4، ص 317 ، حديث رقم 8002
- الخطيب في تاريخه جلد 9 ، ص 373

تو محترم قارئین جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج بھی جو شخص ولایت علیؑ کا اقرار کرے اور رسولؐ اللہ ﷺ کے بعد اہل بیتؑ کو افضل جانے، مصائب اہل بیت بیان کرے اور اس پر آنسو بہائے اسے آج بھی یہ حضرات کائنات کا غلیظ ترین کافر، شیعہ کافر کہتے نہیں تھکتے تو ابان بن ابی عیاش کو کیونکر قبول کریں گے۔۔

اب رہی یہ بات کہ ابان کو مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید خوئی نے ضعیف شمار کیا ہے تو بھائی وہاں پر آغا خوئی نے جرح مفصل نہیں کی بلکہ صرف ضعیف لکھا ہے؛

عبارت ملاحظہ فرمائیں

إنّ راوي كتاب سليم بن قيس، هو أبان بن أبي عيّاش وهو ضعيف
حواله : معجم رجال الحديث : جلد ۸ صفحه ۲۲۵ رقم۵۳۹۔

جبکہ تمام شیعہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اصحابِ اجماع سے جو احادیث نقل ہوئی ہیں وہ سب صحیح السند ہیں کیونکہ اصحاب اجماع خود بھی ثقہ ہیں اور جس سے حدیث نقل کرتے ہیں وہ بھی ثقہ ہوتا ہے جن میں حماد بن عیسیٰ، عثمان بن عیسیٰ، عمر بن اذنیہ و ابراہیم بن عمر الیمانی وغیرہ اصحابِ اجماع میں شامل ہیں اور ان اصحاب اجماع نے ابان بن ابی عیاش سے روایات نقل کی ہیں تو ان حضرات کا ابان سے نقل کرنا اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

تو محترم قارئین اَصحاب اِجماع، علم رجال میں شیعوں کی ایک اصطلاح ہے جس سے مراد راویوں کا ایک ایسا گروہ ہے جن پر علم رجال کے ماہرین کو نہایت وثوق اور بھروسہ ہو۔ مشہور کے مطابق ان کی تعداد اٹھارہ ہے۔ جن میں امام محمد باقرؑ سے لے کر امام رضاؑ تک کے اصحاب شامل ہیں۔ علم رجال کے تمام علماء انہیں قابل بھروسہ سمجھتے ہوئے ان پر اعتماد کرتے ہیں اور انہی میں سے حماد بن عیسیٰ جہنی و عثمان بن عیسیٰ شامل ہیں جنہوں نے 1500

سے زائد احادیث نقل کی ہیں جن میں اکثر احکام سے متعلق ہیں اور یہی معتبر ترین روای عقائدی احادیث بھی نقل کرتے ہیں جو آج تک شیعہ حوزہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مثال کر طور پر کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد جو کہ علامہ حلی کی تالیف ہے اس میں عقائدی حدیث بھی ابان بن ابی عیاش سے مروی ہے۔

اس پر اگر کھل کر لکھوں تو پوری ایک کتاب تشکیل دینا پڑھ جائے گی تو مختصر کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ابان بن ابی عیاش کو جیسے علماء اہل سنت نے جھوٹا اور خائن لکھا ہے ویسے ہی حماد بن عیسیٰ کو بھی یہ حضرات کذاب لکھتے ہیں تو کچھ ہمارے شیعہ جو سطحی مطالعہ سے اخذ کر بیٹھے ہیں کہ ابان بن ابی عیاش ثقہ نہیں تو ان کے لیے یہ سب تھوڑی تفصیل سے ذکر کیا کہ فوری کسی نتیجے پر نہ پہنچ جایا کریں اور شیعہ مخالفین کے جھانسے میں نہ آجایا کریں جبکہ مرزا حسین نوری اور آیت اللہ العظمیٰ مامقانی جیسے بزرگ علماء کے نزدیک ابان ایک ثقہ و صدوق راوی ہے۔

تو جو کچھ بکواس انجینئر محمد علی مرزا نے بات کو گھومانے کی خاطر ابان بن ابی عیاش کی جانب موڑی تھی اسے اب میں اپنی جگہ پر لا چکا ہوں اور آگے بڑھتے ہوئے فقط اہل سنت کتابوں سے دفاع مظلومیتِ زہراؑ شروع کرتا ہوں تاکہ تمام اہل سنت علماء و عوام کے لیے قابل قبول ہو سکے۔

سب سے پہلے وہ حدیث پیش خدمت ہے جس میں بعدِ رسولؐ ﷺ، بازبان رسولؐ ﷺ جناب زہراؑ کے مصائب بیان ہوئے ہیں تاکہ جن کا یہ فاسد عقیدہ ہے کہ جنابِ زہراؑ پر کوئی ظلم نہیں ہوا اور نہ ہی ان کو شہید کیا گیا۔ انہیں پھکی مل جائے!!

اہل سنت کے بزرگ ترین عالم جن کا نام عبد الملک الجُوَینی النیشاپوری ہے جو عموماً امام الحرمین کے خطاب سے مشہور و معروف ہیں۔ جنہوں نے فقہ، اصول فقہ، علم کلام وغیرہ پر

کتابیں لکھیں اور جن کے شاگرد امام ذہبی بھی ہیں۔ ان ہی کی کتاب سے ایک حدیث نقل کرتا ہوں اور نقل سے پہلے امام ذہبی کا اپنے استاد یعنی امام جوینی کے متعلق بیان بھی پیش کر دوں تاکہ رجال کی بحث کی ضرورت ہی نہ رہ سکے۔۔

اہل سنت عالم امام ذہبی اپنے استاد امام الحرمین جوینی کے متعلق لکھتے ہیں:

وسمعت من الامام المحدث الاوحد الاکمل فخر الاسلام صدر الدين ابراهيم بن محمد بن المؤيد بن حمويه الخراساني الجويني ... وكان شديد الاعتناء بالرواية وتحصيل الاجزاء حسن القراءة مليح الشكل مهيبا دينا صالحا

ترجمہ: اور میں نے بے نظیر امام، محدث کامل، فخر اسلام صدر الدین ابراہیم ابن محمد ابن المويد ابن حمویہ الخراسانی الجوینی سے روایت کو سنا تھا۔ وہ روایات اور احادیث کی کتب کو بہت زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے، وہ خوبصورت چہرے اور اچھی آواز کے مالک تھے کہ جو با ہیبت، دین دار اور ایک صالح انسان تھے۔

حواله: تذكرة الحفاظ جلد 4 ، ص 1505- 1506 ، رقم 24-

تو لیجئے اب امام جوینی جو حدیث نقل کرتے ہیں وہ پیش خدمت ہے۔۔

ایک دن رسولؐ خدا ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ حسنؑ ابن علیؑ انکے پاس آئے، رسولؐ خدا ﷺ کی نگاہ جونہی اپنے نواسے حسنؑ پر پڑی، آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے، پھر حسینؑ ابن علیؑ رسولؐ خدا ﷺ کے پاس آئے، رسولؐ خدا ﷺ نے دوبارہ گریہ کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جناب فاطمہؑ اور حضرت امیرؑ بھی وہاں آئے تو رسولؐ خدا ﷺ نے ان دونوں کو بھی دیکھتے ہی اشک بہانا شروع کر دیا۔ جب رسولؐ خدا ﷺ سے حضرت فاطمہ پر گریہ کرنے کے سبب کو پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

وَ أَنِّي لَمَّا رَأَيْتُهَا ذَكَرْتُ مَا يُصْنَعُ بِهَا بَعْدِي كَأَنِّي بِهَا وَ قَدْ دَخَلَ الذُّلُّ فِي بَيْتِهَا وَ انْتُهِكَتْ حُرْمَتُهَا وَ غُصِبَتْ حَقَّهَا وَ مُنِعَتْ إِرْثَهَا وَ كُسِرَ جَنْبُهَا [وَ كُسِرَتْ جَنْبَتُهَا] وَ أَسْقَطَتْ جَنِينَهَا وَ هِيَ تُنَادِي يَا مُحَمَّدَاهْ فَلَا تُجَابُ وَ تَسْتَغِيثُ

فَلَا تُغَاثُ ... فَتَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَلْحَقُنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَتَقْدَمُ عَلَيَّ مَحْزُونَةً مَكْرُوبَةً مَغْمُومَةً مَغْصُوبَةً مَقْتُولَة،
فَأَقُولُ عِنْدَ ذَلِكَ اللَّهُمَّ الْعَنْ مَنْ ظَلَمَهَا وَ عَاقِبْ مَنْ غَصَبَهَا وَ ذَلِّلْ مَنْ أَذَلَّهَا وَ خَلِّدْ فِي نَارِكَ مَنْ ضَرَبَ جَنْبَهَا حَتَّي أَلْقَتْ وَلَدَهَا فَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ ذَلِكَ آمِين ۔

ترجمہ: جب میں نے فاطمہؑ کو دیکھا تو مجھے ایک دم سے وہ تمام مظالم یاد آ گئے کہ جو میرے بعد اس پر ڈھائے جائیں گے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ذلت اسکے گھر میں داخل ہوئی ہے، اسکی حرمت کو پامال کیا گیا ہے، اسکے حق کو غصب کیا گیا ہے، اسکی میراث کو اس سے دور کیا گیا ہے، اسکے پہلو کو زخمی اور اسکے بچے کو سقط کیا گیا ہے، جبکہ وہ بار بار ندا اور فریاد کر رہی ہو گی: وامحمداہ! لیکن کوئی بھی اسکی فریاد سننے والا نہیں ہو گا، وہ مدد کے لیے پکار رہی ہو گی، لیکن کوئی بھی اسکی مدد نہیں کرے گا۔

وہ میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملے گی، اس حال میں میرے پاس آئے گی کہ وہ بہت محزون، غمگین اور شہید کی گئی ہو گی۔

یہ دیکھ کر میں کہوں گا کہ: خداوندا جس نے بھی اس پر ظلم کیا ہے، اس پر لعنت فرما، عذاب کر اس کو کہ جس نے اسکے حق کو غصب کیا ہے، ذلیل و خوار کر اسکو کہ جس نے اسے ذلیل کیا ہے اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رکھ، جس نے اسکے پہلو کو زخمی کر کے اسکے بچے کو سقط کیا ہے۔ رسولؐ خدا ﷺ کی اس لعنت و نفرین کو سن کر ملائکہ آمین کہیں گے۔

حواله: فرائد السمطين ،جلد2 ، صفحه 34 و 35

تو آج کا جو نامراد امتی اپنے نبی کی چہیتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کی مظلومیت کا انکار کرتا ہے وہ امام جوینی کا نقل کیا ہوا مرثیہ جو زبانِ رسالت سے ادا ہوا ملاحظہ فرما لیا ہو گا۔۔

جس میں واضح طور پر سرکارِ ختمی مرتبت نے حضرت زہراؑ پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ کیا اور آخر میں انہی مظالم کے نتیجے میں بی بیؑ کی شہادت کی خبر بھی دی۔

آئیں اب دیکھتے ہیں وہ کون خبیث الصفت افراد تھے جنہوں نے بعدِ رسولؐ ﷺ، جناب زہراؑ پر مصائب ڈھائے۔۔

امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ ستہ میں سے بعض کے استاد۔ امام ابن ابی شیبہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کی مشہور علمی شخصیت ہیں۔ امام ابن ابی شیبہ جن کے متعلق صالح بن محمد کہتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر حافظِ حدیث ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں۔ ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر کوئی حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں: ابو بکر عظیم حافظ حدیث تھے۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیثیں لکھیں، ان کی جمع و تدوین میں حصہ لیا اور حدیث کے بارے میں کتب تصنیف کیں۔ آپ اقوال تابعین کے سب سے بڑے حافظ تھے۔

اپنی مشہور ترین کتاب، المصنف لابی بکر بن ابی شیبہ کی جلد 5 کے صفحہ 572 پر لکھتے ہیں:

حدثنا محمد بن بشير نا عبيد الله بن عمر حدثنا زيد بن أسلم عن أبيه أسلم،أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسولّ الله (ص) كان علي والزبير يدخلان علي فاطمة بنت رسولّ الله (ص) فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم ، فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتي دخل علي فاطمة فقال : يا بنت رسولّ الله (ص) ! والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك ، وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك ، وأيم الله ما ذاك بمانعي إن اجتمع هؤلاء النفر عندك ، إن أمرتهم أن يحرق عليهم البيت ، قال : فلما خرج عمر جاؤوها فقالت : تعلمون أن عمر قد جاءني وقد حلف بالله لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت وأيم الله ليمضين لما حلف عليه ...

ترجمہ: جب مدینہ کے لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی، علیؑ اور زبیر کے فاطمہ کے گھر میں اسی بارے میں گفتگو اور مشورہ کرنے کے بارے میں جب عمر ابن خطاب کو پتا چلا تو وہ فاطمہ کے گھر آیا اور کہا: اے بنت رسولؐ اللہ! ہمارے لیے محبوب ترین انسان تمہارے والد ہیں اور انکے بعد خود تم!!! لیکن خدا کی قسم یہ محبت مجھے اس کام سے منع نہیں کرے گی کہ تمہارے گھر میں جمع ہونے والوں کی وجہ سے، میں حکم دوں کہ اس گھر کو آگ لگا دیں۔ یعنی میں آپکے رسولؐ خدا کی بیٹی ہونے کے باوجود بھی، اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔
عمر یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ جب علی، زبیر کے ساتھ اپنے گھر واپس آئے تو بنت رسولؐ خدا نے علی اور زبیر کو بتایا کہ: عمر میرے پاس آیا تھا اور اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر آپ لوگ دوبارہ اس گھر میں اکٹھے ہوئے تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا، (حضرت زہراؑ نے کہا) خدا کی قسم! وہ اپنی قسم پر عمل کر کے ہی رہے گا!

حوالہ: المصنف ، ج8 ، ص 572

تمام غیر حلالی ناصبین ذرا غور سے دیکھیں کہ نا صرف عمر بن خطاب نے دخترِ رسولؐ کو دھمکی دی بلکہ خدا کی قسم کھا کر دھمکایا یعنی ایسا ضرور کرے گا جس پر رسولؐ ﷺ کی بیٹی جناب زہراؑ خود قسم کھاتے ہوئے اس کی قسم پر دلیل بن رہی ہیں۔
تو مجھے وہ تمام جاہل ناصبی بتائیں اگر وہ رسولؐ ﷺ کی بیٹی کو صدیقہ، طاہرہ، سیدۃ النساء العالمین مانتے ہیں تو اگر سیدہؑ قسم کھا کر کوئی بات کہیں وہ سچ ہو گی یا معاذ اللہ جھوٹی؟؟ جواب ہے یا نہیں؟؟ جواب تو یقیناً ہو گا پر تم لوگوں سے دیا نہیں جائے گا۔۔ اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں اور اس سوال سے بچنے کے لیے تمہارے ذہن میں یہ بھی ضرور چل رہا ہو گا کہ آخر اس سوال سے بچا کیسے جائے تو آخر میں تم وہی کرو گے جو ہمیشہ سے کرتے آئے ہو یعنی رجال کا سہارا لے کر حدیث کو ہی ضعیف کہہ کر جھٹلا دو۔۔ نا بیٹا نہ۔۔ میں بھی آل فاطمہؑ میں

سے فاطمہ زہرا کا ہی ایک غلام ہوں۔۔ تمہیں بھاگنے کا راستہ نہیں دوں گا۔۔ آؤ اس حدیث کے راویوں کی بھی توثیق ہو جائے اور پھر تمہارے پیر یعنی عمر بن خطاب پر بنائے جانے والی جے آئی ٹی رپورٹ کا پہلا حصہ مکمل ہو جائے

1۔ اس حدیث کا پہلا راوی: محمد ابن بشیر

توجی اہل سنت کے بڑے رجالی عالم امام کلبی المزی اپنی کتاب تهذيب الكمال في أسماء الرجال کی جلد 24 کے صفحہ 533 پر محمد بن بشیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال عثمان بن سعيد الدارمي ، عن يحيي بن معين : ثقة ـ و قال أبو عبيد الآجري : سألت أبا داود عن سماع محمد بن بشر من سعيد بن أبي عروبة فقال : هو أحفظ من كان بالكوفة

ابو عبید کہتا ہے کہ: میں نے داود سے محمد ابن بشیر عن سعید ابن ابی عروبہ کی نقل کردہ روایت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: وہ قوت حافظہ کے لحاظ سے تمام اہل کوفہ سے برتر ہے۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج24 ، ص533

امام ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب تهذيب التهذيب کی جلد 9 کے صفحہ 74 پر محمد ابن بشیر کے متعلق لکھتے ہیں

و كان ثقة ، كثير الحديث ـ و قال النسائي ، و ابن قانع : ثقة ـ و قال ابن شاهين في " الثقات " : قال عثمان بن أبي شيبة : محمد بن بشر ثقة ثبت

حواله: تهذيب التهذيب ، ج9 ، ص 74

2۔ اس حدیث کا دوسرا راوی: عبید اللہ ابن عمر ابن حفص ابن عاصم ابن عمر ابن الخطاب

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال کی جلد 19 کے صفحہ 127 میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

و قال أبو حاتم : سألت أحمد بن حنبل عن مالك ، و عبيد الله بن عمر ، و أيوب أيهم أثبت في نافع ؟ فقال : عبيد الله أثبتهم وأحفظهم وأكثرهم رواية ۔
و قال عبد الله بن أحمد بن حنبل : قال يحيي بن معين : عبيد الله بن عمر من الثقات ۔
و قال أبو زرعة ، و أبو حاتم : ثقة ۔
و قال النسائي : ثقة ثبت ۔
و قال أبو بكر بن منجويه : كان من سادات أهل المدينة و أشراف قريش فضلا و علما و عبادة و شرفا و حفظا و إتقانا ۔

یعنی، عبید اللہ ابن عمر، امام ابو حاتم، امام احمد بن حنبل، امام ابو زرعہ، امام نسائی اور امام منجویہ کے نزدیک عالم، فاضل، عبادت گزار اور ثقہ ہے۔

حواله : تهذيب الكلمال ، ج19 ، ص127

امام ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال ابن منجويه : كان من سادات أهل المدينة و أشراف قريش : فضلا و علما و عبادة و شرفا و حفظا و إتقانا ۔
و قال أحمد بن صالح : ثقة ثبت مأمون ، ليس أحد أثبت في حديث نافع منه

حواله : تهذيب التهذيب ، ج7 ، ص 40

3۔۔اس حدیث کا تیسرا راوی: زید ابن اسلم القرشی العدوی

یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور اہل سنت کی دوسری کتب صحاح ستہ کے راویوں میں سے ایک راوی ہے۔ اسی وجہ سے اس شخص کے ثقہ ہونے میں کسی قسم کا شک و تردید نہیں ہے۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

و قال عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه ، و أبو زرعة ، و أبو حاتم ، و محمد بن سعد ، و النسائي ، و ابن خراش : ثقة ۔
و قال يعقوب بن شيبة : ثقة من أهل الفقه والعلم ، و كان عالما بتفسير القرآن ، له كتاب فيه تفسير القرآن ۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج10 ، ص17

4۔ اس حدیث کا چوتھا راوی: اسلم القرشی العدوی، ابو خالد ویقال ابو زید، المدنی، مولی عمر ابن الخطاب

یہ بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم اور اہل سنت کی دوسری کتب صحاح ستہ کے راویوں میں سے ایک راوی اور صحابی بھی ہے، اور کیونکہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل ہیں، اسی وجہ سے اس راوی کے ثقہ ہونے میں شک نہیں کیا جا سکتا۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

أدرك زمان النبي صلي الله عليه وسلم ۔ و قال العجلي : مديني ثقة من كبار التابعين ۔ و قال أبو زرعة : ثقة ۔

حواله : تهذيب الكمال ، ج2 ، ص530

لو جی ہو گئی فاتحہ تمام نام نہاد ناصبی انجینئرز اور ڈاکٹرز کی۔۔

یعنی ابن ابی شیبہ کی حدیث مکمل طور پر صحیح السند ہے جس کو جھٹلانا ممکن ہی نہیں!

رکور کو ابھی کہاں چل دیے ابھی تو شروعات کی ہیں اے ہندہ کی نسل حرام۔۔ لو دوسری روایت لو اور اسے بھی یہ کہہ کر جھٹلاؤ کہ ایسا تاریخ میں کچھ نہیں ہوا۔۔

ایک اور عظیم الشان محدث امام بلاذری اپنی کتاب انساب الأشراف کی جلد 1 کے صفحہ 586 پر رقم طراز ہیں۔۔

المدائني، عن مسلمة بن محارب، عن سليمان التيمي وعن ابن عون: أن أبابكرآرسل إلي علي يريد البيعة ، فلم يبايع ، فجاء عمر و معه فتيلة ـ فتلقته فاطمة علي الباب فقالت فاطمة : يابن الخطاب ! أتراك محرّقا عليّ بابي ؟! قال : نعم ، و ذلك أقوي فيما جاء به أبوك

ترجمہ: ابو بکر نے کچھ لوگوں کو علی سے بیعت لینے کے لیے بھیجا، جب علی نے ابو بکر کی بیعت نہ کی تو اس نے عمر کو حکم دیا کہ جاؤ اور علی کو میرے پاس لے کر آؤ۔ عمر ہاتھ میں آگ جلتی مشعل لے کر فاطمہ کے گھر کی طرف گیا۔ فاطمہ گھر کے دروازے کے پیچھے آئی اور کہا: اے خطّاب کے بیٹے! کیا تو میرے گھر کے دروازے کو آگ لگانا چاہتا ہے؟ عمر نے کہا: ہاں! میرا یہ کام جو کچھ (شریعت) تمہارے والد لے کر آئے تھے، اسکو محکم تر کرے گا۔

حواله : انساب الاشراف، بلاذري، ج1، ص586

اب بتاؤ ڈاکٹر طاہر القادری، انجینئر مرزا اور دوسرے قطع نسب جاہل امتی کہ یہ کونسی شریعت اور خلافت تھی کہ جو اس گھر کو آگ لگانے سے محکم اور استوار ہوتی ہے جس پر کھڑے ہو کر رسولؐ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آیت تطہیر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور ابو بکر کی زبانی وہ گھر تمام انبیاء کے گھروں سے بھی افضل تھا؟ ہے کوئی جواب۔۔؟؟

ارے پھر سے سند میں جھانکنے لگے کہ کہیں سے تو فرار کا راستہ ملے۔۔ نہیں بالکل نہیں۔۔ یہاں تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں، آؤ پھر ذرا اس حدیث کی سند پر بھی قفل لگا دیا جائے۔۔

1۔ بلاذری کی حدیث کا پہلا روای: مدائنی

امام ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

المدائني * العلامة الحافظ الصادق أبو الحسن علي بن محمد بن عبد الله بن أبي سيف المدائني الاخباري ـ نزل بغداد ، وصنف التصانيف ، وكان عجبا في معرفة السير والمغازي والأنساب وأيام العرب ، مصدقا فيما ينقله ، عالي الاسناد ـ

ذہبی نے یحیی ابن معین سے نقل کرتے ہوئے مزید لکھا ہے کہ:

ال يحيي : ثقة ثقة ثقة ـ(قال احمد بن أبي خثيمة) سألت أبي : من هذا ؟ قال : هذا المدائني ـ

یحیی ابن مَعین نے اسکے بارے میں تین بار کہا ہے: وہ ثقہ ہے، وہ ثقہ ہے، وہ ثقہ ہے، یعنی اسکی نقل کردہ روایات قابل اعتماد ہیں۔

احمد ابن ابی خثیمہ نے کہا ہے کہ: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ اس شخص کا کیا نام ہے کہ جسکے بارے میں یحیی ابن معین نے اس مطلب کو ذکر کیا ہے، میرے والد نے کہا: اسکا نام مدائنی ہے۔

اور اس نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

وكان عالما بالفتوح والمغازي والشعر ، صدوقا في ذلك ـ

ابو الحسن مدائنی عالم اہل سنت کہ جو تاریخ، جنگوں، غزوات اور اشعار کے بارے میں علم رکھنے والا انسان تھا۔ لہذا ان تمام امور میں وہ اپنے زمانے کا صادق اور عالم شمار ہوتا تھا۔

حواله : سير أعلام النبلاء ، جلد 10 ، صفحه 401

اور ابن حجر نے بھی اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال أبو قلابة: حدثت أبا عاصم النبيل بحديث فقال عمن هذا قلت: ليس له إسناد ولكن حدثنيه أبو الحسن المدائني قال لي سبحان الله أبو الحسن أستاذ

ابو قلابۃ کہتا ہے کہ: میں نے اس حدیث کو اباعاصم النبیل کے لیے پڑھا تو اس نے کہا کہ تم نے اس حدیث کو کس سے سنا ہے؟ ابو قلابہ نے کہا کہ اس حدیث کی سند تو میرے پاس نہیں ہے، لیکن اس حدیث کو میرے لیے ابوالحسن مدائنی نے نقل کیا ہے اور میں نے اس سے سنا ہے، اباعاصم نے کہا: اس خدا کی ذات پاک ہے، ابوالحسن مدائنی علم حدیث کے استاد ہیں۔

حواله : لسان الميزان، جلد 5 ، صفحه 82 حديث 5945

2۔ بلاذری کی حدیث کا دوسرا راوی: مسلمہ ابن محارب

امام ابن حبان نے اسکو اپنی کتاب الثقات میں ثقہ قرار دیا ہے۔

حواله : الثقات ، جلد7، صفحه 490

3۔ بلاذری کی حدیث کا تیسرا راوی: سلیمان تیمی

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ:

قال الربيع بن يحيي عن شعبة ما رأيت أحدا أصدق من سليمان التيمي كان إذا حدث عن النبي صلي الله عليه وسلم تغير لونه۔

ترجمہ: ربیع ابن یحیی نے شعبۃ ابن حجاج سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ: میں نے کسی کو سلیمان التیمی سے زیادہ سچا نہیں دیکھا، وہ جب بھی رسولؐ خدا سے حدیث کو نقل کرتا تھا تو اسکے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا تھا۔

- حواله : تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531
- الجرح والتعديل: ج4 ، ص 124 ترجمة سليمان التيمي ، رقم 539

ابو بحر البکراوی نے سلیمان کے بارے میں کہا ہے کہ:

قال أبو بحر البكراوي عن شعبة شك ابن عون وسليمان التيمي يقين۔

ابو بحر البکراوی نے شعبۃ ابن حجاج سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ ابن عون، شک ہے اور سلیمان التیمی، یقین ہے۔

- حواله: تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341
- تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531

عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ: سلیمان التیمی ایک ثقہ اور قابل اعتماد انسان ہے۔

- حواله : تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341

یحیی ابن معین اور نَسائی نے سلیمان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال ابن معين والنسائي ثقة۔

یحیی ابن معین اور نَسائی نے بھی اسے ثقہ اور مورد اطمینان قرار دیا ہے۔

- حواله : تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341

- تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531

عجلی نے بھی سلیمان کے بارے میں کہا ہے کہ:

قال العجلي تابعي ثقة فكان من خيار أهل البصرة۔

- حواله : معرفة الثقات ج 1، ص 430، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 670
- تهذيب التهذيب ج 4، ص 176، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341
- تهذيب الكمال ج 12، ص8 ، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ،أبو المعتمر البصري ، رقم 2531

امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں کہا ہے کہ:

كان من عباد أهل البصرة وصالحيهم ثقة واتقانا وحفظا وسنة۔

ترجمہ: سلیمان التیمی اہل بصرہ کے عبادت گذار اور صالحان میں سے تھا، وہ ایک مورد اعتماد، اہل دقت، حافظان حدیث میں سے اور سنت کو بہت زیادہ اہمیت دینے والا تھا۔

- حواله : الثقات ج4، ص 300، ترجمه سليمان بن طرخان
- تهذيب التهذيب ج 4، ص 177، ترجمه سليمان بن طرخان التيمي ، رقم 341

4۔ بلاذری کی حدیث کا چوتھا راوی: ابن عون

ابن حبان الثقات میں لکھتا ہے۔

من سادات أهل زمانه عبادة وفضلا وورعا ونسكا وصلابة في السنة، وشدة علي أهل البدع ، (ابن عون) اپنے زمانے میں موجود لوگوں کی

نسبت عبادت، فضیلت، شبہات سے دوری، اخلاق، سنت نبوی پر عمل کرنے اور بدعت گزاروں کا مقابلہ کرنے کے لحاظ سے، بزرگان میں سے تھا۔

- الثقات: جلد7 ، صفحہ3

یہاں میں جان بوجھ کر ابن قتیبہ دینوری کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کر رہا کیونکہ بعض اہل سنت نے ان کی حق گوئی کی وجہ انہیں شیعہ کا ٹائٹل دے دیا ہے۔ ایک تو بھائی جو بھی سچ اور حق بیان کر دے وہ شیعہ کیوں ہو جاتا ہے؟

خیر ان کا تذکرہ پھر کبھی کروں گا ابھی ایک اور جلیل القدر سنی عالم بنام امام طبری کی کتاب سے حوالہ ہو جائے۔۔

اہل سنت عالم امام ابن جریر طبری جو اہل سنت میں کسی تعریف کے محتاج نہیں بس یہاں ان کے بارے میں علماء کی رائے پیش کر کے متن حدیث کی طرف آتا ہوں۔

صاحب وفیات الاعیان امام ابن خلکان طبری کے بارے لکھتے ہیں:

ابو جعفر محمد بن جرير بن خالد الطبري ، وقيل يزيد بن كثير ابن غالب؛ صاحب التفسير الكبير والتاريخ الشهير ، كان اماما في الفنون كثيرة منها التفسير والحديث والفقة والتاريخ وغير ذالک، وله مصنفات مليحة في الفنون عديدة تدل على سعة علمه وغزارته۔

ابو جعفر محمد بن جریر خالد الطبری، جنہیں یزید بن کثیر بن غالب بھی کہا جاتا ہے، بڑے مفسر اور مشہور مورخ ہوئے ہیں۔ نیز فقہ، تاریخ وغیرہ مختلف فنون کے بھی امام تھے۔ مختلف فنون پر ان کی بہت سی تصانیف ہیں، جو ان کی وسعت علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ مجتہد امام تھے کسی کی تقلید نہیں کی۔

ان کے علاوہ بہت سے اکابرین علما نے ان کی مدح کی ہے جن میں ابن کثیر نے "البدایہ والنھایہ" میں، خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں، امام سیوطی نے "طبقات المفسرین"

میں اور امام سبکی نے "طبقات الشافیہ "میں، ان کے علاوہ ابن حجر عسقلانی نے "لسان المیزان "میں، امام ذہبی نے "سیر الاعلام النبلاء "اور "میزان الاعتدال "میں، امام ابن جوزی نے "المنتظم "میں اور بہت سے اکابرین نے آپ کی سوانح اور مدح بیان کیے ہیں۔

خیر جی یہ تھا مختصر تعارف اہل سنت کے امام طبری کا اب ان کی رقم کی گئی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔۔

حدثنا ابن حميد ، قال : حدثنا جرير ،عن مغيرة ، عن زياد بن كليب قال: أتي عمر بن الخطاب منزل عليّ وفيه طلحة والزبير ورجال من المهاجرين فقال: والله لأحرقنّ عليكم أو لتخرجنّ إلي البيعة»، فخرج عليه الزبير مصلتاً بالسيف فعثر فسقط السيف من يده فوثبوا عليه فأخذوه۔

ترجمہ: عمر ابن خطاب علیؑ کے گھر کی طرف آیا کہ جہاں پر طلحہ، زبیر اور مہاجرین کا ایک گروہ جمع تھا۔ عمر نے ان سے کہا: خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے بیعت نہ کی تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ زبیر ہاتھ میں شمشیر لیے گھر سے باہر آیا، اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور شمشیر اسکے ہاتھ سے گر گئی، اسی وقت کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کر کے شمشیر اسکے ہاتھ سے چھین لی۔

- حواله : تاريخ الطبري ، جلد2 ، صفحه 443

اب جلدی سے یہاں بھی ناصبی حضرات کے بھاگنے کا راستہ بلاک کر دیا جائے۔۔

1۔ اس روایت کا پہلا راوی: حمید ابن محمد

ابو قریش کہتا ہے کہ میں نے محمد ابن یحیی ذہلی سے کہا کہ تمہاری ابن حمید کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے؟

قال : و كنت في مجلس أبي بكر الصاغاني محمد بن إسحاق ، فقال : حدثنا محمد بن حميد ۔ فقلت : تحدث عن ابن حميد ؟ فقال : و ما لي لا أحدث عنه و قد حدث عنه أحمد بن حنبل و يحيي بن معين ۔

میں ابو بکر صاغانی محمد ابن اسحاق کی محفل میں تھا، پس اس نے کہا: محمد ابن حمید نے ہمارے لیے روایت نقل کی کہ، میں نے اس سے کہا: کیا تم ابن حمید سے روایت کو نقل کرتے ہو؟ اس نے کہا: جب احمد ابن حنبل اور یحیی ابن معین نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے تو میں کیوں نہ کروں؟

و قال أبو بكر بن أبي خيثمة : سئل يحيي بن معين عن محمد بن حميد الرازي فقال : ثقة ۔ ليس به بأس ، رازي كيس ۔

یحیی ابن معین سے اسکے بارے میں سوال ہوا تو اس نے جواب میں کہا کہ: وہ مورد اطمینان ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، وہ بہت ذہین اور اہل ری ہے۔

و قال أبو العباس بن سعيد : سمعت جعفر بن أبي عثمان الطيالسي يقول : ابن حميد ثقة ، كتب عنه يحيي و روي عنه من يقول فيه هو أكبر منهم ۔

میں نے جعفر ابن عثمان طیالسی کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ: ابن حمید ثقہ ہے، یحیی نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے اور مشہور راویوں نے بھی اس سے روایت کو نقل کیا ہے۔ ان راویوں میں وہ (احمد ابن حنبل) سب سے بڑا ہے۔

- حواله : تهذيب الكمال ، ج25 ، ص100

2۔ دوسرا راوی: جریر ابن عبد الحمید ابن قرط الضبی

یہ بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہے۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

عن أبي بكر بن عياش : ما رأيت أحدا أفقه من مغيرة ، فلزمته ۔و قال أحمد بن سعد بن أبي مريم ، عن يحيي بن معين : ثقة ، مأمون ۔ قال عبد

الرحمن بن أبي حاتم : سألت أبي ، فقلت : مغيرة عن الشعبي أحب إليك أم ابن شبرمة عن الشعبي ؟ فقال : جميعا ثقتان ۔ و قال النسائي : مغيرة ثقة ۔

ابو بکر عیاش: میں نے کسی کو مغیرہ سے داناتر نہیں دیکھا کہ جسکے ساتھ ہونے کو میں پسند کرتا۔ یحیی ابن معین: وہ قابل اطمینان اور امانت دار ہے۔

ابن ابی حاتم: میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ کیا آپکے لیے مغیرہ کا شعبی سے روایت نقل زیادہ محبوب ہے یا شبرمہ کا شعبی سے روایت نقل کرنا؟ جواب دیا کہ: ہر دو قابل اطمینان ہیں۔ نسائی: مغیرہ مورد اطمینان ہے۔

- حواله : تهذيب الكمال ، ج28 ، ص400

3۔ **تیسرا راوی: زیاد ابن کلیب**

یہ بھی صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ کے راویوں میں سے ہے۔

امام مزی نے کتاب تہذیب الکمال میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ:

قال أحمد بن عبد الله العجلي : كان ثقة في الحديث ، قديم الموت ۔ و قال النسائي : ثقة ۔ و قال ابن حبان : كان من الحفاظ المتقنين ، مات سنة تسع عشرة و مئة ۔

عجلی: وہ روایت نقل کرنے میں قابل اطمینان تھا لیکن وہ جلدی دنیا سے چلا گیا تھا۔ نسائی: وہ قابل اعتماد ہے۔ ابن حبان: وہ ثابت قدم حفاظ میں سے تھا کہ جو سن 109 ہجری میں وفات پا گیا تھا۔

- حواله : تهذيب الكمال ، ج9 ، ص5

روایات اور بھی ہیں اور سب کی سند بھی معتبر ہے لیکن اختصار ملحوظ ہے تو اسی پر اکتفی کرتے ہوئے یہ ثابت ہو چکا کہ رسولؐ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد پیش آنے والے

واقعات جو مصائبِ فاطمہ زہراؑ کی صورت میں ظاہر ہونے تھے بیان فرمادیئے تھے اور صاف الفاظ میں بشارت بھی دی کہ میری بیٹی شہید کی جائے گی۔ اللہ کے فضل سے اس تحریر میں یہ بات ہم نے کتب اہل سنت سے ثابت بھی کی اور متعدد صحیح السند روایات کی روشنی میں یہ بھی واضح کر دیا کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب نے اس گھر کو جلانے کی دھمکی دی جو تمام انبیاء کے گھروں سے افضل تھا اور دی بھی اس عظیم الشان کنیز خدا کو جو جنت کی عورتوں کی سردار اور رسولؐ کا ٹکڑا تھیں۔ یعنی جناب فاطمہ زہراؑ۔

قاتلِ سیدہ فاطمہ زہراؑ، عمر بن خطاب!

کئی صاحبان ایمان کی جانب سے یہ گزارش کی گئی ہے کہ یہ بھی بتائیں کہ کیا عمر بن خطاب کا سیدہ کے گھر آنا اور دھمکانا اس کا ذاتی عمل تھا یا وہ کسی کے کہنے پر اس عظیم گستاخی کا مرتکب ہوا؟

تو سب سے پہلے اس کا جواب کتب اہل سنت سے پیش کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔

بزرگ اہل سنت عالم جو امام اندلسی سے معروف کہ جن کا اصلی نام ابن عبد ربہ الأندلسي ہے وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب العقد الفرید کی جلد 3 کے صفحہ 63 پر یہ راز آشکار کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے کس کے کہنے پر بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنت رسولؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کو دھمکی دی جو بعد میں پوری بھی کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں:

الذين تخلّفوا عن بيعة أبي بكر: عليّ والعباس، والزبير، وسعد بن عبادة، فأمّا علي والعباس والزبير فقعدوا في بيت فاطمة حتّي بعث اليهم أبو بكر عمر بن الخطاب ليخرجوا من بيت فاطمة وقال له: إن أبوا فقاتلهم ـ فأقبل عمر بقبس من نار علي أن يضرم عليهم الدار فلقيته فاطمه فقالت: يابن الخطاب ! أجئت لتحرق دارنا ؟ قال : نعم أو تدخلوا فيما دخلت فيه الأمة فخرج علي حتي دخل علي أبي بكر

ترجمہ: ابو بکر نے عمر ابن خطاب کو بھیجا تا کہ جائے اور ان لوگوں کو فاطمہ کے گھر سے باہر نکال دے اور اسے کہا کہ:

اگر وہ تمہاری بات ماننے سے انکار کریں اور گھر سے باہر نہ آئیں تو انکے ساتھ جنگ کرے۔

عمر ایک جلتی ہوئی مشعل ہاتھ میں لیے فاطمہ کے گھر کو آگ لگانے کی نیت سے، ان لوگوں کی طرف گیا۔ فاطمہ نے کہا: اے خطاب کے بیٹے کیا تو ہمارے گھر کو آگ لگانے کے لیے آیا ہے؟ عمر نے کہا: ہاں، مگر یہ کہ تم بھی وہی کام (ابو بکر کی بیعت) کرو جو اس امت نے انجام دیا ہے۔

- حواله : العقد الفريد، ابن عبدربه، ج3، ص 63 طبع مصر

ایک اور جگہ پر اہل سنت مورخ ابو الفداء, اسماعيل بن علي بن محمود بھی قاضی جمال الدین اور امام ابن عبد ربہ سے روایت کرتا ہوا لکھتا ہے

ثم إن أبا بكر بعث عمر بن الخطاب إلي علي ومن معه ليخرجهم من بيت فاطمة رضي الله عنها وقال إن أبوا فقاتلهم فأقبل عمر بشئ من نار علي أن يضرم الدار فلقيته فاطمة رضي الله عنها وقالت إلي أين يا بن الخطاب أجئت لتحرق دارنا قال نعم أو تدخلوا فيما دخل فيه الأمة فخرج حتي أتي أبا بكر فبايعه .

وكذا نقله القاضي جمال الدين بن واصل وأسنده إلي ابن عبد ربّه المغربي

ترجمہ: ابو بکر نے عمر ابن خطاب کو بھیجا تا کہ جائے اور ان لوگوں کو فاطمہؑ کے گھر سے باہر نکال دے اور اسے کہا کہ: اگر وہ تمہاری بات ماننے سے انکار کریں اور گھر سے باہر نہ آئیں تو انکے ساتھ جنگ کرے۔ عمر ایک جلتی ہوئی مشعل ہاتھ میں لیے فاطمہؑ کے گھر کو آگ لگانے کی نیت سے، ان لوگوں کی طرف گیا۔ فاطمہ نے کہا:

اے خطاب کے بیٹے کیا تو ہمارے گھر کو آگ لگانے کے لیے آیا ہے؟ عمر نے کہا: ہاں، مگر یہ کہ تم بھی وہی کام کرو کہ جو لوگوں نے انجام دیا ہے۔

- حوالہ : تاریخ ابوالفداء، ج1، ص156 طبع مصر

تو یہاں اب یہ بھی ثابت ہو چکا کہ جنابِ فاطمہ زہراؑ کے گھر کو جلانے اور بنتِ رسولؐ کی عظمت کو پامال کرنے میں مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ابو بکر مبینہ صدیق اکبر اور مسلمانوں کے بنائے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب مبینہ فاروقِ اعظم قطعی مجرم ہیں۔

ممکن ہے کہ کسی کو یہ گمان لاحق ہو جائے کہ بیت فاطمہ پر حملہ کرنے میں شاید جنابِ عائشہ کے اباجان ابو بکر مبینہ صدیق کا ہاتھ نہیں بلکہ یہ عمل تو خود عمر بن خطاب نے انجام دیا تھا اور ابو بکر نے تو بس بیعت لینے کے لیے عمر کو بھیجا تھا نا کہ گھر کو آگ لگانے کے لیے۔

تو میں اب یہاں لگے ہاتھ یہ بھی ثابت کیے دیتا ہوں کہ عمر بن خطاب کے ساتھ اس جرم میں ابو بکر بھی شریک تھا اور وہ بھی خود اس کی اپنی زبانی۔۔۔

میں بھی پکا علیؑ والا ہوں۔۔ گھر تک چھوڑ کر آؤں گا کیونکہ سیدہ پر کسی قسم کا No Compromise---

تو ملاحظہ فرمائیں ابو بکر کا اقرار کتب اہل سنت سے!

اہل سنت کے بزرگ عالم ابن زنجویہ کہ جن کو امام نسائی نے ثقہ کہا، امام ابن حبان نے فقیہ اور جید عالم لکھا اور یہاں تک کہ امام ذھبی نے بھی سیر اعلام النبلاء میں ان کو امام الحافظ الکبیر کا خطاب دیا، اسی اہل سنت کے عالم کی کتاب الأموال سے حدیث پیش خدمت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں

أنا حميد أنا عثمان بن صالح، حدثني الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، حدثني علوان، عن صالح بن كيسان، عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف، أن أباه عبد الرحمن بن عوف، دخل علي أبي بكر الصديق رحمة الله عليه في مرضه الذي قبض فيه ... فقال [أبو بكر] : « أجل إني لا آسي من الدنيا إلا علي ثَلاثٍ فَعَلْتُهُنَّ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهُنَّ، وثلاث تركتهن وددت

أني فعلتهن، وثلاث وددت أني سألت عنهن رسولَ الله ﷺ، أما اللاتي وددت أني تركتهن، فوددت أني لم أَكُنْ كَشَفْتُ بيتَ فاطِمَةَ عن شيء، وإن كانوا قد أَغْلَقُوا علي الحرب

ترجمہ: عبد الرحمن ابن عوف، ابو بکر کی بیماری کے ایام میں اسکے پاس اسکی عیادت کرنے گیا اور اسے سلام کیا، باتوں باتوں میں ابو بکر نے اس سے ایسے کہا: مجھے کسی شے پر کوئی افسوس نہیں ہے، مگر صرف تین چیزوں پر افسوس ہے کہ اے کاش میں تین چیزوں کو انجام نہ دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کو انجام دیتا، اور اے کاش کہ تین چیزوں کے بارے میں رسولؐ خدا ﷺ سے سوال پوچھ لیتا، اے کاش میں فاطمہؑ کے گھر کی حرمت شکنی نہ کرتا، اگرچہ اس گھر کا دروازہ مجھ سے جنگ کرنے کے لیے ہی بند کیا گیا ہوتا۔

- حواله : الخرساني، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله المعروف بابن زنجويه (متوفي251هـ) الأموال، ج 1، ص 387

ہو سکتا ہے کہ کوئی ناصبی بغض اہل بیتؑ میں اپنے اس عالم کو بھی نہ مانے تو اس خبیث کے لئے ابو بکر کے اسی جرم کے اقرار پر کچھ مزید حوالے پیش کر کے مکمل راستے بلاک کر دیتا ہوں، حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- الدينوري، أبو محمد عبد الله بن مسلم ابن قتيبة (متوفي276هـ)، الإمامة والسياسة، ج 1، ص 21، تحقيق: خليل المنصور، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1418هـ – 1997م، با تحقيق شيري، ج1، ص36، و با تحقيق، زيني، ج1، ص24؛
- الطبري، محمد بن جرير (متوفي 310هـ)، تاريخ الطبري، ج 2، ص 353، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛
- الأندلسي، احمد بن محمد بن عبد ربه (متوفي: 328هـ)، العقد الفريد، ج 4، ص 254، ناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت / لبنان، الطبعة: الثالثة، 1420هـ – 1999م؛

- المسعودي، أبو الحسن علي بن الحسين بن علي (متوفي346هـ) مروج الذهب، ج 1، ص 290؛
- الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم (متوفي360هـ)، المعجم الكبير، ج 1، ص 62، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، ناشر: مكتبة الزهراء – الموصل، الطبعة: الثانية، 1404هـ – 1983م؛
- العاصمي المكي، عبد الملك بن حسين بن عبد الملك الشافعي (متوفي1111هـ)، سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي، ج 2، ص 465، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود- علي محمد معوض، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت – 1419هـ- 1998م۔

ہاں جی۔۔اب جھٹلا کر دکھاؤ کس کس کو جھٹلاؤ گے۔۔اپنے امام دینوری کو؟ امام طبری کو؟ امام اندلسی کو؟ امام طبرانی، مسعودی و عاصمی المکی کو جھٹلا سکتے ہو؟؟؟ تمہارے اچھے بھی جھٹلا نہیں سکتے!

یہاں جان بوجھ کر ابو بکر کی اس اقراری روایت کے راویوں کی ثقاہت ثابت نہیں کر رہا تاکہ تم لوگ آؤ اور مجھ سے پوچھو پھر میں مزے لے لے کر ایک ایک راوی کا چٹہ پٹہ تمہیں پیش کروں کیونکہ ایسے تو تم لوگ آؤ گے نہیں کیونکہ ہر وہ دیوار گرا دی گئی ہے جس کے پیچھے چھپ کر تم اپنا دفاع کر سکو تو میں نے سوچا خود ہی ایک گوشے سے علمی محاصرہ کمزور کر دوں ۔۔تو آؤ ذرا۔۔میں بے قراری سے منتظر ہوں!

چلیں جی اب آگے بڑھتے ہیں اور ان خبیث امتیوں کو دکھاتے ہیں کہ وہ کون شخص تھا جس نے رسولؐ اللہ ﷺ کی اس بیٹی کو بے دردی سے شہید کیا جس احترام میں رسولؐ کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور جس کالی کملی کی تم آج جھوم جھوم کر نعتیں پڑھتے ہو اسے زمین پر بچھا دیا کرتے تاکہ فاطمہ زہراؑ اس تشریف رکھ سکیں۔

پہلے ایک اور روایت پیش کر دوں جس میں اسی دروازے کو جلانے کا بیان ہو جس کے متعلق آج کا مولوی کہتا ہے کہ اس وقت تو دروازے ہی نہیں ہوتے تھے تو پہلے یہ ملاحظہ فرمائیں۔

اہل سنت عالم امام ابن عطیہ اپنی کتاب الامامۃ والخلافۃ کے صفحہ 160 سے 161 تک عمر کا بیت زہرا کو جلانے کا واقعہ لکھتے ہیں جس میں سے یہ اقتباس نذر کر رہا ہوں:

ان ابابکر بعد ما اخذ البيعة لنفسه من الناس بالارحاب و السيف و القوة ارسل عمر، و قنفذاً و جماعة الي دار علي و فاطمه(عليهما السلام) و جمع عمر الحطب علي دار فاطمة(عليها السلام) و احرق باب الدار

ترجمہ: ابو بکر نے جب لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اور تلوار کی نوک پر ان سے بیعت لے لی تو، اس نے عمر کو قنفذ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ، علیؑ و فاطمہؑ کے گھر بھیجا اور عمر نے بھی ایندھن جمع کر کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دی۔

- حواله : الامامة و الخلافة،ا بن عطيه ، ص160 و 161 كه با مقدّمه اي از دكتر حامد داود استاد دانشگاه عين الشمس قاهره به چاپ رسيده، چاپ بيروت، مؤسّسة البلاغ ۔

تو اب قاتل بنت رسولؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کو کتب اہل سنت سے بے نقاب کرتا ہوں

اہل سنت عالم امام مسعوی شافعی کہ ان کی حق گوئی کی بنا پر آج کا ناصبی انہیں بھی شیعہ کہہ کر جھٹلا دیتا ہے پہلے اس کا شافعی مذہب ہونا ثابت کر دوں پھر ان کی کتاب سے قاتلِ زہرا پیش کرتا ہوں۔

امام مسعودی شافعی کے بارے میں اہل سنت عالم تقی الدین سبکی اپنی کتاب الطبقات الشافعیۃ میں جہاں شافعی مذہب علماء کے نام لکھتا ہے وہیں اس نے امام مسعودی شافعی کا نام بھی لکھا ہوا ہے، حوالہ پیش خدمت ہے جس کے بعد یہ اعتراض بھی ختم ہو جائے گا کہ مسعودی شیعہ تھا۔

- حواله : الطبقات الشافعية ج3 ، ص 456 و 457 ، رقم 225، چاپ دار احياء الكتب العربية

چلیں جی اب اہل سنت عالم امام مسعودی شافعی اپنی کتاب اثبات الوصیۃ کے صفحہ نمبر 143 پر کیا لکھتے ہیں پیش خدمت ہے

فهجموا عليه وأحرقوا بابه ، واستخرجوه منه كرهاً ، وضغطوا سيّدة النساء بالباب حتّي أسقطت محسناً

انہوں نے اس پر حملہ کیا اور اسکے گھر کے دروازے کو آگ لگائی اور انہوں نے اسے زبردستی اسکو گھر سے باہر نکالا اور عورتوں کی سردار (فاطمہ زہراؑ) پر دروازے کو اتنا دبایا کہ انکا بچہ محسن سقط ہو گیا۔

- حواله : اثبات الوصية ، ص143

امام صفدی بھی لکھتے ہیں:

انّ عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتّي ألقت المحسن من بطنها

عمر نے بیعت والے دن فاطمہؑ کے شکم پر ضربت لگائی کہ جسکی وجہ سے اسکے شکم میں محسن سقط ہو گیا۔

- حواله : الوافي بالوفيات ، جلد 5 ، صفحه 347

امام ابن حجر عسقلانی نے کتاب لسان المیزان اور ذہبی نے کتاب میزان الإعتدال میں لکھا:

إنّ عمر رفس فاطمة حتّي أسقطت بمحسن۔

عمر نے فاطمہؑ کے سینے پر لات ماری کہ جسکی وجہ سے محسن سقط ہو گیا۔

- حواله : لسان الميزان ، جلد 1 ، صفحه 268

امام ابن شحنہ حنفی نے لکھا:

ثم إن عمر جاء إلي بيت علي ليحرقه علي من فيه فلقيته فاطمة فقال : ادخلوا فيما دخلت فيه الأمة ۔

عمر علیؑ کے گھر کی طرف آیا تا کہ گھر کو گھر والوں کے سمیت آگ لگادے، فاطمہؑ نے اسے دیکھا تو عمر نے اس سے کہا: جو کام امت نے انجام دیا ہے، آپ لوگ بھی اسکو انجام دیں، (بیعت ابو بکر)

- حواله : روضة المناظر في أخبار الأوائل والأواخر (هامش الكامل لابن الأثير) ج11 ، ص 113 (ط الحلبي ، الأفندي سنة 1301)

امام عبد الفتاح نے لکھا:

ثم ضربه واقتحمه ... وبدا له عليّ ... ـ ورنّ حينذاك صوت الزهراء عند مدخل الدار ... فإن هي إلاّ رنة استغاثة أطلقتها : يا أبت رسولّ الله ...

زہرا کے رونے کی آواز گھر کے دروازے کے نزدیک سے بلند ہوئی، وہ آواز ایک فریاد تھی کہ جو بنت رسولؐ خدا کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی: اے بابا اے رسولؐ خدا۔۔

- حواله : عبد الفتاح عبد المقصود ، ج4 ، ص274-277 و ج1 ، ص192-193

تو یہ تھیں وہ روایات جس میں قاتلِ فاطمہ زہراؑ یعنی عمر بن خطاب کہ جس کو ابو بکر کی حمایت حاصل تھی بالکل بے نقاب ہو چکا۔۔ خدا کی لعنت ہو دختر رسولؐ جناب فاطمہ زہراؑ کو اذیت دے کر شہید کرنے والوں پر، ان کے گھر کو نذر آتش کرنے والوں پر، ان کے شکم مطہر پر لات مارنے والوں پر اور حضرت محسنؑ کو شکم زہرا میں ہی شہید کرنے والوں پر۔ لعنت بے شمار لگا تار۔۔

آخر میں کچھ سوالات ان حلالی امتیوں کے لئے جن کے دل میں ذرا سی بھی رسولؐ کی محبت باقی ہے اور تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

1. ایسا کیا ہوا کہ رسولؐ کی بیٹی، اپنے بابا کے بعد اتنی جلدی دنیا سے رخصت ہو گئیں؟ جواب؟؟
2. کیا رسولؐ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیٹی طبیعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئی تھیں یا انہیں شہید کیا گیا تھا؟ جواب؟؟
3. کیا انکی شہادت میں انکے گھر کو جلانے کی دھمکی کا بھی اثر تھا؟ جواب؟؟
4. عمر نے رسولؐ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیٹی کے گھر کو سب مسلمانوں کے سامنے کیوں آگ لگائی؟ جواب؟؟
5. جلتے ہوئے دروازے کو ان پر کس نے اور کیوں گرایا تھا؟ جواب؟؟
6. انکے بچے محسن کو کس نے سقط کیا تھا؟ جواب؟؟
7. رسولؐ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیٹی کو کس نے اور کس کے حکم پر تازیانے مارے؟ جواب؟؟

اپنے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اگر ذرا سی بھی محبت ہے تو ان کے سوالات کے جواب ضرور تلاش کرنا۔۔

والسلام

گدائے درِ زہراؑ، ابو عبد اللہ

کیا امام علیؑ نے نہج البلاغہ میں خلفاء کی تعریف کی ہے اور انہیں خلافت کا اہل سمجھا ہے؟

کئی احباب کی جانب سے بار بار گزارش کی جارہی ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا نے جو نہج البلاغہ سے تین خلفاء کہ جس میں عمر بن خطاب سر فہرست ہے، مداح سرائی فرمائی ہے اس پر جواب دیں۔۔ جس کا ویڈیو ٹائیٹل یہ ہے

SHIAH ki NAHJ-ul-BALAGHA say 3-KHULAFA-e-Rashideen a-s ki SHAN main Maola ALI a-s kay 4-KHUTUBAAT!

یعنی اگر خود اہل سنت کی کتابوں کو سامنے رکھ کر میں اس کا عنوان بناؤں تو وہ کچھ اس طرح بنے گا۔۔

"گستاخِ رسولؐ و آل رسولؐ، قاتلِ بنت رسولؐ واصحاب رسولؐ کی شان میں امام علیؑ کے کلمات"(معاذاللہ)

مطلب انجینئر صاحب کی عقل شاید وہی بکری چر گئی ہے جو پہلے اماں عائشہ کے پارے کھا چکی تھی۔۔ ہا نان سینس

اور جس دھڑلے سے یہ انجینئر مرزا اپنی اسی ویڈیو میں مولا عمر مولا عمر اور کبھی مولا ابو بکر و مولا عثمان کہہ کر قولِ رسولؐ کی توہین کر رہے رہیں اور ساتھ ساتھ یہ نعرہ بھی لگاتے ہیں

نہ میں وہابی۔۔ نہ میں بابی۔۔ میں ہوں مسلم علمی کتابی۔۔

اب اس نعرے کو تھوڑا چینج کر کے لگانا شروع کریں جو کچھ اس طرح بن سکتا ہے۔۔

نہ میں وہابی۔۔ نہ میں بابی۔۔ میں ہوں دوغلا پکا نفاقی۔۔

تو پہلے انجینئر مرزا اس نعرے کو زور زور سے لگائیں پھر ہمیں بتائیں کہ مولا کا لفظ ان تین خلفاء کے ساتھ لگانے پر ان کے پاس کون سی علمی کتابی دلیل موجود ہے؟؟ جبکہ امام علی کے ساتھ لفظ مولا کا استعمال تو وہ خود حدیثِ غدیر غم والی اپنی ویڈیو میں ثابت کر چکے ہیں۔۔ اب ذرا اپنے علمی کتابی ہونے کا ثبوت دیں اور ہمیں دکھائیں کہ کس نصِ رسولؐ سے مولا ابو بکر، مولا عمر اور مولا عثمان کہنا ان کے نزدیک ثابت ہے؟؟

تو قارئین۔۔ یہ منافق حضرت۔۔ اگر انجینئر سے بڑھ کر سینئر انجینئر بھی بن جائیں یا مزید اور بڑھ کر سینئر ایگزیکٹو انجینئر بھی ہو جائیں تب بھی یہ لفظ مولا۔۔ امام علی کے علاوہ کسی کے ساتھ لگانے پر اپنی ہی کسی کتاب سے ثابت نہیں کر سکتے۔۔

میرے خیال سے اتنی تمہیدی کھنچائی فی الحال انجینئر محمد علی مرزا کو پھکی کے طور پر کافی ہو گی ۔۔ تو اب اصل عنوان کی جانب بڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انجیبئر صاحب نے جو نہج البلاغہ سے تین خلفاء کی عزت بچانے کی ناقص اور بے فائدہ کوشش کی وہ کس قدر درست اور قابل قبول ہے۔۔

ہمیشہ کی طرح انجینئر صاحب نے ادھر ادھر کی زیادہ ہانکنے اور ذاتی قیاسی تشریح کے بعد جو تین خلفاء کو بچانے کے لیے نہج البلاغہ سے حوالے پیش کئے وہ کچھ اس طرح ہیں:

1- علامہ مفتی جعفر حسین علیہ الرحمہ کی ترجمہ شدہ نہج البلاغہ صفحہ نمبر 384 پر موجود امام علی کا خطبہ نمبر 184

2- صفحہ نمبر 368 پر موجود امام علی کا خطبہ نمبر 321

3- صفحہ نمبر 107 پر موجود خطبہ نمبر 5

4- اور صفحہ نمبر 643 پر امام علیؑ کا مکتوب نمبر 6 جو مولا نے لعین ابن العین معاویہ بن ابو سفیان کو لکھا تھا۔۔

ان سب حوالوں پر بات کرنے سے پہلے ذرا اس لفظ فلاں پر کچھ کہہ دوں جس پر موصوف فرما رہے ہیں شیعہ علماء نے معاذاللہ خیانت کی اور خطبہ میں موجود شخصیت کو چھپانے کے لیے لفظ فلاں لکھ دیا۔۔

عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس فلاں کو عمر سے جوڑنے میں انجینئر صاحب اتنے اندھے ہو گئے کہ اس کو لفظ کو کسی شیعہ کتب یا اسی نہج البلاغہ سے ثابت کرنے کے بجائے اہل سنت عالم ابن ابی الحدید کا رائتہ پھیلا کر اس میں تحقیقی اذہان کو ڈبونے کی کوشش کر ڈالی جبکہ کوئی بھی عقل رکھنے والا عام سا انسان بھی یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی مخالف کی کتاب سے کوئی بات نقل کی جاتی ہے تو اس کو ثابت کرنے کے لیے اسی مخالف کے کلام سے اس پر دلیل ہونی چاہیئے نا کہ حوالہ اہل تشیع کا ہو اور اس پر استدلال اہل سنت علماء اور ان کی کتابوں کا۔۔ حد ہے بھائی جہالت کی۔۔

چلیں پھر ذرا ہم ان انجینئر صاحب کے الحدیدی رائتے میں تھوڑا سا علمی سر کہ ملا کر اسے اس قابل ہی نہ چھوڑیں کہ وہ آئندہ اپنے بزرگوں کے دفاع میں اس کو دلیل بنائیں۔۔

ابن ابی الحدید نے بڑی چالاکی سے اپنی شرح میں اس طرح لکھا ہے۔

وقد وجدت النسخة التي بخط الرضي أبي الحسن جامع نهج البلاغة وتحت فلان عمر، حدثني بذلك فخار بن معد الموسوي الأودي الشاعر، وسألت عنه النقيب أبا جعفر يحيي بن أبي زيد العلوي، فقال لي: هو عمر، فقلت له: أيثني عليه أمير المؤمنين رضي الله عنه هذا الثناء؟ فقال: نعم۔۔ فإذا اعترف أمير المؤمنين بأنه أقام السنة، وذهب نقي الثوب، قليل العيب، وأنه أدي إلي الله طاعته، واتقاه بحقه، فهذا غاية ما يكون من المدح۔

ترجمہ: نہج البلاغہ کے مؤلف سید رضی کا ایک جمع کردہ نسخہ دیکھا گیا ہے کہ اس میں لفظ « فلان » کے نیچے، عمر لکھا ہوا تھا۔ اس بات کو میرے لیے فخار ابن معد الموسوی شاعر نے نقل کیا ہے۔ میں نے ابو جعفر نقیب سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: اس لفظ سے

مراد، عمر ہے، میں نے کہا: کیا امیر المؤمنین نے عمر کی ایسے تعریف کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، جب امیر المؤمنین اعتراف کریں کہ (عمر) نے سنت کو قائم کیا ہے اور پاک دامن و کم عیوب کے ساتھ دنیا سے گیا ہے اور پروردگار کی عبادت انجام دی ہے اور وہ بہت متقی تھا، تو یہ بالاترین درجے کی مدح و تعریف شمار ہو گی۔

تو یہ تھی وہ فرسودہ پھکی جو انجینئر صاحب ہم شیعوں کو دینا چاہ رہے تھے۔۔

آئیں اب اسی کو ان کی جانب لوٹاتا ہوں جبکہ یہ بات اپنی جگہ پر قائم رہے گی کہ نہج البلاغہ کے خطبہ میں موجود لفظ "فلاں" کی اہل سنت عالم کی جانب سے تشریح قطعاً ہم شیوں کو قبول نہیں، ہمیں اگر ثابت کرنا ہے تو ہماری کتابوں اور ہمارے علماء سے ثابت ہونا چاہیے نا کہ حوالہ شیعہ کتاب کا ہو اور ثبوت کے طور پر سنی عالم کی کتاب دکھائی جائے۔۔

تو قارئین۔۔۔ ہو جائے

فلاں لفظ پر ابن ابی الحدید کا عقلی و علمی آپریشن

تو ابن ابی الحدید نے مکمل چالاکی سے اپنے کلام کی ابتداء میں ایسے ظاہر کروایا ہے کہ ہر پڑھنے والا فوراً یہ یقین کر لے کہ اس نے خود سید رضی کا لکھا ہوا نسخہ دیکھا ہے جیسے انجینئر صاحب نے اپنی ویڈیو میں کہا بھی کہ اس (سید رضی) نے لفظ « فلان » کے ساتھ عمر لکھا ہوا ہے اور اگر کوئی ابن ابی الحدید کی عبارت کا دوسرا جملہ نہ پڑھے تو وہ گمان کرے گا کہ عبارت ایسے ہے:

« وَجَدتُ » یعنی میں نے خود دیکھا ہے، لیکن جب اسکی عبارت میں اچھی طرح سے غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے لفظ « وُجِدَت » کہا ہے یعنی اس نسخے میں دیکھا گیا ہے یعنی میں نے خود نہیں دیکھا کسی دوسرے نے دیکھا ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے۔ ہا چالاکی وہ بھی شیعوں سے۔۔

دوسرا اہم نقطہ یہ ہے کہ سید رضی اپنے رائے کو عبارت کی لائن کے اندر امامؑ کے کلام کی تشریح کے عنوان سے لکھتے ہیں نہ کہ عبارت کے نیچے۔

اگر کوئی اہل علم شخص پرانی کتب کے خطی نسخوں سے آشنائی رکھتا ہو تو جانتا ہے کہ معمولا ان کتب کے صفحات پر جو اضافی طور پر لکھا جاتا ہے، یہ انکی طرف سے ہوتا ہے کہ جنکے پاس وہ کتاب موجود ہوتی ہے اور نہج البلاغہ کا یہ نسخہ جسکے اختیار میں تھا، اس نے گمان کیا ہے کہ لفظ « فلان » سے مراد عمر ابن خطاب ہے، لہذا اس نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے، عمر لکھ دیا ہے، پس ایسے مطالب کا خود مؤلف کی طرف نسبت دینا، دلیل و ثبوت کا محتاج ہے نا کہ شیعوں کے لیے دلیل۔۔

لو جی یہ کیا۔۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی ابو عبداللہ نے اچھے خاصے راستے میں سر کہ ڈال کر دفاع شیخین کو نا قابلِ دفاع بنا دیا۔ ہائے ہائے

تو انجینئر صاحب اب آتے ہیں نہج البلاغہ کے ان الفاظ پر جن کو آپ اپنے مجرم آقاؤں کی طرف موڑ کر انہیں بچانے کی ناکام کوشش کر رہے کیونکہ جو حوالے آپ نے نہج البلاغہ سے دکھائیں ہیں وہ خود آپ کی کتابوں میں موجود امام علیؑ کے کلمات سے تضاد رکھتے ہیں۔

کیا آپ نے اپنی قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح مسلم نہیں پڑھی جس میں آپ کے جلیل القدر محدث مسلم نیشاپوری خود عمر بن خطاب سے اپنے اور ابو بکر کے خلاف امام علی کے یہ الفاظ نقل کر رہے ہیں۔۔

<u>عمر بن خطاب نے امام علیؑ اور عباس سے کہا کہ:</u>

ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رسولِ اللَّهِ -صلي الله عليه وسلم- وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا۔

ترجمہ: ابو بکر کی وفات کے بعد میں رسولؐ خدا ﷺ اور ابو بکر کا جانشین بن گیا، تم دونوں مجھے خائن، جھوٹا، مکار اور گناہکار سمجھتے ہو۔

- صحیح مسلم ،اب الفی ، کتاب الجھاد والسیر ، حدیث نمبر 3302

عبد الرزاق صنعانی جن کی بدولت صحیح بخاری و مسلم وغیرہ ان کی روایتوں سے مالا مال ہیں اور امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ حدیث کی روایت میں آپ نے عبد الرزاق سے بڑھ کر کسی کو دیکھا؟ جواب دیا کہ "نہیں" بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً امام سفیان بن عیینہ، یحیٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد بن حنبل فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔

تو انجینئر مرزا، عبد الرزاق صنعانی نے بھی صحیح سند کے ساتھ عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر نے عباس اور علیؑ سے کہا کہ تم دونوں مجھے ظالم اور فاجر کہتے ہو،

ثم وليتها بعد أبي بكر سنتين من إمارتي فعملت فيها بما عمل رسولؐ الله ﷺ وأبو بكر وأنتما تزعمان أني فيها ظالم فاجر

میں نے ابو بکر کے بعد دو سال حکومت کی اور رسولؐ خدا او ابو بکر کی سیرت و سنت کو جاری رکھا، لیکن تم دونوں مجھے ظالم اور فاجر کہتے ہو۔

- المصنف لعبد الرزاق ،جلد 5 ، صفحه 8796 – 9816

یہی قول ابن حبان نے بھی صحیح سند سے نقل کیا ہے۔۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں

- صحیح ابن حبان ، جلد 14 ،کتاب التاریخ ، إلى وفاة الرسولؐ، صفحه 577

اگر چاہتے ہیں تو میں مزید حوالے بھی پیش کر سکتا ہوں کہ امام علی علیہ السلام، عمر اور ابو بکر کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔۔ اور وہ بھی خود عمر بن خطاب کی زبانی، جسے آپ چاہ کر بھی نہیں جھٹلا سکتے۔۔

اب آگے چلتے ہیں اور مزید آپ ہی کی کتابوں سے آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام علیؑ کا عمر بن خطاب کے متعلق کیا رویہ تھا۔

بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے کہ امام علیؑ نے حضرت زہراؑ کی شہادت کے بعد کسی کو ابو بکر کو اپنے پاس بلانے کے لیے بھیجا اور خاص طور اسے کہا کہ عمر کو اپنے ساتھ لے کر نہ آئے کیونکہ وہ عمر کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرتے، عربی ملاحظہ فرمائیں

فَأَرْسَلَ إِلَي أَبِي بَكْر أَنِ ائْتِنَا، وَلاَ يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ، كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ۔

تفصیلی حوالہ جات:

- البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله (متوفي256هـ)، صحيح البخاري، ج 4، ص 1549، ح3998، كِتَاب الْمَغَازِي، بَاب غَزْوَةِ خَيْبَرَ، تحقيق د۔ مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت، الطبعة: الثالثة، 1407 - 1987؛
- النيسابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري (متوفي261هـ)، صحيح مسلم، ج 3، ص 1380، ح1759، كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَاب حُكْمِ الْفَيْءِ، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔

اچھا ایک بات بتائیں انجینئر صاحب۔۔ اگر امام علیؑ کا اعتقاد تھا کہ عمر نے سنت کو قائم کیا تھا تو پھر جب چھ افراد پر مشتمل شورا میں عبد الرحمن ابن عوف نے خلافت قبول کرنے کی ایک شرط سیرت شیخین پر عمل کرنے کو قرار دیا تو امام علیؑ نے اس شرط پر عمل کرنے کا سختی

سے انکار کر دیا اور شیخین کی سیرت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دوبارہ پورے 12 سال خلافت سے محروم رہے!

لیجئے دیکھیں امام یعقوبی کیا فرمارہے ہیں:

وخلا بعلي بن أبي طالب، فقال: لنا الله عليك، إن وليت هذا الامر، أن تسير فينا بكتاب الله وسنة نبيه وسيرة أبي بكر وعمر۔ فقال: أسير فيكم بكتاب الله وسنة نبيه ما استطعت۔ فخلا بعثمان فقال له: لنا الله عليك، إن وليت هذا الامر، أن تسير فينا بكتاب الله وسنة نبيه وسيرة أبي بكر وعمر۔ فقال: لكم أن أسير فيكم بكتاب الله وسنة نبيه وسيرة أبي بكر وعمر، ثم خلا بعلي فقال له مثل مقالته الأولي، فأجابه مثل الجواب الأول، ثم خلا بعثمان فقال له مثل المقالة الأولي، فأجابه مثل ما كان أجابه، ثم خلا بعلي فقال له مثل المقالة الأولي، فقال: إن كتاب الله وسنة نبيه لا يحتاج معهما إلي إجيري أحد۔ أنت مجتهد أن تزوي هذا الامر عني۔ فخلا بعثمان فأعاد عليه القول، فأجابه بذلك الجواب، وصفق علي يده۔

عبد الرحمن ابن عوف نے علی ابن ابی طالبؑ سے کہا: ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کتاب خدا، سنت مصطفی اور سنت ابو بکر و عمر کے مطابق عمل کرو تو، اس پر امام علیؑ نے فرمایا: جتنا میرے لیے ممکن ہو سکا میں صرف اور صرف کتاب خدا اور سنت مصطفی کے مطابق عمل کروں گا۔

عبد الرحمن ابن عوف نے بالکل یہی بات عثمان سے کہی: ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کتاب خدا، سنت مصطفی اور سنت ابو بکر و عمر کے مطابق عمل کرو تو، اس پر عثمان نے خلافت حاصل کرنے کے لیے جواب دیا: میں کتاب خدا، سنت رسولؐ اور سنت ابو بکر و عمر کے مطابق تم لوگوں میں عمل کروں گا،

عبد الرحمن دوبارہ امام علیؑ کے پاس گیا اور وہی شرط دوہرائی اور ان حضرت سے وہی پہلے والا جواب سنا، پھر وہ دوبارہ عثمان کے پاس گیا اور اس سے وہی شرط دوبارہ کہی تو اس نے پھر فورا

قبول کر لیا، پھر عبد الرحمن تیسری مرتبہ امام علیؑ کے پاس گیا اور وہی بات کہی، اس پر امامؑ نے فرمایا:

جب کتاب خدا اور سنت مصطفی ہمارے پاس ہے تو پھر ہمیں کسی دوسرے کی سنت وروش کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم اصل میں خلافت کو مجھ سے دور کرنا چاہتے ہو۔

عبد الرحمن پھر تیسری مرتبہ عثمان کے پاس گیا اور پہلے والی بات کا تکرار کیا اور عثمان نے وہی جواب دیا۔ یہ سن کر عبد الرحمن نے عثمان کا ہاتھ پکڑ کر اسکی بیعت کر کے اسے عمر کے بعد خلیفہ انتخاب کر لیا۔

- اليعقوبي، أحمد بن أبي يعقوب بن جعفر بن وهب بن واضح (متوفي292هـ)، تاريخ اليعقوبي، ج 2، ص 162، ناشر: دار صادر - بيروت۔

محترم انجینئر صاحب امام احمد ابن حنبل نے بھی اپنی مسند میں صحیح سند سے عبد الرحمن ابن عوف کی زبان سے ایسے نقل کیا ہے:

عن أبي وائل قال قلت لعبد الرحمن بن عوف كيف بايعتم عثمان وتركتم عليا رضي الله عنه قال ما ذنبي قد بدأت بعلي فقلت أبايعك علي كتاب الله وسنة رسوله وسيرة أبي بكر وعمر رضي الله عنهما قال فقال فيما استطعت قال ثم عرضتها علي عثمان رضي الله عنه فقبلها۔

ابو وائل کہتا ہے میں نے عبد الرحمن ابن عوف سے کہا: کیا ہوا ہے کہ عثمان کی بیعت ہو گئی ہے اور علی کی بیعت نہیں ہوئی؟

عبد الرحمن نے کہا: اس میں میرا کیا قصور ہے، میں نے تو علیؑ سے کہا تھا کہ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ تم کتاب خدا، سنت رسولؐ اور سنت ابو بکر و عمر پر عمل کرو، علیؑ نے فرمایا:

جو میں کر سکا اس حد تک کروں گا، یہی بات و شرط میں نے عثمان کو بتائی تو اس نے فورا قبول کر لیا۔

یعنی امام علیؑ کی بات کا یہ معنی ہے کہ کتاب خدا اور سنت مصطفی میں کوئی کمی و نقص نہیں ہے کہ جو دوسروں کی سیرت کو بھی انکے ساتھ ملایا جائے، یعنی میں ابو بکر و عمر کی سیرت کو شرعی نہیں سمجھتا کہ اسے اسلام کا حصہ بناؤں!

- الشيباني، أحمد بن حنبل أبو عبدالله (متوفي241هـ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج 1، ص 75 ، ناشر: مؤسسة قرطبة – مصر

اس طرح کی بہت سی مثالیں سنی کتب میں مذکور ہیں لیکن ہم صرف ان چند نمونوں پر ہی اکتفاء کرتا ہوں۔

اب ان مذکورہ اہل سنت احادیث و روایات کی روشنی میں با ضمیر اور علمی بصیرت رکھنے والے افراد سے سوال ہے کہ

یہ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے کہ لفظ « فلان » سے مراد، عمر ہے، حالانکہ امام علیؑ، عمر کی سنت پر عمل کرنا تو دور کی بات، وہ حضرت تو اسکی سیرت کو شرعی و دینی ہی نہیں سمجھتے اور حتی وہ تو عمر کی شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے ؟!

کیسے تعریف کے یہ الفاظ « قوم الأود، داوي العمد، أقام السنة، خلفه الفتنة، نقي الثوب، قليل العيب و۔۔۔ » صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور عمر کے بارے میں الفاظ: جھوٹا، مکار، خیانت کار، گناہ گار، ظالم، ستمگر، فاجر، سختگیر و۔۔۔ کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں ؟

کیا ممکن ہے کہ امام علیؑ جیسا فصیح و بلیغ انسان ایک ہی شخص کے بارے میں ایسی متضاد و مخالف صفات کو ذکر کرے؟

چلیں جی انجینئر صاحب آخر میں اب اسی کتاب سے حوالے پیش کر کے حجت تمام کر دوں جسے پیش کر کے آپ نے اپنے اجداد کا ایک بار پھر سے ناکام دفاع کیا ہے۔

یعنی نہج البلاغہ سے۔۔

1- امام علیؑ نے نہج البلاغہ کے خطبہ 2 میں خلافت کو اہل بیت کا حق قرار دیا ہے اور غاصبان خلافت کی طرف اشارہ کیا ہے:

و منها يعني آل النبي عليه الصلاة و السلام
هم موضع سرّه، و لجأ أمره، و عيبة علمه، و موئل حكمه، و كهوف كتبه، و جبال دينه، بهم أقام انحناء ظهره، و أذهب ارتعاد فرائصه،
و منها يعني قوما آخرين
زرعوا الفجور، و سقوه الغرور، و حصدوا الثّبور، لا يقاس بآل محمّد صلّي الله عليه و آله من هذه الأمّة أحد، و لا يسوّي بهم من جرت نعمتهم عليه أبدا: هم أساس الدّين، و عماد اليقين۔
إليهم يفيء الغالي، و بهم يلحق التّالي۔ و لهم خصائص حقّ الولاية، و فيهم الوصيّة و الوراثة، الآن إذ رجع الحقّ إلي أهله، و نقل إلي منتقله

ترجمہ: آل پیغمبر ﷺ: وہ خداوند کے اسرار کی جگہ، اسکے فرمان کی پناہ گاہ، اسکے علم کے ظرف، اسکے احکام کا مقام، اسکی کتب کی پناہ گاہ ہیں اور اسکے دین کے مستحکم پہاڑ ہیں، خداوند نے انہی کے ذریعے سے دین کے ٹیڑے پن کو سیدھا کیا اور دین میں ڈر و خوف کو ختم کیا ہے۔ آل محمد دین کی اساس و بنیاد ہیں

دشمنان اسلام کے بارے میں فرمایا:

انہوں نے ظلم و ستم کا بیج بویا ہے، اور دھوکے و فریب کے پانی سے اسکی آبیاری کی ہے، پھر اسی بیج سے بد بختی اور نابودی کی فصل کو کاٹا ہے، اس امت میں کسی کا بھی آل محمد کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔

وہ جو آل محمدؑ کے دستر خوان سے ریزہ خواری کرتے ہیں، وہ کبھی بھی انکے برابر نہیں ہو سکتے، آل محمد دین کی بنیاد اور یقین کے ارکان ہیں۔

غلو کرنے والے کو انکی طرف پلٹنا چاہیے، اور پیچھے رہنے والے کو ان سے ملحق ہونا چاہیے، ولایت و حکومت کی صفات ان میں پائی جاتی ہیں، رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت اور اسکی میراث انہی کے پاس ہے، آخر کار ابھی حق اپنے حقدار کے پاس پلٹ کر آیا ہے اور حق جس جگہ سے منتقل ہوا تھا، وہاں واپس آ گیا ہے۔

2- حضرت امیرؑ نے خطبہ سوم میں صراحت کے ساتھ اپنے سے پہلے والے خلفاء پر اعتراض کیا ہے اور ان سب کو غاصب شمار کیا ہے اور اپنی حکومت کے مخالفین پر بھی اعتراض کیا ہے:

أما و الله لقد تقمّصهافلان و إنّه ليعلم أنّ محلّي منها محلّ القطب من الرّحا۔ ينحدر عنّي السّيل، و لا يرقي إليّ الطّير، فسدلت دونها ثوبا، و طويت عنها كشحا۔ و طفقت أرتئي بين أن أصول بيد جذّاء، أو أصبر علي طخية عمياء، يهرم فيها الكبير، و يشيب فيها الصّغير، و يكدح فيها مؤمن حتّي يلقي ربّه

ترجيح الصبر

فرأيت أنّ الصّبر علي هاتا أحجي، فصبرت و في العين قذي، و في الخلق شجا، أري تراثي نهبا، حتّي مضي الأوّل لسبيله، فأدلي بها إلي فلان بعده۔

ثم تمثل بقول الأعشي:

شتّان ما يومي علي كورها و يوم حيّان أخي جابر

فيا عجبا بينا هو يستقيلها في حياته إذ عقدها لآخر بعد وفاته- لشدّ ما تشطّرا ضرعيها- فصيّرها في حوزة خشناء يغلظ كلمها، و يخشن مسّها، و

يكثر العثار فيها، و الاعتذار منها، فصاحبها كراكب الصّعبةإن أشنق لها خرم، و إن أسلس لها تقحّم، قمني النّاس- لعمر الله- بخبط و شماس، و تلوّن و اعتراض، فصبرت علي طول المدّة، و شدّة المحنة، حتّي إذا مضي لسبيله جعلها في جماعة زعم أنّي أحدهم، فيا لله و للشّوري متي اعترض الرّيب فيّ مع الأوّل منهم، حتّي صرت أقرن إلي هذه النّظائر لكنّي أسففت إذ أسفّوا، و طرت إذ طاروا، فصغا رجل منهم لضغنه، و مال الآخر لصهره، مع هن و هن، إلي أن قام ثالث القوم نافجا حضنيه، بين نثيله و معتلفه، و قام معه بنو أبيه يخضمون مال الله خضمة الإبل نبتة الرّبيع، إلي أن انتكث عليه فتله، و أجهز عليه عمله، و كبت به بطنته

مبايعة علي

فما راعني إلّا و النّاس كعرف الضّبع إليّ، ينثالون عليّ من كلّ جانب، حتّي لقد وطي ء الحسنان، و شقّ عطفاي، مجتمعين حولي كربيضة الغنم۔ فلمّا نهضت بالأمر نكثت طائفة، و مرقت أخري، و قسط آخرون: كأنّهم لم يسمعوا الله سبحانه يقول: «تلك الدّار الآخرة نجعلها للّذين لا يريدون علوّا في الأرض و لا فسادا، و العاقبة للمتّقين» بلي و الله لقد سمعوها و وعوها، و لكنّهم حليت الدّنيا في أعينهم، وراقهم زبرجها أما و الّذي فلق الحبّة، و برأ النّسمة، لو لا حضور الحاضر، و قيام الحجّة بوجود النّاصر، و ما أخذ الله علي العلماء ألّا يقارّوا علي كظّة ظالم، و لا سغب مظلوم، لألقيت حبلها علي غاربها، و لسقيت آخرها بكأس أوّلها، و لألفيتم دنياكم هذه أزهد عندي من عفطة عنز

ترجمہ: خدا کی قسم اس (ابو بکر) نے لباس خلافت کو پہن لیا، حالانکہ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا میری حیثیت حکومت اسلامی میں ایسے ہے جیسے چکی میں گھومانے والی لکڑی و محور کی ہوتی ہے، (وہ جانتا تھا کہ) میرے وجود کی بلندیوں سے علم و فضیلت کے چشمے پوٹھتے ہیں اور بلند پرواز پرندے میرے بلند افکار تک پرواز نہیں کر سکتے، پس میں نے خلافت کے لباس کو چھوڑ دیا اور اپنے دامن کو اس سے الگ کر لیا ہے، اس حالت میں کہ اس سوچ میں تھا کہ بے یار و مددگار تنہا اپنے حق کے لیے قیام کروں اور یا تو اس تاریک و ظلمانی حالات پر صبر کروں کہ یہ ایسے حالات تھے کہ جس میں (غم و غصے سے) بڑے، بوڑھے اور جوان، بڑے ہو جاتے ہیں، آخر کار میں بردباری و صبر کرنے میں ہی عقل مندی دیکھی، لہذا میں نے ایسے

صبر کیا کہ جیسے میری آنکھ میں کانٹا ہو اور گلے میں ہڈی پھنسی ہو، میں اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لوٹتا دیکھتا رہا، یہاں تک کہ پہلا (ابو بکر) گزر گیا (مر گیا)، اس نے اپنے بعد خلافت کو ابن خطاب کے حوالے کر دیا، حیرت انگیز ہے کہ وہ (ابو بکر) اپنی زندگی میں (میرے ہونے کیوجہ سے) لوگوں سے یہی کہتا رہا کہ خلافت کو مجھ سے دور کر لو، اسکے باوجود مرتے وقت وہ خلافت کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے گیا، کتنا عجیب ہے کہ ان دونوں (ابو بکر و عمر) باری باری خلافت سے فائدے اٹھائے۔

اس (ابو بکر) نے خلافت کے ایسے شخص کے حوالے کر دیا کہ جو بد اخلاق، تند خو، سختگیر تھا، وہ ایسے شتر سوار کی مانند تھا کہ اگر لگام کو زور سے کھینچے تو اسکی ناک زخمی ہو جاتی اور اگر لگام کو ڈھیلا چھوڑے تو اسکو زمین پر گرا دیتا۔

خدا کی قسم لوگ عجیب و غریب مصیبت میں مبتلا ہو چکے تھے اور اس طولانی مدت میں میرے پاس بھی صبر کرنے کے سوا کوئی چارا نہیں تھا، آخر کار وہ (عمر) بھی جاتا رہا اور خلافت کو شورا کے حوالے کر گیا، اپنے گمان کے مطابق مجھے شورا میں قرار دے گیا، میں اس شورا سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، میں پہلے ہی کب انکے پہلے شخص کی مانند تھا کہ اب مجھے اس شورا میں موجود افراد کے برابر لا کھڑا کیا ہے، لیکن اسکے باوجود بھی میں نے تحمل کا مظاہرہ کیا اور انکے ساتھ شورا میں بیٹھ گیا، شورا میں موجود بعض افراد نے کینے کیوجہ سے مجھ سے منہ موڑ لیا اور بعض نے رشتے داری کو حق و حقیقت پر ترجیح دی، آخر کار تیسرا بھی آگے آیا (یعنی عثمان خلیفہ بنا دیا گیا) وہ بھی زیادہ کھانے والے اور بڑے پیٹ والے اونٹ کی طرح تھا کہ جسکا کام صرف بیت المال کو جمع کرنا اور کھانا تھا، اسکے والد کے رشتے دار بھی اس (عثمان) کے ساتھ مل گئے، وہ بھی بھوکے اونٹ کی طرح کہ جو گھاس پر ٹوٹ کر پڑتے ہیں، انہوں نے اموال خدا کو کھانے کے لیے آستینوں کو اوپر کر لیا۔

آخر کار اسکے اپنی خلافت کے ارکان کو مستحکم کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں اور اسکی بد کرداری نے اسکے کام کو خراب کر دیا اور اسکا سب مال و ثروت نابود ہو گیا۔ پھر ایک فراوان ہجوم نے مجھے خلافت کو قبول کرنے کے لیے مجبور کیا، ان سب نے مجھے ہر طرف سے گھیر اہوا تھا، رش کی یہ حالت تھی کہ نزدیک تھا کہ میرے دونوں نور چشم میرے بچے، رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار حسن و حسین پاؤں تلے روندے جاتے، اس رش کے دھکوں سے میرے دونوں پہلوؤں پر بھی زور پڑا، میری عبا دونوں طرف سے پھٹ گئی، لوگوں نے بھیڑوں کی طرح مجھے اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا، لیکن اسکے باوجود بھی جب میں نے خلافت کو قبول کر لیا، بعض نے بیعت شکنی کی، بعض نے میری بیعت و اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اور دین سے خارج ہو گئے، بعض نے دنیا طلبی اور خلافت و ریاست کے لیے حق سے منہ موڑ لیا (جنگ صفین کو وجود میں لائے) گویا انہوں نے خداوند کے فرمان کو سنا ہی نہیں تھا کہ: میں نے آخرت کو انکے لیے قرار دیا ہے کہ جو زمین پر اہل فساد اور سرکشی کرنے والے نہ ہوں۔۔۔۔ سورہ قصص آیت 83

انہوں نے اچھی طرح سے اس آیت کو سنا تھا اور حفظ بھی کیا تھا لیکن دنیا کی زرق و برق کے دھوکے میں آ گئے تھے۔

آگاہ ہو جاؤ اس خدا کی قسم کہ جس نے دانے میں شگاف ایجاد کیا ہے اور انسان کو خلق کیا ہے، اگر اتنا ہجوم میرے پاس حاضر نہ ہوتا اور مدد کرنے والوں کے ذریعے سے میرے لیے اتمام حجت نہ ہوئی ہوتی اور اگر خداوند نے علماء سے عہد نہ لیا ہوتا کہ ظالمین کی شکم پری اور مظلومین کی بھوک پر سکوت نہ کریں تو میں خلافت کے اونٹ کی لگام کو آزاد چھوڑ دیتا اور اس سے منہ موڑ لیتا اور پھر تم لوگ اچھی طرح سے جان لیتے کہ تمہاری یہ دنیا اپنی تمام تر

رنگینیوں کے ساتھ میری نظر میں بکری کی ناک سے نکلنے والے پانی سے بھی زیادہ حقیر و پست ہے۔

3-چھٹے خطبہ میں رسولؐ خدا ﷺ کی وفات کے بعد سے لے کر اپنی حکومت آنے تک اپنے حق کے غصب ہونے پر تاکید فرمائی ہے:

فو الله ما زلت مدفوعا عن حقّي، مستأثرا عليّ، منذ قبض الله نبيّه صلّي الله عليه و سلّم حتّي يوم النّاس هذا۔

خدا کی قسم رسولؐ خدا ﷺ کی وفات سے لے کر اب تک میں اپنے حق سے محروم رہا ہوں اور دوسروں کو ناجائز طریقوں سے مجھ پر مقدم کیا جاتا رہا ہے۔

4-حضرت امیرؑ نے خطبہ 73 میں حکومت کے لیے اپنے آپکو سب سے مناسب اور حکومت کو اپنا حق قرار دیا ہے:

لقد علمتم أنّي أحقّ النّاس بها من غيري، و و الله لأسلمنّ ما سلمت أمور المسلمين، و لم يكن فيها جور إلّا عليّ خاصّة، التماسا لأجر ذلك و فضله، و زهدا فيما تنافستموه من زخرفه و زبرجه

تم بہتر جانتے ہو کہ میں خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہوں اور خدا کی قسم مسلمین کے حالات بہتر ہونے تک اور اپنے علاوہ کسی دوسرے پر ظلم نہ ہونے تک میں ایسے ہی چپ رہوں گا اور یہ کام میں خداوند سے اجر و ثواب لینے کے لیے کروں گا۔

5-خطبہ 150 میں فرمایا: جب رسولؐ خدا ﷺ دنیا سے گئے تو بعض لوگ دین سے خارج ہو کر انکے اہل بیت سے دور ہو گئے۔

في الضلال

منها: و طال الأمد بهم ليستكملوا الخزي، و يستوجبوا الغير ، حتّي إذا اخلولق الأجل ، و استراح قوم إلي الفتن، و أشالوا عن لقاح حربهم، لم يمنّعوا علي الله بالصّبر، و لم يستعظموا بذل أنفسهم في الحقّ، حتّي إذا

وافق وارد القضاء انقطاع مدّة البلاء، حملوا بصائرهم علي أسيافهم ، و دانوا لربّهم بأمر واعظهم، حتّي إذا قبض الله رسولّه صلّي الله عليه و آله، رجع قوم علي الأعقاب، و غالتهم السّبل، و اتّكلوا علي الولائج ، و وصلوا غير الرّحم، و هجروا السّبب الّذي أمروا بمودّته، و نقلوا البناء عن رصّ أساسه، فبنوه في غير موضعه۔ معادن كلّ خطيئة، و أبواب كلّ ضارب في غمرة۔ قد ماروا في الحيرة، و ذهلوا في السّكرة، علي سنّة من آل فرعون: من منقطع إلي الدّنيا راكن، أو مفارق للدّين مباين۔

اس خطبے کا دوسرا حصے میں رسولؐ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گمراہ دشمنوں، بعض ضعیف ایمان اور بعض حقیقی مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ گروہ اول: انکو بہت طولانی مہلت دی گئی تا کہ اپنی رسوائی و ذلت کو انتہائی حد تک پہنچالیں تا کہ نعمتوں کے زائل ہونے کے مستحق ہو جائیں، یہاں تک کہ انکی موت کا وقت آن پہنچا۔ بعض ضعیف ایمان افراد آرام و آسائش کے لیے ان فتنوں کا ساتھ دینے لگے اور راہ حق میں جہاد کرنا ترک کر دیا۔

لیکن حقیقی مسلمان افراد نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور انہوں نے اپنے صبر و استقامت سے خداوند پر کوئی احسان نہیں کیا اور نہ ہی اس جانبازی کو بڑا شمار کیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے خداوند کی آزمائش کے حکم کو انجام دیا، انہوں نے معرفت و بصیرت کو اپنی شمشیروں پر اٹھایا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ خداوند نے اپنے رسولؐ کو اپنے پاس واپس بلا لیا، بعض لوگ زمانہ جاہلیت کی طرف واپس پلٹ گئے اور اختلاف و تفرقے نے انھیں ہلاک کر دیا اور انہوں نے غیر خدا پر بھروسہ کیا اور رسولؐ خدا کے اہل بیت کے علاوہ دوسروں سے ناطہ جوڑ لیا اور جس وسیلے سے انکو محبت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس سے انہوں نے منہ موڑ لیا، ایسے لوگ تمام برائیوں کی جڑ ہیں اور یہ تمام گمراہوں اور باطل عقیدے والوں کے راہنما ہیں، وہ سرگردانی میں غرق ہو گئے ہیں اور اپنی مستی میں دیوانہ وار آل فرعون کے طریقے پر چل پڑے ہیں۔ بعض دوسرے افراد صرف دنیاداری میں لگ گئے اور اسی پر اعتماد کرنے لگے اور یا وہ صاف واضح طور پر دین سے جدا ہو گئے۔

6- حضرت امیرؑ نے نہج البلاغہ میں اپنے سے پہلے خلفاء کو اہل شر قرار دیا ہے کہ جہنوں نے ہوائے نفس پر عمل کیا اور گمراہ ہوگئے:

فإن هذا الدين قد كان أسيرا في أيدي الأشرار يعمل فيه بالهوي و تطلب به الدنيا

بے شک یہ دین اہل شر لوگوں کے ہاتھوں میں اسیر تھا کہ اس میں وہ ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے تھے اور اس دین سے دنیا کو ہاتھ میں لاتے تھے۔

تحریر بہت طول پکڑ گئی یہی پر روکتے ہوئے انجینئر محمد علی مرزا اور ان جیسے دوسرے منافقین سے پوچھتا ہوں کہ اگر تم لوگ نہج البلاغہ کے ان خطبوں میں موجود الفاظ کو اپنے اجداد کے لیے حجت سمجھتے ہو تو پھر اوپر جو میں نے مزید خطبات پیش کیے ہیں ان کے بارمیں کیا رائے ہے ؟؟ کیا وہ بھی آپ حضرات کے لیے حجت ہوئے یا نہیں ؟

ایک بات اور وہ کہ لفظ « فلان » سے مراد عمر ہے، ہرگز اسکو قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس رائے پر کوئی دلیل نہیں اور ابن ابی الحدید کے کلام کی شیعوں کے لیے کوئی اہمیت نہیں ہے۔

دوسری بات کہ یہ رائے تاریخ اور شیعہ و سنی کی کتب میں موجود امیر المؤمنین علیؑ کے دوسرے کلمات کے ساتھ تضاد رکھتی ہے۔

امید کرتا ہوں کہ انجینئر صاحب۔۔ اس جواب کے بعد شرح صدر سے کام لیتے ہوئے رجوع فرمائیں گے اور مزید کسی بہتان اور قیاس سے شیعوں پر حملہ آور ہو کر اتحاد اتحاد کی رٹ لگانے سے گریزاں ہونگے۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

کیا انس بن مالک، محب اہل بیتؑ تھا؟

(انجینئر مرزا کو جواب)

ایک مومنہ کئی دنوں سے بضد ہیں کہ انجینئر محمد علی مرزا نے جو انس بن مالک کو سچا صحابی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور قبلہ مولانا شہنشاہ حسین نقوی کے رد پر جو ویڈیو بنائی ہے اس کا جواب ضرور دیں۔

اِن محترمہ کے ساتھ ساتھ اب کئی اور مومنین و مومنات نے بھی حکم دیا ہے کہ اس ویڈیو کا جواب دیں تو مجبوراً اس پر مختصر تحریر لکھ کر انجینئر مرزا کو دعوتِ رجوع کی لائف ٹائم آفر دے ہی ڈالوں۔

اول تو اگر انجینئر بھائی اپنی بنائی ہوئی ویڈیو تعصب کی عینک اتار کر خود دیکھ لیں تو اسی ویڈیو میں انس کی سچائی ان پر آشکار ہو جائے کیونکہ مرزا صاحب جو حدیث انس بن مالک کی شان میں بیان کر رہے ہیں وہ حدیث قطعی طور پر انس بن مالک کے دشمن اہل بیتؑ ہونے پر واضح دلیل ہے، حدیث کچھ یوں ہے۔۔

حدثني محمد بن الحسين بن إبراهيم، قال: حدثني حسين بن محمد، حدثنا جرير، عن محمد، عن انس بن مالك رضي الله عنه، اتي عبيد الله بن زياد، براس الحسين عليه السلام فجعل في طست فجعل ينكت، وقال: في حسنه شيئا، فقال انس:" كان اشبههم برسولّ الله صلى الله عليه وسلم وكان مخضوبا بالوسمة"۔

مجھ سے محمد بن حسین بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے حسین بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے محمد نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور ایک طشت میں رکھ دیا گیا تو وہ بدبخت اس پر لکڑی سے مارنے لگا اور آپ کے حسن اور خوبصورتی کے بارے

میں بھی کچھ کہا اس پر انس رضی اللہ عنہ نے کہا حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انہوں نے «وسمة۔» کا خضاب استعمال کر رکھا تھا۔

- صحيح البخاري، كِتَاب فَضَائِلِ الصحابة، 22۔ بَابُ مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ، حديث نمبر 3748:

توجناب یہ تھی وہ حدیث جسے انس بدبخت کی توصیف بیان کرنے کے لئے انجینئر صاحب نے پیش کیا تھا۔

کوئی بھی عام مسلمان اگر یہ حدیث پڑھے گا تو اس پر آشکار ہو جائے گا کہ انس بن مالک ان اصحاب میں سے ہے جنہوں نے امام حسینؑ کا ساتھ نہ دیا بلکہ درباری بن کر بنو امیہ کی غلامی کی۔

اگر وہ ابن زیاد ملعون کے دربار میں موجود ہے تو یہ اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ نہیں ورنہ وہ دربار میں نہیں بلکہ میدان کربلا میں ہوتا۔

اب اس حدیث پر مزید غور کریں کہ اس بدبخت نے ابن زیاد کی اس شرمناک حرکت پر نہ ہی کوئی احتجاج کیا اور نہ ہی اسے روکا بس ایک جملہ کہہ کر جان چھڑالی کہ امام حسینؑ رسولؐ اللہ سے زیادہ مشابہ تھے۔۔ تو بھائی جب اسے پتہ تھا کہ کون رسولؐ ﷺ کے مشابہ ہے تو اس نے اس قبیح حرکت پر ابن زیاد کو روکا کیوں نہیں۔۔ اگر روکا اور احتجاج کیا تو انجنیئر صاحب اپنی ہی کسی کتاب سے ہمیں دکھادیں۔۔؟؟؟

کیا انجنیئر صاحب اور انس بن مالک نے حدیث ثقلین کہ جسے حدیث تمسک بھی کہا جاتا ہے، پڑھی اور سنی نہیں تھی؟؟؟

احادیثِ صحیحہ جن کا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ بس ثقلین (اہل بیت و قرآن کی پیروی واجب ہے) معمولی درجہ کی حدیثیں نہیں بلکہ متواتر حدیثیں ہیں اور بیس سے زیادہ صحابیوں سے

بکثرت طریقوں سے مروی ہیں۔ اہلبیت کی پیروی کو واجب بتانے کے لیے ایک مرتبہ نہیں بارہا اور متعدد مواقع پر پیغمبر نے علی الاعلان کھلے لفظوں میں فرمایا۔

کبھی غدیر خم میں اعلان کیا۔ کبھی حج کے موقع پر عرفہ کے دن اعلان کیا کبھی طائف سے واپسی کے موقع پر اعلان کیا۔ ایک مرتبہ مدینہ میں بر سرِ منبر اعلان کیا پھر دوسری مرتبہ جب آپ بسترِ مرگ پر حجرہ میں تھے اور آپ کا حجرہ صحابیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! عنقریب تم سے رخصت ہونے والا ہوں۔ میں پہلے ہی تم سے سب کچھ کہہ سن چکا ہوں۔ پھر کہے دیتا ہوں کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنی عترت و اہلبیت۔"

پھر آپ نے امام علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور ارشاد فرمایا کہ:

دیکھو یہ علیؑ ہیں یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔

- ابن حجر کی صواعق محرقه باب ۹ فصل ۲ کی آخری سطریں۔۔

کیا انجینئر صاحب بتائیں گے کہ کیا انس بن مالک نے رسولؐ اللہ ﷺ سے حدیث سفینہ نوح نہیں سن رکھی تھی؟؟ کہ جس میں رسولؐ اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

آگاہ ہو اے لوگو! تم میں میرے اہل بیتؑ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے نوح کا سفینہ کہ جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہو گیا۔

- امام حاکم نے مستدرک جلد۳ صفحه ۱۵۱ پر بسلسله اسناد جناب ابوذر سے روایت کی ہے۔

کیا یہ حدیث بھی نہ سنی تھی۔۔

تمہارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لیے باب حطہ کی جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا۔

- طبرانی نے اوسط میں ابوسعید سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ نیز علامہ نبھانی کی کتاب اربعین کے صفحہ ۲۱۶ پر بھی موجود ہے

اچھا انجینئر صاحب یہ بتادیں کہ کیا انس بن مالک نامی صحابی نے یہ مشہور زمانہ حدیث بھی نہ سن رکھی تھی کہ جس میں سرکار فرماتے ہیں

ستارے زمین کے باشندوں کے لیے غرقابی سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لیے دینی معلومات میں اختلاف کے وقت امان ہیں پس اگر میرے اہلبیت کی مخالفت کوئی گروہ عرب کرے گا تو وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو کر ابلیس کی جماعت بن جائے گا۔

- جیسے امام حاکم نے مستدرک جلد۳ صفحہ ۱۴۹ پر ابن عباس سے روایت کی ہے اور دریافت کرنے کے بعد لکھا ہے، یہ حدیث صحیح ہے مگر شیخین نے درج نہیں کیا۔

کیا جواب ہے محترم انجینئر صاحب۔۔؟؟؟

جواب دیجئے یہ کچھ احادیث جو پیش کی ہیں کیا یہ اہل بیتؑ کی اطاعت میں وارد نہیں ہوئی ہیں؟؟؟ اگر نہیں ہوئیں تو ذرا ثابت کریں کہ کیسے نہیں ہوئیں ورنہ مانیں کہ انس بن مالک نے امام حسینؑ جو کہ اہل بیتؑ رسولؐ میں شامل ہیں ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ دنیا طلبی میں بنو امیہ کے پالتوں کتے بن کر اہل بیتؑ سے بغاوت کی۔۔ واقعہ کربلا میں موصوف کہاں تھے

؟؟؟اور بالفرض مان بھی لیں کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا تھا کہ امام حسینؑ کربلا چلے گئے ہیں تو کم از کم اس بخاری کی حدیث سے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ بعد میں انہیں معلوم ہو گیا تھا سر مبارک کو دیکھ کر۔۔ تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ انس نے کب کھلم کھلا یزید کی مخالفت کی؟؟ کب اس پر لعنت کی؟؟

آپ کیا آپ کے اچھے بھی نہیں بتا سکتے۔۔

چلیں لگے ہاتھوں اس بدبخت انس بن مالک کے مزید جرائم آپ کی کتابوں سے ہی آپ کے پیش خدمت کر دوں۔۔

جسے آپ اہل بیتؑ کا محب ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں ذرا اُس بدبخت کی امام علیؑ سے دشمنی بھی ملاحظہ فرمالیں اور ساتھ امام علی کی اس کے لیے بد دعا بھی جس کا اقرار آپ نے خود اپنی ویڈیو میں کیا ہے۔۔ ملاحظہ فرمائیں

جب مدینہ میں منافقین کی کثرت ہو گئی تھی اور وہ رسولؐ اسلامؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے تو رسولؐ اسلامؐ پہرہ دار رکھنے پر مجبور ہو گئے تھے تو ان پہرداروں میں سے ایک یہ انس بن مالک بھی تھا۔ اسی دوران خدا نے رسولؐ اسلامؐ کو بھنا ہوا پرندہ بھیجا اور رسولؐ اسلامؐ نے دعا کی جو تیرے نزدیک بہت پیارا ہے وہ میرے ساتھ آکر یہ تناول فرمائے، اس دعا کے بعد امیر المؤمنینؑ آئے تو انس بن مالک نے انہیں اندر داخل نہیں ہونے دیا اور آپؑ واپس چلے گئے، رسولؐ اسلامؐ نے پھر دعا کی تو دوبارہ امیر المؤمنینؑ آئے تو پھر اس نے انؑ کو روک دیا، تیسری مرتبہ پھر رسولؐ اسلامؐ نے دعا کی تو پھر امیر المؤمنینؑ تیسری مرتبہ آئے اور اس نے پھر امیر المؤمنینؑ کو روکا تو امیر المؤمنینؑ نے بلند آواز سے کہا کہ مجھے کیوں بار بار روک رہے ہو میں نے رسولؐ اسلامؐ سے ملنا ہے تو رسولؐ اسلامؐ نے انؑ کی آواز سنی اور انہیں اندر آنے کا کہا جس پر آپؑ اندر تشریف لے گئے تو رسولؐ اسلامؐ نے دیر سے آنے کا سبب پوچھا تو

آپؑ نے واضح کیا یہ انس بن مالک مجھے اندر نہیں آنے دے رہا تھا۔ تو رسولؐ اسلامؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے سبب بتایا کہ میں نے آپؐ کی دعا سن لی تھی جس پر میں نے سوچا کہ شاید میرا کوئی دوست یار شتہ دار وغیرہ آجائے تو آپؐ کی دعا اس کے حق میں ہو جائے گی۔

ارے رکیں رکیں ابھی تو ایک اور جرم کا پردہ فاش کرنا ہے۔۔

اس کا دوسرا کام یہ تھا کہ یہ امیر المؤمنینؑ کے زمانے میں کوفہ میں تھا ایک میدان میں امیر المؤمنینؑ کے پہلو میں بہت سارے لوگ جمع تھے اور غدیر خم کا تذکرہ ہوا تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ میں ہر اس شخص کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو اس وقت موجود تھا وہ کھڑا ہو کر گواہی دے، ان لوگوں کے سامنے کہ جو اس وقت وہاں موجود نہ تھے، بہت سارے لوگوں نے گواہیاں دیں مگر اس بدبخت انس بن مالک نے گواہی نہیں دی، تو امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ تم بھی غدیر خم کے موقع پر موجود تھے تو تم نے گواہی کیوں نہیں دی، جس پر اس نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور وہ واقعہ بھول چکا ہوں تو امیر المومنینؑ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ خدایا اگر یہ جھوٹ کہہ رہا ہے تو اس کو ایسے عیب سے معیوب کر جو اس کے عمامے سے پوشیدہ نہ ہو سکے تو فوراً اس کی پیشانی پر برص کا نشان آگیا جو کہ وہ عمامے سے چھپا نہیں سکتا تھا۔

لیجئے عربی متن بھی ملاحظہ فرمالیں۔۔

وذكر جماعة من شيوخنا البغداديين أنّ عدة من الصحابة والتابعين والمحدّثين كانوا منحرفين عن عليّ عليه السلام, قائلين فيه السوء, ومنهم من كتم مناقبه وأعان أعداءه ميلا مع الدنيا وإيثارا للعاجلة ؛ فمنهم أنس بن مالك، ناشد عليّ عليه السلام الناسَ في رَحَبة القصر. أو قال رحبة الجامع بالكوفة.: أيّكم سمع رسولَ الله صلى الله عليه يقول : (مَن كنت مولاه فعليّ مولاه) ؟ فقام اثنا عشر رجلا فشهدوا بها, وأنس بن مالك في

القوم لم يقم, فقال له : يا أنس, ما يمنعك أن تقوم فتشهد, ولقد حضرتَها ! فقال : يا أمير المؤمنين, كبرت ونسيت, فقال : اللّهم إن كان كاذبا فارمه بها بيضاء لا تواريها العمامة ۔ قال طلحة بن عمير : فو الله لقد رأيت الوَضَح به بعد ذلك أبيض بين عينيه

اور امام بلاذری بھی لکھتے ہیں۔۔

قال علي على المنبر : انشد (نشدت) الله رجلاً سمع رسولَ الله صلّى الله عليه يقول يوم غدير خم : اللهم وال من والاه وعاد من عاداه إلاّ قام فشهد. وتحت المنبر أنس بن مالك والبراء بن عازب وجرير بن عبد الله (البجلي). فأعادها فلم يجبه أحد ۔ فقال : اللهم من كتم هذه الشهادة وهو يعرفها فلا تخرجه من الدنيا حتى تجعل به آية يعرف بها ۔ قال : فبرص أنس وعمي البراء ورجع جرير أعرابياً بعد هجرته فأتى الشراة فمات في بيت أمّه

- أنساب الاشراف ، جلد 2 صفحه 156 ، حديث 169

اب کہیں گے ان روایات کی سند درست نہیں، ہیں نا۔۔؟؟ تو لیجئے وہ تمام اہل سنت کتابوں کے حوالہ جات جن جن میں انس بن مالک کے کرتوت بیان کئے گئے ہیں مع نام، جلد، صفحہ

- المعارف لابن قتيبة : 580 ۔
- تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر : 3 / 174 ۔
- شرح نهج البلاغة لابن ابي الحديد : 19 / 217, الاصل 317 ۔
- مسند أحمد : 1 / 119 ۔
- كنز العمال : ح36417 ۔
- تاريخ ابن كثير : 5 / 211 ۔
- الاعلاق النفسية لابن رسته : 221 ۔
- لطائف المعارف للثعالبي : 105 ۔
- حلية الاولياء لابن نعيم الاصفهاني : 5 / 26 ۔
- الصواعق المحرقة لابن حجر : 129 ۔
- ذخائر العقبى : 96

جی تو محترم علی مرزا بھائی۔۔اب کچھ سمجھ آیا یا نہیں؟؟

دیکھیئے آپ کو ایک مشورہ ہے۔یہ پھکی وکی۔یہ ادھر ادھر کی لفاظی آپ علماء اہل سنت کو جواب دیتے ہوئے کہا کریں۔۔شیعوں سے نہیں کیونکہ شیعہ جب بھی بات کرتا ہے دلیل سے کرتا ہے ناکہ لفظی پھکیوں سے۔۔

والسلام،ابوعبداللہ

دفاعِ ایمانِ حضرت ابو طالبؑ، کتب اہل سنت سے!

ایمان ابو طالبؑ پر زبان دراز مُلا اور جاہل و بے ایمان اُمتی اپنی ماں کی نجاست کا اعلان کرتے ہوئے آج بھی کہتا ہے کہ معاذ اللہ رسولؐ کے چچا جو کہ کفیلِ رسولؐ بھی ہیں وہ کافر تھے اور حالت ایمان میں دنیا سے رخصت نہیں ہوئے۔

جانتے ہیں قارئین کرام کہ یہ ناصبی جہنمی کتے آخر کیوں حضرت ابو طالب علیہ السلام پر بھونکتے ہیں ؟؟ کیونکہ ان کا اصل مسئلہ ابو طالب نہیں بلکہ ان کا بیٹا علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

یہ لوگ دراصل بغض علیؑ میں ابو طالب پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اپنی ولادتی نجاست میں غرق ہو کر ابو طالبؑ کو کافر قرار دینے میں رسولؐ خدا کے والدین کو بھی معاذ اللہ کافر و مشرک کہہ کر شان رسالت میں گستاخی سے بھی گریز نہیں کرتے۔۔

اور جس حدیث کو یہ لا کر اس قبیح کام کو انجام دیتے ہیں اس کا توچھٹا پٹھا میں آگے چل کر کھولوں گا پر ابھی تمہیدی طور پر تاریخ اسلام کی تین مظلوم ترین شخصیات کہ جن میں اول جناب ابو طالبؑ ہیں ان کے بارے میں آپ صاحبان ایمان کے سامنے کچھ گزارشات پیش کر دوں تا کہ ذہنوں پر یہ واضح ہو جائے کہ آخر جنابِ ابو طالب نے کھل کر اپنے ایمان کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا پھر مکمل طور پر ایمان ابو طالبؑ پر مدلل گفتگو شروع کروں گا۔

یاد رکھیں کہ دین خدا ہر مومن اور مومنہ سے قربانی چاہتا ہے یعنی ہر چیز کی ایک پرائز ہوتی ہے جنت اور اللہ کی رضا کی بھی ایک پرائز ہے، یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ قرآن کے ہیں یعنی سورہ توبہ کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے: اللہ نے خرید لیا مومنین سے اُن کا مال اور جان، جنت کے بدلے میں۔۔

اور دیکھا جائے تو سب سے بڑی قربانی عزت کی ہوتی ہے جو جان ومال سے کہیں بڑھ کر ہے ۔زندہ ہو اور طعنے سن رہے ہو۔ گالیاں سن رہے ہو اور سب برداشت کر رہے ہو فقط مرضی پروردگار کی خاطر۔۔

خاندان رسالت میں تین آدمی ایسے ہیں جنھوں نے اپنی عزت قربان کرکے اہل بیتؑ کو محفوظ کیا ہے،

پہلے کا نام ہے ابو طالبؑ

اگر ایمان کا اظہار کر کے مسلمان مشہور ہو جاتے تو جو وہ رسولؐ اللہ کو پروٹیکشن دے رہے تھے وہ نہ دے پاتے۔اس وقت کفار مکہ اسی تذبب میں تھے کہ ابو طالب ہے تو ہمارے جیسا اور یہ رسولؐ کو پناہ دیا ہوا ہے تو آخر کیسے اس کو نقصان پہنچائیں۔المختصر کہ حکیم بطحا جناب ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ کر مشرکین مکہ کی مکاریوں سے رسولؐ خدا کو محفوظ رکھا۔

دوسری بڑی شخصیت ہے حضرت محمد حنفیہ کی۔۔

کربلا کے واقعہ کے بعد یزیدیت کی ساری توجہ امام سجادؑ کی طرف تھی کہ اب یہ امام ہے، لیکن محمد حنفیہ نے اعلان کر دیا کہ میں امام ہوں، اب یزید بڑا خوش ہوا کہ خاندان میں ہی پھوٹ پڑ گئی یعنی سجاد کے مقابلے میں مجھے آنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے مقابلے میں تو خود اس کا چچا آ گیا ہے تو ایسے محمد حنفیہ نے یزید کی ساری توجہ اپنی طرف مرکوز کر لی تا کہ امام سجادؑ محفوظ ہو جائیں۔اور بھرپور انداز میں عزاداری سید الشہدا برپا کریں اور امامت کا کام جاری رکھیں۔

اور تیسری شخصیت جعفر تواب کی جو جھوٹے دعویٰ امامت کی وجہ سے تاریخ میں کذاب مشہور ہوئے۔

تو مومنین و مومنات جب گیارہویں امام کو جو زہر دے کر شہید کیا گیا تو اس سے ایک دن پہلے خلیفہ نے مکمل تسلی کی کہ گیارہویں امام کی کوئی اولاد تو نہیں، گھر میں خواتین بھیجی گئیں کہ یہ دیکھو کہ کہیں گھر میں کوئی اور عورت تو حاملہ نہیں کیونکہ سب نے سن رکھا تھا کہ جب بارہواں آئے گا تو ظالمین کا خاتمہ کرے گا تو دیکھا جائے کسی عورت میں پیدائش کے آثار تو نہیں ۔۔ اسی وجہ سے دسویں امام نے بی بی نرجس خاتون کو گھر میں رکھا ہی نہیں، انہیں گھر کے بیسمنٹ میں اس طرح رکھا کہ ولادت امام مہدی کے وقت بی بی کو سامنے کے دروازے سے بھی اندر نہ بلایا گیا بلکہ حکیمہ خاتون کے گھر کے اندر ہی اندر سے بلایا گیا اور جیسے ہی آئیں ویسے ہی فوراً بیسمنٹ میں بھیج دیا گیا اور ساری زندگی وہاں رہیں اور وہیں انتقال ہوا۔ تو امام مہدی کو محفوظ رکھنے کے لئے جعفر تواب نے بارہواں امام ہونے کا دعویٰ کیا اور خلیفہ کو یقین دلانے کے لیئے اس سے ملاقاتیں بھی کرتے تھے اور اس سے پیسے بھی لیتے تھے تاکہ اسے یقین آجائے کہ یہ وہ والا بارہواں تو ہے نہیں جس کے بارے میں رسولؐ کہہ گئے اور خلیفہ کو اس سے کوئی خطرہ ہو

یعنی یہ تو خلیفہ سے تعلقات بناتا ہے ہر وقت دربار میں آتا جاتا ہے اور یہ سلسلہ تقریباً دس سال تک چلتا رہا کہ جعفر بارہواں امام ہے، بہت سے شیعہ بھی ان کو امام ماننے لگے کہ دسویں کے بیٹے ہیں گیارویں کے بھائی ہیں۔ اور جعفر تواب نے کہا کہ میرا بڑا بھائی لاولد تھا اور اس کی کوئی اولاد نہیں، ساری اٹینشن اپنی طرف کروالی، دس سال گزر گئے اور خلیفہ بھی مر گیا پھر انہوں نے بتایا کہ اصل امام کون ہے اور یہ میں نے دعویٰ کیوں کیا۔۔

تو یہ تھا مختصر تعارف کہ جناب ابو طالبؑ نے کیوں اپنے ایمان کو مشرکین مکہ سے مخفی رکھا، آخر کیا حکمت تھی اور جناب ابو طالبؑ کی طرح اور کون سی شخصیات تھیں جنہوں نے اپنے جد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی عزت و آبرو دفاعِ امامت میں قربان کر دی۔۔

اب آگے بڑھتے ہوئے ایمان ابو طالب کا دفاع کرتے ہوئے ناصبیوں کا کلیجہ چھلنی کرتا ہوں۔۔یا علیؑ مدد

محترم قارئین جو شخص بھی تعصب کو ایک طرف رکھ کر غیر جانبداری کے ساتھ جنابِ ابو طالب کی حیات، رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ کی عظیم قربانیوں اور تحفظِ اسلام کے لیے آپ کے اخلاص، جاں نثاری اور فداکاری کا مطالعہ کرے' وہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ یہ سیرت، یہ قربانیاں اور یہ جذبات کسی غیر مؤمن کے نہیں ہوسکتے۔ لیکن ان جاہل امتیوں کا کیا جن کا ایمان تو کجا ان کی پیدائش بھی مشکوک ہے۔ جو کبھی رسولؐ کو اپنا جیسا کہہ کر شان رسالت میں گستاخی کرتے ہیں تو کبھی یہ کہہ کر کہ معاذاللہ ثم معاذاللہ کہ رسولؐ اکرمؑ کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا۔۔اور نا جانے کتنے خرافات " صحیح "کا ٹائٹل دے کر لطائف بخاری و مسلم وغیرہ میں درج ہیں۔

تو اسی مبینہ صحیح سے ایک روایت جو ہر ناصبی بغض علیؑ میں جناب ابو طالبؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ضرور پیش کرتا ہے وہ حدیث ضَحضاح کہلاتی ہے جس کا متن کچھ یوں ہے کہ

ایک شخص نے رسولؐ خدا ﷺ کے پاس ابو طالبؑ کو یاد کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میری شفاعت قیامت کے روز ان کے لئے مفید ہو، وہ آگ کے ذریعے ابلے ہوئے پانی میں قرار پائیں گے اور پانی ان کے ٹخنوں تک پہنچے گا اور وہاں سے ان کے مغز تک کو ابال دے گا!

حدیث ضحضاح کے بارے میں جتنی بھی روایاتِ اہل سنت ہیں ان سب میں روای مغیرہ بن شعبہ ہے جو اہل بیتؑ رسولؐ کا کھلا دشمن تھا۔ جس کے بارے میں کتب اہل سنت میں روایت ہے کہ ایک دفعہ اس نے شراب نوشی کی اور جب نشہ چڑھ گیا تو کسی نے پوچھا: بنو

ہاشم کی امامت کے بارے میں تمہاری کیارائے ہے تواس نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی بھی کسی ہاشمی کے لئے خیر وخوبی نہیں چاہتا؛ مغیرہ علاوہ ازیں فاسق شخص تھا۔

یہی وہ مغیرہ ہے جس کے بارے میں امام ابن اثیر حدیث نقل کرتے ہیں کہ

رسولؐ خدا ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں فرمایا قبیلہ ثقیف سے ایک جھوٹا اور قاتل شخص بر آمد ہو گا۔

- ابن كثير، البداية والنهاية ، جلد6 ،صفحه265۔

اہل سنت عالم ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ محدثین ومفسرین کا کہنا ہے کہ حدیث ضحضاح کو سب نے ایک ہی شخص سے نقل کیا ہے اور وہ شخص مغیرہ بن شعبہ ہے جس کا بغض بنو ہاشم بالخصوص علی علیہ السلام کی نسبت مشہور و معلوم ہے اور اس کا قصۂ زنا اور اس کا فسق ایک غیر مخفی امر ہے۔

- ابن ابی الحدید، شرح نهج البلاغه، جلد14 صفحه70

امام ابن عساکر مغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں

معاویہ نے بغاوت کا علم اٹھایا اور علیؑ کے درمیان جنگ چھڑی تو مغیرہ نے حج کے موقع پر لوگوں کو معاویہ کی اطاعت گزاری کی دعوت دی۔

- ابن عساكر، تاريخ دمشق ،جلد43 ،صفحه60

امام حلبی سیرہ حلبیہ میں لکھتے ہیں:

اس نے ایک ہزار عورتوں سے زنا کیا۔

- علي بن برهان الدين الحلبي، السيرة الحلبية ، جلد3،صفحه15

اہل سنت عالم ابن ابی الحدید نے کئی مقامات پر اس ملعون کا تذکرہ کیا ہے، کچھ ملاحظہ فرمائیں

علیؑ نے مغیرہ کے بارے میں فرمایا

وہ ایسا شخص ہے جو حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیتا ہے اور فرمایا: اس کے اسلام لانے کا سبب فسق و فجور تھا اور وہ حیلت و مکاری جو اس نے اپنی قوم کے افراد کے ساتھ روا رکھی تھی؛ وہ انہیں قتل کرنے کے بعد فرار ہو کر مدینہ پہنچا اور اسلام کا اظہار کیا۔

- ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغه ج4 ص80

مغیرہ کی زناکاری کی روایت بھی مشہور ہے

- ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغه، ج4 ص69

تو یہ حقیقت ہے اس حدیث کے راوی کی جس میں ایمان ابو طالب پر سوال اٹھائے گئے وہ روای جوزانی، شرابی، مکار اور فسخ و فجور میں خود اہل سنت کے ہاں مشہور ہے نجانے پھر ایسے ملعون سے بخاری و مسلم میں حدیث لینے کی کیا ضرورت تھی جو اسلام اور اہل بیؑت کا کھلا ہوا دشمن تھا۔۔ اس کا جواب ہمیں اہل سنت دیں۔

ایک انتہائی اہم نقطہ جو اس حدیث کو بنا رجال کے ہی رد کرنے کے لئے کافی ہے بلکہ وہ تمام روایات جو صحیحین میں جناب ابو طالبؑ کی شان اقدس میں گستاخی پر درج ہیں ان میں ایک بات کامن ہے اور وہ یہ کہ رسولؐ اکرم ﷺ نے بارہا کہا کہ میری شفاعت سے اُن کے عذاب میں تخفیف ہو گی جبکہ اہل سنت اور اہل تشیع کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسولؐ اللہ کی شفاعت کسی مشرک و کافر کو قطعاً نصیب نہیں ہو گی، شفاعت امت کے گناہ گاروں سے مخصوص ہے۔

تو اب ہمیں اہل سنت بتائیں کہ اگر رسولؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت ابو طالبؑ کے لیے شفاعت طلب کی جیسا کہ لکھا گیا ہے تو پھر وہ کافر و مشرک کیسے ہوئے ؟؟

یا تو یہ مانو کہ نعوذ باللہ رسولؐ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے غلطی ہوئی اور خود کافر ہو جاؤ یا پھر تمہیں ماننا پڑے گا کہ ابو طالبؑ حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

اب ذرا رسولؐ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا ام المومنین حضرت خدیجہؑ سے جو جناب ابو طالبؑ نے نکاح پڑھایا اس کا متن پیش خدمت ہے

اہل سنت امام زرقانی لکھتے ہیں:

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان میں پیدا فرمایا اور اپنے گھر (کعبہ) کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا اور ہم کو علم و حکمت والا گھر اور امن والا حرم عطا فرمایا اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔

یہ میرے بھائی کا فرزند محمد بن عبد اللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھا ہوا ہی رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ شخص ہے جس کے ساتھ میری قرابت اور قربت و محبت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔

- زرقانی علی المواهب، جلد۱ ص۲۰۱

اب یہاں کچھ تذکرہ ان عالم اہل سنت کا بھی کر دوں کہ جن کے بارے میں امام ذہبی نے تذکرہ "طبقات المفسرین" میں کیا ہے اور امام سیوطی ان کو لغت و نحو کے ائمہ میں شمار کرتے ہیں یعنی امام راغب اصفہانی۔۔

ابو لقاسم راغب اصفہانی نے محاضرات الادباء میں لکھا:

وقال سفيان بن عيينة من أبغض أبا طالب فهو كافر فقيل لمه قال لأن النبي كان يحبه ولذلك قال الله تعالى «إنك لا تهدي من أحببت» ومن أبغض من يحبه رسولﷺ الله فهو كافر ۔

سفیان ابن عیینہ نے کہا: جو ابو طالبؑ کو دشمن رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ ان سے سوال کیا گیا اس بات کی دلیل لیا ہے؟

جواب میں کہا: اس لئے کہ رسولؐ خدا ﷺ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اسی لئے خداوند متعال نے فرمایا ہے

تم جسے دوست رکھتے ہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ اور جو اس شخص کو دشمن رکھے جسے رسولؐ خدا ﷺ دوست رکھیں، کافر ہے۔

- محاضرات الادباء، جلد 4 ، صفحه 480

اب کچھ سید البطحا جناب ابو طالب علیہ السلا کا کلام کتب اہل سنت سے پیش کر رہا ہوں اور غیر متعصب مسلمانوں کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ وہ اس کلام کو بغور پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ کیا کفیل رسولؐ، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کافر ہو سکتا ہے!

امام ابن ہشام اپنی کتاب سیرۃ النبوۃ میں حضرت ابو طالبؑ کا کلام نقل کرتے ہیں

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا نَبِيا كمُوسَى خُطَّ فِي أَوَّلِ الْكتُبِ وَأَنَّ عَلَيهِ فِي الْعِبَادِ مَحَبَّةً وَلَا خَيرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللَّهُ بِالْحُبِّ

ترجمہ: کیا نہیں جانتے؟ ہم نے حضرت محمدؐ کو حضرت موسیٰؑ کی طرح پیغمبر پایا اور ان کا نام اور ان کی نشانی آسمانی کتابوں میں آیا ہے، خدا کی مخلوقات کو ان سے ایک خاص محبت ہے، اور جس کی محبت خدا نے لوگوں کے دلوں میں ودیعت کی ہے اس پر ستم روا نہیں کیا جا سکتا۔

- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دارالمعرفه، ج۱، ص۳۵۲

ابن ابی الحدید نے اپنی کتاب میں حضرت ابوطالبؑ کا یہ کلام پیش کرتا ہے

انّي علي دين النّبيّ احمد
يا شاهد الله عليّ فاشهد
من ضلّ في الدّين فانّي مهتد

اے گواہو! تم گواہ رہو کہ میں رسولؐ خدا احمد کے دین پر ثابت قدم ہوں، اور ہر گز اس دین کو نہیں چھوڑوں گا، کیونکہ میری اس دین کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔

- ابن ابی الحدید، وفات: 656، شرح نهج البلاغه ج2ص278

ناصبین دیکھ لیں کہ کس طرح ابوطالبؑ تجدید ایمان فرما رہے۔۔

خیر آگے چلتے ہیں

امام ابویعلی اپنی مسند میں یہ روایت نقل کرتے ہیں جس کے اسناد کو قوی لکھا ہے:

ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: جَاءَتْ قُرَيْشٌ إِلَى أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا: إِنَّ ابْنَ أَخِيكَ يُؤْذِينَا فِي نَادِينَا، وَفِي مَسْجِدِنَا، فَانْهَهُ عَنْ أَذَانَا، فَقَالَ: يَا عَقِيلُ: ائْتِنِي بِمُحَمَّدٍ، فَذَهَبْتُ فَأَتَيْتُهُ بِهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، إِنَّ بَنِي عَمِّكَ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ تُؤْذِيهِمْ فِي نَادِيهِمْ، وَفِي مَسْجِدِهِمْ، فَانْتَهِ عَنْ ذَلِكَ قَالَ: فَحَلَّقَ رسولّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: «أَتَرَوْنَ هَذِهِ الشَّمْسَ؟»۔ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: «مَا أَنَا بِأَقْدَرَ عَلَى أَنْ أَدَعَ

لَكُمْ ذَلِكَ عَلَى أَنْ تَسْتَشْعِلُوا لِي مِنْهَا شُعْلَةً»۔ قَالَ: فَقَالَ أَبُو طَالِبٍ: مَا كَذَبَنَا ابْنُ أَخِي، فَارْجِعُوا
[حكم حسين سليم أسد] : إسناده قوي

عقیل ابن ابی طالب کہتا ہے کہ: قریش کے بعض لوگ حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور کہا: تمہارے بھائی کا بیٹا مسجد اور ہمارے اجتماع کی جگہ پر ہمیں تنگ کرتا ہے، اس سے کہو کہ وہ ہمیں اذیت نہ کرے۔ جناب ابو طالبؑ نے فرمایا: اے عقیل محمد کو میرے پاس بلاؤ، عقیل کہتا ہے کہ میں نے محمد کو وہاں بلایا تو ابو طالب نے فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! تمہارے چچا کے بیٹے گمان کرتے ہیں کہ تم انکو اذیت کرتے ہو، پس ایسا دوبارہ نہ کرو۔ پھر رسولؐ خدا ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا تم لوگ سورج کو دیکھ رہے ہو؟ سب نے کہا: ہاں، پھر فرمایا: میں جو کچھ آپ لوگوں کے لیے لے کر آیا ہوں، اسکو ترک نہیں کر سکتا، حتی اگر اس سورج کے شعلے کو ہی میرے لیے کیوں نہ لے کر آؤ، یہ سن کر ابو طالبؑ نے فرمایا میرے بھائی کا بیٹا جھوٹ نہیں بول رہا،، پس تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔

- أبو يعلي الموصلي التميمي، أحمد بن علي بن المثني (متوفى307 هـ)، مسند أبي يعلي ج12ص176، تحقيق: حسين سليم أسد، ناشر: دار المأمون للتراث – دمشق، الطبعة: الأولى، 1404 هـ – 1984م۔

امام ابن اثیر بھی جناب ابو طالبؑ کا قول نقل کرتے ہیں
فلسنا و رب البيت نسلم أحمدا لعزاء من عض الزمان و لا كرب
بیت اللہ الحرام کے خدا کی قسم ہم رسولؐ خدا کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے، حتی جتنا بھی تم لوگ ہم پر دباؤ ڈالو اور مشکلات کو زیادہ کرو۔

- ابن كثير الدمشقي، ابوالفداء إسماعيل بن عمر القرشي (متوفى774هـ)، البداية والنهاية ج3ص310، ناشر:دار ابن كثير

امام شامی سیرۃ خیر العباد میں ابو طالبؑ کے ایمان کی گواہی کچھ اسطرح دیتے ہیں کہ ابو طالب نے ارشاد فرمایا

أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ من كلّ طاعن علينا بسوء او يلوح بباطل،

لوگوں کے خداوند کی پناہ مانگتا ہوں کہ کچھ لوگ ہمارے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں یا باطل کی ہماری طرف نسبت دیتے ہیں۔

- الصالحي الشامي، محمد بن يوسف (متوفى942هـ)، سبل الهدي والرشاد في سيرة خير العباد ج2ص506، تحقيق: عادل أحمد عبد الموجود وعلي محمد معوض، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1414هـ

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں

ولولا ابوطالب وابنه لما مثل الدين شخصاً فقاما فذاك بمكة آوى وحامى وهذا بيثرب جس الحماما تكفل عبدُ منافٍ بأمر وأودى فكان عليٌ تماماً۔

اگر ابو طالبؑ اور ان کے فرزند علیؑ نہ ہوتے تو دین کا ستون بپا نہ ہوتا، ابو طالبؑ نے مکہ میں دین کو پناہ دی اور اس کی حمایت کی اور علیؑ نے مدینہ میں دین کے کبوتر کو اڑنے کے قابل بنایا، ابو طالبؑ نے ایک کام کا آغاز کیا اور جب رخصت ہوئے تو علی نے اس کو سرانجام تک پہنچایا۔

- ابن ابی الحدید، ج14، ص84

حتی کہ رسولؐ اکرم ﷺ نے فرمایا

جب تک ابو طالب بقید حیات تھے، قریش مجھ سے خائف رہتے تھے۔

- معتزلي، إبن أبي الحديد، شرح نهج البلاغة ج14 ص65 تا 84

امام نسائی لکھتے ہیں۔۔

ابو طالبؑ نے سب سے پہلے عصر جاہلیت میں حلف اور قسم کو، مقتول کے وارثوں کی شہادت میں، لازمی قرار دیا اور اسلام نے اس کی تائید و تصدیق کی۔

- سنن نسايي، جلد 8، صفحه 2 تا 4

اب اہل سنت ہمیں بتائیں کہ جن امور کو ابو طالبؑ نے عصر جاہلیت میں رائج کیا، آپ کے نزدیک معاذاللہ اس کافر کی خدا کے نزدیک اتنی اہمیت کیسے ہو گئی کہ اس نے اپنے دین میں ان احکام کو شریعت کا جز بنا دیا؟؟؟ ہے جواب ؟؟

امام حلبی ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ نے ارشاد فرمایا

محمد قریش کا امین ہے، عرب کا سچا انسان ہے، اسکی ذات میں تمام کمالات پائے جاتے ہیں۔ دل اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن زبانیں ڈر و خوف سے سوچ میں پڑی ہیں، اور آخر میں کہا: اس (محمد) سے محبت کرو اور محمد کی حمایت کرنے والے گروہ میں سے ہو جاؤ۔

- سيره حلبي، ج 1، ص 291

اب کچھ بات اس جانثاری کی ہو جائے جو تحفظ رسولؐ میں حضرت ابو طالب علیہ السلام نے پیش کی۔۔ ملاحظہ فرمائیں

ابن ہشام لکھتے ہیں

تاریخی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو طالبؑ نے قریش کے دباؤ، سازشوں دھونس دھمکیوں اور ان کی طرف لاحق خطرات کے مقابلے میں رسولؐ اکرم ﷺ کی بے شائبہ

اور بے دریغ حمایت جاری رکھی۔ گو کہ ابو طالبؑ کی عمر رسولؐ اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت 75 برس ہو چکی تھی، تاہم انہوں نے ابتداء ہی سے آپ ﷺ کی حمایت و ہمراہی کو ثابت کر کے دکھایا۔ انہوں نے قریش کے عمائدین سے باضابطہ ملاقاتوں کے دوران رسولؐ اللہ ﷺ کی غیر مشروط اور ہمہ جہت حمایت کا اعلان کیا۔

- سیره ابن هشام، ج1، ص172 و 173

ابن ہشام مزید لکھتے ہیں جسے امام بلازری نے بھی رقم کیا ہے۔
قریشیوں نے کہا: رسولؐ خدا کو ہمارے حوالے کریں تا کہ ہم انہیں قتل کریں۔ ہم ان کے بدلے مکہ کا انتہائی خوبصورت نوجوان عمارہ ابن ولید مخزومی آپ کے سپرد کریں گے، تو مؤمن قریش نے جواب دیا: اچھا تو تم میرا بیٹا مجھ سے لے کر قتل کرو گے اور میں تمہارے بیٹے کو پالوں گا اور کھلاؤں گا اور پلاؤں گا؟ ابو طالبؑ نے قریشیوں پر لعنت ملامت کی اور انہیں دھمکی دی کہ اگر رسولؐ اللہ ﷺ کے خلاف اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو انہیں ہلاک کر دیں گے۔

- سیره ابن هشام، ج1، ص173
- انساب الاشراف، ج 1، ص 31

امام حلبی جناب ابو طالبؑ کی توصیف کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں
ابو طالبؑ نے اپنے والد ماجد حضرت عبد المطلب ابن ہاشمؑ کی مانند شراب نوشی کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔

- سیره حلبی، ج 1، ص 184

طبقات ابن سعد میں ابن ہشام نے لکھا

ابو طالبؑ رسولؐ خدا ﷺ کو خاص توجہ دیتے تھے اور آپ ﷺ پر اپنے بیٹوں سے زیادہ احسان کرتے تھے، بہترین غذا آپ کے لیے فراہم کرتے تھے اور آپ کا بستر اپنے بستر کے ساتھ بچھاتے تھے اور ان کو ہمیشہ ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

- طبقات ابن‌سعد، ج 1، ص 119

اب ذرا مشکوک النسب ناصبی، جناب ابو طالبؑ کی وقت وفات آپ کی وصیت ملاحظہ فرمائیں جو کسی شیعہ کتابوں میں نہیں بلکہ اہل سنت کی معتبر تاریخی کتب میں درج ہے۔

پہلے وصیتِ ابو طالب علیہ السلام کا عربی متن پھر اس کا اردو ترجمہ۔۔

إنّ أباطالب لمّا حضرته الوفاة جميع إليه وجوه قريش فأوصاهم فقال: يا معشر قريش أنتم صفوة الله من خلقه . إلى أن قال: . وإنّي أوصيكم بمحمد خيراً فإنه الأمين فى قريش، والصديق فى العرب، وهو الجامع لكل ما أوصيتكم به، وقد جاءنا بأمر قبله الجنان، وأنكره اللسان مخافة الشنآن، وأيم الله كأنى أنظر الى صعاليك العرب وأهل الأطراف والمستضعفين من الناس قد أجابوا دعوته، وصدقوا كلمته، وعظموا أمره۔۔ يا معشر قريش ابن أبيكم، كونوا له ولاة ولحزبه حماة، والله لا يسلك أحد سبيله إلاّ رشد، ولا يأخذ أحد بهديه إلاّ سعد، ولو كان لنفسى مدة، وفى اجلى تأخير، لكففت عنه الهزاهز، ولدافعت عنه الدواهى۔

ترجمہ:

جب حضرت ابو طالبؑ کا آخری وقت ہوا اور قریش کے عمائدین ان کے گرد جمع ہوئے تو آپ نے انہیں وصیت کی اور فرمایا:

"اے گروہ قریش! تم خلق اللہ میں خدا کی برگزیدہ قوم ہو میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے بارے میں نیکی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش کے امین اور عالم عرب میں صادق ترین (سب سے زیادہ سچے اور راست باز) فرد ہیں؛ آپ ﷺ ان تمام صفات محمودہ کے

حامل ہیں جن کی میں نے تمہیں تلقین کی؛ وہ ہمارے لئے ایسی چیز لائے ہیں جس کو قلب قبول کرتا ہے جبکہ دوسروں کی ملامت کے خوف سے زبان اس کا انکار کرتی ہے۔

خدا کی قسم! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حتی دیہاتوں اور گردونواح کے لوگ اور لوگوں کے پسماندہ طبقات آپ ﷺ کی دعوت قبول کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے کلام کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے امر (نبوت ورسالت) کی تکریم و تعظیم کرتے ہیں۔۔۔ اے گروہ قریش! آپ ﷺ تمہارے باپ کے فرزند ہیں لہذا آپ ﷺ کے لئے یار و یاور اور آپ ﷺ کی جماعت کے لئے حامی و ناصر بنو۔

خدا کی قسم! جو بھی آپ ﷺ کے راستے پر گامزن ہو گا وہ ہدایت پائے گا اور جو بھی آپ ﷺ کی ہدایت قبول کرے گا، سعادت و خوشبختی پائے گا؛ اور اگر میرے اجل میں تأخیر ہوتی اور میں زندہ رہتا تو آپ ﷺ کو درپیش تمام مشکلات [بدستور] جان و دل سے قبول کرتا اور بلاؤں اور مصائب کے سامنے [بدستور] آپ ﷺ کا تحفظ کرتا۔

حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

- الكلاعی الأندلسی, الإكتفاء بما تضمنه من مغازی رسولؐ الله والثلاثة الخلفاء، ج1، ص295۔
- الصالحی الشامی، سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد، ج2، ص429۔
- الحلبی، السیرة الحلبیة، ج2، ص49۔
- العاصمی المكی، سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی، ج1، ص394۔

اب میں ایمان ابو طالبؑ سمیت تمام اجداد رسولؐ کے ایمان و عقیدے پر امام بیہقی کا قول نقل کر رہا ہوں جو عمدہ الطالب میں بھی موجود ہے

ابو طالبؑ کے والد ماجد رسولؐ خدا ﷺ کے دادا جناب عبد المطلب ہیں۔ تمام عرب قبائل ابو طالب کے والد اور رسولؐ اللہ کے دادا کو بزرگی اور تعظیم کے ساتھ یاد کرتے تھے اور

انہیں توحید و یکتا پرستی اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبلغ کے طور پر جانتے تھے۔
ابو طالبؑ اور رسولؐ خدا ﷺ کے والد عبد اللہ ابن عبد المطلب کی والدہ ماجدہ عمرو ابن عائذ مخزومی کی بیٹی فاطمہ بنت عمرو مخزومی ہیں۔

- بيهقى، احمد بن حسين، دلائل النبوة و معرفة أحوال صاحب الشريعة، ج1، ص 75
- عمده الطالب، ص 20

اب آخر میں تمام بد ایمان ناصبیوں کے سامنے ناصر رسولؐ جناب ابو طالبؑ کی وفات کا احوال پیش کر رہا ہوں اور جتلانا چاہ رہا ہوں کہ دیکھو بد نسب و نصیب ناصبیوں کہ ابو طالب کی وفات پر تمہارا رسولؐ کس حال میں ہے اور کیا فرمارہا ہے۔۔
ابن ابی الحدید اپنی شرح میں امام ابن اثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں اور تاریخ مدینہ و دمشق میں بھی درج ہے کہ :
رسولؐ اکرم ﷺ نے حضرت ابو طالبؑ کے روز وفات غم واندوہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:
مَا زَالَتْ قُرَيْشٌ كَاعَّةً (اَو قَاعِدَةً) عَنِّى حَتَّى تُوُفِّىَ اَبُو طَالِبٍ۔
جب تک ابو طالبؑ بقید حیات تھے قریش مجھ سے خائف رہتے تھے۔

- إبن أبي الحديد، شرح نهج البلاغة ج14 ص65 تا 84
- تاريخ مدينه دمشق، ج 66، ص 339
- ابن كثير، البداية و النهاية، ج3، ص164

امام مقریزی اپنی تصنیف متاع الاسماع میں لکھتے ہیں:

رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؑ اور حضرت ابو طالبؑ کے سال وفات کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

- متاع الاسماع، ج 1، ص 45۔

اب کچھ بات مادر علی ابن ابی طالبؑ کی کر کے تحریر کو تمام کروں

یعقوبی کا بیان ہے: رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل ہوئی ہے کہ جناب ابو طالبؑ کی زوجہ محترمہ، جناب فاطمہ بنت اسد، جو ایک مسلمان اور عظیم المرتبت خاتون تھیں ان کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اليوم ماتت امی

آج میری ماں نے وفات پائی ہے۔

اور آپ نے انہیں اپنے پیراہن کا کفن دیا اور قبر میں اترے۔ کچھ دیر لحد میں سوئے۔ جب وہاں موجود لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ بنت اسدؑ کی وفات پر کیوں اتنے مغموم و محزون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ واقعاً میری ماں تھیں اس لیے کہ وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر مجھے سیر کرتی تھیں۔ انہیں غبار آلود رہنے دیتی اور مجھے صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھتی تھیں وہ واقعاً میری ماں تھیں۔

- تاریخ یعقوبی، ج 1، ص 863

اے بطحا (مکہ) کے سردار اور اس کے سردار کے بیٹے، آپ پر سلام۔ اے کعبہ بننے کے بعد اس کے وارث آپ پر سلام۔ اے رسولؐ کی نصرت و کفالت کرنے والے آپ پر سلام۔ اے محمد مصطفیٰ کے چچا اور علی مرتضیٰؑ کے والد آپ پر سلام۔ سلام ہو آپ پر اے بیضۃ اللہ (شہر مکہ کے سب سے بڑے آدمی) سلام ہو آپ پر اے دین حنیف کا دفاع کرنے والے اور سید المرسلین ﷺ کی نصرت میں اپنے نفس کی قربانی دینے والے۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کے فرزند امیر المومنین پر اور (آپ سب پر) خدا کی رحمت و برکتیں ہوں۔

والسلام علیکم، غلامِ ابو طالبؑ

ابو عبد اللہ

عید میلاد النبی ﷺ پر ناصبیوں کو جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيد

تو جیسا کہ ایک اہل سنت بھائی سے وعدہ تھا کہ عید میلاد النبی ﷺ پر میلاد مخالف گستاخوں کو خبیث و مردود اسرار احمد کی ویڈیو کے رد میں تحریری جواب بطورِ شیعہ دینا تھا۔۔ تو یا علی مدد کہہ کر تحریر کا آغاز کر رہا ہوں اس امید پر کہ اس تحریر سے اتحاد بین المسلمین کو تقویت ملے گی۔۔

میں لکھتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ کیا ان ناصبیوں کو عقل سے جواب دوں یا نقلِ حدیث سے تو میرے اندر سے آواز آ رہی ہے کہ ابو عبداللہ ان لوگوں کہ پاس اگر عقل ہوتی تو کیا یہ ایسی جاہلانہ بات کرتے کہ نبی اکرم کی ولادت باسعادت کا جشن منانا معاذاللہ بدعت و حرام ہے یعنی جس نے دنیا کو تعلیم دی کہ کیا حلال ہے کیا حرام اسی کی پیدائش پر خوشی منانے پر حرام کے فتوے۔۔ خدا کی لعنت ہو ان گستاخوں پر۔۔۔

اول کلام میں اس بات کو واضح کر دوں کہ کسی کام کے ناجائز ہونے کا دارومدار اس بات پر نہیں کہ یہ کام رسولؐ اللہ ﷺ، اہل بیتؑ یا صحابہ کرام نے نہیں کیا بلکہ مدار اس بات پر ہے کہ اس کام سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے منع فرمایا ہے یا نہیں؟

اگر منع فرمایا ہے تو وہ کام ناجائز ہے اور منع نہیں فرمایا تو جائز ہے۔ کیونکہ فقہ کا یہ قاعدہ بھی ہے کہ

”الاصل فی الاشیاء الاباحة“

ترجمہ: تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ منع ہے، یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہو گی نہ کہ نئے ہونے سے۔

اور چونکہ محافلِ دینیہ منعقد کر کے عید میلاد النبی ﷺ منانے کی ممانعت قرآن و حدیث میں کہیں بھی وارد نہیں، لہٰذا جشنِ ولادتِ رسولؐ اللہ ﷺ منانا بھی جائز ہے۔

خیر ان جہلاء کو حدیث حدیث کھیلنا زیادہ پسند ہے اور اپنے نبی ﷺ کی تکریم سے زیادہ اپنے جاہل اسلاف کی باتیں قابل قبول ہوتی ہیں تو پھر ان کو اسی سے باندھ کر ان کی زبانوں پر دلائل کے کوئلے رکھ کر ان کے گستاخانہ نظریات کو جھلسا دیا جائے۔۔۔

تو آیئے جشنِ میلادِ اخی المومنین امام علی علیہ السلام کا دفاع شروع کرتا ہوں۔۔ نعرہ حیدری یا علیؑ۔۔۔

تحریر کا آغاز اس کتاب سے کرتا ہوں جسے یہ ٹولا بخاری سے بڑھ کر مانتا ہے یعنی صحیح مسلم۔۔

تو صحیح مسلم میں كِتَاب الصِّيَامِ۔ باب اسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَالِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ کی حدیث نمبر:2747 ملاحظہ فرمائیں۔۔

قال: وسئل عن صوم يوم الاثنين، قال: " ذاك يوم ولدت فيه، ويوم بعثت او انزل علي فيه "

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ سے پوچھا گیا پیر کے روزہ کا تو آپ نے فرمایا:

میں اس دن پیدا ہوا ہوں اور اسی دن مبعوث ہوا اور مجھ پر وحی اتری ہے۔

اسی حدیث کے مزید طریق سنن کبری بیہقی، جلد 4، صفحہ 286 اور سنن کبریٰ نسائی، جلد 5، صفحہ 146 پر موجود ہیں۔

اس روایت میں واضح دیکھا جا سکتا ہے کہ رسولؐ خدا ﷺ سے پیر والے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے دو مناسبتوں کی وجہ سے اس دن روزہ رکھنے کی تاکید اور تائید فرمائی۔۔یعنی صحابہ، رسولؐ خدا کی ولادت اور بعثت جیسی نعمت کے شکرانے کے طور پر ہر پیر والے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

امام عبدری مالکی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

فتشريف هذا اليوم متضمن لتشريف هذا الشهر الذى ولد فيه فينبغى أن نحترمه حق الاحترام و نفضله بما فضل الله به الأشهر الفاضلة۔

اس دن کا احترام، یہ اصل میں اس مہنے کا احترام ہے کہ جس مہینے میں رسولؐ خدا کی ولادت ہوئی تھی۔ پس مناسب ہے کہ ہم اس مہینے کا احترام اور احترام کے حق کو ادا کریں اور اس مہینے کو دوسرے مہینوں پر برتری دیں، اسی وجہ سے کہ اللہ نے بھی اس مہینے کو برتری دی ہے۔

- المدخل جلد 2،صفحه3، أبو عبد الله محمد بن محمد بن محمد العبدرى الفاسى المالكى

لہٰذا اس حوالے کی روشنی میں ان لوگوں کی بات باطل ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا کی ولادت کے دن جشن اور عید منانا بدعت اور باطل ہے کیونکہ خود رسولؐ خدا ﷺ اور صحابہ نے اس دن جشن نہیں منایا تھا جبکہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ خود رسولؐ اللہ نے ہر پیر کا روزہ اپنی ولادت و بعثت کو منانے کی خاطر رکھا اور وہی اصحاب کو بھی تعلیم کیا۔۔

اب آگے چلتے ہیں۔۔

رسولؐ خدا ﷺ نے بھی اپنی ولادت کی سالگرہ کے موقع پر دوبارہ عقیقہ کر کے جشن کو منایا تھا اور یہ بات اہل سنت کی معتبر روایات میں بھی ذکر ہوئی ہے۔

یہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔۔

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ ، أنبا حَاجِبُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ سُفْيَانَ الطُّوسِيُّ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ الأَبْيُورْدِيُّ ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، أنبا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَرَّرٍ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ،أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ

انس سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے مقامِ نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے قربانی کی۔

- السنن الكبرى، كتاب الضحايا،جماع أبواب العقيقة، باب العقيقة سنة، حديث:18678

اہل سنت کے عظیم بزرگ امام جلال الدین سیوطی اسی روایت سے جشن عید میلاد النبی کے مستحب ہونے پر استدلال کچھ اس طرح کرتے ہیں۔۔

قلت : و قد ظهر لی تخريجه علی أصل آخر و هو ما أخرجه البيهقی عن أنس أن النبی صلی الله عليه و سلّم عق عن نفسه بعد النبوة مع أنه قد ورد أن جده عبد المطلب عق عنه فی سابع ولادته و العقيقة لا تعاد مرة ثانية ، فيجعل ذلك علی أن الذی فعله النبی صلی الله عليه و سلّم إظهار للشكر علی إيجاد الله إياه رحمة للعالمين و تشريع لأمته كما كان يصلی علی نفسه لذلك فيستحب لنا أيضاً إظهار الشكر بمولده بالاجتماع و إطعام الطعام و نحو ذلك من وجوه القربات و إظهار المسرات۔۔۔۔

میں کہتا ہوں کہ: میری نظر میں رسولؐ خدا ﷺ کی ولادت کا جشن منانے کے لیے ایک دوسری روایت ہے، اور وہ، وہ روایت ہے کہ جس کو بیہقی نے انس سے روایت کیا ہے کہ رسولؐ خدا ﷺ نے مقام نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ (قربانی) کیا، حالانکہ روایات کے مطابق عبد المطلب نے رسولؐ خدا کی ولادت کے تیسرے دن بعد ان کے لیے عقیقہ کیا تھا، حالانکہ عقیقہ ایک بار ہی کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی رسولؐ خدا نے خداوند کا شکر اور حمد کرنے کے لیے دوسری مرتبہ عقیقہ کیا اور انہوں نے اپنے اس کام سے

چاہاہے کہ اپنی امت کو بھی یہ کام کرنے کی طرف متوجہ کریں، جس طرح کہ وہ خود اپنے آپ پر درود بھیجا کرتے تھے۔

پس یہ کام ہمارے لیے بھی مستحب ہے کہ ہم بھی رسولؐ خدا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے وجود جیسی عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ہر سال جمع ہو کر ان کا ذکر کریں، انکی شان بیان کریں، ان پر درود و صلوات پڑھیں، فقراء کو اس عظیم دن کھانا کھلائیں اور انکو بھی اپنی خوشیوں میں شریک کریں اور اپنے اس کام سے دنیا کو بھی رسولؐ خدا اور ان کے ایام ولادت کی طرف متوجہ کرائیں اور ان کے علاوہ دوسرے خوشی کے کام بھی اس دن انجام دیں۔

- الحاوی للفتاوی، جلد 1، صفحه 188

امام حلبی نے بھی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس روایت کو رسولؐ خدا کی ولادت کا جشن منانے کے لیے ایک معیار اور بنیاد کے طور پر قرار دیا ہے:

و جعله أصلا لعمل المولد قال لأن العقيقة لا تعاد مرة ثانية فيحمل ذلك على أن هذا الذى فعله النبى صلي الله عليه و سلم إظهارا للشكر على إيجاد الله تعالى إياه رحمة للعالمين وتشريعا لأمته ---

- الحلبى،السيرة الحلبية فى سيرة الأمين المأمون، جلد 1، صفحه 130

اب جبکہ امام سیوطی اور امام حلبی کا نظریہ ہم نے نقل کر دیا ہے تو یقیناً بات ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن ہم شیعہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اب ناصبیوں کے پاس ایک ہی ہتھیار بچتا ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث کو ہی غیر معتبر ثابت کریں تا کہ سیوطی و حبلی کے میلاد پر فتوے کو باطل کیا جا سکے۔

البتہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اب انہیں کوئی بریلوی اہل سنت جواب نہیں دے رہا بلکہ در اہل بیتؑ سے منسلک ایک ادنیٰ خادم اپنے بریلوی بھائیوں کی جانب سے ناصبی حضرات کو جواب دے رہا ہے تو لیجئے اس حدیث کی صحت پر علماء اہل سنت کے اقوال۔۔

مقدسی نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد، اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے،

أخبرنا محمد بن أحمد بن نصر بأصبهان أن الحسن بن أحمد الحداد أخبرهم و هو حاضر ابنا أبو نعيم ابنا سليمان بن أحمد الطبرانى ثنا أحمد بن مسعود هو المقدسى قثنا الهيثم بن جميل قثنا عبد الله بن المثنى عن ثمامة بن عبد الله بن أنس عن أنس أن النبى صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد ما بعث نبيا إسناده صحيح۔

- المقدسى الحنبلى، الأحاديث المختارة، جلد 5 ، صفحه 204

امام ہیثمی کا عقیقے والی حدیث پر موقف:

و عن أنس أن النبي صلي الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد ما بعث نبيا رواه البزار و الطبراني في الأوسط و رجال الطبراني رجال الصحيح خلا الهيثم بن جميل و هو ثقة۔

انس سے روایت ہوئی ہے کہ رسولؐ خدا نے اپنی بعثت کے بعد اپنی طرف سے اپنے لیے عقیقہ کیا تھا۔ اس روایت کو بزار اور طبرانی نے کتاب اوسط میں نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت کے راوی وہی صحیح بخاری والے راوی ہیں، غیر از ہیثم بن جمیل کہ وہ بھی ثقہ ہے۔

- الهيثمى،مجمع الزوائد و منبع الفوائد، جلد 4، صفحه 59

امام دمیاطی کا عقیقے والی حدیث پر موقف:

و حسن أن يعق عن نفسه كما مر لخبر أنه صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد النبوة قال فى فتح الجواد و ادعاء النووى بطلانه مردود بل هو حديث حسن۔

اس روایت کے باطل ہونے کے بارے میں نووی کا دعوی باطل ہے بلکہ یہ روایت، حدیث حسن ہے۔

- الدمياطى ، حاشية إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين ، جلد 2، صفحه 336

امام زین الدین العراقی کا عقیقے والی حدیث پر موقف:

و يروى أن النبى صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه بعد النبوة ۔۔۔ قلت له طريق لا بأس بها رواها أبو الشيخ و ابن حزم من رواية الهيثم بن جميل۔

اور روایت ہوئی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی طرف سے نبوت کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد عقیقہ کیا، میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی چند اسناد ہیں کہ ان میں کسی قسم کا اشکال نہیں ہے، اور ان کو ابو شیخ اور ابن حزم نے الہیثم بن جمیل سے روایت کیا ہے۔

- طرح التثريب فى شرح التقريب ، جلد 5 ،صفحه 180

عبد الوہاب عبد اللطیف، استاد جامعہ ازہر کا عقیقے والی حدیث پر موقف

قد اشتهر انه صلى الله عليه و سلم عق عن نفسه ۔۔۔ ثانيهما من رواية ابى بكر المستملى عن الهيثم بن جميل ۔۔۔ فالحديث قوي الاسناد۔

مشہور ہے کہ رسول خدا نے اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔۔۔۔ دوسرا ان میں سے ابو بکر مستعملی کی روایت ہے کہ جو اس نے ہیثم بن جمیل سے نقل کی ہے،

پس یہ روایت قوی ہے۔

- تحفة الاحوذى، بتحقيق عبد الوهاب عبد اللطيف، جلد 5 ،صفحه 116-117

تو رجالی بطخوں کو یہ پھکی مل گئی۔۔

اب تمام ناصبی ایک ایک کر کے بزرگ علماء و آئمہ اہل سنت کے فتاویٰ اور اقوال ملاحظہ فرمائیں۔۔

امام ابن حجر عسقلانی

ابن حجر عسقلانی عالم اہل سنت شافعی مذہب نے ایک سوال کے جواب میں کہا ہے کہ رسولؐ خدا کی ولادت کا جشن منانا ایک اچھا اور نیک کام ہے۔ سوال اور انکے فتوے کے متن کو سیوطی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

و قد سئل شيخ الإسلام حافظ العصر أبو الفضل أحمد بن حجر عن عمل المولد فأجاب بما نصه : أصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة و لكنها مع ذلك قد اشتملت علي محاسن و ضدها ، فمن تحري في عملها المحاسن و تجنب ضدها كان بدعة حسنة و إلا فلا ۔

شیخ الاسلام، حافظ دوراں، ابوالفضل احمد ابن حجر سے رسولؐ خدا کی ولادت کا جشن منانے کے بارے میں سوال ہوا، تو انہوں نے جواب دیا کہ:

ولادت کا جشن منانا یہ ایک نیا کام ہے کہ گذشتہ زمانے کی تیسری صدی کے صالحان سے نقل نہیں ہوا، لیکن اس کے باوجود اس جشن میں اچھے اور برے کام انجام دیئے جاتے ہیں، پس اگر کوئی نیک اور اچھے کام انجام دے اور بد اور برے کاموں سے دوری اختیار کرے تو، اس کا کام نیک اور ٹھیک ہو گا۔

- السیوطی، جلال الدین (متوفی911ھ)، الحاوی للفتاوی ، ج1، ص 188

امام جلال الدین سیوطی

سیوطی فقہ اور تفسیر کا اہل سنت کا عالم ہے، اس نے بھی رسولؐ خدا کی ولادت کے جشن کو ایک اچھا کام کہا ہے کہ جس کے انجام دینے پر ثواب اور اجر بھی ملتا ہے:

فقد وقع السؤال عن عمل المولد النبوی في شهر ربيع الأول ما حكمه من حيث الشرع ؟ و هل هو محمود أو مذموم ؟ و هل يثاب فاعله أو لا ؟
و الجواب : عندی أن أصل عمل المولد الذی هو اجتماع الناس و قراءة ما تیسر من القرآن و رواية الأخبار الواردة فی مبدأ أمر النبی صلی الله عليه و سلّم و ما وقع فی مولده من الآيات ثم يمد لهم سماط يأكلونه و ينصرفون من غير زيادة علی ذلك هو من البدع الحسنة التی يثاب عليها صاحبها لما فيه من تعظيم قدر النبی صلی الله عليه و سلّم و إظهار الفرح و الاستبشار بمولده الشريف۔

سوال: ربیع الاول کے مہینے میں رسولؐ خدا کے جشن میلاد میں انجام دینے والے اعمال کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا شریعت کی نظر میں یہ ایک اچھا اور نیک کام ہے یا ایک بد اور مورد مذمت کام ہے؟ اور وہ لوگ جو یہ کام انجام دیتے ہیں، کیا ان کو کوئی ثواب اور اجر ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: وہ کام جو جشن میلاد میں انجام دیئے جاتے ہیں، جیسے لوگوں کا جمع ہونا، قرآن کی تلاوت کرنا، رسولؐ خدا کی شان میں روایات کا پڑھنا، انکی ولادت کے واقعے اور معجزات کا ذکر کرنا، کھانا کھانا اور ان سب کا اپنے گھروں کو واپس آجانا۔ یہ ایک ایسی بدعت ہے کہ جو اچھی ہے اور جو بھی اسکو انجام دے گا، اسکو ثواب ملے گا، کیونکہ یہ رسولؐ خدا کی ولادت کے جشن کو منانا اور خوشی کا اظہار کرنا ہے۔

- الحاوی للفتاوی، ج 1، ص 181

امام صالحیی شامی

وہ ایک عالم کے کلام پر کہ جس نے کہا ہے کہ ولادت کا جشن منانا ایک شرعی کام نہیں ہے، اشکال کرتے ہوئے کہتا ہے۔۔

و لا نية هنا إلا الشكر لله تعالی علی ولادة هذا النبی الكريم صلی الله عليه و سلم فی هذا الشهر الشريف، و هذا معنی نية المولد فهی نية مستحسنة بلا شک۔

رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا، یہ فقط اس مبارک مہینے میں خداوند کا شکر ادا کرنے کے لیے منایا جاتا ہے، اور یہی جشن منانے کی نیت کا معنی ہے، پس یہ نیت بغیر کسی شک کے ایک اچھی اور قابل تعریف نیت ہے۔

- سبل الهدی و الرشاد، ج 1، ص 373

امام ابن جزری

شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعی عالم اہل سنت نے اپنی کتاب «التعریف بالمولد الشریف» میں ابو لہب کے جہنم میں عذاب میں کمی ہونے والی روایت کو ذکر کیا ہے کہ ابو لہب نے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خبر سن کر اپنی کنیز کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا تھا، جس پر خداوند نے اس کو جہنم میں عذاب میں کمی کی ہوئی ہے، پھر واضح طور پر کہتا ہے کہ اگر ابو لہب کے اس کام کرنے کی وجہ سے عذاب میں کمی ہو سکتی ہے تو پھر وہ اہل توحید مسلمان کہ جو رسولؐ خدا کی ولادت کی خوشی میں خوشحال ہوتے ہیں اور جشن مناتے ہیں، انکی جزا یقینی طور پر جنت ہے اور ابن جزری اس بات پر قسم بھی کھاتا ہے۔

ابن جزری کے کلام کو سیوطی نے اپنی کتاب «الحاوی للفتاوی» میں نقل کیا ہے کہ:

ثم رأیت إمام القراء الحافظ شمس الدین بن الجزری قال فی کتابه المسمی عرف التعریف بالمولد الشریف ما نصه : قد رؤی أبو لهب بعد موته فی النوم فقیل له ما حالك ؟ فقال : فی النار إلا أنه یخفف عني کل لیلة اثنین و أمص من بین أصبعی ماء بقدر هذا و أشار لرأس أصبعه و إن ذلك باعتاقی لثویبة عند ما بشرتنی بولادة النبی صلی الله علیه و سلّم و بإرضاعها له۔

فإذا کان أبو لهب الکافر الذی نزل القرآن بذمة جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی صلی الله علیه و سلّم به فما حال المسلم الموحد من أمة النبی صلی الله علیه و سلّم یسر بمولده و یبذل ما تصل إلیه قدرته فی محبته صلی الله علیه و سلّم ؟ لعمری إنما یکون جزاؤه من الله الکریم أن یدخله بفضله جنات النعیم ۔

میں نے حافظ شمس الدین بن جزری کو دیکھا ہے کہ اس نے اپنی کتاب « عرف التعریف بالمولد الشریف » میں کہا ہے کہ: ابولھب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا اور اس سے اس کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں جہنم کی آگ میں ہوں لیکن ہر پیر والے دن میرے عذاب میں کمی ہوتی ہے اور میری انگلیوں میں سے تھوڑا پانی جاری ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جب میں نے اپنی کنیز ثوبیہ سے رسولؐ خدا کی ولادت کی خبر سنی تو میں نے اسکو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا اور کیونکہ اس نے رسولؐ خدا کو دودھ بھی دیا تھا۔ اگر ابولہب کہ جو کافر تھا اور اسکی مذمت میں قرآن کی ایک سورت بھی نازل ہوئی ہے، اس کو فقط رسولؐ خدا کی ولادت پر خوش ہونے کی وجہ سے جہنم میں جزا دی جاتی ہے، تو پھر وہ اہل توحید مسلمان کہ جو ان رسولؐ کی امت میں سے ہیں، اور وہ رسولؐ خدا کی ولادت والے دن خوشحال ہوتے اور جشن مناتے ہیں اور اپنی طاقت کے مطابق ان حضرت کی محبت میں خرچ کرتے ہیں، تو پھر ان کے ثواب اور اجر کا تو فقط خداوند کو ہی پتا ہو گا۔ مجھے اپنی جان کی قسم ایسے شخص کی جزا یہ ہے کہ خداوند اپنے فضل و کرم کی وجہ سے اسکو جنت عطا کرے۔

- الحاوی للفتاوی فی الفقه و علوم التفسیر ، ج 1، ص 188

امام ابوالخیر سخاوی

سخاوی شافعی نے واضح طور پر کہا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان رسولؐ خدا کی ولادت کے جشن میں نیک کام انجام دیتے ہیں، پھر اس نے صالحی شامی کے کلام کو اسطرح نقل کیا ہے کہ:

قال الحافظ أبو الخير السخاوی - رحمه الله تعالى - فی فتاويه : عمل المولد الشريف لم ينقل عن أحد من السلف الصالح فی القرون الثلاثة الفاضلة ، و إنما حدث بعد ، ثم لا زال أهل الإسلام فی سائر الأقطار و المدن الكبار يحتفلون فی شهر مولده صلى الله عليه و سلم بعمل الولائم

البدیعة المشتملة علی الأمور البهجة الرفیعة و یتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات و یظهرون السرور و یزیدون فی المبرات و یعتنون بقراءة مولده الکریم و یظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم ۔ انتهی۔

حافظ ابو الخیر سخاوی نے اپنے فتووں میں کہا ہے کہ: رسولؐ خدا کی ولادت کا جشن تین صدیوں میں ماضی کے صالح علماء میں سے کسی سے بھی نقل نہیں ہوا بلکہ یہ چیز بعد میں وجود میں آئی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ پوری دنیا کے مسلمان رسولؐ خدا کی ولادت کے مہینے میں جشن مناتے، کھانا کھلاتے اور خوشحال کرنے والے کام انجام دیتے ہیں، جیسے ولادت کی رات کو صدقہ دینا، فقراء کی مدد کرنا اور انکو کھانا کھلانا، ولادت کے بارے میں اشعار پڑھنا وغیرہ۔ خداوند بھی ان کے اس پر مسرت موقعے پر جشن منانے کی وجہ سے ان پر اپنی نعمتوں کو نازل کرتا ہے۔

- سبل الهدی و الرشاد، ج 1، ص 362

امام عبد الرحمن ابو شامہ

ابو شامہ کہ جو شافعی مذہب ہے، اس نے واضح کہا ہے کہ رسولؐ خدا کی ولادت کا جشن منانا ایک اچھا اور نیک کام ہے کہ جس کو ابھی ہی منانا شروع کیا گیا ہے اور یہ کام رسولؐ خدا کے احترام اور خداوند کا اس عظیم نعمت پر شکر ادا کرنے کے لیے انجام دیا جاتا ہے:

و من أحسن ما ابتدع فی زماننا من هذا القبیل ما کان یفعل بمدینة اربل جبرها الله تعالی کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولد النبی صلی الله علیه و سلم من الصدقات و المعروف و اظهار الزینة و السرور فان ذلك مع ما فیه من الاحسان إلی الفقراء مشعر بمحبة النبی صلی الله علیه و سلم و تعظیمه و جلالته فی قلب فاعله و شکرا لله تعالی علی ما من به من ایجاد رسولہ الذی أرسله رحمة للعالمین و علی جمیع المرسلین۔

ہمارے زمانے کی سب سے نیک اور اچھی بدعت، وہ اعمال ہیں کہ جو شہر اربل میں رسولؐ خدا کی ولادت کے دن ہر سال انجام دیئے جاتے ہیں، جیسے صدقہ دینا، نیکی واحسان کرنا، شہر

کی سجاوٹ کرنا، اظہار خوشحالی کرنا، یہ تمام کام فقراء پر احسان کے علاوہ، رسولؐ خدا سے محبت اور انکا احترام اور انکی تعظیم بھی ہے۔ ان اعمال کو وہ لوگ انجام دیتے ہیں کہ جو رسولؐ خدا سے دل سے محبت کرتے ہیں اور خداوند کا اس عظیم نعمت نازل کرنے پر شکر بھی ادا کرتے ہیں۔

وہ آخر میں وضاحت کرتا ہے کہ رسولؐ خدا کے احترام میں، انکی ولادت کا پہلا جشن شہر موصل میں ایک نیک بندے نے منایا تھا:

و كان أول من فعل ذلك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا أحد الصالحين المشهورين و به اقتدى فى ذلك صاحب أربل وغيره رحمهم الله تعالى۔

سب سے پہلا وہ بندہ کہ جس نے اس کام کو موصل میں شروع کیا، وہ شیخ عمر بن محمد ملّا کہ وہ ایک صالح انسان کے طور پر مشہور تھا۔ اس کے اس کام میں اربل اور دوسرے شہروں کے لوگوں نے اسکی پیروی کی، کہ خداوند ان سب پر اپنی رحمت کرے۔

- الباعث على إنكار البدع و الحوادث، ج1 ، ص 23

امام بن یحیی شافعی

شیخ نصیر الدین مبارک بن یحیی شافعی نے بھی رسولؐ خدا کی ولادت کے جشن منانے کو جائز کہا ہے اور اس پر ثواب اور اجر کو بھی بیان کیا ہے۔ ان کے کلام کو صالحیی شامی نے اپنی کتاب میں اسطرح نقل کیا ہے کہ:

و قال الشيخ الإمام العلامة نصير الدين المبارك الشهير بابن الطباخ فى فتوى بخطه : إذا أنفق المنفق تلك الليلة و جمع جمعا أطعمهم ما يجوز إطعامه و أسمعهم ما يجوز سماعه و دفع للمسمع المشوق للآخرة ملبوسا ، كل ذلك سرورا بمولده صلى الله عليه و سلم فجميع ذلك جائز و يثاب۔

شیخ، امام، علامہ نصیر الدین مبارک کہ جو ابن طباخ کے نام سے بھی مشہور ہے، اس نے اپنے فتوے میں کہا ہے کہ: جو شخص بھی رسولؐ خدا کی ولادت کی رات، خدا کی راہ میں خرچ کرے اور ان ضرورت مندوں کو کھانا کھلائے، ان کو چیز سنائے کہ جن کا سننا جائز ہے، اور جو اس محفل میں حاضر ہو اور اسکو آخرت کے گھر کا بہت شوق ہو، اسکو ہدیئے کے طور پر لباس دے۔ یہ تمام کام رسولؐ خدا کی ولادت کی خوشی میں انجام دے تو یہ تمام کام جائز اور ان کے انجام دینے پر ثواب اور اجر بھی دیا جائے گا۔

- الصالحی الشامی، محمد بن یوسف (متوفی942ھ)، سبل الهدی و الرشاد فی سیرة خیر العباد، ج1، ص 363

امام ابن عباد الرندی

ابن عباد مالکی نے بھی رسولؐ خدا کی ولادت کے جشن منانے کو جائز اور اس دن کو مسلمانوں کی عید کہا ہے اور اس جشن کے بدعت ہونے کو ردّ کیا ہے۔ اس کے کلام کو محمد بن عبد الرحمن مغربی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

قال فی رسائله الکبری ما نصه و أما المولد فالذی یظهر لی أنه عید من أعیاد المسلمین و موسم من مواسمهم و کل ما یفعل فیه ما یقتضیه وجود الفرح و السرور بذلك المولد المبارك من إیقاد الشمع و إمتاع البصر و السمع و التزین بلبس فاخر الثیاب و رکوب فاره الدواب أمر مباح لا ینکر علی أحد قیاسا علی غیره من أوقات الفرح، و الحکم بکون هذه الأشیاء بدعة فی هذا الوقت الذی ظهر فیه سر الوجود و ارتفع فیه علم الشهود و انقشع فیه ظلام الکفر و الجحود و ادعاء أن هذا الزمان لیس من المواسم المشروعة لأهل الإیمان و مقارنة ذلك بالنیروز و المهرجان أمر مستثقل تشمئز منه القلوب السلیمة و تدفعه الآراء المستقیمة ۔

کتاب «رسائل الکبری» میں اسکا کلام اس طرح آیا ہے کہ: جو کچھ میرے لیے ثابت ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ رسولؐ خدا کی ولادت کا دن، مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور اس دن انجام

پانے والے اعمال، مسلمانوں کے اعمال ہیں۔ وہ تمام کام جو اس دن مسلمان انجام دیتے ہیں، وہ فقط رسولؐ خدا کی ولادت کی خوشی منانے کے لیے انجام دیتے ہیں۔ جیسے شمعیں جلانا، آنکھوں اور کانوں کو خوشحال کرنا، (اس سے مراد رسولؐ خدا کی شان میں اشعار اور نعتیں پڑھنا ہے۔)، نئے لباس پہننا، گھوڑوں پر سوار ہونا، یہ سارے ایسے کام ہیں کہ جو مباح ہیں اور کوئی بندہ بھی برے کام نہیں کہتا، جس طرح کہ اس زمانے اور اس مناسبت کے علاوہ بھی ان کاموں کو انجام دینا جائز ہے، اسی طرح آج کے دن اور اس مناسبت پر بھی ان کاموں کو انجام دینا جائز ہے۔

لیکن رسولؐ خدا کی ولادت کے موقع پر ان اعمال کے انجام دینے، وہ رسولؐ خدا کہ جسکی برکت سے دنیا سے کفر و بت پرستی کی تاریکی نور توحید سے بدل گئی، کو بدعت کہنا اور یہ دعوی کرنا کہ ان حضرت کی ولادت کے دن انجام پانے والے اعمال غیر شرعی اور مسلمانوں کے اعمال نہیں ہیں اور اسکو نوروز اور یہودیوں کے جشن کے ساتھ موازنہ کرنا، یہ ایک ایسی عجیب بات ہے کہ جس سے پاک و صاف دل نفرت کرتے ہیں اور ان جیسے افکار اور نظریات کو قبول نہیں کرتے۔

- المغربي، محمد بن عبد الرحمن ابو عبد الله (متوفى: 954هـ)، مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، ج 2 ص 407

حوالے تو بہت ہیں اب یہاں فقط ایک اور اہل سنت امام کا کلام لکھ کر فتاویٰ کی بحث کو ختم کروں۔

امام حضرمی شافعی

حضرمی شافعی نے واضح کہا ہے کہ مکہ کے لوگ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات ان حضرت کی ولادت کی جگہ پر جمع ہوتے ہیں اور اس جگہ خداوند کی عبادت اور دعا کرتے ہیں

اور اس مبارک جگہ سے توسل کرتے ہیں۔ بعض اس زمانے کے علماء نے بھی ان اعمال کے شرعی اور جائز ہونے کے بارے میں فتوی دیا ہے۔

قال علماء السير : ولد النبى ﷺ فى ربيع الأول ، يوم الاثنين بلا خلاف ۔ ۔۔۔ و ذلك بمكة المشرفة ، فى شعب أبى طالب ، و هو المكان الذى يجتمع فيه أهل (مكة) ليلة المولد الشريف ، للذكر و الدعاء و التبرك بمسقط رأسه [صلى الله عليه و سلم] ۔ و أفتى جماعة من المتأخرين بأن عمل المولد على هذا القصد حسن محمود۔

سیرت کے بارے میں لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ: رسولؐ خدا ماہ ربیع الاول میں پیر والے دن دنیا میں تشریف لائے تھے، اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ رسولؐ خدا کی ولادت مکہ معظمہ میں شعب ابی طالب کے مقام پر ہوئی تھی۔ اس جگہ پر وہ مقام ہے کہ جہاں مکہ کے لوگ رسولؐ خدا کی ولادت کی رات جمع ہو کر خدا کا ذکر اور عبادت کرتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں اس جگہ کو توسل قرار دیتے ہیں۔ بعض گذشتہ زمانے کے علماء نے اس ہدف اور مقصد کے لیے ان اعمال کے انجام دینے کو ایک اچھا اور نیک عمل کہا ہے۔

- الحضرمى الشافعى، محمد بن عمر بحرق (متوفاى930ھ)، حدائق الأنوار و مطالع الأسرار فى سيرة النبى المختار، ج1، ص105

اختتام پر ناصبیوں کا یہ دعویٰ کہ خود رسولؐ خدا نے اپنی ولادت کا جشن اور سالگرہ نہیں منائی، حالانکہ اہل سنت کے دو بزرگ آئمہ جیسے ابن حجر عسقلانی اور جلال الدین سیوطی نے دو روایات کی روشنی میں رسولؐ خدا کے جشن میلاد منانے کو صحیح کہا ہے اور ان میں سے ایک روایت میں واضح طور پر کہا ہے کہ رسولؐ خدا نے کئی سالوں کے بعد دوبارہ اپنے عقیقے کے جشن کو منایا اور قربانی کی۔

اور دوسرا بہتان یہ کہ صحابہ نے بھی رسولؐ خدا کا جشن میلاد نہیں منایا، حالانکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق، صحابہ ہر ہفتے پیر کے دن رسولؐ خدا ﷺ کے دنیا میں آنے اور رسالت کے لیے مبعوث ہونے کی خوشی میں روزہ رکھتے تھے۔

تو اب میری نوکری تمام ہوئی۔۔

والسلام علیکم، ابو عبداللہ

دفاع زیارتِ عاشورہ۔ معاویہ بن ابی سفیان کا حقیقی چہرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم، لبیک یا حُسینؑ

اپنی تحریر کا آغاز زیارت عاشورا کے ان جملوں سے جس کی تکرار کیے بغیر کوئی مومن مسلمان کجا انسان تک کہلانے کے لائق نہیں۔۔

اَللّهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظالِم بِاللَّعْنِ مِنّي وَابْدَأْ بِهِ اَوَّلاً ثُمَّ (الْعَنِ) الثّانيَ وَالثّالِثَ وَالرّابعَ اَللّهُمَّ الْعَنْ يَزيدَ خامِساً وَالْعَنْ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِياد وَابْنَ مَرْجانَةَ وَعُمَرَ بْنَ سَعْد وَشِمْراً وَآلَ اَبي سُفْيانَ وَآلَ زِياد وَآلَ مَرْوانَ اِلى يَوْمِ الْقِيامَةِ۔

اس پر پہلے ہی معذرت قبول فرمائیں کہ یہ تحریر کافی طویل ہونے جا رہی ہے کیونکہ شجرہ ملعونین کی جانب سے ایک بار پھر دشمنِ اسلام، دشمنِ رسولؐ اور آل رسولؐ ؑ، جگر خور ہندہ کی ناجائز اولاد لعینِ شام معاویہ بن ابوسفیان کی وکالت اور اسے آل رسولؐ کے مقابلے میں لا کر محترم پیش کرنے کی ناکام کوششوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اب اس کا اصل چہرہ ایسا بے نقاب کروں کہ دورِ حاضر میں اس کی ناجائز اولادیں اس کی دفاع میں آنے سے پہلے سو بار سوچیں۔۔

تمہید کو مختصر کرتے ہوئے میں عوام الناس کو اس تحریر کے متعلق پہلے کچھ گزارشات پیش کر دوں کہ میں کیسے اس تحریر کو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔۔

میں اس تحریر کو کچھ حصوں میں تقسیم کر رہا ہوں جو اس طرح ہے۔

- معاویہ کا مشکوک شجرہ کتب اہل سنت سے
- معاویہ پر رسولؐ اللہ ﷺ کی لعنت اور رسولؐ ﷺ کا اسے قتل کرنے کا حکم
- معاویہ کا کاتبِ وحی ہونے کا تحقیقی آپریشن

- معاویہ کا قتلِ عثمان اور قتلِ ام المومنین میں کردار
- معاویہ کا خلیفۃ المسلمین امام العالمین علی ابن ابی طالبؑ کو گالی دینا اور منبروں سے گالیاں دلوانا
- معاویہ کا حکومت حاصل کرنے کے لیے 70 ہزار اصحاب کو قتل کرنا
- معاویہ کا سبطِ رسولؐ حضرت امام حسن کو زہر سے شہید کرنا
- معاویہ کی سنتوں پر اصحاب رسولؐ کا برتاؤ

توبنا کسی مزید تمہید کے اب براہ راست عنوان کے متعلق اہل سنت کتابوں سے حوالے۔۔

"معاویہ کا مشکوک شجرہ کتب اہل سنت سے"

• معاویہ کے چار باپ ہونے کے متعلق امام اہل سنت زمخشری لکھتے ہیں:

وكان معاوية يعزي الي أربعة: إلي مسافر بن أبى عمرو و إلي عمارة بن الوليد و إلي العباس بن عبدالمطلب و إلي الصباح مغن أسود كان لعمارة۔ قالوا: كان أبو سفيان دميماً قصيراً، وكان للصباح عسيفاً لأبي سفيان شاباً وسيماً، فدعته هند إلى نفسها۔

معاویہ کی نسبت چار افراد کی طرف دی جاتی ہے (یعنی ان چار افراد میں سے کوئی ایک ان کا باپ ہے) مسافر بن ابی عمرو کی طرف، عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی کی طرف، عباس بن عبد المطلب کی طرف اور صباح کی طرف۔

صباح ایک گانے والا سیاہ فام غلام تھا جس کا تعلق عمارہ بن ولید سے تھا۔ علماء نے کہا ہے:

ابو سفیان بد صورت اور چھوٹے قد کا تھا اور صباح ابو سفیان کا خادم تھا، ابو سفیان نے اسے اپنی خدمت کے لئے رکھ رکھا تھا۔ وہ ایک خوبصورت جوان تھا، ابو سفیان کی زوجہ ہندہ نے اسے اپنے ساتھ ناجائز فعل کے لئے اکسایا۔ (اس بد فعلی کے نتیجے میں معاویہ پیدا ہوا)

حوالہ : ربیع الأبرار، جلد 4، صفحہ 274- 275

"معاویہ پر رسول ؐ اللہ ﷺ کی لعنت اور رسول ؐ ﷺ کا اسے قتل کرنے کا حکم"

• امام ہیثمی کتاب مجمع الزوائد میں عمار یاسر سے معاویہ کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں

والله ما أسلموا ولكن استسلموا وأسروا الكفر فلما رأو عليه أعوانا أظهروه،

خدا کی قسم معاویہ اور اسکے ساتھی بالکل اسلام نہیں لائے تھے، وہ ظاہری طور پر اسلام کا نام لیتے تھے اور اپنے کفر کو مخفی طور پر چھپاتے تھے اور جب اس نے اپنے مددگاروں کو پالیا ہے تو انہوں نے اپنے باطنی کفر کو اسلام کے خلاف ظاہر کر دیا ہے۔

حواله : مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، اسم المؤلف: على بن أبى بكر الهيثمى، دار النشر: دار الريان للتراث/دار الكتاب العربى - القاهرة, بيروت – 1407، جلد 1، صفحه 113، باب منه فى المنافقين

• امام طبری نے اپنی کتاب تاریخ طبری میں نقل کیا ہے:

وقد رآه مقبلا على حمار ومعاوية يقود به ويزيد ابنه يسوق به،

ابوسفیان گدھے پر سوار تھا، معاویہ نے اسکی لگام پکڑی ہوئی تھی اور ابوسفیان کا بیٹا یزید گدھے کو پیچھے سے ہانک رہا تھا۔

طبری نے اس مطلب کو نقل کرنے کے بعد رسول ؐ خدا کے قول کو نقل کیا ہے کہ:

لعن الله القائد والراكب والسائق،

اللہ اسکو کہ جو گدھے پر سوار ہے، اور اسکو کہ جو گدھے کے آگے ہے اور اسکو کہ جو گدھے کے پیچھے ہے، لعنت کرے۔

یعنی رسول ؐ خدا ﷺ نے تینوں پر لعنت کی ہے!

تاريخ الطبرى، اسم المؤلف: لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى، جلد 5، صفحه 622، باب ذكر الخبر عما كان فى ها من الأحداث الجليلة

•اسی طرح اہل سنت کی معتبر کتاب المختصر فی أخبار البشر میں ابو الفداء نے اسی روایت کو ذکر کیا ہے:

أبا سفيان مقبلاً ومعاوية يقوده، ويزيد أخو معاوية يسوق به، فقال: " لعن الله القائد والراكب والسائق "

المختصر في أخبار البشر، المؤلف: أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن علي جلد 2، صفحه 57، باب خلافة أبي العباس

•کتاب مسائل امام احمد بن حنبل میں اسحاق ابن ابراہیم نیشاپوری سے روایت نقل ہوئی ہے کہ:

سمعت علي بن جعد يقول مات والله معاوية على غير الاسلام،

میں نے علی ابن جعد کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ: خدا کی قسم معاویہ کی موت دین اسلام پر واقع نہیں ہوئی، یعنی وہ مسلمان دنیا سے رخصت نہیں ہوا۔

•اسی طرح کتاب انساب الاشراف بلاذری میں یہ روایت ذکر ہوئی ہے اور اسی روایت کو 50 سے زیادہ اہل سنت کے علماء نے نقل کیا ہے:

كنْتُ عِنْدَ النَّبِى صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يطْلُعُ عَلَيكمْ مِنْ هَذَا الْفَجِّ رَجُلٌ يمُوتُ عَلَى غَيرِ مِلَّتِى،

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم رسولؐ خدا کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا: ابھی اس دروازے سے ایک شخص داخل ہو گا کہ جو میرے مذہب پر نہیں مرے گا۔

قَالَ: وَكنْتُ تَركتُ أَبِى قَدْ وُضِعَ لَهُ وَضُوءٌ، فَكنْتُ كحَابِسِ الْبَوْلِ مَخَافَةَ أَنْ يجِىءَ،

راوی کہتا ہے کہ: میرے والد وضو کرنے کے لیے چلے گئے، مجھے خود بھی بیت الخلاء جانے کی اشد ضرورت تھی، لیکن پھر بھی اس شخص کو دیکھنے کے لیے میں نے خود کو وہیں روکے رکھا۔

قَالَ: فَطَلَعَ مُعَاوِيةُ فَقَالَ النَّبِى صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: هُوَ هَذَا،

راوی کہتا ہے کہ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ اس دروازے سے معاویہ داخل ہوا ہے، اسکو دیکھتے ہی رسولؐ خدا نے فرمایا کہ: جس شخص کے بارے میں، میں نے کہا تھا کہ وہ مسلمان دنیا سے نہیں مرے گا، وہ یہی شخص ہے۔

یعنی معاویہ مسلمان نہیں بلکہ کافر دنیا سے جائے گا۔

حواله : أنساب الأشراف، المؤلف: أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البَلَاذُری، تحقيق: سهيل زكار ورياض الزركلی، جلد 5، صفحه 126، حديث 362

امام ہیثمی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

رواه البزار ورجاله ثقات

حواله : مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، اسم المؤلف: علی بن أبی بكر الهيثمی، 1407، جلد 1، صفحه 113، باب منه فی المنافقين

• اسی طرح طبرانی نے کتاب معجم الکبیر میں بھی انہی الفاظ کو ذکر کیا ہے:

أَنَّ رسولؐ اللَّهِ صلى اللَّهُ عليه وسلم قال لَعَنَ اللَّهُ السَّائِقَ وَالرَّاكِبَ أَحَدُهُمَا فُلانٌ قَالا اللَّهُمَّ نعم،

المعجم الكبير، اسم المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبرانی، دار النشر: مكتبة الزهراء - الموصل - 1404 - 1983، الطبعة: الثانية، تحقيق: حمدی بن عبدالمجيد السلفی، جلد 3، صفحه 71، حديث 2698

• امام بلاذری، انساب الاشراف میں لکھتے ہیں:

عن الحسن قال: قال رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه؛ فتركوا أمره فلم يفلحوا ولم ينجحوا۔

حسن بصری نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو فوراً اسے قتل کر دینا۔ لوگوں نے آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا اسی لئے نہ فلاح پائی نہ کامیاب نہیں ہوئے۔

• امام بلاذری ایسی ہی دوسری حدیث عبد اللہ ابن مسعود سے روایت کرتے کہ

عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم: إذا رأيتم معاوية بن أبي سفيان يخطب على المنبر فاضربوا عنقه۔

عبد اللہ ابن مسعود نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا:

جب دیکھو کہ معاویہ میرے منبر بیٹھا ہے اور خطبہ پڑھ رہا ہے تو اس کی گردن ماردو۔

• اب دیکھیں امام بلاذری ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں جس میں معاویہ کے جہنمی ہونے پر رسولؐ کی تصدیق ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

عن سالم بن أبي الجعد قال، قال رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم :

معاوية في تابوت مقفل عليه في جهنم۔

سالم بن ابی جعد نے کہا کہ رسولؐ اللہ ﷺ نے فرمایا:

معاویہ جہنم میں ایک بند تابوت کے اندر ہو گا۔

حوالہ جات : أنساب الأشراف، جلد 5، صفحہ136، 137

• اہل سنت کے بزرگ مؤرخ امام طبری نے بھی لکھا ہے کہ:

إن معاوية فى تابوت من نار فى أسفل درک،

معاویہ آگ کے تابوت میں جہنم کے سب سے نیچے والے درجے میں ہے۔

حواله : تاريخ الطبرى، اسم المؤلف: لأبى جعفر محمد بن جرير الطبرى، ج 5، ص 622، باب ذكر الخبر عما كان فى ها من الأحداث الجليلة

• علی ابن جعد کہ جو ثقہ ہے، اس نے لکھا ہے کہ:

ما ضرنى أن يعذب الله معاوية ،

مجھے کسی قسم کا کوئی ضرر نہیں ہے کہ میں قائل ہوں کہ اللہ معاویہ کو عذاب کرنے والا ہے۔

حواله : سؤالات أبى عبيد الآجرى أبا داود السجستانى، سليمان بن الأشعث أبو داود السجستانى، مكان النشر المدينة المنورة، ج 1، ص 254، ش 338

نوٹ: معاویہ پر رسولؐ اللہ کی لعنت پر مزید حوالے بھی دے سکتا ہوں لیکن تحریر کی طوالت کے باعث اسی پر اکتفا کر کے آگے بڑھ رہا ہوں۔

معاویہ کا کاتبِ وحی ہونے کا تحقیقی آپریشن

اول تو اب معاویہ کے کاتب وحی ہونے پر بحث کرنا ہی فضول محسوس ہوتا ہے کیونکہ اوپر جو رسولؐ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی معاویہ پر لعنت اور اس کے کفر پر مرنے کا بیان سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ ایسے شخص جس پر رسولؐ لعنت کریں وہ کاتب وحی ہو۔۔ چلیں پھر بھی کچھ تحقیق کے نشتروں سے اس کے ماننے والوں کو زخمی کرتے ہیں۔۔

• اہل سنت کی کتب میں ان کے لیے قابل قبول روایت کہ جو معاویہ کے کاتب وحی ہونے کے بارے میں ذکر ہوئی ہے، وہ روایت ہے کہ جو مسلم بن حجاج نیشابوری نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں ذکر کی ہے: ملاحظہ فرمائیں

حدثنى عَبَّاسُ بن عبد الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ وَ أَحْمَدُ بن جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ قالا حدثنا النَّضْرُ و هو بن مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيُّ حدثنا عِكْرِمَةُ حدثنا أبو زُمَيْلٍ حدثني بن عَبَّاسٍ قال كان الْمُسْلِمُونَ لَا يَنْظُرُونَ إلي أَبِي سُفْيَانَ و لا يُقَاعِدُونَهُ فقال لِلنَّبِيِّ صلي الله عليه و سلم يا نَبِيَّ اللَّهِ ثَلَاثٌ أَعْطِنِيهِنَّ قال نعم قال عِنْدِي أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَ أَجْمَلُهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ ازوجكها قال نعم قال وَ مُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بين يَدَيْكَ قال نعم قال وَ تُؤَمِّرُنِي حتي أُ قَاتِلَ الْكُفَّارَ كما كنت أُ قَاتِلُ الْمُسْلِمِينَ قال نعم قال أبو زُمَيْلٍ وَ لَوْلَا أَنَّهُ طَلَبَ ذلك من النبي صلي الله عليه و سلم ما أَعْطَاهُ ذلك لِأَنَّهُ لم يَكُنْ يُسْأَلُ شيئا إلا قال نعم ۔

ابن عباس نے کہا ہے کہ: مسلمان ابو سفیان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے تھے اور اسکے ساتھ بیٹھنے کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اس نے رسولؐ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے کہا کہ میری تین

درخواستیں ہیں اور آپ سے گزارش ہے کہ آپ ان کو مجھے عنایت کر دیں۔ رسولؐ خدا ﷺ نے بھی اس بات کو قبول کر لیا:

1- عرب کی نیک ترین اور خوبصورت ترین بیٹی، ام حبیبہ میرے پاس ہے، میں اسکی شادی آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

2- معاویہ کاتب وحی بن جائے۔

3- مجھے لشکر اسلام کا سپہ سالار بنائیں تاکہ کفار سے ویسے ہی جنگ کروں، جس طرح کہ میں مسلمانوں سے جنگ کیا کرتا تھا۔

رسولؐ خدا نے سب کو قبول کر لیا۔ ابو زمیل نے کہا ہے کہ: اگر ابو سفیان ان تین درخواستوں کو رسولؐ خدا سے طلب نہ کرتا تو، وہ کبھی بھی پوری نہ ہوتیں، کیونکہ رسولؐ خدا ﷺ کسی کی بھی درخواست کو ردّ نہیں کرتے تھے۔

حواله: صحيح مسلم، جلد 4 صفحه 1945 ، حديث 2501، كِتَاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ، 40 بَاب من فَضَائِلِ أَبِي سُفْيَانَ بن حَرْبٍ، تحقيق، محمد فؤاد عبد الباقى ، ناشر : دار إحياء التراث العرب، بيروت

چلیں اب اس حدیث کے جعلی اور بے بنیاد ہونے پر خود علماء اہل سنت کی رائے پیش کیے دیتا ہوں۔

• امام نووی (متوفی 676) نے اس روایت کی شرح میں لکھا:

و اعلم أن هذا الحديث من الاحاديث المشهورة بالاشكال و وجه الاشكال أن أبا سفيان إنّما أسلم يوم فتح مكة سنة ثمان من الهجرة و هذا مشهور لا خلاف فيه و كان النبي صلي الله عليه و سلم قد تزّوج أم حبيبة قبل ذلك بزمان طويل۔

قال أبو عبيدة و خليفة بن خياط و إبن البرقي و الجمهور: تزّوجها سنة ست و قيل سنة سبع ۔۔۔

قال القاضي: و الذي في مسلم هنا أنّه زوّجها أبو سفيان غريب جدّاً و خبرها مع أبي سفيان حين ورد المدينة في حال كفره مشهور و لم يزد القاضي علي هذا ـ

و قال ابن حزم هذا الحديث و هم من بعض الرواة ؛ لأنّه لا خلاف بين الناس أنّ النبي صلي الله عليه و سلم تزّوج أم حبيبة قبل الفتح بدهر و هي بأرض الحبشة و أبوها كافر و في رواية عن ابن حزم أيضاً أنّه قال: موضوع۔ قال: و الآفة فيه من عِكْرِمَة بن عمار الراوي عن أبي زميل ---

یہ احادیث میں سے وہ حدیث ہے کہ جس میں جو اشکال ہے، وہ معروف اور مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو سفیان بغیر کسی شک کے سال ہشتم ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا تھا، اور رسولؐ خدا نے فتح مکہ سے بہت عرصہ پہلے ام حبیبہ سے شادی کر لی تھی، ابو عبیدہ اور دوسروں بلکہ سب کا اس قول پر اتفاق ہے کہ یہ شادی 6 یا 7 ہجری کو ہو گئی تھی۔ لہذا مسلم کی یہ روایت قابل تعجب ہے، کیونکہ ابو سفیان کفر کی حالت میں، شہر مدینہ میں داخل ہوا تھا اور یہ بات معروف اور مشہور ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ: بعض راویوں کا اس روایت کو نقل کرنا، خطا اور غلط ہے، کیونکہ اس بات میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ رسولؐ خدا نے فتح مکہ سے پہلے ام حبیبہ سے اس حالت میں کہ اسکا باپ کافر تھا، شادی کر لی تھی۔

ابن حزم سے ایک دوسری روایت نقل ہوئی ہے کہ اس نے کہا ہے کہ: یہ حدیث جھوٹی اور جعلی ہے، اسلیے کہ عکرمہ ابن عمار نے اس روایت کو ابوزمیل سے نقل کیا ہے۔

حواله : النووی ، أبو زكريا يحيى بن شرف بن مری ، شرح النووی على صحيح مسلم ، جلد 16 ، صفحه 63 ، ناشر : دار إحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الثانية ، 1392 ھ،

• امام شمس الدین ذہبی نے اپنی کتاب میزان الِاعتدال میں اس حدیث کو رد کرتے ہوئے لکھاہے کہ:

و فی صحیح مسلم قد ساق له أصلا منكرا عن سماك الحنفى عن ابن عباس فی الثلاثة التی طلبها أبو سفيان و ثلاثة أحاديث أخر بالإسناد،

صحیح مسلم میں یہ حدیث اور دوسری تین حدیثیں، منکرات میں سے ہیں کہ جو اس کتاب میں نقل ہوئی ہیں۔

حواله: الذهبی، ميزان الاعتدال فی نقد الرجال، جلد 5، صفحه 116، تحقيق: الشيخ علی محمد معوض و الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولی، 1995م،

اب آخر میں اس حدیث کے جھوٹا اور جعلی ہونے پر ایک اور حوالہ دے کر آگے بڑھتا ہوں۔۔

• امام ابن ملقن شافعی نے بھی اس روایت پر اشکال کرتے ہوئے کہاہے کہ:

هذا من الأحاديث المشهورة بالإشكال المعروفة بالإعضال، و وجه الإشكال : أنّ أبا سفيان إنّما أسلم يوم الفتح، و الفتح سنة ثمان، و النبی كان قد تزّوجها قبل ذلك بزمن طويل۔ قَالَ خليفة بن خياط : و المشهور علی أنّه تزّوجها سنة ست، و دخل بها سنة سبع، و قيل: تزّوجها سنة سبع، و قيل: سنة خمس۔

اس حدیث میں جو اشکال ہے، وہ بہت معروف اور برا ہے، کیونکہ ابو سفیان سال ہشتم ہجری فتح مکہ والے دن مسلمان ہوا تھا اور رسولؐ خدا نے اس بہت عرصہ پہلے سال ششم ہجری میں، ام حبیبہ سے شادی کرلی تھی، لیکن شادی کے بعد اسکو سال ہفتم ہجری میں اپنے گھر لے کر آئے تھے، اگرچے بعض نے شادی والے سال کو سال 7 یا 5 ہجری بھی نقل کیاہے۔

حواله : الأنصاری الشافعی، البدر المنير فی تخريج الأحاديث و الأثار الواقعة فی الشرح الكبير، جلد 6، صفحه 731، تحقيق: مصطفی أبو الغيط و عبد الله بن سليمان و ياسر بن كمال، ناشر: دار الهجرة للنشر و التوزيع - الرياض-السعودية، الطبعة: الاولی

تو دیکھا آپ مومنین و مومنات نے کیسے صحیح مسلم میں دو نمبر طریقے سے معاویہ کے گلے میں کاتب وحی کی مالا ڈالنے کی کوشش کی گئی۔۔

معاویہ کا قتلِ عثمان اور قتلِ عائشہ میں کردار

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ: جب معاویہ، عثمان بن عفان سے ملنے آیا تو عثمان نے کہا:

اللہ تجھے رشتہ داری کی نعمت نہ دے اور تیری مدد نہ کرے، تجھے جزائے خیر نہ دے، خدا کی قسم میں صرف تیری وجہ سے قتل کیا جاؤں گا اور تیری وجہ سے مجھ سے یہ انتقام لیا جارہا ہے

حواله : تاريخ الاسلام للذهبى : جلد 3، ص 450

حضرت ابو ایوب انصاری کے بقول عثمان کا قاتل معاویہ بن ابوسفیان

كتاب الامامة والسياسة میں معاویہ کو ابوایوب کے خط میں ذکر ہوا ہے:

ہمیں عثمان کے قاتلوں سے کیا مطلب؟ جس نے عثمان کو منتظر اور شامیوں کو اس کی مدد کرنے سے باز رکھا، وہ تو ہے اے معاویہ تو ہے۔ جن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے وہ انصار کے افراد نہیں تھے۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

الامامة والسياسة : جلد 1، صفحه 140
شرح نهج البلاغه : جلد 8، صفحه 44

تاریخ الخلفاء، الستیعاب اور اسد الغابہ میں ابو طفیل عامری بن واثلہ صحابی کے بارے میں آیا ہے کہ وہ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے اس سے کہا:

کیا تو عثمان کا قتل کرنے والوں میں سے نہیں ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں لیکن وہ لوگ ہیں جو مدینہ نے میں اس وقت موجود تھے اور اس کی مدد نہیں کی۔

معاویہ نے کہا: عثمان کی مدد کرنے کو کس چیز نے تجھے منع کیا؟

تو اس نے کہا: اس وجہ نے کہ مھاجرین وانصار نے ان کی کوئی مدد نہیں کی

تو معاویہ نے کہا: آگاہ ہو جاؤ ان کی گردنوں پر اس کی نصرت کا حق واجب تھا

تو اس نے کہا: اے امیر تمہارے ساتھ تو خود شام کے لوگ موجود تھے پھر تم نے کیوں ان کی مدد نہیں کی؟

معاویہ نے کہا: کیا میں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہو گیا ہوں یہ کافی نہیں ہے؟

تو ابو طفیل نے مسکرانے کے بعد کہا:

تو اور عثمان شاعر کے اس شعر کی مانند ہو جس میں اس نے کہا:

لا ألفينکَ بَعد الموت تَندبُنُی ۔ وفی حَیاتی مازَوّدتَنی زاد

تجھے اپنی موت کے بعد گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھو گا

کیونکہ میری زندگی میں تو تم نے کوئی ساتھ نہیں دیا

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ الخلفاء : صفحہ 239
الاستیعاب : جلد 4 صفحہ 260، الرقم 3084
اُسد الغابہ : جلد 6، صفحہ 177، الرقم 6035

عثمان بن عفان کا قاتل بھی معاویہ۔۔اب آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کو کس نے قتل کیا۔۔

امام بلاذری اور امام خواند میر لکھتے ہیں:

في تاریخ حافظ ، روی الحاجبان عن ربیع الأبرار وکامل السفینة ، المذکور في شهر السنة والخمسین

معاویہ مدینہ میں پیغمبر ﷺ کے منبر پر یزید کے لئے بیعت لینے میں مشغول تھا، کہ عائشہ نے اپنے کمرے سے آواز بلند کی: "خاموش ھو جاؤ! خاموش ھو جاؤ! کیا یہی رسم ہے کہ بزرگ افراد اپنے بیٹے کے حق میں بیعت لینے کے لئے لوگوں کو دعوت دیں؟ معاویہ نے جواب میں کہا: نہیں۔ عائشہ نے کہا: پس اس کام میں تم نے کس کی اقتداء کی ہے اور کس کی سنت کی پیروی کرتے ھو؟ معاویہ شرم کے مارے شرمندہ ھو کر منبر سے نیچے اترا اور ایک چاہ کھودا اور مکر و فریب سے عائشہ کو اس چاہ میں گرا دیا اور اسی وجہ سے عائشہ کی موت واقع ھوئی۔

حوالے ملاحظ فرمائیں:

غياث الدين بن همام الدين حسيني خواندمير، تاريخ حبيب السير، ج 1 ص 425 ، انتشارت خيام، بي جا، بي تا.
البلاذري، أحمد بن يحيي بن جابر (متوفاى279هـ)، أنساب الأشراف، ج1، ص 186 ، طبق برنامه الجامع الكبير

تو دیکھا آپ نے کہ جن ام المومنین کو یہ امی جان کہہ کہہ کر نہیں تھکتے انہی امی جان کا قاتل بھی ان کا کاتب وحی معاویہ بن ابوسفیان ہے۔

"معاویہ کا خلیفۃ المسلمین امام العالمین علی ابن ابی طالبؑ کو گالیاں دینا اور منبروں سے گالیاں دلوانا"

اس عنوان پر کچھ حوالے پیش کرنے سے پہلے میں اہل سنت کی کتابوں سے یہ ثابت کروں گا کہ امام علی علیہ السلام کو گالی دینا دراصل رسولؐ اللہ ﷺ کو گالی دینا ہے اور وہ بھی صحیح السند حدیث کی روشنی میں تاکہ معاویہ کے گن گانے والے جاہل ناصبی یہ جان لیں کہ معاویہ نے رسولؐ اللہ ﷺ کو گالیاں دیں اور دوسروں کو بھی اس عظیم گستاخی کا حکم دیا۔۔

ملاحظہ فرمائیں۔۔

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں، نسائی نے اپنی کتاب خصائص امیر مؤمنین میں اور ذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الاِسلام وغیرہ وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ، علی کو سبّ دینا، یہ خود رسولؐ خدا کو سبّ دینا ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَي أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ لِي أَيُسَبُّ رسولؐ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيكُمْ قُلْتُ مَعَاذَ اللَّهِ أَوْ سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رسولؐ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي۔

عبد اللہ جدلی نے کہا ہے کہ: میں ام سلمہ کے پاس گیا، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا بندہ ہے کہ جو رسولؐ خدا کو گالیاں دیتا ہے؟ میں نے کہا کہ نعوذ باللہ، اس پر ام سلمہ نے کہا کہ: میں نے خود رسولؐ خدا ﷺ سے سنا ہے کہ: انہوں نے فرمایا ہے کہ: جو بھی علی کو گالی دے، تو گویا اس نے مجھ کو گالی دی۔

حوالے :

- الشيبانی ، أحمد بن حنبل أبو عبد الله (متوفى241هـ) ، مسند أحمد بن حنبل ، جلد 6 ، صفحه 323 ، ح26791 ، ناشر : مؤسسة قرطبة - مصر ۔
- النسائی ، أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن ، خصائص أمير المؤمنين علی بن أبی طالب ، ج 1 ، ص 111 ، ح 91 ، باب ذكر قول النبی صلى الله عليه و سلم من سب عليا فقد سبنی ، تحقيق : أحمد ميرين البلوشی ، ناشر : مكتبة المعلا - الكويت ، الطبعة : الأولى ، 1406 ۔
- الذهبی ، شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان أبو عبد الله، تاريخ الإسلام و وفيات المشاهير و الأعلام ، ج 3 ، ص 634 ، تحقيق : د۔ عمر عبد السلام تدمرى ، ناشر : دار الكتاب العربی – لبنان، بيروت ، الطبعة : الأولى ، 1407هـ - 1987م ۔

حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے، لیکن بخاری اور مسلم نے اس کو اپنی اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا۔

الحاكم النيشاپوری ، محمد بن عبد الله أبو عبد الله ، المستدرك على الصحيحين ، ج 3 ، ص 130 ، تحقيق : مصطفى عبد القادر عطا، ناشر : دار الكتب العلمية - بيروت ، الطبعة : الأولى ، 1411هـ - 1990م ۔

اور ہیثمی نے بھی کہا ہے کہ:

رواه أحمد و رجاله رجال الصحيح غير أبي عبد الله الجدلي و هو ثقة۔

احمد نے اسکو نقل کیا ہے اور اسکے سارے راوی، صحیح بخاری کے راوی ہیں، غیر از ابو عبد اللہ جدلی کہ وہ بھی مورد اعتماد ہے۔

الهيثمی ، علی بن أبی بكر الهيثمی ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، ج 9 ، ص 130 ، ناشر : دار الريان للتراث، دار الكتاب العربی، القاهرة ، بيروت – 1407

معاویہ کا امیر المومنین امام علی علیہ السلام کو گالی دینا اور دلوانے پر سب سے پہلا ثبوت میں اس متعصب ترین امامِ اہل سنت سے پیش کر رہا ہوں جس کی اہل بیت سے دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور جو وہابیوں اور ناصبیوں کا روحانی پیشوا ہے یعنی ابن تیمیہ **ملعون**۔۔

- **آئیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ یہ دشمنِ اہل بیت بھی لکھنے پر مجبور ہے کہ معاویہ ابن ابو سفیان، سعد ابن ابی وقاص کو حکم دیتا تھا کہ علی کو گالیاں دے:**

و أما حديث سعد لما أمره معاوية بالسب فأبي فقال ما منعك أن تسب علي بن أبي طالب فقال ثلاث قالهن رسولؐ الله صلي الله عليه و سلم فلن أسبه لأن يكون لي واحدة منهن أحب إلي من حمر النعم الحديث فهذا حديث صحيح رواه مسلم في صحيحه۔

روایت سعد: معاویہ نے سعد ابن ابی وقاص کو حکم دیا کہ علی کو گالی دے، لیکن اس نے معاویہ کی بات کو ردّ کر دیا اور اسکے حکم پر عمل نہیں کیا۔ اس پر معاویہ نے اس سے کہا کہ تم کیوں علی کو گالی نہیں دے رہے ؟ سعد نے معاویہ کو جواب دیا کہ: میں نے رسولؐ خدا سے علی کی فضیلت کے بارے میں تین باتوں کو سنا ہے، لہذا میں کبھی بھی علی کو سبّ و شتم نہیں

کروں گا، اور اگر ان تین صفات میں سے کوئی ایک بھی میرے لیے بیان فرمائی ہوتی تو، یہ بات میرے لیے سرخ بالوں والے اونٹوں سے بھی بالاتر ہوتی۔

یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم نے اسکو اپنی کتاب صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔

إبن تيمية الحرانى، منهاج السنة النبوية ، جلد 5 ، صفحه 42 ، تحقيق : د۔ محمد رشاد سالم ، ناشر: مؤسسة قرطبة ، الطبعة : الأولى، 1406

•اب میں صحیح مسلم کی وہ مکمّل حدیث نقل کر رہا ہوں جس پر ابن تیمیہ جیسے شقی نے بھی اعتراض نہیں کیا بلکہ اسے صحیح کا درجہ دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهُ رسولّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ :
سَمِعْتُ رسولّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رسولّ اللَّهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ لَهُ رسولّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرسولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرسولَهُ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ ادْعُوا لِي عَلِيًّا فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ :
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ ،
دَعَا رسولّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي ۔

عامر ابن سعد ابن ابی وقّاص نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن معاویہ ابن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کو سبّ و شتم کرے، لیکن سعد نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

معاویہ (ملعون) نے سعد سے پوچھا: تم علی کو گالیاں کیوں نہیں دیتے؟ سعد نے جواب دیا: تین صفات کی وجہ سے کہ جو میں نے علیؑ کی شان میں رسولؐ خدا ﷺ سے سنی ہیں، اسی وجہ سے میں کبھی بھی ان حضرت کو گالیاں نہیں دوں گا اور اگر ان تین صفات میں سے کوئی ایک بھی مجھ میں پائی جاتی تو یہ بات میرے لیے سرخ بالوں والے اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی!

1-رسولؐ خدا ﷺ نے ایک جنگ کے موقع پر علیؑ کو اپنے جانشین کے طور پر مدینہ میں اپنا نائب بنایا تو حضرت علیؑ نے ان حضرت سے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپ مجھے بچوں اور عوتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟! رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ میرے لیے وہی مقام و منزلت رکھتے ہیں کہ جو ہارون کا مقام حضرت موسی کے لیے تھا، بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

2-اور جنگ خیبر کے دن میں نے رسولؐ خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں پرچم اسلام اسکے ہاتھ میں دوں گا کہ جو خدا اور رسولؐ سے محبت کرتا ہو گا اور خدا اور رسولؐ بھی اس سے محبت کرتے ہیں! اس بات کو سننے کے بعد ہم سب اس انتظار میں تھے کہ یہ فضیلت ہمیں نصیب ہو لیکن اسی وقت رسولؐ خدا ﷺ نے فرمایا علی کہاں ہے؟ علی اس حالت میں رسولؐ خدا کے پاس آئے کہ انکی آنکھ میں درد ہو رہا تھا، رسولؐ خدا نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کی آنکھ پر لگایا تو انکو درد سے شفا مل گئی اور پرچم اسلام کو انکے سپرد کر دیا اور حضرت علی کے وجود کی برکت سے اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

3-جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو رسولؐ خدا ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین علیہم السّلام کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حواله : صحيح مسلم ، جلد 7 ، صفحه 120 ، كتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه ۔

اہل سنت کی نظر میں اس روایت کے صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، کیونکہ کتاب صحیح مسلم اہل سنت کی نگاہ میں ایسی کتاب ہے کہ جسکی تمام روایات صحیح، معتبر اور مورد قبول ہیں، اسی وجہ سے بہت سے علمائے اہل سنت نے اس روایت کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے، جیسے

- **ترمذی نے اپنی کتاب سنن میں، کتاب المناقب، باب مناقب علي ابن أبي طالب**
- **البانی نے کتاب صحیح سنن ترمذی میں، حدیث نمبر 2932 میں اس روایت کی تصحیح کی ہے**
- **ابن کثیر نے کتاب البدایۃ والنھایۃ سال 40 ہجری کے حوادث میں، ج7، ص369**
- **ابن اثیر نے کتاب اسد الغابۃ في معرفۃ الصحابۃ میں ترجمہ امام علی علیہ السلام میں، ج4، ص99**
- **ذہبی نے کتاب تاریخ الاسلام میں، ترجمہ امام علی علیہ السلام میں، ص627 سال 40 ہجری کے حوادث میں**
- **ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں کئی جگہ پر اس روایت کو نقل کیا ہے۔**

تھوڑا مختصر کرتاہوں تاکہ تحریر مزید طولانی نہ ہو ورنہ حوالے تولاتعداد ہیں۔۔

• بلاذری نے کتاب انساب الأشراف میں لکھاہے کہ:

كتب معاوية إلي المغيرة بن شعبة : أظهر شتم علي وتنقصه ۔۔۔ ۔

معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کو خط لکھااور اسے حکم دیا کہ سرعام علی کو گالیاں دے اور اسکے عیوب کو بیان کرے۔

حوالہ : انساب الأشراف ، جلد 5 ، صفحہ 30 ، ط الأولي ، دار الفكر ، بيروت ۔

• اہل سنت کے مشہور و معروف مؤرخ امام طبری نے بھی لکھا ہے کہ:

أن معاوية بن أبي سفيان لما ولى المغيرة بن شعبة الكوفة في جمادى سنة 41 دعاه فحمد الله وأثنى عليه ثم قال : ۔۔۔ ولست تاركا إيصاءك بخصلة لا تتحم عن شتم على وذمه والترحم على عثمان والاستغفار له والعيب على أصحاب على والاقصاء لهم وترك الاستماع منهم ۔۔۔ ۔

معاویہ نے جب سن 41 ہجری میں مغیرہ ابن شعبہ کو کوفہ کا والی و حاکم بنایا تو اسے حکم دیتے ہوئے کہا:

ایک کام کو بالکل بھولنا نہیں ہے اور اسے زیادہ تاکید کے ساتھ انجام دینا ہے، اور وہ کام، علی پر لعنت کرنا اور اسے گالیاں دینا ہے اور اسکے مقابلے پر عثمان کا ذکر احترام سے کرنا اور ہمیشہ اسکے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور علی کے اصحاب کی برائیوں کو بیان کرو اور انکو جلا وطن کرنا اور انکی کوئی بھی بات نہ سننا۔

حوالہ : تاريخ طبري ، جلد 4 ، صفحہ 188

• امام بلاذری نے اور جگہ پر لکھا ہے:

قال : خطب معاوية بالمدينة فحمد الله وأثني عليه ، وذكر علياً فنال منه ، و نسبه الي قتل عثمان و ايواء قتلته والحسن بن علي تحت المنبر ۔

معاویہ نے مدینہ میں خطاب کرتے ہوئے خداوند کی حمد و ثنا کرنے کے بعد علی کو برا بھلا کہا اور پھر اس نے قتل عثمان اور اسکے قاتلوں کو پناہ دینے کی ساری ذمہ داری علی پر ڈال دی، حالانکہ حسن ابن علی بھی وہاں پر حاضر تھے۔

حوالہ : أنساب الأشراف ، جلد 5 ، صفحہ 105

آخر میں اہل سنت کے مفسر قرآن کی تفسیر سے ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کہ معاویہ کا امام علیؑ پر سب و شتم کرنا کتنے عرصے تک جاری رہا۔

امام آلوسی مفسر مشہور اہل سنت نے آیت «إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ---» سورہ نحل آیت 90، کی تفسیر میں لکھا ہے:

أقامها عمر بن عبد العزيز حين آلت الخلافة إليه مقام ما كانو بنو أمية غضب الله تعالى عليهم يجعلونه في أواخر خطبهم من سب علي كرم الله تعالى وجهه ولعن كل من بغضه وسبه وكان ذلك من أعظم مآثره رضي الله تعالى عنه ۔

عمر ابن عبد العزیز جب خلیفہ بنا تو اس نے احسان و نیکی کو علی پر سبّ و لعن کی جگہ قرار دیا اور زندہ کیا، بنی امیہ کہ خداوند کا غضب ان پر نازل ہو، عمر ابن عبد العزیز کے زمانے تک نماز جمعہ کے خطبوں کے آخر میں علی پر سبّ و لعن کیا کرتے تھے کہ یہ کام عمر ابن عبد العزیز کے لیے ایک افتخار شمار ہوتا ہے۔

حواله : روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ، آلوسي ، جلد 7 ، صفحه 456 ، ط الأولي ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، 1422 ھ

خدا اور اس کی تمام مخلوقات کی لعنت ہو معاویہ ابن جگر خور ہندہ پر صبح و شام۔۔بے شمار

معاویہ کا حکومت کی خاطر 70 ہزار اصحاب کو قتل کرنا

معاویہ کا ہزاروں اصحاب رسولؐ کو قتل و شہید کروانا کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں۔۔اس پر سب بڑی گواہ خود جنگِ صفین ہے۔

اب جلدی جلدی کچھ حوالے پیش کرتا ہوں۔۔ مخصوص اصحاب کے

• معاویہ کا حضرت عائشہ کے بھائی اور خلیفہ اول کے بیٹے کو بے دردی سے شہید کروانا اور عائشہ کا معاویہ پر لعنت کرنا

محمد ابن ابو بکر کو معاویہ کے حکم پر گدھے کی کھال میں ڈال کر آگ لگا کر شہید کیا گیا۔

فلما بلغ ذلك عائشة جزعت عليه جزعاً شديداً و قنتت عليه في دبر الصلاة تدعو علي معاوية و عمرو۔

جب یہ خبر عائشہ کو ملی تو اس نے بہت زیادہ غم و غصے کا اظہار کیا اور اسکے بعد وہ اپنی ہر نماز کے قنوت میں معاویہ اور عمرو ابن عاص پر لعنت کیا کرتی تھی۔

1. تاريخ الطبري، ج4، ص79
2. الكامل في التاريخ لإبن الأثير، ج3، ص357
3. البداية و النهاية لإبن كثير، ج7، ص349

• معاویہ نے رسولؐ خدا ﷺ کے بہت سے بزرگ صحابہ جیسے عمرو ابن حَمِق خزاعی، حجر ابن عدی اور مالک اشتر وغیرہ کو شہید کیا:

- تاریخ الطبري، ج4، ص72و187
- الكامل في التاريخ لإبن الأثير، ج3، ص353و482
- تاريخ اليعقوبي، ج2، ص230

"معاویہ کا سبطِ رسولؐ حضرت امام حسنؑ کو زہر سے شہید کرنا"

پہلا حوالہ:

الطبقات الکبری میں ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ:

وقال الشعبي: إنما دس اليها معاوية فقال سمي الحسن وأزوجك يزيد وأعطيك مائة الف درهم فلما مات الحسن

شعبی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسنؑ کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

و قال ابن سعد في الطبقات: سمه معاوية مرارا لأنه كان يقدم عليه الشام هو و أخوه الحسين؏۔

ابن سعد نے الطبقات الکبری میں کہا ہے کہ:

معاویہ نے امام حسنؑ کو کئی بار زہر دیا کیونکہ وہ معاویہ کے پاس شام آنا چاہتے تھے۔

سبط بن الجوزی الحنفی، شمس الدین أبو المظفر یوسف بن فرغلی بن عبد الله البغدادی ، تذکرة الخواص، ص191. 192، ناشر: مؤسسة أهل البیت . بیروت،

دوسرا حوالہ:

معاوية كما قيل دهاء فدس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس و كانت زوجة الحسن رضي الله عنه شربة و قال لها إن قتلت الحسن زوجتك بيزيد۔ فلما توفي الحسن بعثت إلي معاوية تطلب قوله فقال لها في الجواب أنا أضن بيزيد۔

معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسنؑ کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کر دیا تو اس نے معاویہ سے کہا کہ اب اپنا وعدہ پورا کرو، معاویہ نے پیغام دیا کہ میں یزید سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ سالہا سال زندہ رہے۔

السعدي الخزرجي، موفق الدين أبي العباس أحمد بن القاسم بن خليفة بن يونس ، عيون الأنباء في طبقات الأطباء، ج1، ص174، تحقيق: الدكتور نزار رضا، ناشر: دار مكتبة الحياة - بيروت۔

تیسرا حوالہ:

امامِ اہل سنت امام قرطبی اپنی کتاب التعریف بالأنساب میں لکھتے ہیں:

و مات الحسن مسموما سمته زوجته بنت الأشعث الكندية دسه إليها معاوية۔

حسنؑ مسموم دنیا سے گئے کہ ان کی بیوی نے معاویہ کے حکم ان کو زہر دیا تھا۔

القرطبی الحنفی، أحمد بن محمد بن إبراهيم الأشعري (متوفى550هـ)، التعريف بالأنساب والتنويه بذوي الأحساب، ج1، ص3

چوتھا حوالہ:

امام نویری اپنی تصنیف میں یوں لکھتے ہیں

قال: و قال أبو قتادة و أبو بكر بن حفص: سم الحسن ابن علي رضي الله عنهما: سمته امرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ قال: و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها في ذلك، وكان لها ضرائر و أنه وعدها بخمسين ألف درهم، و أن يزوجها من يزيد، فلما

فعلت وفي لها بالمال، و قال: حبنا ليزيد يمنعنا من الوفاء لك بالشرط الثاني۔

ابو قتادہ اور أبو بکر بن حفص نے کہا ہے کہ امام حسنؑ اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔

ایک گروہ نے کہا ہے کہ: یہ کام معاویہ کی سازش کی وجہ سے ہوا کیونکہ معاویہ امام کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ معاویہ نے اس کو وعدہ دیا کہ اگر یہ کام کرو گی تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور اپنے بیٹے یزید کی تم سے شادی کروں گا۔ جب جعدہ نے یہ کام انجام دے دیا تو معاویہ نے اس کو درہم تو دے دیئے اور کہا کہ مجھے یزید کی جان عزیز ہے اس لیے میں اس کی شادی تم سے نہیں کروں گا۔

النويري،شهاب الدين أحمد بن عبد الوهاب(متوفى733ھ)، نهاية الأرب في فنون الأدب،ج 20، ص201، تحقيق مفيد قمحية و جماعة، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

پانچواں حوالہ:

امام زمخشری نے لکھا

جعل معاوية لجعدة بنت الأشعث امرأة الحسن مائة ألف حتي سمته، و مكث شهرين و إنه ليرفع من تحته كذا طستاً من دم

معاویہ نے ایک لاکھ دینار امام حسن کی بیوی کو دیئے اور اس سے کہا کہ امام کو زہر دے دو، امام اس واقعے کے دو ماہ بعد زندہ رہے۔ زہر کا اتنا اثر ہوا کہ خون سے بھرا ہوا طشت بار بار امام کے سامنے سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

الزمخشري الخوارزمي، ابو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد جار الله (متوفى538ھ)، ربيع الأبرار، ج1، ص438

چھٹا حوالہ:

امام بلاذری نے انساب الأشراف میں لکھا۔

معاوية دس إلي جعدة بنت الأشعث بن قيس امرأة الحسن، و أرغبها حتي سمته و كانت شانئة له۔

معاویہ نے مخفی طور پر جعدہ بنت اشعث کو پیغام دیا کہ اور اس کو اتنا اصرار کیا کہ امام کو مسموم کرو، اس کا رابطہ امام سے ٹھیک نہیں تھا۔

پھر لکھتے ہیں۔۔

و قال الهيثم بن عدي: دس معاوية إلي ابنة سهيل بن عمرة امرأة الحسن مائة ألف دينار علي أن تسقيه شربة بعث بها إليها ففعلت

ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ: معاویہ نے سازش کی اور سہیل ابن عمرۃ کی بیٹی کہ جو امام حسن کی بیوی تھی، سے کہا کہ اگر تم امام حسن کو زہر دو تو تم کو ایک لاکھ دینار دوں گا، اس نے بھی اس کام کو انجام دے دیا۔

البلاذري، أحمد بن يحيي بن جابر (متوفى279هـ)، أنساب الأشراف، ج1، ص389

ساتواں حوالہ:

أن مروان بن الحكم الذي كان حاكما للمدينة من قبل معاوية بن أبي سفيان قد أرسله معاوية و معه منديل ملطخ بالسم و قال له أن عليه بأي تدبير يستطيعه أن يخدع جعده بنت الأشعث بن قيس زوجة الحسن حتي تقدم بعدها علي إزالة وجود الحسن من هذه الدنيا بواسطة هذا المنديل، وقل لها عني أنها إذا أرسلت الحسن إلي العالم الآخر وأتمت المهمة فإن لها خمسين ألف درهم و أنها ستكون زوجا ليزيد۔ فأسرع مروان بن الحكم إلي المدينة ليقوم بما قاله معاوية و سعي جاهدا إلي خداع جعدة التي كان لقبها (أسماء) التي انطلت عليها الحيلة و نفذت ما قاله معاوية و دست السم للإمام الحسن عليه السلام الذي سري في جسده فنقل إلي دار السلام۔

مروان ابن حکم معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا۔ معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ آیا تا کہ معاویہ کے حکم پر عمل کر سکے۔

آخر کار مروان نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔

جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

الأحمد نكري، القاضي عبد النبي بن عبد الرسولؒ الحنفي الهندي، دستور العلماء أو جامع العلوم في اصطلاحات الفنون، ج4، ص50، تحقيق: عرب عباراته الفارسية: حسن هاني فحص، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

آٹھواں حوالہ:

ابو الفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا:

عن مغيرة، قال: أرسل معاوية إلي ابنة الأشعث إني مزوجك بيزيد ابني، علي أن تسمي الحسن بن علي، و بعث إليها بمائة ألف درهم

مغیرہ سے روایت ہے کہ معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسنؑ کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔

ابو الفرج الاصفهاني، مقاتل الطالبيين، (متوفی356ھ)، مقاتل الطالبين، ج1، ص20، باب رجع الحديث الي خبر الحسن

نواں حوالہ:

امام ابن اعثم شافعی اپنی کتاب الفتوح میں لکھا ہے

سمعنا من الثقات أنه حين قرر معاوية بن أبي سفيان أن يجعل ولده يزيدا ولي عهده، مع علمه بأن هذا الأمر صعب المنال نظر لأن الصلح الذي أبرم بينه و بين الحسن بن علي كان من بين شروطه أن يترك معاوية أمر المسلمين شوري بينهم بعد وفاته۔ لذلك سعي في موت الحسن بكل جهده، و أرسل مروان بن الحكم (طريد النبي صلي الله عليه و آله وسلم) إلي المدينة و أعطاه منديلا مسموما و أمره بأن يوصله إلي زوجة الحسن جعدة بنت الأشعث بن قيس بما استطاع من الحيل لكي تجعل الحسن يستعمل ذلك المنديل المسموم بعد قضاء حاجته و أن يتعهد لها بمبلغ خمسين ألف درهم و يزوجها من ابنه۔ فذهب مروان تنفيذا لأمر معاوية و استفرغ جهده حتي خدع زوجة الحسن و نفذت المؤامرة و علي إثر ذلك انتقل الحسن إلي دار السلام و اغترت جعدة بمواعيد مروان و أقدمت علي تلك الجريمة الشنعاء۔

میں نے مورد اطمینان افراد سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا ارادہ کیا حالانکہ وہ خود جانتا تھا کہ یہ کام ہونے والا نہیں ہے کیونکہ اس نے صلح نامے میں امام حسن کو وعدہ دیا تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین نہیں بنائے گا۔ اس لیے اس نے پوری کوشش شروع کر دی کہ امام حسن کو قتل کر دے۔ اسی لیے معاویہ نے مروان ابن حکم کو مدینہ روانہ کیا اور معاویہ نے اسے ایک زہر آلود رومال دیا اور کہا کہ جیسے بھی ہو جعدہ بنت اشعث کو راضی کرو کہ وہ اس رومال کے ذریعے امام حسن کے وجود کو اس دنیا سے ختم کر دے اور اس سے کہو کہ اگر تم نے مہم کام کو انجام دیا تو میں تم کو 50 ہزار درہم دوں گا اور بہت جلد تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ مروان جلدی سے مدینہ گیا اور آخر کار اس نے بہت ہی حیلے اور بہانوں سے جعدہ کو اس کام کے کرنے پر راضی کر لیا۔ **جعدہ نے معاویہ اور مروان کے کہنے پر اس گناہ کو انجام دیا اور امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔**

الكوفي، أبي محمد أحمد بن أعثم (متوفى314هـ)، كتاب الفتوح، ج 4، ص 319، تحقيق: علي شيري (ماجستر في التاريخ الإسلامي)، ناشر: دار الأضواء للطباعة و النشر و التوزيع . بيروت

دسواں حوالہ:

امام تلمستانی نے لکھا ہے کہ:

و مات الحسن، رضي الله عنه، مسموما يُقال إن امرأته " جَعْدة " بنت الأشعث بن قيس سمَّته۔ دَسَّ إليها معاوية أن تسمَّه فإذا مات أعطاها أربعين ألفا، و زوَّجها من يزيد فلما مات الحسن وفَّى لها بالمال و قال لها: حاجة هذا ما صنعت بابن فاطمة، فكيف تصنع بابن معاوية؟ فخسرت و ما ربحت۔

حسنؑ مسموم دنیا سے گئے اور کہا گیا ہے کہ امام کی بیوی نے جعدہ بنت اشعث بن قیس نے امام کو زہر دیا تھا۔ معاویہ نے مخفی طور پر اس کو پیغام دیا کہ اگر تم امام حسن کو شہید کرو تو میں تم کو 40 ہزار درہم دوں گا اور تمہاری شادی یزید سے کروں گا۔ جب اس نے امام کو شہید کیا

تو معاویہ نے اسے درہم تو دیئے لیکن اس سے کہا کہ جب تم نے فاطمہ کے بیٹے کے ساتھ یہ کیاہے تو تم میرے بیٹے یزید کے ساتھ کیا کرو گی۔ پس جعدہ نے اپنا نقصان کیا اور اسکو کچھ حاصل بھی نہیں ہوا۔

الانصاري التلمساني، محمد بن أبي بكر المعروف بالبري (متوفى644ھ) الجوهرة في نسب النبي وأصحابه العشرة، ج1، ص282

گیارہواں حوالہ:

امام قرطبی مالکی لکھتے ہیں،

و قال قتادة و أبو بكر بن حفص سم الحسن بن علي سمته إمرأته جعدة بنت الأشعث بن قيس الكندي۔ و قالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها و ما بذل لها من ذلک و كان لها ضرائر و الله أعلم

ابو قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے کہاہے کہ امام حسن اپنی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں مسموم ہوئے۔

یہ کام معاویہ نے جعدہ کے ساتھ سازش کی تھی اور اسکو یہ کام کرنے پر مال بھی دیا تھا۔ اس کے علاوہ معاویہ کی چند بیویاں تھیں کہ شاید انہوں نے معاویہ کو یہ کام کرنے کا کہا تھا۔

النمري القرطبي المالكي، ابو عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر (متوفى 463ھ-)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج1، ص389، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار الجيل - بيروت

بارہواں حوالہ:

امام مسعودی شافعی نے لکھاہے کہ:

و ذكر أن امرأته جَعْدة بنت الأشعث بن قيس الكندي سقته السم، و قد كان معاوية دسَّ إليها: إنك إن احتلْتِ في قتل الحسن وَجَّهت إليك بمائة ألف درهم، و زوَّجتك من يزيد

جعدہ بنت اشعث بن قیس کہ جو امام حسنؑ کی بیوی تھی۔ اس نے امام کو معاویہ کے کہنے پر زہر دیا کیونکہ **معاویہ نے جعدہ کو پیغام دیا کہ حسن کو مسموم کرو تو یزید کی شادی تم سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم بھی تم کو دوں گا۔**

المسعودي، ابو الحسن علي بن الحسين بن علي (متوفى 346ھ-) مروج الذهب، ج 1، ص 346، باب ذكر خلافة الحسن بن علي بن أبي طالب

حوالے اور بھی ہیں پر میں یہاں بارہ امامی ہونے کے باعث فقط 12 حوالے پیش کیے ہیں۔

"معاویہ کی سنتوں پر اصحاب رسولؐ کا برتاؤ"

عائشہ کا معاویہ کو فرعون سے تشبیہ دینا:

اسود ابن یزید کا بیان ہے کہ میں نے عائشہ سے کہا: تمہارے لیے تعجب کی بات نہیں ہے کہ فتح مکہ کا ایک آزاد شدہ آدمی خلافت کے بارے میں اصحاب رسولؐ خدا ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے؟

اس پر عائشہ نے جواب دیا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے! یہ اللہ کی قدرت حاکمہ ہے جسے وہ نیک و بد سبھی کو عطا کرتا ہے، اور تاریخ میں اس طرح کے اتفاقات پیش آئے ہیں، جیسے فرعون نے چار سو سال تک مصر کے لوگوں پر حکومت کی، اور اسی طرح فرعون کے علاوہ دوسرے کافروں نے بھی اور یہی معاویہ ابن ابوسفیان کی مثال ہے۔

البداية و النهاية ابن كثير ج 8 ص 131

صحابی رسولؐ خدا ﷺ حضرت ابن عباس کی نظر میں معاویہ:

صحابی رسولؐ خدا ﷺ ابن عباس جنگ صفین کے بارے میں اپنے ایک بیان میں اس طرح فرماتے ہیں کہ:

جگر خوار عورت کے بیٹے (معاویہ) نے علی ابن ابی طالبؑ کے مقابل جنگ میں بعض کمینوں اور شام کے پست افراد کو اپنا مددگار بنایا۔ رسولؐ اللہ کے چچازاد بھائی اور داماد جس نے سب سے پہلے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز ادا کی اور اہل بدر (بدری) میں سے تھے، جو کہ تمام جنگوں میں صاحبان فخر اور فضیلت تھے اور ہمیشہ رسولؐ اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، جبکہ

معاویہ اور ابو سفیان دونوں اس وقت مشرک اور بت پرست تھے۔ یاد رکھو اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں تمام ہستی ہے، اور اس کو ظہور میں لانے والا ہے، اور ہر ہستی وجود پر حکومت اور سلطنت کے لیے سزاوار ہے، علی ابن ابی طالب رسولؐ اللہ کے ہم رکاب جنگ کرتے تھے، اور علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

خدا اور اس کا رسولؐ جو بھی کہتے ہیں سچ کہتے ہیں،

لیکن اس کے مقابل معاویہ اور ابو سفیان کہتے تھے:

خدا اور اس کا رسولؐ جھوٹا ہے،

لیکن اس کے باوجود معاویہ جس موقعیت کا آج حامل ہے ماضی کی موقعیت سے ہر گز بہتر، یا زیادہ پرہیز گار، اور ہدایت یافتہ نہیں ہے۔

کتاب صفین، ص 360
شرح ابن ابی الحدید ج 1 ص 504

صحابی حضرت عمار یاسرؓ کی نگاہ میں معاویہ:

یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عمار یاسر نے جنگ صفین کے دوران فرمایا:

اے مسلمانو! کیا تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو کہ جس نے خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ دشمنی کی، رسولؐ کی مخالفت میں جدوجہد کی، مسلمانوں پر مسلح ہو کر تجاوز کیا، مشرکوں کی حمایت کی، اور جب خدا نے چاہا کہ وہ اپنے دین کی حمایت کرے اور اس کو نمایاں کرے اور اپنے رسولؐ کی مدد کرے، تو وہ شخص پیغمبر کے پاس آتا ہے اور مسلمان ہو جانے کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ خدا کی قسم! اس نے اسلام کو ہر گز دل سے قبول نہیں کیا، بلکہ ڈر اور خوف کے سبب اس نے اظہار اسلام کیا، جب پیغمبر دنیا سے گئے تو خدا کی قسم ہم جانتے تھے کہ وہ مسلمانوں کا دشمن اور تباہ کاروں کا دوست ہے؟ ہاں! وہ شخص معاویہ ہی

ہے، لہذا تم اس پر لعنت بھیجو، اور اس کے ساتھ جنگ کرو، اس لیے کہ یہ وہ شخص ہے جو دین کی مشعل کو خاموش اور خدا کے دشمنوں کی مدد کر رہا ہے۔

تاریخ طبری ج 6 ص 7
کتاب صفین ص 240
الکامل لابن الاثیر ج 3 ص 136

کتاب صحیح مسلم میں معاویہ کے بارے میں جس میں رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کو اس وقت بد دعا دی جب معاویہ نے رسولؐ خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔

اسی حدیث کی تشریح میں امام نووی نے اہلسنت کے امام نسائی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ:

معاویہ کے بارے میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے، سوائے اس ایک بد دعا والی حدیث کے۔

اب تحریر کا اختتام بھی لعنت کے جملوں کے ساتھ کر رہا ہوں۔

اَللّهُمَّ خُصَّ اَنْتَ اَوَّلَ ظالِم بِاللَّعْنِ مِنّي وَابْدَأْ بِهِ اَوَّلاً ثُمَّ (الْعَنِ) الثّانيَ وَالثّالِثَ وَالرّابعَ اَللّهُمَّ الْعَنْ يَزيدَ خامِساً وَالْعَنْ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِياد وَابْنَ مَرْجانَةَ وَعُمَرَ بْنَ سَعْد وَشِمْراً وَآلَ اَبي سُفْيانَ وَآلَ زِياد وَآلَ مَرْوانَ اِلى يَوْمِ الْقِيامَةِ۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

(اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا) تحقیقی آپریشن

السلام علیکم، تحفہ یا علیؑ مدد

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے میں نے ضمیر اختر پر اپنی وضاحت پیش کی تھی اور جو ایک اچھا کام انہوں نے بول ٹی وی پر کیا اسے سراہا بھی لیکن وہی ہوا جس کا ڈر تھا اگلے پروگرام میں مفتی عابد مبارک نے علم الرجال الحدیث کی بحث چھیڑتے ہوئے اس حدیث کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔۔ کو صحیح حدیث ثابت کیا جس پر ضمیر اختر کچھ نہ کہہ سکے اور یہاں پر بالکل بے زاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام کو تاثر دے گئے کہ جو سامنے والا مفتی ہے اس نے شاید درست کہا ہے۔

اب جبکہ ضمیر اختر کی جانب سے کوئی دفاع نہیں کیا گیا جو کے شاید وہ کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ تاریخ کا علم الگ ہوتا جو کوئی بھی حاصل کرلیتا ہے لیکن سندِ حدیث پر جرح کرنے کے لیے باقاعدہ علم الحدیث حاصل کرنا ہوتا ہے۔

مجھے شدید رنج سے یہ دوبارہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ضمیر اختر مبینہ مرشد کو تشیع کا عالم نہ سمجھا جائے۔۔ خدارا

اب میں مجبور ہوں کہ اس حدیث کو لے کر یہاں اس جاہل مفتی عابد مبارک کو جواب دوں اور وہ بھی خود اسی کی کتابوں سے۔۔

کوشش کروں گا کہ علمی اور عقلی دونوں لحاظ سے اس حدیث کا رد پیش کروں اور وہ بھی مختصر مگر جامع انداز میں۔

یہ وہ حدیث ہے جو مسند أحمد، رقم:17405، جامع الترمذي، رقم:3686 اور المستدرک للحاکم، رقم:4495 وغیرھم میں درج ہے،

اس کا عربی متن یہ ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو، أَنَّ مِشْرَحَ بْنَ هَاعَانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " لَوْ كَانَ مِنْ بَعْدِي نَبِيٌّ، لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ "

ہم سے بیان کیا ابو عبد الرحمان نے، اس نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حیوہ نے، اس نے کہا کہ ہم سے بیان کیا بکر بن عمرو نے اور اسکو مشرح بن ھاعان نے خبر دی کہ اس نے عقبہ بن عامر کو کہتے سنا تھا کہ میں نے رسولؐ اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ یقیناً عمر بن الخطاب ہوتا۔

سب سے پہلے میں اس حدیث کو عقلی دلیلوں سے رد کرتا ہوں پھر رجال کی بحث سے ثابت کروں گا کہ یہ حدیث علماء اہل سنت میں بھی "ضعیف حدیث" ہے۔

عقلی رد:

تمام امت مسلمہ جانتی ہے اور متفق ہے کہ عمر بن خطاب نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ شرک اور بت پرستی میں گزارا، یہ ایسی بات ہے جو متواتر طریقہ سے ثابت ہے اور اس پر استدلال وبرہان کی ضرورت نہیں ہے، پس کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اس حالت میں نبوت کے قابل ہو؟

دوسری بات یہ کہ مسلمانوں کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ نبی کے لیے عصمت یعنی معصوم عن الخطاء ہونا ضروری ہے اور عمر بن خطاب قطعاً معصوم نہیں تھا، پس جو معصوم نہیں ہے وہ کیسے نبی بن سکتا ہے؟

تیسری بات یہ کہ اس حدیث سے ابو بکر پر عمر کی افضلیت ثابت ہو رہی ہے لیکن اہل سنت اس بات کو قبول نہیں کرتے اور وہ ابو بکر کو بعد رسولؐ تمام اصحاب سے مقدم مانتے ہیں۔ تو کیسے کوئی نبی اپنی امت کے کسی فرد سے کم فضیلت رکھتے ہوئے نبی ہو سکتا ہے؟؟

تو آپ احباب نے دیکھا کہ عقل کسی طور پر ایسی جعلی حدیث کو قبول نہیں کرتی بلکہ یہ حدیث تو ختم نبوت پر حملہ ہے کیونکہ جب "اگر" آگیا تو وہاں قادیانیوں پر یہ دروازہ کھل گیا کہ بعد رسولؐ خاتم (معاذاللہ) کوئی دوسرا نبی آسکتا ہے۔

اب آتے ہیں اس بات پر کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف اور وہ بھی علماء اہل سنت کے نزدیک!!

توسب سے پہلے اسی حوالے پر چلتے ہیں جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے اور تمام اہل سنت اسی حوالے سے اسے پیش کرتے ہیں۔ تو آیئے جانتے ہیں کہ خود انہی اہل سنت محدث کا اپنی اس حدیث پر کیا نظریہ ہے۔

المنتخب من علل الخلل میں درج ہے کہ امام أحمد بن حنبل سے اس حدیث کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا، کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

فقال: اضرب عليه؛ فإنه عندي منكر۔

ترجمہ: "اس کو کاٹ دو، کیونکہ یہ میرے نزدیک منکر ہے"

تو دیکھا آپ نے۔۔ کہ اپنی مسند میں حدیث کو لانے والا خود اس حدیث سے انکار کرتے ہوئے اسے منکر کہہ رہا ہے۔

اب آتے ہیں دیگر اہل سنت علم الحدیث کے علماء کی طرف کہ ان کی اس جعلی حدیث کے بارے میں کیا رائے ہے۔

امام ابن حجر العسقلاني اپنی کتاب تھیذیب التھذیب میں لکھتے ہیں:

وعلته : مشرح بن هاعان ، فإنه وإن وثقه ابن معين ، فقد قال ابن حبان : " يروي عن عقبة مناكير لا يتابع عليها ، فالصواب ترك ما انفرد به " ۔

اس حدیث کی سند میں مسئلہ مشرح بن ھاعان ہے، اسکو ابن معین نے ثقہ کہا ہے، اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ عقبہ سے منکر احادیث بیان کرتا تھا اور کوئی اور سند نہیں ان احادیث کی جو اسکی حمایت کریں، تو بہتر ہے کہ وہ احادیث ترک کی جائیں جن میں وہی راوی ہے۔

حواله : تهيذيب التهذيب، جلد 10، صفحه 155

امام ابن جوزي اپنی کتاب الموضوعات یعنی گھڑی ہوئی احادیث میں لکھتے ہیں:

عَنْ مِشْرَح بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رسولّ الله قلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَوْ لَمْ أُبْعَثْ فِيكُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ " هَذَانِ حديثان لَا يصحان عَن رغول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ أما الأول: يحيى كَانَ من الْكَذَّابين الْكِبَار۔ قَالَ ابْن عدي: كَانَ يضع الحَدِيث، وَأما الثَّانِي فَقَالَ أَحْمد: وَيحيى بن عبد الله بن وَاقد لَيْسَ بشئ۔ وَقَالَ النَّسَائِيُّ: مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ۔ وَقَالَ ابْن حبَان: انقلبت على مشرح صحائفه فَبَطل الِاحْتِجَاج بِهِ۔

مشرح بن ھاعان نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ رسولؐ اللہ ﷺ نے کہا کہ اگر میں نہ بھیجا جاتا تو یقیناً تم میں عمر کو مبعوث کیا جاتا (بطور نبی)۔ پھر ابن جوزي کہتا ہے: **یہ احادیث رسولؐ اللہ سے " صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں"۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اسکی سند میں یحیی ہے اور وہ بڑے جھوٹوں میں سے تھا۔ ابن عدي نے کہا کہ وہ احادیث گھڑتا تھا۔ اور دوسری بات کہ احمد بن حنبل اور یحیی نے کہا ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ امام نسائی نے کہا کہ وہ متروک ہے حدیث میں۔ ابن حبان نے کہا کہ اس سے حدیث نہیں نقل کی جاسکتی۔**

حواله : الموضوعات، جلد 1، صفحه 320

امام ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس ہی حدیث کی ایک اور سند ہے، جس میں ابو سعید ہے، جو کہ ضعیف روایت ہے

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ ، وَفِيهِ عَبْدُ الْمُنْعِمِ بْنُ بَشِيرٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ

اس حدیث کو طبرانی نے اپنی کتاب الاوسط میں نقلکیا ہے اور اس میں عبد المنعم بن بشیر ہے، اور وہ ضعیف راوی ہے۔

حواله : مجمع الزوائد، جلد 9، صفحه 68

اب دیکھیے کہ امام ذہبی اپنی تصنیف میزان الاعتدال في نقد الرجال میں کیا لکھتے ہیں۔۔

وعبد المنعم بن بشير متروك متهم ، قال ابن حبان: منكر الحديث جدا، لا يجوز الاحتجاج به۔
وقال الختلى : سمعت ابن معين يقول: " أتيت عبد المنعم ، فأخرج إلي أحاديث أبي مودود ، نحوا من مائتي حديث كذب

عبد المنعم بن بشیر متروک اور متہم ہے، ابن حبان نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے اور اس سے حدیث نقل نہیں کی جاسکتی۔

الختلي نے کہا کہ میں نے ابن معین کو کہتے سنا کہ میں عبد المنعم کے پاس آیا اور اس نے مجھے ابو مودود کی احادیث دیکھائیں، اس میں 200 گھڑی ہوئی احادیث تھیں۔

حواله : ميزان الإعتدال، جلد 2، صفحه 669

تو دیکھا احباب آپ نے کہ یہ حدیث قطعاً صحیح السند نہیں بلکہ ضعیف اور مردود ہے اور عقلی دلائل سے بھی رد شدہ ہے۔

بس اب آخر میں اتنا ہی کہوں گا کہ ضمیر اختر جیسوں کو مرشد کے القابات سے نوازتے ہوئے اس اہل تشیع کا بہت بڑا عالم ظاہر کرتے ہوئے قطعاً قبول نہ کیا جائے بلکہ عوام علماء حق کو سنیں اور ان سے رابطہ رکھیں اور انہی کو اپنی مجالس کی ذمہ داری پیش کریں۔

دل تو چاہ رہا ہے کہ مزید لکھوں اس ضمیری سودے پر لیکن نہیں بس اتنا کہ ایسے جہلاء سے عوام خدارا دور رہیں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

عمر بن عبد العزیز کی مداح سرائی پر جواد نقوی کو جواب

اس ویڈیو کا عنوان ملاحظہ فرمائیں ذرا۔۔ مبینہ استاد کی ایک بار پھر سے دشمنِ اہل بیت کی شان میں مدح سرائی۔۔

ٹائٹل تو دیکھیں۔۔ **"نجیبِ بنو امیہ و مومنِ آل فرعون"**

واقعی لعنت ہے حد کر دی ہے ان مبینہ استاد نے۔۔

زیادہ لمبی تحریر لکھ کر مومنین کا وقت ضائع نہیں کروں گا۔۔ بس کچھ الفاظ میں عمر بن عبد العزیز پر حقیقی شیعہ نظریہ پیش کر کے بات کو ختم کروں گا، اور مومنین و مومنات کو سوچنے پر مجبور کروں گا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ایسے افراد مخصوص علماء تشیع کا لباس پہن کر ان سب حرکات سے کیا حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تو نام نہاد شیعہ عالم المعروف استاد (مبینہ) نے جو یہ ویڈیو ٹائیٹل پر نجیب بنو امیہ لکھا ہے یہ حدیث اہل سنت کے امام ذھبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں امام باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ جس کا حوالہ یہ ہے

(ذهبی، تذكرة الحفاظ، داراحياء التراث العربی، ج۱، ص۱۱۹)

مجھے نہیں معلوم کہ مبینہ استاد کے لیے عمر بن عبد العزیز کو لے کر اہل سنت کی روایات سے ویڈیو ٹائیٹل بنا کر پیش کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں۔۔۔

اور اس سے بھی بڑھ کر اُس عظیم مومن کہ جس کا تذکرہ قرآن میں اللہ نے چھپا ہوا مومن کہہ کر کرایا، آخر کیوں اُس مومن سے اس عمر بن عبد العزیز غاصبِ حق آئمہ کو مخاطب کیا۔۔؟؟

ہمیں سوچنا ہو گا کہ ایسے نام نہاد خود کو شیعہ عالم کہلانے والے افراد آخر کس کے ایجنڈے پر کار فرما ہیں۔۔۔

اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مبینہ استاد کے نجیبِ بنو امیہ پر حقیقی شیعہ نظریہ پیش کروں۔۔

ایک واقعہ یاد آ گیا۔۔ حقیقی استاد، شہید سبط جعفر زیدی سے کسی نے ایک محفل میں کہا کہ آپ تو شیعوں میں عمر شریف ہیں۔۔ جس پر استاد شہید نے برجستہ کہا۔۔
شاید آپ کو علم نہیں کہ ہم شیعوں میں عمر کبھی شریف ہوتے ہی نہیں!
اللہ استاد سید سبط جعفر شہید کے درجات بلند فرمائے۔۔

خیر۔۔ مومنین یاد رکھیں کہ جو بھی مسندِ خلافت پر بیٹھا وہ دشمن اہل بیتؑ ہے کیونکہ مقامِ خلافت فقط اور فقط اہل بیت علیہم السلام کا حق ہے۔ اور یہ مکتبِ تشیع کا بین عقیدہ ہے۔ جس سے انکار کرنے والا قطعاً شیعہ نہیں ہو سکتا۔

امام کے ہوتے ہوئے منصب خلافت پر قابض رہنا ایک گناہ عظیم ہے اور اس ظالمانہ اقدام پر عمر بن عبد العزیز قیامت کے دن سخت حساب کا شکار ہو گا۔

عمر بن عبد العزیز مکمل طور پر خلفائے ثلاثہ کے عقائد و طریقے پر تھا۔

خلافت پر قابض رہتے ہوئے چند اچھے کام کرنا اسکو اتنا معتبر نہیں بنا دے گا کہ اسے حق نما قرار دے دیا جائے اور اس کے مناقب پر ویڈیو بنا دی جائے۔ کیونکہ اس طرح کے چند اچھے کام تو دشمنانِ اہل بیتؑ نے بھی انجام دیئے تھے اور کفار بھی انجام دیتے ہیں۔ المختصر کہ چند لولی پاپ نما اچھے کاموں سے اسکے غصبِ خلافتِ آئمہ کے جرم پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

اس سلسلے میں دو روایات پیش کر رہا ہوں اور مبینہ استاد کو بتانا چاہتا ہوں کہ جس کے وہ قصیدے پڑھ رہے ہیں، اصل میں اس کی حقیقت کیا ہے۔

پہلی حدیث:

حْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ التَّمِيمِيِّ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ فَمَرَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَيْهِ شِرَاكَا فِضَّةٍ وَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ وَهُوَ شَابٌّ فَنَظَرَ إِلَيْهِ عَلِيُّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَطَاءٍ تَرَى هَذَا الْمُتْرَفَ إِنَّهُ لَنْ يَمُوتَ حَتَّى يَلِيَ النَّاسَ قَالَ قُلْتُ هَذَا الْفَاسِقُ قَالَ نَعَمْ لَا يَلْبَثُ فِيهِمْ إِلَّا يَسِيراً حَتَّى يَمُوتَ فَإِذَا مَاتَ لَعَنَهُ أَهْلُ السَّمَاءِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ أَهْلُ الْأَرْضِ

عبد اللہ بن عطاء تمیمی کہتے ہیں: میں امام علی بن حسینؑ (زین العابدینؑ) کے ساتھ مسجد میں تھا کہ عمر بن عبد العزیز کا گذرنا ہوا، اس نے چاندی کے تسمے پہنے ہوئے تھے اور وہ لوگوں میں سب سے خوبصورت تھا، اس وقت وہ جوان تھا، تو امام علی بن حسینؑ نے اس کی جانب دیکھا اور فرمایا: اے عبد اللہ بن عطاء! تم اس عیاش کو دیکھ رہے ہو؟ یہ نہیں مرے گا جب تک لوگوں پر حکومت نہ کرے۔ تو راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: یہ فاسق؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، یہ ان میں کچھ ہی دیر رہے گا یہاں تک کہ موت پالے گا۔ جب موت پائے گا تو آسمان والے اس پر لعنت کریں گے اور زمین والے اس کیلئے مغفرت کی دعاء کریں گے۔

بصائر الدرجات، صفحہ 170

مبینہ استاد یہ دوسری حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں

قَالَ أَبُو بَصِيرٍ : كُنْتُ مَعَ اَلْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي اَلْمَسْجِدِ إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اَلْعَزِيزِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ مُتَّكِئاً عَلَى مَوْلًى لَهُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لَيَلِيَنَّ هَذَا اَلْغُلاَمُ فَيُظْهِرُ اَلْعَدْلَ وَيَعِيشُ أَرْبَعَ سِنِينَ ثُمَّ يَمُوتُ فَيَبْكِي عَلَيْهِ أَهْلُ اَلْأَرْضِ وَ يَلْعَنُهُ أَهْلُ اَلسَّمَاءِ فَقُلْنَا يَا اِبْنَ رسولّ اَللَّهِ أَ لَيْسَ ذَكَرْتَ عَدْلَهُ وَإِنْصَافَهُ قَالَ يَجْلِسُ فِي مَجْلِسِنَا وَ لاَ حَقَّ لَهُ فِيهِ ثُمَّ مَلَكَ وَأَظْهَرَ اَلْعَدْلَ جُهْدَهُ۔

ابو بصیر کہتے ہیں: میں امام باقرؑ کے ساتھ مسجد میں تھا کہ ان کے پاس عمر بن عبد العزیز حاضر ہوا اور اس نے دو ہلکے لال رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اپنے ایک غلام پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔

تو امامؑ نے فرمایا: یہ لڑکا حکومت میں آئے گا اور عدل کو ظاہر کرے گا اور چار سال زندہ رہے گا، اس پر زمین والے گریہ کریں گے اور آسمان والے لعنت کریں گے۔ تو ہم نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! کیا آپ نے اس کے عدل و انصاف کا ذکر نہیں کیا؟ تو امام ع نے فرمایا: وہ ہمارے بیٹھنے کی جگہ (خلافت) پر بیٹھے گا، مگر اسکو اسکا کوئی حق نہیں، پھر وہ بادشاہ بنے گا اور اپنی محنت سے عدل ظاہر کرے گا۔

الخرائج والجرائح، جلد 1، صفحہ 276

مومنین اوپر جو بصائر الدرجات کتاب کا حوالہ ہے وہ کسی معمولی عالم کی لکھی ہوئی کتاب نہیں بلکہ اس کے مؤلف ابو جعفر محمد بن حسن بن فروخ صفار، صفار قمی (متوفی 290ھ) کے نام سے مشہور، اصحاب امام حسن عسکریؑ اور تیسری صدی ہجری کے معروف علما میں سے ہیں۔

تو جہلاء کے استاد ملاحظہ فرمائیں کہ امام سجاد و امام باقر علیہم السلام کی اس عمر بن عبد العزیز کے بارے میں کیا رائے تھی، جسے معصومین عیاش، فاسق اور غاصبِ حقِ آئمہ کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں اور آسمانوں پر اس پر لعنت کہہ رہے ہیں۔ تو اب ہمیں مبینہ استاد بتائیں کہ جو امام کی نگاہ میں ان کے حق کا غاصب ہو، جس پر آسمانوں پر لعنت کی جاتی ہو، عیاش ہو اور فاسق بھی۔۔ آخر اس پر ویڈیو بنا کر اور اس کو نجیب و مومنِ آل فرعون کہہ استادِ غیر محترم کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟؟ کیوں وہ اس فاسق اموی بادشاہ کو حق نما پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟؟ مومنین و مومنات اس کا جواب اس مبینہ استاد سے ضرور لیں کہ جس نے کبھی عِصمت انبیاء پر انگلی اٹھا کر مکتبِ تشیع کے جید علماء حق کو قرآن کا خائن کہا تو کبھی مراسم عزاداری پر حملے کیے تو کبھی غلط فقہی مسائل بتا کر اپنی جیبیں گرم کر کے مومنین کے روزے برباد کیے اور کبھی معاویہ کی مدح سرائی کی۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

کیا امام علیؑ نے اپنی اولادوں کے نام خلفاء کی محبت میں رکھے تھے؟

مختصر جواب یہ ہے کہ:

اول تو ناموں سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ اگر یہ نام امام علی علیہ السلام نے اپنے بچوں کے رکھے تو اس کی وجہ دشمنانِ زہرا سے کوئی ہمدردی تھی۔ جبکہ اہل سنت کی تاریخ کی کتابوں میں یہ خود درج ہے کہ یہ نام اس زمانے میں کئی افراد کے ہوا کرتے تھے۔۔

مثال کے طور پر نام، عمر اور عثمان۔۔

ابن حجر اپنی کتاب میں عمر نام کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

نیز عمر اور اس جیسے دوسرے اسما کثیر رائج تھے۔ 20 سے زیادہ اس نام کے اصحاب تھے۔

ابن حجر، ج۴، ص۵۸۷تا۵۹۷

نام "عثمان" اس وقت کے رائج ناموں میں تھا یہاں تک کہ تاریخی منابع میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے 25 اصحاب کا نام "عثمان" تھا۔

ابن حجر، الاصابہ، ج۴، ص۴۶۳-۴۴۷

اس کے علاوہ حضرت علیؑ خود عثمان نام کی نامگذاری کی علت کو پیغمبر اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی عثمان بن مظعون کے ساتھ ہم نام ہونا اور ان کی یاد تازہ کرنا ذکر کرتے ہیں۔

اصفہانی، مقاتل الطالبیین، ص۸۹

میرے بس اب تین سوالات ہیں اس کے جوابات اہل سنت بھائی ہمیں دے دیں:

سوال نمبر 1- اہل سنت اپنی ہی کسی کتاب سے ہمیں یہ دکھا دیں کہ امام علی علیہ السلام نے اپنی اولادوں کے نام ان کے خلفاء کی محبت میں رکھے تھے۔۔؟

کوئی ایک ضعیف سے ضعیف حدیث لا کر دکھا دیں

سوال نمبر2-اور اگر یہی معیار ہے کسی کا کسی کے لیے محبت ثابت کرنے کا تو پھر یہ اصول صرف امام علیؑ تک ہی محدود کیوں ؟؟اس کا اطلاق تو پھر حضراتِ شیخین پر بھی ہونا چاہیے تو پھر ہمیں بتائیں کہ ان حضرات نے اپنی اولادوں کے نام علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ، حسینؑ پر کیوں نہیں رکھے ؟؟

سوال نمبر3- آپ کہتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے اپنی اولادوں کے عمر و عثمان نام اس لیے رکھے کہ آپ کو خلفاء سے بہت محبت تھی تو اگر یہی اصول مان لیا جائے تو امام علی علیہ السلام نے اپنے کسی بھی بیٹے کا نام ابو بکر نہیں رکھا تو کیا امام علیؑ کو آپ کے پہلے خلیفہ جو کہ عمر و عثمان سے بھی زیادہ آپ کے نزدیک فضیلت رکھتے ہیں ان سے بالکل محبت نہیں تھی جو اپنی اولاد کا نام ان کے نام پر نہیں رکھا؟؟

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

عقیدہ امامت پر ایک ناصبی سے مکالمہ

میں نے اس بار اُنہیں خود ہی چھیڑ دیا۔۔۔

ارے قبلہ یہ بتائیں کہ آپ کے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں یہ حدیث:**مَنْ مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية** اور اسی طرح امام احمد بن حنبل، امام ہیثمی اور امام طیالسی نے بھی ان الفاظ کے ساتھ کہ **مَنْ مات بغير إمام مات ميتة جاهلية**۔ یعنی کہ جو اپنے زمانے کہ امام کی بیعت کیے اور معرفت حاصل کیے مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا تو۔۔ یقیناً آپ جاہلیت کی موت مرنا کبھی پسند نہیں فرمائیں گے تو برائے مہربانی مجھے بتا سکتے ہیں کہ آج کے دور میں آپ کا امام کون ہے جس کی اطاعت، بیعت اور معرفت آپ کو جاہلیت کی موت سے بچا سکے؟؟

مجھے گھورتے ہوئے بولے یہ کون سی حدیث ہے؟؟

میں نے بناوٹی حیرت سے انہیں کہا۔۔۔

ارے ارے قبلہ آپ تو اپنے مسلک کے عالم ہیں، آپ کو ہی نہیں پتا کہ یہ حدیث صحیح السند کے ساتھ صحیح مسلم کے علاوہ بھی آپ کی کئی معتبر کتابوں میں درج ہے۔۔ حیرت ہے جناب؟؟

اب غصے میں آ گئے۔۔ ابو عبداللہ کون سی کتابوں میں ہے حوالے پیش کریں۔۔

میں نے مسکرا کر کہا۔۔ قبلہ بتایا تو تھا کہ کن کتابوں میں ہے چلیں کھل کر حوالے مزید دے دیتا ہوں۔

1- مَنْ مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية ۔

صحيح مسلم ، مسلم النيسابوري ، ج3 ، ص1478و السنن الكبري ، البيهقي ، ج8 ، ص156 و مجمع الزوائد ، ج5 ، ص218 و مشكاة المصابيح ، ج2 ، ص1088و سلسلة الأحاديث الصحيحة ، ج2 ، ص715 ۔

2- مَنْ مات بغير إمام مات ميتة جاهلية۔

مسند احمد ، احمد بن حنبل ، ج4 ، ص96 و مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص218 و مسند الطيالسى ، الطيالسي ، ص295 و الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ج7 ، ص49 و حلية الأولياء ، ج 3 ، ص22 ۔

3- مَنْ مات وليستْ عليه طاعة مات ميتة جاهلية ۔

مجمع الزوائد، الهيثمي ، ج5 ، ص224 و كتاب السنة ، ج2 ، ص489 ۔

4- مَنْ مات وليس عليه إمام جماعة فإن موتته موتة جاهلية ۔

المستدرك علي الصحيحين ، ج1 ، ص150

5- من مات ليس عليه إمام فميتته جاهلية ۔

المعجم الكبير ، الطبراني ، ج 10 ، ص298و المعجم الأوسط ، ج2 ، ص317 و ج4 ، ص232 و مسند أبي يعلي، ج6 ، ص251 و كتاب السنة ، ابن أبي عاصم ، ج2 ، ص489 و مجمع الزوائد ، الهيثمي ، ج5 ، ص224-225۔

چلیں لگے ہاتھ اس حدیث کی درایت پر بھی آپ کے علماء کے قول نقل کر دوں تا کہ بھاگنے کا راستہ مکمل بند ہو کر آپ جاہلیت کی موت سے مر جائیں

ملاحظہ فرمائیں

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح حدیث ہے اور شرط شیخین پر پوری اترتی ہے اور اس کی تائید امام ذہبی بھی کرتے ہیں۔

الحاكم النيسابوري بعد نقل الحديث يقول : هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين۔

و الذهبي ايضا يؤيده ، ج1 ، ص204 ۔

لو جی ہو گئی فاتحہ ۔۔ اب دیجیے جواب ۔۔

کون امام ہے اس زمانے میں ؟؟

ششدر مجھے تکتے ہوئے بولے ۔۔ کچھ وقت دیں آپ کے پیش کیے حوالے دیکھ کر جواب دوں گا ۔۔

میں نے فوراً کہا۔۔جی جی کیوں نہیں۔۔بالکل وقت لیں۔۔ لیکن صرف اتنا ابھی بتا دیں کہ آپ لوگوں کا تو عقیدہ ءامامت پر عقیدہ ہی نہیں تو پھر آج امام کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں گے ؟؟

اب یا تو آج کے دور میں مجھے اپنا امام دکھائیں تا کہ جاہلیت کی موت سے بچ سکیں ورنہ یہ مانیں کہ یہ حدیث ہی درست نہیں۔۔ مگر یہ مانتے ہی آپ فوراً کافر ہو جائیں گے کیونکہ حدیث تو صحیح السند ہے جس کا انکار کلامِ رسولؐ کا انکار ہے اور کلامِ رسولؐ کا انکار کرنے والا کیسے مسلمان ہو سکتا ہے؟

نوٹ: جواب اب تک نہیں آیا ہے اور سو فیصد یقین ہے کہ کبھی آئے گا ہی نہیں۔

والسلام، ابو عبد اللہ

جو اہل بیتؑ کے ساتھ علیہ السلام نہیں لکھتا وہ صحیح بخاری کا مخالف ہے

مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ناصبی جو خود کو اہل سنت کہتے ہیں وہ بغض اہل بیت علیہم السلام میں اندھے بلکہ اوندھے ہو چکے ہیں۔ میں اس پر ان جاہل دشمنانِ اہل بیت سے علمی گفتگو بھی کر سکتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ انہیں علم کی الف بے پے تک نہیں آتی تو انتہائی آسان الفاظ میں ان سے یہ سوال کروں گا کہ

کیا آپ زیادہ بڑے عالم ہیں یا وہ جن کی آپ کتابیں پڑھ کر عالم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟؟
یعنی آپ کے امام بخاری، مسلم وغیرہ؟؟

نہیں معلوم کہ بغضِ اہل بیتؑ میں آپ کیا جواب دیں گے۔۔ چلیں میں ہی آپ کی کتابوں سے اہل بیت علیہم السلام کو علیہ السلام لکھنا ثابت کرتا ہوں۔

سب سے پہلے اس کتاب کا حوالہ جو آپ کے نزدیک قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے یعنی صحیح بخاری۔

تو محترم جا کر دیکھیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں علیہ السلام کس کے ساتھ استعمال کیا ہے۔۔ حوالے ملاحظہ فرمائیں

صحيح البخاري
كِتَاب فَضَائِلِ الصحابة
12- بَابُ مَنَاقِبُ قَرَابَةِ رسولؐ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحيح البخاري
كِتَاب الْمَغَازِي
62- بَابُ بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ- عَلَيْهِ السَّلاَمُ- وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

بغور دیکھیں کہ آپ کے امام بخاری نے صرف حدیث ہی نہیں بلکہ مکمل باب اہل بیتؑ کے ساتھ علیہ السلام باندھا ہے۔ یعنی رسولؐ اللہ کے قرابت دار اور مناقب فاطمہ علیہ السلام

اور دوسرا باب باندھ کر تو انہوں نے آپ کو اور مجبور کر دیا کہ امام علی علیہ السلام کے ساتھ علیہ السلام لکھا اور دوسرے صحابی کے ساتھ رضی اللہ عنہ۔

اب ایک حوالہ اور پھر بات ختم۔۔

سنن ترمذی میں آپ کے امام بھی یوں ہی باب باندھ رہے ہیں

31۔ باب مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ
كتاب المناقب عن رسولؐ الله صلى الله عليه وسلم
سنن ترمذي

تو محترم جاہل۔۔ اب جا کر پہلے اپنے اسلاف پر فتوے لگائیں کہ انہوں نے کیوں اہل بیت کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے پھر آ کر کسی اور محب اہل بیت پر تنقید کیجئے گا یا فضول ایکٹ پاس کروا لیجئے گا۔

آخر میں بس ایک اور سوال۔۔

آپ اپنی ہی کسی کتاب سے ثابت کر دیں کہ علیہ السلام کا اطلاق فقط انبیاء کرام پر ہوتا ہے اور اہل بیتؑ پر نہیں؟

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

رسولؐ، اصحابِ رسولؐ، امہات المومنین اور علمائے اہل سنت کا عزاداری کرنا

السلام علیکم۔۔۔لبیک یا حُسینؑ

میرا شروع سے طریقہ رہا ہے کہ ایامِ عزا کے عشرہ اول میں بہت کم قلم کو حرکت دیتا ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ عزاداری پر اجر رسالت کی ادائیگی ہو سکے اور مومنین و مومنات کا ذہن بھی فقط اور فقط عزاداری پر مرکوز رہے نا کہ فضول باتوں میں الجھ کر ان کی توجہ کسی اور جانب ہو جائے کیونکہ ہر سال انہی ایام میں یہ دشمنوں کی جانب سے کھیل رچا جاتا ہے تا کہ شیعوں کو عزاداری سے روکا جا سکے اور انہیں اسی پر لگا دیا جائے کہ وہ یہ ثابت کرتے رہیں کہ عزاداری جائز ہے، رونا جائز ہے، ماتم جائز ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہماری معصوم عوام بھی اسی سازش کا شکار ہو کر خود کو الجھا لیتے ہیں اور ماتم و عزا سے زیادہ وقت سوشل میڈیا پر ان مباحث پر "ضائع" کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

جبکہ ہم پورے سال ان ناصبیوں کو منہ توڑ جواب دیتے رہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ان 10 دنوں میں کم از کم ان مباحث کا حصہ نہ بنیں اور اپنا پورا وقت سید الشہداء کی پرسہ داری اور شعائر عزاداری پر وقف کریں۔

خیر۔۔اب سلسلہ یہ ہے کہ کچھ بڑے پلیٹ فارمز پر مراسم عزاداری یعنی گریا کرنا، ماتم کرنا، غم منانا ان سب پر بھرپور وار کیا جا رہا ہے تو اب میری مجبوری ہے کہ اس پر ان دشمنانِ اسلام کو منہ توڑ جواب دیا جائے تا کہ اگلے سال تک اس کے وار سے زخمی رہ کر سوشل میڈیا پر تکفیریت پھیلانے سے باز رہ سکیں۔

اس تمہید کے بعد تحریر میں میں براہ راست اہل سنت حوالوں کے تیر سے دشمن کا جگر پاش کروں گا۔۔تا کہ جگر خور ہندہ کی یہ نجس پود اپنے جگر کا مزہ بھی چکھ سکیں۔

امام حسینؑ پر رونے کا ثواب کتابِ اہل سنت سے

امام احمد بن حنبل فضائلِ صحابہ، امام طبری ذخائر العقبی میں اور ملا علی قاری اپنی مشکاۃ شریف میں اور امام قندوزی اپنی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْرَائِيلَ، قَالَ: رَأَيْتُ فِي كِتَابِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ بِخَطِّ يَدِهِ، نا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قثنا الرَّبِيعُ بْنُ مُنْذِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، يَقُولُ: مَنْ دَمَعَتَا عَيْنَاهُ فِينَا دَمْعَةً، أَوْ قَطَرَتْ عَيْنَاهُ فِينَا قَطْرَةً، أَثْوَاهُ اللَّهُ عز وجل الْجَنَّةَ۔

احمد بن اسرائیل کہتا ہے کہ: احمد ابن حنبل کی کتاب میں اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے کہ اسود بن عامر (ابو عبد الرحمن) نے ربیع بن منذر سے نقل کیا ہے کہ اس کے والد نے کہا ہے کہ:

حسینؑ بن علیؑ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ: جس کی آنکھیں ہمارے غم و مصیبت میں اشک سے نم ہو جائیں یا ایک اشک کا قطرہ ہمارے لیے بہائے خداوند اس کو جنت عطا کرے گا۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1. فضائل الصحابة لابن حنبل، جلد 2، صفحه 675، حديث 1154
2. ذخائر العقبي في مناقب ذوي القربي، ج 1، ص 19، محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري الوفاة: جمادي الآخرة / 694هـ ، دار النشر : دار الكتب المصرية
3. ملا علي القاري، نور الدين أبو الحسن علي بن سلطان محمد الهروي (متوفاي1014هـ)، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج 11، ص315
4. القندوزي الحنفي، الشيخ سليمان بن إبراهيم (متوفاي1294هـ) ينابيع المودة لذوي القربي، ج 2 ، ص 117

اب اگر کسی ناصبی کے دماغ میں سند حدیث کے چنونے کاٹیں تو ان کے لئے یہ دوا اثر کرے گی

سندِ حدیث: امام حاکم نیشاپوری, امام ابی جر ادہ، امام ذھبی، ابن حجر عسقلانی، امام ابن اثیر، امام البانی: هذا حديث صحيح علي شرط البخاري ولم يخرجاه۔

المستدرك علي الصحيحين، جلد 2 صفحه 237

اب آگے بڑھتا ہیں اور ناصبی حضرات کو عزاداری رسولؐ خدا ﷺ سے ثابت کرتا ہوں۔

رسولؐ اللہ ﷺ اور اصحاب کی امام حسینؑ پر عزاداری اور بلند آواز سے رونا

امام ابن اعثم اپنی کتاب الفتوح میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

خرج النبي صلي الله عليه وآله وسلم في سفر له فوقف في بعض الطريق واسترجع ودمعت عيناه فسئل عن ذلك۔ فقال: هذا جبرائيل عليه السلام يخبرني عن أرض بشط الفرات يقال لها كربلاء يقتل عليها ولدي الحسين ابن فاطمة عليه السلام۔۔۔۔۔۔وكأني أنظر إلي مصرعه ومدفنه بها وقد اهدي برأسه و الله ما ينظر أحد إلي رأس ولدي الحسين فيفرح إلا خالف الله بين قلبه ولسانه۔۔۔۔وضج الناس في المسجد بالبكاء

ابن اعثم الكوفى، ابي محمد احمد، الفتوح، تحقيق: على شيرى، دار الأضواء، بيروت، الطبعه الاولى، 1411ھ۔ق، ج4، ص 325 (ابن عباس کی نقل کے مطابق)

سارے ناصبی بغور دیکھیں کہ رسولؐ خدا ﷺ نے صحابہ کے سامنے امام حسینؑ کے لیے مصائب پڑھے ہیں اور صحابہ نے زار و قطار گریہ بھی کیا ہے حتی نہ فقط گریہ بلکہ بین اور شیون بھی کیے ہیں۔

رسولؐ خدا ﷺ کا ولادتِ امام حسینؑ پر گریا

مستدرک الصحیحین، تاریخ ابن عساکر اور مقتل الخوارزمي میں ام الفضل بنت الحارث سے نقل ہوا ہے کہ:

فدخلت يوما إلي رسولؐ الله ﷺ فوضعته في حجره، ثم حانت مني التفاته فإذا عينا رسولؐ الله ﷺ تهريقان من الدموع قالت: فقلت: يا نبي الله بأبي أنت وأمي مالك؟ قال: أتاني جبرئيل عليه الصلاه والسلام فأخبرني ان امتي ستقتل ابني هذا، فقلت: هذا؟ فقال: نعم، وأتاني بتربه من تربته حمراء۔

ایک دن میں حسینؑ کو گود میں اٹھائے رسولؐ خدا ﷺ کے پاس گئی۔ وہ حسینؑ کو دیکھتے ہی اشک بہانے لگے۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ کیوں رو رہے

ہیں؟ آپ نے فرمایا ابھی جبرائیل مجھ پر نازل ہوا ہے اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس بیٹے کو میرے بعد جلدی شہید کر دے گی پھر اس نے مجھے شہادت والی جگہ کی خاک بھی دکھائی اور دی ہے۔

حاکم نیشابوری اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتا:

هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين ولم يخرجاه۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- مستدرك الصحيحين، جلد 3، صفحه 176
- تاريخ شام در شرح حال امام حسين: صفحه 183 حديث 232
- مجمع الزوائد، جلد 9، صفحه 179
- مقتل خوارزمي، جلد 1، صفحه 159
- تاريخ ابن كثير، جلد 6، صفحه 230 و جلد 8، صفحه 199
- أمالي السجري، صفحه 188
- الفصول المهمه ابن صباغ مالكي، صفحه 154
- الروض النضير، جلد 1، صفحه 89
- الصواعق، صحه 115
- كنز العمال چاپ قديم، جلد 6، صفحه 223
- الخصائص الكبري، جلد 2، صفحه 125

حضرت ام سلمہؑ اور رسول اللہ ﷺ کی عزاداری

امام ترمذی اپنی سنن میں لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا رَزِينٌ قَالَ حَدَّثَتْنِي سَلْمَي قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَي أُمِّ سَلَمَه وَهِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ رَأَيْتُ رسولَ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي فِي الْمَنَامِ وَعَلَي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رسولَ اللَّهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا۔

سلمی کہتی ہیں کہ: میں ام سلمہؓ کے پاس گئی دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے کیوں گریہ کر رہی ہیں؟ بولیں کہ رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ ان کے سر اور

داڑھی خاک آلود ہیں۔ میں نے خواب میں ہی سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا ہوا ہے۔ آپکی یہ حالت کیوں ہوئی ہے؟ فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں حسینؑ کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

حواله: سنن ترمذی، جلد 12، صفحه 195، کتاب فضائل الصحابه باب مناقب الحسن و الحسین۔

اب آگے پڑھتا ہوں اور عزاداری پر ناصبیوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیتا ہوں

عالمِ اہل سنت امام سبط ابن جوزی کا امام حسینؑ کے لئے عزاداری کرنا

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ:

روز عاشورا کے دن سبط ابن جوزی سے کہا گیا کہ منبر پر جا کر مقتل و شہادت امام حسینؑ کو لوگوں کے لیے بیان کریں۔ وہ منبر پر گئے اور رومال چہرے پر رکھ کر زور زور سے گریہ اور اشعار پڑھنے لگے۔ پھر وہ منبر سے اتر کر گریئے کی حالت میں اپنے گھر چلا گئے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

البدایه و النهایه، جلد 13، صفحه 207

اب بات کرتے ہیں اہل سنت کے مخصوص اصحاب کا میت پر گریہ کرنا تا کہ ایک اور پھکی ناصبیوں کے حلق میں جا پھنسے۔

عمر کا نعمان بن مقرن کے لیے گریہ کرنا

بخاری کے بھی استاد امام ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ

عن ابي عثمان: اتيتُ عمر بنعي النعمان بن مقرن، فجعل يده علي راسه و جعل يبكي۔

ابو عثمان کہتا ہے کہ جب نعمان بن مقرن کی وفات کی خبر عمر کو ملی تو وہ ہاتھ سر پر رکھ کر رونے لگا۔

حوالہ: المصنف، ابن أبي شيبه ، جلد 3، صفحه 175 اور جلد 8، صفحه 21

عمر کا خالد بن ولید پر عورتوں کو عزاداری کی اجازت دینا اور خود بھی ان کے ساتھ ہونا

امام حاکم اپنی مستدرک میں لکھتے ہیں:

عن أبي وائل قال قيل لعمر بن الخطاب رضي الله عنه أن نسوه من بني المغيره قد اجتمعن في دار خالد بن الوليد يبكين وإنا نكره أن يؤذينك فلو نهيتهن فقال عمر ما عليهن أن يهرقن من دموعهن سجلا أو سجلين ما لم يكن لقع ولا لقلقه يعني باللقع اللطم وباللقلقه الصراخ۔

عمر کو کہا گیا کہ بنی مغیرہ کی عورتیں خالد بن ولید کے گھر جمع ہیں اور اس پر رو رہی ہیں۔ اگر آپ کہتے ہو تو ان کو اس کام سے منع کر دو۔ عمر نے کہا کوئی بات نہیں ان کو رونے دو۔

- المستدرك علي الصحيحين، جلد 3، صفحه 336
- الأغاني، جلد 22، صفحه 98

ابن مسعود کا عمر کی موت پر گریہ کرنا

فوقف ابن مسعود علي قبره يبکی۔

ابن مسعود نے عمر کے مرنے پر اس کی قبر کے نزدیک کھڑے ہو کر گریہ کیا۔

حواله: العقد الفريد، جلد 4، صفحه 283

عبداللّٰه بن رواحه کا حضرت حمزہ پر گریہ کرنا

عبد اللّٰہ بن رواحہ حمزہ پر رویا اور اس کے غم میں شعر پڑھے۔

حواله : السيره النبويه، جلد 3، صفحه 171

مدینے میں موجود صحابہ اور صحابیات کا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر سن کر گریہ کرنا

امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

لما قتل عبيد الله بن زياد الحسين بن علي و جيء برأسه إليه دعا عبد الملك بن أبي الحارث السلمي فقال: انطلق حتي تقدم المدينه علي عمر بن سعيد فبشّره بقتل الحسين - وكان عمرو أمير المدينه -۔ قال عبد الملك فقدمت المدينه، فلقيني رجل من قريش فقال: ما الخبر؟ فقلت: الخبر عند الأمير؛ فقال إنا لله وإنا إليه راجعون؛ قتل الحسين بن علي۔

فدخلت علي عمرو بن سعيد، فقال: ما وراءك، فقلت: ما سرّ الأمير؛ قتل الحسين بن علي؛ فقال: ناد بقتله، فناديت بقتله، فلم أسمع والله واعيه قط مثل واعيه نساء بني هاشم في دورهن علي الحسين۔۔۔

جب عبید اللہ بن زیاد نے امام حسين بن علي عليهما السلام کو شهيد کیا ان کے سر مبارک کو عبد الملک بن أبي الحارث سلمی کے لیے لے کر گئے اور کہا کہ مدینے کے لوگوں کو امام حسینؑ کی خبر دو۔ عبد الملک کہتا ہے کہ میں مدینے آیا۔ ایک قریش کے بندے نے مجھے دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا نئی خبر ہے؟ میں نے کہا کہ امیر کے پاس خبر ہے وہ میری بات کے معنی کو سمجھ گیا اور کہا إنا لله وإنا إليه راجعون؛ حسين بن علي کشته کو شہید کر دیا گیا ہے۔

عمرو بن سعید، حاکم مدینہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا جو امیر چھپا رہا ہے وہ حسینؑ بن علیؑ کا شہید ہونا ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنی عمر میں ہرگز اس قدر شدید گریہ عورتوں کا مانند جیسا کہ شہادت امام حسینؑ پر کیا ہے نہیں سنا۔

حواله : تاريخ طبري، جلد 3، صفحه 342

اب آخر میں اس کا بیان جس پر اہل سنت ہم شیعوں کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہیں کہ آخر یہ بازار اور سڑکیں بند کر کے عزاداری کیوں کی جاتی ہے تو آئیں وہ تمام اہل سنت اور یہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ذھبی اس بارے میں لکھتے ہیں:

وتوفي ليله الجمعه بين العشاءين الثالث عشر من رمضان۔، وغلقت الأسواق، وجاء الخلق،۔ وكان في تموز، وأفطر خلق، ورموا نفوسهم في الماء۔ وباتوا عند قبره طول شهر رمضان يختمون الختمات، بالشمع والقناديل۔

سبط بن جوزی شب جمعہ 13 ماہ رمضان کو فوت ہوا۔ اس کے مرنے پر بازار بند ہو گئے۔ لوگ زیادہ جمع ہو گئے۔ لوگوں نے غم اور گرمی کی وجہ سے روزہ نہ رکھا۔ لوگ ماہ رمضان

کے آخر تک اس کی قبر پر بیٹھے رہے۔ اس کی قبر پر شمعیں و چراغ جلائے گئے اور ختم قرآن کیا گیا۔ عزاداری اور نوحہ خوانی کی گئی۔

حواله : سير أعلام النبلاء، جلد 21، صفحه 379

اگر اس عنوان کو مزید کھول کر بیان کروں تو اس پر مکمل کتاب لکھنا پڑے گی۔

اب میں دعوت دیتا ہوں تمام اہل سنت کو آؤ اور اب بتاؤ اگر شیعہ تمہارے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم کے نواسے کے غم میں بازار بند کریں، سڑکیں بلاک کریں تو یہ بدعت اور حرام ہو جائے اور تمہارے معمولی سے عالم ابن جوزی کی موت پر اگر یہ سب ہو تو بالکل جائز؟

عمر بن خطاب، حضرت عائشہ، ابن عباس وغیرہ اگر عام صحابہ کی موت پر گریہ کریں تو وہ جائز اور اگر ہم شیعہ امام حسینؑ پر گریہ کریں تو وہ حرام اور بدعت؟!!!

لبیک یا حسینؑ۔۔

عزادار، ابو عبد اللہ

عاشورا کا روزہ رکھنا سنت رسولؐ نہیں، سنتِ یہود ہے!

یہ تحریر تھوڑی عجلت میں لکھ رہا ہوں فقط برادرانِ اہل سنت کی اصلاح کی خاطر، ان بیچارے عام مسلمانوں کی خاطر جو اپنے شاطر مولویوں کی باتوں سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور عاشور جیسے عظیم غم کے دن روزہ رکھتے ہیں یہ سوچ کر کے یہ سنتِ نبوی ﷺ ہے اور بنو امیہ کی جعلی روایات جیسا کہ یوم عاشورا میں ہی آسمان و زمین، قلم اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔۔۔ اور اسی دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰؑ سے نکاح فرمایا وغیرہ وغیرہ

یہ اہل سنت مولوی جو اس دن کی مناسبت سے قصے کہانیاں سناتے ہیں، کیا وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر یہی سب اس دن ہوا تھا تو پھر اس روزے کی تاکید اللہ اور اس کے رسولؐ ﷺ نے کیوں نہیں کی اور خود رسولؐ اللہ ﷺ نے روزہ کیوں نہیں رکھا؟ (آگے ثابت کروں گا کہ رسولؐ اللہ ﷺ نے عاشور کا روزہ نہیں رکھا)

یعنی آج کا مولوی معاذاللہ اپنے ہی رسولؐ ﷺ سے زیادہ عالم و فاضل ہو گیا جو جھوٹی اور سند کے اعتبار سے انتہائی ضعیف اور مردود روایات جو خود اہل سنت علماء کے نزدیک بھی قابلِ قبول نہیں اسے اتنا بڑھا چڑھا کر عوام کو یہ دن عید کا دن یا انتہائی مبارک دن بنا کر پیش کرتے ہیں۔۔ جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔۔

تو آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی اس دن یعنی یوم عاشورہ کو اللہ کے نبی نے روزہ رکھا تھا؟؟

سب سے پہلے وہ احادیث پیش کرتا ہوں جس کی بنیاد پر اہل سنت مولویوں نے اس دن کو سنت روزے سے منسوب کیا اور اس کا رد بھی انہیں کی کتابوں سے کرتا ہوں۔۔

ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ کیا عاشورہ کا روزہ رسولؐ ﷺ کی سنت ہے یا اسلام دشمن یہودیوں کی۔۔

ابن اثیر نے کتاب کامل فی تاریخ میں لکھتے ہیں:

رسولؐ اللہ جب مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودیوں نے عاشورا کے دن روزہ رکھا ہوا ہے، لیکن اسکے باوجود ان حضرت نے یہودیوں کو اس کام سے منع نہیں کیا تھا۔

الکامل فی التاریخ ، جلد 7، صفحہ 130

دوسری روایت صحیح بخاری سے ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رضى الله عنهما - قَالَ قَدِمَ النَّبِىُّ - صلى الله عليه وسلم - الْمَدِينَةَ . فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ . فَقَالَ «مَا هَذَا» . قَالُوا هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ . هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِى إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ . فَصَامَهُ مُوسَى .

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں نے عاشورا کے دن روزہ رکھا ہوا ہے، حضرت نے فرمایا: یہ روزہ کیا ہے؟ یہودیوں نے جواب دیا:

یہ خوشی کا دن ہے کہ اس دن خداوند نے بنی اسرائیل کو انکے دشمنوں سے نجات دلائی تھی، لہذا موسی اور انکے پیروکار آج کے دن روزہ رکھتے ہیں۔

صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 251، حدیث نمبر 2004

یعنی یہ طے ہو گیا کہ عاشورہ کا روزہ رکھنا رسولؐ ﷺ کی سنت نہیں بلکہ یہودیوں کی سنت ہے اور وہ اس دن کو خوشی کا دن مان کر یہ روزہ رکھتے تھے۔

اب آگے چلتے ہیں اور دوبارہ قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب یعنی صحیح بخاری میں ان حضرات کو ایک اور حدیث دیکھا دیتا ہوں اور ثابت کر دیتا ہوں کہ رسولؐ اللہ ﷺ نے اس دن روزہ نہیں رکھا۔۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رسولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

عائشہ کہتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسولؐ خدا ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے اور جب رسولؐ خدا ﷺ مدینہ آئے تو بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے اور وہ دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، یہاں تک کہ ماہِ رمضان کا روزہ واجب ہو گیا کہ اسکے بعد **رسولؐ خدا ﷺ نے عاشورا کے دن روزہ رکھنا ترک کر دیا** اور حکم دیا کہ جس کا دل چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا دل نہ چاہے وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔

صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 250، حدیث نمبر 2002، کتاب الصوم، ب 69۔ باب صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ۔

تو قارئین آپ نے یہ حدیث ملاحظہ فرمائی جس میں واضح طور پر بیان ہوا کہ رسولؐ اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنا ترک کر دیا تھا۔

لیکن ایک عجیب وغریب بات یہ ہے اس حدیث میں توہینِ رسالت کی گئی۔۔ کیسے ؟؟ میں بتاتا ہوں۔۔۔

تو دیکھیں کہ ان روایات میں ایک عجیب اشکال موجود ہے اور وہ یہ کہ جسے امام ہیثمی نے کتاب مجمع الزوائد میں بھی ذکر کیا:

ہیثمی نے کتاب مجمع الزوائد میں ابو سعید خدری سے روایت نقل کی ہے کہ

انّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم أمر بصوم عاشوراء وكان لا يصومه۔

رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم عاشورا کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، حالانکہ وہ خود اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔

مجمع الزوائد، امام هیثمی، جلد 3، صفحه 186

یعنی معاذاللہ رسولؐ اکرم ﷺ اُن باتوں کا حکم دیتے تھے جس پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے۔۔ کیا یہ صریحاً توہینِ رسولؐ نہیں؟؟؟

اس سے بڑی گستاخی دکھاؤں اور وہ بھی صحیح بخاری سے؟؟

ملاحظہ فرمائیں اہل سنت کا دین اور ان کے ایمان کا لیول۔۔

بخاری نے کتاب صحیح بخاری میں ابن عباس سے ایسے نقل کیا ہے کہ:

وَكَانَ رسولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ

رسولؐ اللہ ﷺ پسند کرتے تھے کہ جن امور میں اللہ کی جانب سے کوئی حکم صادر نہیں ہوا، ان امور میں اہل کتاب (یعنی یہود و نصارا) کی پیروی کریں۔۔

صحيح البخاری، جلد 4، صفحه 269، حديث 3558، كتاب المناقب، ب 23، باب صِفَه النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

رکیں رکیں ابھی ایک اور حدیث دکھاتا ہوں جسے ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری اور امام زین الدین حنبلی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے۔

و قد كان ﷺ يحبّ موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشيء و لا سيّما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان۔

رسولؐ اللہ ﷺ جن امور میں خداوند کی طرف سے کوئی حکم صادر نہیں ہوا، ان امور میں اہل کتاب کی پیروی کرنے کو پسند کرتے تھے، خاص طور پر اگر اس کام میں بت پرستوں کی مخالفت ہی کیوں نہ ہوتی تھی۔

فتح الباری، ابن حجر، جلد 4، صفحه 213
زين الدين حنبلی، لطائف المعارف، صفحه 102

یہ ہے خود کو اہل سنت کہنے والوں کا دین۔۔ اللہ اکبر۔۔

تھوڑا سا غور کرنے سے ہر مسلمان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام دورِ جاہلیت یا یہودی طور طریقے کا تابع تھا کہ جو رسومات زمانہ جاہلیت یا یہودیت و عیسائیت کی

پیغمبر کو اچھی لگتی رہیں، وہ ان پر عمل کرتے رہے؟(نعوذ باللہ) کس قدر شدید گستاخی شانِ رسالت میں۔۔۔اللہ اکبر

بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ ماہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ واجب تھا اور بعد میں منسوخ ہو گیا تو پھر قرآن میں ناسخ و منسوخ موجود ہوتے؟؟ جب اللہ نے ماہ رمضان کے روزے واجب کیے تو ساتھ میں یہ بھی حکم دیتا کہ اب اس کے بعد عاشورا کا روزہ تم پر سے ساقط کر دیا ہے۔ حالانکہ قرآن میں عاشورا کا کوئی تذکرہ ہی نہیں۔۔۔

اب کچھ ان تھوڑے خود ساختہ تحقیق دانوں کو بخاری کی حدیث کو لے کر بات کر لوں کہ جنہیں ہر سند کا کیڑا بہت زور سے کاٹتا ہے۔۔

تو دوبارہ سے بخاری کی وہ حدیث لکھ رہا ہوں جس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عاشورا کا روزہ سنت ہے تاکہ سندی کیڑوں کو خوراک کی فراہمی میں کوئی کمی نہ آسکے۔۔

تو لیجیے بخاری کی حدیث کا رد انہی کے علماء رجال کی جانب سے۔۔

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ: عائشہ کہتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسولؐ خدا ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے اور جب رسولؐ خدا ﷺ مدینہ آئے تو بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے اور وہ دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، یہاں تک کہ ماہ رمضان کا روزہ واجب ہو گیا کہ اسکے بعد **رسولؐ خدا ﷺ نے عاشورا کے دن روزہ رکھنا ترک کر دیا** اور حکم دیا کہ جس کا دل چاہے اس دن روزہ رکھے اور جس کا دل نہ چاہے وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔

حواله :صحيح البخاری، جلد 2، صفحه 250، حديث نمبر 2002، كتاب الصوم، ب 69۔ باب صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ۔

اس روایت کے سلسلہ ءسند میں ہشام ابن عروہ راوی کی وجہ سے، اس روایت کی سند میں اعتراض ہے کیونکہ امام ابن قطان نے اسکے بارے میں کہا ہے کہ:

أنّه اختلط و تغيّر

وہ تبدیل ہو گیاہے اور وہ صحیح وغلط مطالب کو آپس میں ملا کر نقل کرتا تھا۔

امام ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا:

أنّه نسی بعض محفوظه أو وهم

وہ اپنی بعض علمی معلومات کو بھول چکا تھا یا ان میں شک کیا کرتا تھا۔

امام ابن خرّاش نے اسکے بارے میں کہا ہے کہ:

كان مالك لا يرضاه نقم عليه حديثه لأهل العراق

مالک اس سے راضی نہ تھا اور جب وہ اسکی احادیث کو اہل عراق کے لیے نقل کرتا تھا تو اس پر اعتراض کیا جاتا تھا۔

حوالہ : میزان الاعتدال، جلد 4، صفحہ 301

لو جی گئی بھینس پانی میں۔۔یعنی یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے مردود ہو گئی۔۔

ایک پوائنٹ قابل توجہ ہے۔۔

پہلی روایت کہتی تھی کہ رسولؐ خدا ﷺ اور قریش زمانہ جاہلیت میں اس دن میں روزہ رکھتے تھے اور 13 سال مکہ میں بھی اسی دن روزہ رکھتے تھے اور ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد بھی لوگوں کو حق انتخاب تھا کہ وہ اس دن روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔

لیکن دوسری روایت کہتی ہے کہ رسولؐ خدا ﷺ نے جب مدینہ ہجرت کی تو نہ یہ کہ وہ حضرت اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ اس دن روزہ رکھنے کا انکو علم تک نہ تھا اور جب یہودیوں کو دیکھا کہ انہوں نے اس دن روزہ رکھا ہوا ہے تو تعجب سے ان سے سوال کیا تو جواب سنا کہ ہم حضرت موسی کو نجات ملنے کی خوشی میں آج کے دن روزہ رکھتے ہیں۔

اس پر رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو میں بھی کفار مکہ کے ہاتھوں نجات ملنے کی خوشی میں اس دن روزہ رکھنے کا موسی سے زیادہ اہل ہوں، اسکے بعد نہ صرف یہ کہ رسولؐ خدا نے خود اس دن روزہ رکھنا شروع کر دیا بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

ہے نا عجیب۔۔۔ بلکہ غریب بھی۔۔۔ اسے کہتے ہیں، ایک جھوٹ چھپانے کے لئے کئی جھوٹ مزید بولنا پڑتے ہیں۔۔ ایک ہی کتاب میں ایک روایت کچھ کہہ رہی تو دوسری کچھ اور۔۔۔

اب بنی امیہ کی جانب سے روز عاشورا کے بارے میں گڑھی گئیں جعلی اور جھوٹی روایات کہ اس دن یہ ہوا تھا وہ ہوا تھا۔۔ فلاں کا نکاح ہو تو فلاں کو نجات ملی۔۔ وغیرہ وغیرہ کا پوسٹ مارٹم انہی کے بزرگ عالم سے پیش کر کے تحریر کو مکمّل کرتا ہوں۔۔

امام مناوی نے روز عاشورا کے بارے میں کچھ اس طرح لکھا

ما یروی فی فضل صوم یوم عاشوراء والصلاه فیه والانفاق والخضاب والادهان والاکتحال، بدعه ابتدعها قتله الحسین (رضی الله عنه) وعلامه لبغض اهل البیت، وجب ترکه۔

جو کچھ عاشورا کے دن کے روزے کی فضیلت، نماز، انفاق، خضاب کرنے، بالوں میں تیل لگانے اور آنکھوں میں سرمہ لگانے وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، وہ سب بدعت ہے کہ جسکو امام حسین کے قاتلوں نے ذکر کیا ہے اور یہی باتیں انکی اہل بیت کے ساتھ دشمنی کی بھی علامت ہے کہ ان سب بدعتوں کو ترک کرنا واجب ہے۔

حواله : فیض القدیر، جلد 6، صفحه 306

تو ثابت ہوا کہ عاشور کا روزہ یہودی رکھتے تھے نہ کہ مسلمان۔۔

بلکہ یوں کہوں کہ اس دور میں یہودی رکھتے تھے اور آج ناصبی رکھتے ہیں۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

18 ذوالحجہ، عید غدیر یا تیسرے خلیفہ کا یوم مرگ؟

18 ذوالحجہ کی تاریخ جو عالمین کے لئے عظیم ترین عید کا دن ہے اس دن کو لے کر اس بار نیا شوشا چھوڑا گیا اور سوشل میڈیا پر اس تاریخ کو قتل عثمان کا دن قرار دے کر ولایت علیؑ کے اعلان کو چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی۔

یہ کوئی نیا نہیں ہم شیعوں کے لیے کہ ہمارے تمام متبرک دنوں پر ناصبی حضرات ہمیشہ سے ایسا کرتے آئے ہیں جس سے اس دن کی فضیلت کو کم کیا جائے یا اس پر عوام کا ذہن کسی اور طرف موڑ دیا جائے جیسا کہ یکم محرم کی تاریخ کو مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ سے منسوب کر کے ان کا "یوم شہادت" منایا جانے لگا۔

جبکہ قتلِ عثمان بن عفان ہو یا قتلِ عمر بن خطاب، ہمارا تمام ناصبیوں کو کھلا چیلینج ہے کہ ان تاریخوں کو تم اپنی ہی کسی صحیح کتاب کی کسی صحیح حدیث و روایت سے ثابت کر کے دکھا دو اور یہ بھی ثابت کرو کہ تمہارے ہاں ایسے دن منانا بدعت نہیں بلکہ جائز اور حلال ہیں۔

خیر بات کو مختصر کرتا ہوں! تو اب براہ راست اس پر گفتگو کا آغاز کہ قتل عثمان کے محرکات کیا تھے اور کن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا تاکہ صاحبہ کے غلاموں کو اصحابي کالنجوم کی تفسیر پیش کی جاسکے۔

اب مختصر سی بات 18 ذوالحجہ کی تاریخ پر کر لوں کہ اہل سنت میں اس تاریخ کا کیا مقام ہے پھر مفصل انداز میں قتل عثمان پر بات کروں گا۔

عیدِ غدیر کے دن خوشیاں منانا مسلمانوں کی سیرت رہی ہے

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب الآثار الباقیہ میں عید غدیر کو ان عیدوں میں شمار کیا ہے جن میں تمام مسلمان خوشیاں مناتے تھے اور اہتمام کرتے تھے۔

حواله : ترجمه آثارالباقيه، البيرونی ص/ ۳۹۵

صرف ابن خلکان اور ابو ریحان بیرونی نے ہی اس دن کو عید کا دن نہیں کہا ہے، بلکہ اہل سنت کے مشہور معروف عالم امام ثعلبی نے بھی شب غدیر کو امت مسلمہ کے درمیان مشہور شبوں میں شمار کیا ہے۔

حوالہ : ثمار القلوب فی المضاف و المنسوب ، تالیف ابو منصور عبد الملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی

شیخین (حضرات ابو بکر و عمر) ورسولؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حضرت کے منبر سے اترنے کے بعد علی علیہ السلام کو مبارکباد پیش کی اور مبارکبادی کا یہ سلسلہ مغرب تک چلتا رہا۔

شیخین وہ پہلے افراد تھے جنھوں نے امام علیؑ کو ان الفاظ کے ساتھ مبارکباد دی

ھنیئاً لک یاعلی بن ابی طالب اصبحت وامسیت مولای ومولیٰ کل مومن ومؤمنة

یعنی اے علی بن ابی طالبؑ آپ کو مبارک ہو کہ صبح وشام میرے اور ہر مومن مرد وعورت کے مولا ہو گئے۔

عالم اہل سنت، امام بغدادی، تاریخ بغداد میں نقل کرتے ہیں کہ

جو بھی 18 ذولحجّہ کو روزہ رکھے، خداوند عالم 6 ماہ روزے کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے اور یہ دن عید غدیر کا دن ہے۔

حوالہ: خطیب ابوبکر بغدادی، تاریخ بغداد ج ۸، ص۲۸۴

تو ثابت ہوا کہ 18 ذوالحجہ کا دن عید کا دن ہے اور خوشی منانے اور تہنیت پیش کرنے کا دن ہے نا کہ عثمان کے قتل کی تاریخ۔

تو تحریر کو اب میں کچھ حصوں میں یوں تقسیم کر رہا ہوں:

1- کیا تمام صاحبہ ستاورں کی مانند ہیں؟

2- عثمان بن عفان کی ذوالنورین والی حدیث جعلی ہے

3- اسبابِ قتل: عثمان بن عفان کے عظیم جرائم

4- حضرت عائشہ اور اصحابِ رسولؐ کا عثمان بن عفان کے متعلق بیانیہ

5- عثمان بن عفان کے گھر کا گھیر او اور قتل میں کون کون اصحاب شامل تھے

6- عثمان کا معاویہ بن ابوسفیان کو اپنا قاتل قرار دینا

7- عثمان بن عفان کا توبہ نامہ

8- قتل عثمان پر امام علیؑ کا موقف و عمل

1- کیا تمام صاحبہ ستاورں کی مانند ہیں؟

ویسے تو اس پر مکمل کتابچہ لکھا جاسکتا ہے پر یہ طوالت سے بچنے کے لئے ایک ہی حدیث پیش کروں گا اور وہ بھی مسلمانوں کی قرآن کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب، صحیح بخاری سے تاکہ سند پر بحث کی ضرورت ہی نہ رہے۔

بخاری نے ابو حازم سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے سہل بن سعد سے سنا ہے:

پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہونچ جاؤنگا، اور جو بھی حوض کوثر تک پہونچے گا اور آب کوثر سے سیر اب ہو گا، تو اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی، ایک گروہ حوض کوثر پر میرے پاس آیئگا میں ان کو پہچان لوں گا اور وہ بھی مجھے پہچان لیں گے لیکن میرے اور ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا۔

ابو حازم نے کہا ہے جب میں اس حدیث کو نقل کر رہا تھا تو نعمان بن ابی عیاش نے بھی سنا اور کہا: کیا سھل نے اس طرح بیان کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اس نے اسی طرح سے بیان کیا ہے، تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس طرح کا کلام میں نے ابوسعید خدری سے بھی سنا ہے، لیکن کچھ اضافہ کے ساتھ کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں، تو میں ان سے کہونگا کہ دور ہو جاؤ تم نے میرے بعد تبدیلی کی ہے۔

صحیح بخاری : ج ۴ ، ص ۳۵۵

تو اب ہمارے اہل سنت بھائی بتائیں کہ آپ کے عقیدے میں تو تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جبکہ رسولؐ اللہ ﷺ انہیں حوز کوثر سے بھگا دیں گے تو آخر وہ کون سے اصحاب ہیں جنہوں نے بعدِ رسولؐ ﷺ دین میں تبدیلیاں کی تھیں؟؟؟

تو ثابت ہوا کہ اصحابي کاالنجوم کی حدیث ہی جعلی اور باطل ہے ورنہ بخاری یہ حدیث اپنی صحیح میں لاتے ہی نہیں۔

2- عثمان بن عفان کی ذوالنورین والی حدیث جعلی ہے

اس ذوالنورین پر میں بناتِ رسولؐ والی تحریر میں بھی لکھ چکا ہوں لیکن یہاں بھی دوسری اہل سنت احادیث پیش کر کے مزید ثابت کر دوں کہ یہ ذوالنورین اور دیگر روایات جو عثمان بن عفان کی شان میں موجود ہیں وہ تمام کی تمام جعلی اور گھڑی ہوئی ہیں۔

کچھ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں

حدیث 01:

ابن عباس نے رسولؐ خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: بہشت میں کوئی بھی درخت ایسا نہیں ہے جس کے پتوں کے اوپر یہ لکھا ہوا نہ ہو: لا الہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ ابو بکر صدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین۔

کتاب المعجم الكبير ، جلد ۱۱، ص ۶۳

اب اس حدیث پر اہل سنت علمائے حدیث، امام طبرانی اور امام ذھبی کی رائے ملاحظہ ہو۔

طبرانی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: یہ حدیث جعلی ہے کیونکہ علی بن جمیل اس حدیث کی سند میں موجود ہے اور یہ شخص بہت زیادہ حدیث جعل کرنے والا ہے، اور یہ حدیث فقط اسی سے نقل ہوئی ہے جبکہ ذھبی بھی اس حدیث کو باطل سمجھتا ہے۔

میزان الاعتدال ، جلد ۲ ،ص۶۳۳

اب ایک اور حدیث پھر اگلے حصے کی طرف بڑھتا ہوں۔۔

حدیث 02:

انس پیغمبر اسلام ﷺ سے نقل کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس رات مجھے معراج پر لے جایا گیا اور میں بہشت میں داخل ہوا تو اچانک میں نے ایک سیب دیکھا جو حور کے ہاتھ میں لٹکا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ میں عثمان کے لئے ہوں جو مظلوم قتل ہوئے۔

اس حدیث کو ذھبی نے میزان الاعتدال میں عباس بن محمد عدوی وضّاع سے نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث جعلی ہے۔ اور ابن حجر کہتا ہے: **اصلاً یہ پیغمبر ﷺ کا کلام ہی نہیں ہے۔**

میزان الاعتدال ، جلد ۲ ص ۳۸۶
کتاب لسان المیزان ، جلد ۳ ،ص ۳۰۸

تو ثابت ہوا کہ جن احادیث کو 18 ذوالحجہ کے دن فضیلتِ عثمان سے پھیلایا جا رہا ہے وہ خود علمائے اہل سنت کے نزدیک جعلی ہیں۔

3-اسبابِ قتل: عثمان بن عفان کے عظیم جرائم

ویسے تو تیسرے خلیفہ پر اگر چارج شیٹ عوام کے آگے پیش کی جائے تو اس پر مستقل کتاب لکھنا پڑ جائے گی تو تحریر کو مختصر رکھتے ہوئے پوائنٹس کی صورت میں پیش کر رہا ہوں

عثمان بن عفان کی اسلامی احکامات اور اسوہ رسول ﷺ میں تبدیلیاں

- عثمان نے رسولؐ اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف منا میں نماز پوری پڑھی اور جب صحابہ جیسے عبد الرحمان بن عوف کے اعتراض کا سامنا ہوا اور جواب دینے سے قاصر رہا تو کہا "ہذا رَأیٌ رَأیتُہ "" یہ میری رای ہے جو میں نے دی ہے۔

حوالہ : تاریخ اسلام، ج4 ص268

- متقی ہندی کے کہنے کے مطابق وضو میں تبدیلی اور شیعہ اور اہل سنت کا اختلاف بھی اس کے دَور خلافت سے شروع ہوا ہے۔

حوالہ : کنزالعمال ج 9 ص 443 ح 26890

- ایک جگہ عثمان خود اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ہاتھ اور منہ دھونے کے بعد سر کا مسح کیا اور پھر پاؤں کا مسح کیا۔

حوالہ: المصنف في الأحاديث والآثار ج 1 ص 16

- بنی امیہ کے داغدار ماضی والے افراد کو عوامی خزانے پر مسلط کرنا صحابہ اور تابعین پر ناگوار گزرا۔ مثال کے طور پر مدینہ کے مشرق میں مہرقہ نامی جگہ حارث ابن حکم کو بخشدیا یہ وہی جگہ ہے جہاں جب رسولؐ اللہ ﷺ پہنچے تو پاوں زمین پر مارا اور فرمایا:

یہ جگہ ہماری نماز کی جگہ، طلب باران کی جگہ اور عید الاضحی اور عید فطر کی جگہ ہے اس جگہ کو ویران کرے گا اور اس جگہ سے کرایہ لے گا اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو ہماری بازار سے کوئی چیز کم کرے۔

اسی طرح فدک مروان بن حکم کو دیا افریقہ کے خمس، غنائم کو بھی اسے بخش دیا اور یہ واقعہ مسلمانوں پر اتنا ناگوار گزرا کہ عبد الرحمن بن جنبل جحمی نے اس کی مذمت میں اشعار پڑھا۔

حوالہ: المصنف في الأحاديث والآثار ج 1 ص 16

- اسی طرح اہل سنت منابع کے مطابق عثمان نے اس غنیمت سے جو مسلمانوں کا حق تھا چار لاکھ درہم عبد اللہ بن خالد ابن اسید بن رافع کو اور ایک لاکھ حکم ابن ابی العاص کو دیے۔

حوالہ : البدء و التاریخ، ج ۵، ص ۲۰۰

-عثمان نے عمار یاسر کو کوفہ کی امارت سے بر طرف کیا اور اپنے سوتیلے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو اس کی جگہ مقرر کیا، ابو موسی اشعری کو بصرہ کی امارت سے ہٹا کر اپنا ماموں زاد بھائی، عبد اللہ بن عامر بن کریز کو مقرر کیا جبکہ وہ ایک تازہ جوان تھا، عمرو بن عاص کو مصر کی جنگ کا سپہ سالار معین کیا اور عبد اللہ بن ابی سرح کو مصر کے خراج کا متولی بنا دیا جبکہ وہ اسکا رضاعی بھائی تھا۔ پھر عمرو ابن عاص کو سپہ سالاری سے بر طرف کر کے دونوں منصب عبد اللہ ابن ابی سرح کے سپرد کیا- جبکہ ان میں سے بعض لوگ تو اسلامی آئین اور پیغمبر اکرم کی معنوی میراث کے اتنے پابند بھی نہیں تھے۔

حوالہ : دینوری، اخبارالطوال/ترجمہ، ص۱۷۴

-بعض لوگ جن کو پیغمبر اکرم ﷺ نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا، عثمان کے دَور میں اس کی خواہش کے مطابق مدینہ لوٹ آئے اور حکومتی عہدوں پر فائز ہوئے، مثال کے طور پر عثمان نے اپنا رشتہ دار حکم ابن ابی العاص کو جلاوطنی سے واپس بلایا اور اس کے بیٹا مروان کو اپنا مشاور بنایا۔

حوالہ : ابن عبد البر، الاستیعاب، جلد ۳، صفحہ ۱۳۸۸

-پیغمبر اکرم ﷺ نے اسرار فاش کرنے کے جرم میں خبیث حکم ابن ابی العاص کو شہر بدر کیا تھا اسے عثمان نے مدینہ بلا کر حکومتی عہدے پر فائز کر دیا۔

حوالہ : البدء و التاریخ، جلد ۵، صفحہ ۲۰۰ - دینوری، الاخبار الطوال، ۱۳۹

-عبد اللہ بن ابی سرح، عثمان کا رضاعی بھائی، مصر کا گورنر بنا، اس کا ماضی اسلام میں کوئی اچھا نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کچھ عرصہ مدینہ میں کاتب وحی تھا لیکن مرتد ہوا اور قریش سے جا ملا۔ ایک آیہ شریفہ (سورہ اَنعام / آیہ ۹۳) بھی اسکی مذمت میں نازل ہوئی۔ وہ چونکہ قریش کی نسبت پیغمبر اکرم ﷺ کی ذہنیت سے خوب واقف تھا اس لیے پیغمبر اکرم ﷺ سے روبرو ہونے کا مشورہ دیتا تھا۔

حواله : ابن عبد البر، الاستیعاب، جلد ۱ ، صفحه ۶۹ - واقدی، مغازی، جلد ۲، صفحه ۷۸۷

-عثمان کا رشتہ دار ولید بن عقبہ جسے عثمان نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا وہ ظاہری طور پر بھی اسلامی احکام کی رعایت نہیں کرتا تھا۔ ایک دن اس نے شراب کی حالت میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھی اور مسجد میں حاضر لوگوں سے کہا اگر چاہو تو اس سے زیادہ پڑھوں۔

ولید کے شراب پینے کی خبر عثمان تک پہنچی لیکن عثمان نے اس پر شراب پینے کی حد جاری نہیں کی ولید وہ شخص ہے جس کے بارے میں پیغمبر اکرم کے زمانے میں ایک آیہ نازل ہوئی جس میں اسکو فاسق کہا گیا۔

حواله : امامت و سیاست/ترجمه، صفحه۵۴ - طبری، تفسیر جامع البیان، جلد ۲۶، صفحه ۷۸

تو حضرات یہ تھے ان لاتعداد جرائم میں سے کچھ کا ذکر جو عثمان بن عفان نے اپنی خلافت کے دور میں انجام دیئے اور یہی جرائم اس کی قتل کی وجہ بنے۔ اب کیا کوئی عقل و شعور رکھنے والا انسان ایسے فرد کے لئے لفظ شہادت استعمال کر سکتا ہے کہ جس نے دین اسلام اور اسوہ رسولؐ کو بدل ڈالا اور احکاماتِ دین کا کھلم کھلا مزاق اڑایا؟

اب آگے چلتے ہیں۔۔

4-حضرت عائشہ اور اصحابِ رسولؐ کا عثمان بن عفان کے متعلق بیانیہ

اس حصہ پر بھی اگر تفصیل سے بحث کی جائے تو اس پر بھی پوری کتاب تشکیل پا سکتی ہے کہ کن کن اصحابِ رسولؐ اور ازواج رسولؐ کی عثمان بن عفان کے بارے میں کیا رائے تھی۔۔

بس مختصر بیان کر کے آگے بڑھتا ہوں تا کہ مزید حصوں پر بھی لکھ سکوں۔۔

اس حقیقت پر کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ سب سے زیادہ عائشہ اور طلحہ اور زبیر نے لوگوں کو عثمان کی مخالفت پر برانگیختہ کیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے جو کہ عثمان کے قتل پر منتج ہوئے۔

ان مخالفین میں زبیر بن عوام سب سے پیش پیش تھے اور طلحہ بن عبید اللہ اول الذکر کی بہ نسبت کچھ کم مخالف تھے۔

عثمان نے بھی ایک دفعہ طلحہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:

ویلی من طلحه ! اعطیته کذا ذهبا وهو یروم ـ. اللهم لا تمتعه به ولقه عواقب بغیه "

مجھے طلحہ پر سخت افسوس ہے کہ میں نے اسے اتنا سونا دیا تھا اور وہ آج مجھے قتل کرنا چاہتا ہے

پروردگار! اسے دولت سے لطف اندوز نہ کرنا اور اسے بغاوت کے انجام بد تک پہنچانا۔

حواله : الفنته الکبری ، صفحه 8

قتل عثمان میں حضرت عائشہ کا کردار تو بالکل واضح ہے۔

حضرت عائشہ ہی وہ خاتون تھیں جنہوں نے کئی دفعہ رسولؐ خدا ﷺ کی قمیص دکھا کر عثمان کو کہا تھا کہ:

رسولؐ خدا ﷺ کی ابھی قمیص بھی بوسیدہ نہیں ہوئی مگر تم نے ان کی سنت کو ترک کر دیا۔

اور کئی مرتبہ پردہ کے پیچھے سے کھڑے ہو کر انہوں نے قتل عثمان کا ایسے فتویٰ دیا تھا۔

"اقتلوا نعثلا عثمان فقد كفر "

تم نعثل عثمان کو قتل کرو کہ وہ کافر ہو گیا ہے"

حوالے:

1. إبن الأثير – النهاية في غريب الحديث -الجزء : (5) – رقم الصفح (79)
2. إبن الأثير – الكامل في التاريخ -الجزء : (3) – رقم الصفحة (206 / 207)
3. تاريخ الطبري – الجزء : (3) – رقم الصفحة (477)
4. أحمد بن أعثم الكوفي – كتاب الفتوح – الجزء : (2) – رقم الصفحة (437)
5. إبن قتيبة الدينوري – الإمامة والسياسة – تحقيق الشيري – الجزء : (1) – رقم الصفحة (72)
6. إبن قتيبة الدينوري – الإمامة والسياسة – تحقيق الزيني – الجزء : (1) – رقم الصفحة (51)
7. الرازي – المحصول – الجزء : (4) – رقم الصفحة : (343)
8. الحلبي – السيرة الحلبية – الجزء : (3) – رقم الصفحة (356)

9. إبن أبي الحديد – شرح نهج البلاغة – الجزء : (6) – رقم الصفحة (215)
10. إبن منظور – لسان العرب – الجزء : (11) – رقم الصفحة (669 – 670)
11. الزبيدي – تاج العروس – الجزء : (8) – رقم الصفحة : (141)

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی وصیت:

حضرت ابن مسعود وصیت کر کے گئے تھے کہ ان کی نماز جنازہ میں عثمان شامل نہ ہو۔

حوالہ : البلاذری ۔انساب الاشراف ۔جلد چهارم ۔ ص ۲۷

عبد الرحمن بن عوف کی وصیت:

عبد الرحمن بن عوف یہ وصیت کر کے مرے تھے کہ ان کے جنازے میں عثمان شریک نہ ہو۔

حواله: البلاذری ۔انساب الاشراف ۔ جلد پنجم ۔ ص ۷۴

عثمان کے متعلق حجر بن عدی کا عقیدہ:

عثمان وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی حکومت میں ظلم کیا اور ناحق کام انجام دیا۔

حواله : تاريخ الطبری : ج 5 ص 275 - أنساب الأشراف : ج 5 ص 266

یہ تھے کچھ حوالے اب اگلے حصے پر بڑھتے ہیں

5- عثمان بن عفان کے گھر کا گھیراو، کون کون اصحاب شامل تھے

مروّج الذهب میں ذکر ہوا ہے: ۳۵ویں ہجری میں کوفہ سے حضرت مالک بن حارث نَخَعی دو سو افراد کے ساتھ، بصرہ سے حضرت حکیم بن جنبلہ عبدی سو افراد کے ساتھ، مصر سے حضرت عبد الرحمن بن عدیس بلوی (واقدی اور دیگر سیرت لکھنے والوں نے اس کا شمار ان افراد میں کیاہے جنھوں نے صلح حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی تھی جو "" بیعت شجرہ "" یا "" بیعت رضوان "" کے نام سے معروف ہے) چھے سو افراد کے ساتھ اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ جیسے حضرت عمرہ بن حَمَقِ خزاعی اور حضرت سعد بن حُمران تجیبی مصر سے روانہ ہوئے۔

پہلے خلیفہ کے بیٹے حضرت محمد بن ابی بکر بھی مصریوں کے ہمراہ تھے انہوں نے مصر میں اپنی تقریر سے عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔

حوالے:

تاب مروّج الذہب : جلد ۲ صفحہ ۳۵۲
تاریخ مدینه ، جلد٤ ، صفحه ۱۱۵۵تا ۱۱٦۰

عشرہ مبشرہ میں شامل طلحہ بن عبید اللہ کا عثمان کے خلاف اہل مصر کو امادہ کرنا

کتاب الامامة والسیاسة میں آیا ہے کہ طلحہ نے اہل مصر کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس نے ان کو عثمان کے قتل کے لیے آمادہ کیا جس کا مضمون اس طرح سے ہے:

اس خدا کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے مصر میں رہنے والے مہاجرین اور شورا کی باقی صحابہ امابعد ہماری طرف آو اور جانشین پیغمبر کو آکر سنبھال لو قبل اس کے کہ وہ سزا دینے والے والوں کی گرفت میں اجائے کیونکہ کتاب خدا کو تبدیل اور سنت رسولؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بہت تبدیلی آگئی ہے اور پہلے دونوں خلیفہ کے احکام کی صورت کو بدل دالا ہے، ہم باقی اصحاب رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور نیک تابعین کو کہ جو اس خط کو پڑھیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ ہماری طرف آئیں اور ہمارا حق ان سے دلائیں، اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے پاس آو اور حق کو وہیں اس کی جگہ پر قائم کرو جس طرح سے وہ تمہارے پیغمبر اور دونوں خلفاء سے جدا ہو گیا ہے، ہمارے حق اور حصہ پر جو بیت المال سے تھا اس پر مسلط ہو گئے ہیں ہم اور ہمارے کاموں میں رخنہ پیدا کر دہا ہے ہمارے رسولؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی جانشینی رحمت تھی لیکن اب یہ سلطنت ایک ستم ہے جو بھی جس چیز پر مسلط ہے وہ اس کو کھا رہا ہے۔

حواله: الامامة والسياسة : جلد ۱ ، ص ۵۳

عثمان کے گھر تک کھانا اور پانی پہنچنے پر پابندی

کتاب الامامة وا لسیاسة میں ذکر ہوا ہے کہ کوفہ سے مالک اشتر نخعی کی قیادت میں ایک ہزار اور مصر سے ابن ابی حذیفہ کی قیادت میں چار سو افراد آئے، ان کے علاوہ کوفہ اور مصر کے رہنے والے کچھ لوگ پہلے ہی سے عثمان کے گھر کے سامنے موجود تھے اور طلحہ ان دونوں گروہوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

طلحہ نے ان سے کہا: جب تک عثمان تک کھانا اور پانی پہنچتا رہے گا وہ تمہارے محاصرہ سے نہیں ڈرے گا، لہذا یہ لوگ عثمان تک پانی اور کھانا پہنچنے میں مانع ہوئے۔

حواله : الامامة و السيا سة : جلد١، ص٥٦

تاریخ الطبری میں (عبد الرحمن بن یسار سے نقل ہوا ہے) ذکر ہوا ہے کہ جب لوگوں نے ان چیزوں کا ملاحظہ کیا جو عثمان نے انجام دی تھیں تو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جو صحابی مدینہ میں تھے انہوں نے پیغمبر اسلام کے ان اصحاب کو جو مدینہ سے باہر تھے اس طرح سے تحریر کیا:

تم لوگ راہ خدا میں جہاد کرنے اور دین محمد کی حفاظت کے لیے باہر گئے ہو لیکن دین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے پیچھے تباہ وبرباد ہو گیا ہے، لہذا جلدی کرو اور دین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سہارا دو۔

اصحاب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاروں طرف سے آ گئے یہاں تک کے عثمان کو قتل کر دیا گیا۔

حوالے:

تاريخ الطبرى : جلد٤ ، ص ٣٦٧
كتاب الكامل فى التاريخ : جلد ٢ ص ٢٨٧
شرح نهج البلاغه : جلد ٢ص ١٤٩

عثمان کے قتل میں حضرت محمد بن ابی حذیفہ کا منصوبہ

ابو القاسم محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ عبیشمی، عتبہ بن ربیعہ کہ جو (مشرکین کا سردار تھا)(1) اس کا نواسہ اور معاویہ کے ماموں کا بیٹا تھا(2) محمد کا باپ مکہ میں مسلمان ہوا تھا محمد کے ماں باپ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں پر محمد کی ولادت ہوئی(3) اور محمد نے اپنے والدین کی شہادت کے بعد عثمان کے یہاں پرورش پائی(4)۔

تعجب کی بات ہے کہ جب لوگوں نے عثمان کے خلاف شورش کی تو محمد بھی اس وقت عثمان کا شدید مخالف تھا(5) اس نے اہل مصر کو عثمان کے خلاف بہت اُکسایا(6) اور ظاہری طور پر عثمان کے (گھر) کا محاصرہ کرنے اور اس کے قتل میں شریک تھا(7)۔

اسی بات کے ضمن میں تاریخ الطبری میں (زہری سے نقل) ہوا ہے: کہ اسی سال جب عبد اللہ بن سعد جو کہ (مصر کا حاکم تھا جب رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلا) تو محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ بھی اس کے (لشکر میں) ساتھ ساتھ تھے، انہوں نے عثمان کے عیوب اور اس کی بدعتوں و نیز دونوں خلفاء کی روش سے مخالفت کو اس کے سامنے بیان کیا اور اس کے خون کو مباح قرار دیا اور کہا: کہ عثمان نے عبد اللہ بن سعد کو اپنا گورنر بنایا ہے جبکہ یہ وہی ہے کہ جس کے خون کو رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مباح قرار دیا تھا اور قرآن نے اس کے کفر کا اعلان کیا تھا، پیغمبر خدا نے جس کو مدینہ سے باہر نکال دیا تھا عثمان نے اس کو واپس بلالیا، پیغمبر اسلام ﷺ کے اصحاب کو ایک طرف کر دیا اور سعید بن عاص و عبد اللہ بن عامر کو اپنا کارندہ (گورنر) بنالیا، جیسے ہی یہ خبر عبد اللہ بن سعد کو پہونچی تو اس نے ان سے کہا: کہ ہمارے ساتھ مت آو، پس یہ دونوں ایک ایسے گروہ کے ساتھ ہو گئے جن میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا جس وقت انہوں نے دشمنوں سے ملاقات کی تو اس وقت ان دونوں کی حالت مسلمانوں سے بتر تھی جب ان سے اس کے بارے میں معلوم

کیا تو انہوں نے کہا: کس طرح سے ایسے شخص کے ہمراہ رہکر جنگ کریں جو اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے حکم کو قبول کیا جائے ؟ چونکہ عبد اللہ بن سعد کو عثمان نے اپنا گورنر بنالیا اور عثمان نے ایسا ایسا کیا ہے لہذا اس کی فوج کے سپاہی بھی جنگ کرنے میں سستی کرنے لگے اور عثمان کے عیبوں کو بر ملا بیان کرنے لگے (

حوالے ملاحظہ فرمائیں

(1) ۔ سیر أعلام النبلاء : جلد٣ص ٤٨٠ الرقم ١٠٣، المستدرک علی الصهيحين : جلد ٣ ص ٢٤٧۔

(2) رجال الكشى: جلد ١ ص ٢٨٦ الرقم ١٢٥، كتاب الغارات : جلد ١ ص ٣٢٨، تاريخ الطبرى : جلد ٥ ص ١٠٦، اُسد الغابه : جلد ٥ ص ٨٢ الرقم ٤٧٢٠۔

(3) ۔ الطبقات الكبرى : جلد ٣ ص ٤٨، المعارف :لابن قتيبة : ص ٢٧٢، تاريخ الاسلام للذهبى : جلد ٣ ص ٦٠٢، سير أعلام النبلاء : جلد ٣ ص ٤٧٩ الرقم ١٠٣۔

(4) ۔ المعارف : لابن قتيبة : ص ٢٧٢،تاريخ الاسلام للذهبى : جلد ٣ ص ٦٠٢، سير أعلام النبلاء : جلد ٣ ص٤٨٠، الرقم ١٠٣، الاستيعاب : ج٣ ص ٤٢٦ الرقم ٢٣٥٤۔

(5) ۔ الاستيعاب : ج٣ ص ٤٢٦ الرقم ٢٣٥٤ ، اُسد الغابه : جلد ٥ ص ٨٢ الرقم ٤٧٢٠، الانساب الاشراف : جلد ٦ ص ١٦٣، تاريخ الطبرى : جلد ٤ ص ٢٩٢، الكامل فى التاريخ : جلد٢ ص ٣٥٢۔

(6) ۔ الطبقات الكبرى : جلد ٣ ص٨٤، الانساب الاشراف : جلد ٦ ص ١٦٤، تاريخ الطبرى : جلد ٤ ص ٢٩٢، الكامل فى التاريخ : جلد٢ ص ٣٥٢و٣٥٣۔

(7) ۔ اُسد الغابة : جلد ٥ ص ٨٢و ٨٣ الرقم ٤٧٢٠۔

(8)۔ تاریخ الطبری :جلد٢ ص ٣٥٢و٣٥٣، الکامل فی التاریخ : جلد٢ ص٢٥٤

اب جلدی جلدی مزید آگے بڑھتا ہوں کہ تحریر بہت طویل ہو گئی ہے

6- عثمان کا معاویہ بن ابو سفیان کو اپنا قاتل قرار دینا

تاریخ طبری میں (محمد بن سائب کلبی سے نقل کرتے ہوئے) ذکر ہوا ہے جیسے ہی عثمان نے یہ دیکھا کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور لوگ کس طرح سے ان کے مقابلہ میں کھڑے ہیں تو انہوں نے شام میں معاویہ بن ابی سفیان کو ایک خط لکھا:

اس خدا کے نام جو بخشنے والا اور مہربان ہے، اما بعد، اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں، میری اطاعت نہیں کرتے، انہوں میری بیعت توڑ دی ہے لہذا تمہارے پاس جو شامی جنگجو ہیں ان کو کسی بھی طرح سے میری طرف بھیج دو۔

جب خط معاویہ کے پاس پہنچا تو وہ انتظار کرنے لگا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اصحاب پیغمبر (عثمان کے خلاف) جمع ہو گئے ہیں اس لئے ان کی مخالفت کرنا بہتر نہیں ہے (١)۔

نیز تاریخ اسلام میں (ابن زبیر اور ابن عباس کے نقل کے مطابق) ذکر ہوا ہے: عثمان نے مِسوَر بن مَخرَمہ کو معاویہ کے پاس بھیجا (اور اس کو یہ ذمہ داری دی) کہ وہ معاویہ کو اطلاع کر دے کہ عثمان محاصرہ میں ہے اور اس کو حکم دیا کہ وہ بہت جلد ایک لشکر اس کی طرف بھیج دے۔

جیسے ہی مسور، معاویہ کے پاس پہنچا تو معاویہ، مسلم بن عقبہ، اور ابن حدیج سوار ہو کر مدینہ کے لیے نکل پڑے اور دس دن میں شام سے مدینہ پہونچ گئے، معاویہ آدھی رات کے وقت عثمان کے پاس پہونچا، اس نے عثمان کے سر کا بوسہ لیا۔

عثمان نے کہا: تمہارا لشکر کہاں ہے؟

معاویہ نے کہا: ہم صرف تین آدمی آئے ہیں۔

عثمان نے کہا: خداوند عالم تجھے رشتہ داری کی نعمت نہ دے اور تیری مدد نہ کرے، تجھے جزائے خیر نہ دے، خدا کی قسم میں صرف تیری وجہ سے قتل کیا جاؤں گا اور تیری وجہ سے مجھ سے یہ انتقام لیا جارہاہے۔

معاویہ نے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوجائیں! اگر میں تمہاری طرف لشکر بھیج دیتا اور ان لوگوں کو معلوم ہوجاتا تو یہ تمہارے قتل کرنے میں جلدی کرتے، لیکن میرے ساتھ تیز دوڑنے والے گھوڑے ہیں میرے ساتھ اسی وقت باہر نکلو، کسی کو بھی میرے آنے کی اطلاع نہیں ہے، خدا کی قسم ہم تین دن میں شام کی سرحد کو عبور کر جائیں گے۔

عثمان نے کہا: تم نے غلط مشورہ دیا ہے اور اس مشورہ کو قبول نہیں کیا۔

معاویہ بہت جلدی وہاں سے واپس چلا گیا۔

مسور مدینہ میں ذومروہ(۱) کے راستہ سے اس وقت داخل ہوا (جب عثمان، معاویہ کو سرزنش کررہاتھا اور اس کے عذر کو بھی قبول نہیں کررہاتھا)۔

عثمان کا جب دوبارہ محاصرہ ہوا تو پھر دوبارہ مسور کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کی مدد کے لیے آئے، لیکن معاویہ نے کہا: عثمان نے (ایک مدت) نیکی کی تو خدا نے بھی اس کے ساتھ نیکی کی پھر جیسے ہی اس نے اپنے طور طریقہ کو بدل ڈالا تو اللہ نے بھی اپنے طریقہ کو بدل دیا اور اس کے اوپر سختی کردی۔

پھر اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا: تم نے عثمان کو اکیلا چھوڑ دیا اور جب اس کی جان خطرہ میں پڑگئی تو مجھ سے کہتے ہو: اس سے موت کو دور کردو، میں اس وقت کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد معاویہ مجھے اپنے نزدیک ایک باغ میں لے گیا اور پھر کوئی میرے پاس نہیں آیا، یہاں تک کہ عثمان قتل کردیا گیا(۲)۔

نیز تاریخ یعقوبی میں آیا ہے: (عثمان) نے معاویہ کو (خط) لکھا اور اس سے درخوست کی کہ بہت جلد اس کے پاس پہنچ جائے لہذا وہ بارہ ہزار افراد پر مشتمل ایک فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔

پھر معاویہ نے فوج سے کہا: تم یہیں شام کے قریب توقف کرو میں امیر المومنین کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کے صحیح حکم سے آگاہ ہو جاؤں، پھر وہ عثمان کے پاس آیا۔

عثمان نے پوچھا کتنے دن میں آئے ہو؟

معاویہ نے کہا: میں تمہارا نظریہ معلوم کرنے آیا ہوں، پھر ان کے پاس واپس جا کر ان کو تمہارے پاس لے آوں گا۔

عثمان نے کہا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ تو یہ چاہتا ہے کہ میں قتل ہو جاوں تاکہ تم بعد میں یہ کہہ سکے کہ میں ان کے خون کا ولی ہوں! واپس جاو اور ان کو میرے پاس لے آئو۔

معاویہ واپس چلا گیا؛ لیکن عثمان کے پاس واپس لوٹ کر نہیں آیا یہاں تک کہ عثمان قتل ہو گیا(۳)(۴)۔

حوالہ جات:

(۱) معجم البلدان : جلد٥ ،ص ١١٦ ۔
(٢) ۔ تاريخ الاسلام للذهبى : جلد ٣، ص ٤٥٠ ، تاريخ دمشق : جلد ٣٩ ، ص ٣٧٧، اور اسی کے مثل ۔
(٣) ۔ تاريخ اليعقوبى : جلد ٢، ص ١٧٥۔
(٤) ۔ محمد محمد ی ری شهری ، دانش نامه امير المومنين (عليه السلام) جلد ٣، ص ٣١٣۔

حضرت ابو ایوب انصاری کے بقول عثمان کا قاتل معاویہ بن ابو سفیان

کتاب الامامة والسياسة میں معاویہ کو ابو ایوب کے خط میں ذکر ہوا ہے:

ہمیں عثمان کے قاتلوں سے کیا مطلب؟ جس نے عثمان کو منتظر اور شامیوں کو اس کی مدد کرنے سے باز رکھا، وہ تو ہے اے معاویہ تو ہے۔ جن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے وہ انصار کے افراد نہیں تھے۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

کتا ب الامامة والسیاسة : جلد ۱، ص ۱۳۰
شرح نهج البلاغه : جلد ۸، ص ٤٤؛ واقعه صفین : ص ۳٦۸

عثمان کے قتل کے بارے میں ابو طفیل کی معاویہ کے ساتھ بات چیت

تاریخ الخلفاء میں (ابو طفیل عامری بن واثلہ صحابی کے بارے میں) آیا ہے کہ وہ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے اس سے کہا: کیا تو عثمان کا قتل کرنے والوں میں سے نہیں ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں لیکن وہ لوگ ہیں جو مدینہ نے میں اس وقت موجود تھے اور اس کی مدد نہیں کی۔

معاویہ نے کہا: عثمان کی مدد کرنے کو کس چیز نے تجھے منع کیا؟

تو اس نے کہا: اس وجہ نے کہ مھاجرین وانصار نے ان کی کوئی مدد نہیں کی

تو معاویہ نے کہا: آگاہ ہو جاؤ ان کی گردنوں پر اس کی نصرت کا حق واجب تھا

تو اس نے کہا: ائے امیر المومنین تمہارے ساتھ تو خود شام کے لوگ موجود تھے پھر تم نے کیوں ان کی مدد نہیں کی؟

معاویہ نے کہا: کیا میں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہو گیا ہوں یہ کافی نہیں ہے؟
تو ابو طفیل نے مسکرانے کے بعد کہا:

تو اور عثمان شاعر کے اس شعر کی مانند جو ہو جو اس نے کہا:

لا ألفینکَ بَعد الموت تَندبُنی ـ وفی حَیاتی مازَوّدتَنی زاد

تجھے اپنی موت کے بعد گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھو گا۔ کیونکہ میری زندگی میں تو تم نے کوئی ساتھ نہیں دیا۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

تاریخ الخلفاء : ص ٢٣٩
کتاب الاستیعاب : جلد ٤، ص ٢٦٠، الرقم ٣٠٨٤
کتاب اُسد الغابه : جلد ٦، ص ١٧٧، الرقم ٦٠٣٥

عثمان کی مدد نہ کرنے پر معاویہ کی پشیمانی

تاب الفتوح میں (معاویہ سے نقل ہوا ہے) آیا ہے: کہ میں نے عثمان کی کمک نہیں کی اس میں بہت شرمندہ ہوں اس نے مجھ سے مدد طلب کی اور میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

کتاب الفتوح : جلد ٢، ص ٤٤٦

7- عثمان بن عفان کا اپنے جرائم کے اعتراف توبہ نامہ

عثمان کے گھر کا جب اصحابِ رسولؐ نے محاصرہ کیا تو عثمان گھر سے باہر آیا اور منبر پر جا کر یہ اقرار کیا

اے لوگوں! خدا کی قسم ایسا نہیں ہے کہ جو اعتراضات تم نے کئے ہیں میں ان سے باخبر نہیں ہوں میں نے ایسا کوئی کام انجام نہیں دیا ہے جس کی طرف میں متوجہ نہ ہوں یا جس سے میں اگاہ نہ ہوں

لیکن میرے نفس نے مجھے دھوکہ دیا اور سست کر دیا اور مجھے غلط راہ پر لا کر کھڑا کر دیا اس نصیحت کو قبول کرنے والا میں سب سے پہلا شخص ہوں، جو میں نے کیا ہے میں اس کے لیے استغفار کروں گا اور خدا کی بارگاہ میں دوبارہ حاپلٹ جاوں گا کیونکہ مجھ جیسے لوگ رک جاتے ہیں اور واپس پلٹ آتے ہیں، اور جیسے ہی میں منبر سے نیچے آوں بزرگ حضرات میرے پاس آئیں اور اپنے رای مشوروں سے مجھے خبر دار کریں خدا کی قسم اگر حق مجھے غلامی

کی طرف لے جائے گا تو میں غلام کی طرح پیش آونگا اگر مجھے غلام کی طرح ذلیل کیا جائے تو میں اس کو بھی برداشت کرونگا۔

تاریخ الطبری : ج٤ ص ٣٦٠،البدایه و النهایه : ج٧ص ١٧٢،الكامل فی التاريخ : ج٢ ص ٢٨٤،الجمل : ص ١٩١

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیؑ اور اسی طرح امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے، جب عثمان اپنے غلط کاموں کی وجہ سے اصحاب کے محاصرے میں تھا، حملہ کرنے والوں سے مقابلہ اور اسکی حمایت و طرفداری کی تھی اور عثمان تک پینے کا پانی بھی پہنچایا تھا۔

اب آخری حصے میں امام علیؑ پر بات کرکے ناصبیوں کا منہ بند کرتا ہوں تا کہ چار یار کا نعرہ لگاتے ہوئے شرم محسوس کریں۔

8- قتل عثمان پر امام علیؑ کا موقف و عمل

ابن شبہ نمیری نے کتاب تاریخ المدینۃ میں لکھا ہے:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قال: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حِينَ حُصِرَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حُمِلَتْ حَتَّى وُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي خِدْرِهَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَتْ: " أَجِرْ لِي مَنْ فِي الدَّارِ "۔ قَالَ: نَعَمْ إِلا نَعْثَلا وَشَقِيًّا، قَالَتْ: " فَوَاللَّهِ مَا حَاجَتِي إِلا عُثْمَانُ، وَسَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ "۔ قَالَ: مَا إِلَيْهِمَا سَبِيلٌ۔ قَالَتْ: " مَلَكْتَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبِ فَأَسْجِحْ "، قَالَ: أَمَا وَاللَّهِ مَا أَمَرَكِ اللَّهُ وَلا رسولُهُ۔

ماجشون نے روایت نقل کی ہے کہ ام حبیبہ زوجہ رسولؐ خدا ﷺ جب عثمان محاصرے میں تھا۔ اپنے حجاب میں علیؑ کے پاس آئی، اس حالت میں کہ وہ حضرت منبر پر بیٹھے تھے، اور کہا: جو عثمان کے گھر میں افراد ہیں، انھیں میری پناہ میں قرار دیں، حضرت نے فرمایا: نعثل (عثمان) اور شقی (سعید ابن العاص) کے علاوہ۔

ام حبیبہ نے کہا: در اصل میں ان دونوں کو ہی اپنی پناہ میں لینا چاہتی ہوں، حضرت نے فرمایا: ان دو کو تم آزاد نہیں کرا سکتی، ام حبیبہ نے کہا تم ابو طالب کے بیٹے ہو اب تم غالب آ گئے ہو

تو انکو معاف کر دو، حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم، خداوند اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ہر گز ایسا کام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

النميري البصري، ابوزيد عمر بن شبة (متوفي262هـ)، تاريخ المدينة المنورة، ج 2، ص219 ح 2019، تحقيق علي محمد دندل وياسين سعد الدين بيان، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت۔

بحث سندی:

اس روایت کی سند مکمل طور پر صحیح اور اسکے تمام راوی ثقہ (معتبر) ہیں:

ابو سلمة، موسی ابن اسماعیل:

یہ محمد ابن اسماعیل بخاری کا استاد ہے، ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

موسي بن إسماعيل أبو سلمة التبوذكي الحافظ عن شعبة وهمام وخلق وعنه البخاري وأبو داود وابن الضريس وابن أبي عاصم سبطه قال عباس الدوري كتبنا عنه خمسة وثلاثين ألف حديث قلت ثقة ثبت مات 223 ع

موسی ابن اسماعیل، حافظ (جسکو ایک لاکھ احادیث حفظ ہوں) تھا، اس نے شعبہ، ھمام سے روایت نقل کی ہے اور بخاری ابو داود نے حدیث کو اس سے سنا ہے، عباس دوری نے کہا ہے: میں نے اس سے 35 ہزار احادیث کو لکھا ہے، میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ وہ ثقہ اور مورد اعتماد ہے۔

الذهبي الشافعي، شمس الدين ابوعبد الله محمد بن أحمد بن عثمان (متوفي 748 هـ)، الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، ج2 ص301، رقم: 5677 ،

یوسف ابن یعقوب:

یہ کتاب بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہے، ذہبی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

يوسف بن يعقوب بن أبي سلمة الماجشون أبو سلمة المدني عن أبيه والمقبري والزهري وعنه أحمد ومسدد ثقة مات 185 خ م ت س ق ۔

یوسف ابن یعقوب نے اپنے والد، مقبری اور زہری سے روایت کو سنا ہے اور احمد ابن حنبل نے اس سے روایت کو نقل کیا ہے، وہ ثقہ راوی ہے۔

الكاشف ج2 ص402، رقم: 6459

یعقوب ابن ابی سلمۃ:

یہ بھی کتاب صحیح مسلم، ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہے، ابن حجر عسقلانی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

يعقوب بن أبي سلمة الماجشون التيمي مولاهم أبو يوسف المدني صدوق من الرابعة مات بعد العشرين م د ت ق ـ

یعقوب ابن ابی سلمۃ روایت نقل کرنے میں سچا (معتبر) تھا۔

تقريب التهذيب ج1 ص608، رقم: 7819

اس روایت میں اہم نکتہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ نے عثمان کو نعثل کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ وہ لقب ہے کہ جو اکثر اصحاب عثمان کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔

نعثل ایک یہودی شخص تھا کہ جو لمبے قد، لمبی داڑھی، خوفناک چہرے اور بہت احمق تھا، جب بھی کوئی کسی کا مذاق اڑانا چاہتا تھا تو وہ اسے نعثل کہا کرتا تھا۔

کتب اہل سنت میں روایات موجود ہیں کہ جو بتاتی ہیں کہ جب عثمان نے امیر المؤمنین علیؑ پر تہمت لگائی کہ آپ نے میرے والی (حاکم) کو خط لکھا ہے تو ان حضرت نے غصے میں قسم کھائی کہ میرا اور تیرا سامنا روز قیامت خدا کی بارگاہ میں ہو گا اور اس وقت تک ہر گز میں تمہارا دفاع نہیں کروں گا۔

ابن شبہ نمیری نے کتاب تاریخ المدینہ میں اس بارے میں دو روایت کو نقل کیا ہے:

روایت اول:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحُبَابِ، قال: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا كَانَ قَدِمَ قَوْمٌ مِنْ مِصْرَ مَعَهُمْ صَحِيفَةٌ صَغِيرَةُ الطَّيِّ، فَأَتَوْا عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالُوا: إِنَّ

هَذَا الرَّجُلَ قَدْ غَيَّرَ وَبَدَّلَ، وَلَمْ يَسِرْ مَسِيرَةَ صَاحِبَيْهِ، وَ كَتَبَ هَذَا الْكِتَابَ إِلَي عَامِلِهِ بِمِصْرَ، أَنْ خُذْ مَالَ فُلانٍ وَاقْتُلْ فُلانًا وَسَيِّرْ فُلانًا، فَأَخَذَ عَلِيٌّ الصَّحِيفَةَ فَأَدْخَلَهَا عَلَي عُثْمَانَ، فَقَالَ: أَتَعْرِفُ هَذَا الْكِتَابَ؟ فَقَالَ: " إِنِّي لأَعْرِفُ الْخَاتَمَ "، فَقَالَ: اكْسِرْهَا فَكَسَرَهَا۔
فَلَمَّا قَرَأَهَا، قَالَ: " لَعَنَ اللَّهُ مَنْ كَتَبَهُ وَمَنْ أَمْلاهُ "۔
فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَتَتَّهِمُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ؟ قَالَ: " نَعَمْ "۔
قَالَ: مَنْ تَتَّهِمُ؟ قَالَ: " أَنْتَ أَوَّلُ مَنْ أَتَّهِمُ "، قَالَ: فَغَضِبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَامَ، وَقَالَ: وَاللَّهِ لا أُعِينُكَ وَلا أُعِينُ عَلَيْكَ حَتَّي أَلْتَقِيَ أَنَا وَأَنْتَ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

عبد الملک ابن ہارون نے اپنے والد اور اس نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ جب عثمان کے لیے وہ حوادث پیش آئے تھے تو مصر سے چند لوگ اپنے ساتھ ایک خط لیے مدینہ آئے۔

مدینہ آکر وہ علیؑ کے پاس گئے اور کہا: اس مرد (عثمان) نے (سنت پیغمبر کو) تبدیل کر دیا ہے اور اپنے دونوں دوستوں (ابو بکر و عمر) کے راستے سے ہٹ گیا ہے، اس نے یہ خط مصر میں اپنے والی کو لکھا ہے کہ فلاں سے اسکا مال لے لو، فلاں کو قتل کر دو اور فلاں کو مصر سے جلا وطن کر دو وغیرہ وغیرہ۔

علیؑ وہ خط لے کر عثمان کے پاس گئے اور اس سے کہا: تمہیں اس خط کے بارے میں کچھ پتا ہے ؟ عثمان نے کہا مجھے اسکی مہر کے بارے میں پتا ہے، پھر کہا اس خط کو کھولو، جب کھولنے کے اسے پڑھا گیا تو اس نے کہا: خداوند کی لعنت ہو اس پر جس نے لکھا ہے اور جس نے لکھوایا ہے۔

پس علیؑ نے اس سے کہا: کیا تمہیں اپنے خاندان کے کسی شخص پر شک ہے ؟ اس نے کہا: ہاں، علیؑ نے پوچھا وہ کون ہے ؟ عثمان نے کہا: وہ تم ہو ! راوی کہتا ہے: علیؑ غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور کہا:

خدا کی قسم میں تمہاری نہ کوئی مدد کروں گا اور نہ ہی تمہارے خلاف کوئی کام کروں گا، یہاں تک کہ میری اور تمہاری خداوند کی بارگاہ میں ملاقات ہو جائے۔

النميري البصري، ابوزيد عمر بن شبة (متوفي262هـ)، تاريخ المدينة المنورة، ج 2، ص212، ح2008، تحقيق علي محمد دندل وياسين سعد الدين بيان، ناشر: دار الكتب العلمية - بيروت۔

روایت دوم:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْوَقَّاصِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَجَعَ أَهْلُ مِصْرَ إِلَي الْمَدِينَةِ قَبْلَ أَنْ يَصِلُوا إِلَي بِلادِهِمْ، فَنَزَلُوا ذَا الْمَرْوَةِ فِي آخِرِ شَوَّالٍ، وَبَعَثُوا إِلَي عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ أَعْتَبَنَا، ثُمَّ كَتَبَ يَأْمُرُ بِقَتْلِنَا، وَبَعَثُوا بِالْكِتَابِ إِلَي عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَدَخَلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَي عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْكِتَابِ، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عُثْمَانُ؟ فَقَالَ: " الْخَطُّ خَطُّ كَاتِبِي، وَالْخَاتَمُ خَاتَمِي، وَلا وَاللَّهِ مَا أَمَرْتُ وَلا عَلِمْتُ "۔
قَالَ: " أَتَّهِمُكَ وَكَاتِبِي "۔
فَغَضِبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَقَالَ: وَاللَّهِ لا أَرُدُّ عَنْكَ أَحَدًا أَبَدًا

ابراہیم ابن محمد ابن سعد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ مصر کے لوگ مدینہ سے واپس آ گئے، وہ لوگ اپنے شہروں میں پہنچنے سے پہلے، ماہ شوال کے آخر میں ذاالمروہ کے مقام پر گئے، انہوں نے کسی شخص کو علیؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ عثمان پہلے تو ہماری سرزنش کیا کرتا تھا اور اب خط لکھ کر ہمارے قتل کرنے کا حکم دیتا ہے، انہوں نے خط کو علیؑ کے لیے بھیجا۔ علیؑ وہ خط لے کر عثمان کے پاس گئے اور کہا: اے عثمان یہ کیا ہے؟ عثمان نے کہا: یہ میرا خط ہے اور میں نے لکھا ہے، لیکن خدا کی قسم میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا اور اسکا مجھے کوئی پتا نہیں ہے پھر اس نے علیؑ سے کہا: میں تمہیں اور اپنے کاتب کو متہم کرتا ہوں، پس علیؑ

خشمگین ہو گئے اور فرمایا: خدا کی قسم میں کسی کو بھی تجھ تک پہنچنے سے نہیں رکوں گا،(یعنی تم پر ہونے والے حملے میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔

النميري البصري، ابوزيد عمر بن شبة (متوفي262هـ)، تاريخ المدينة المنورة، ج 2، ص212، ح2009، تحقيق علي محمد دندل وياسين سعد الدين بيان، ناشر: دار الكتب العلمية – بيروت،

اسی طرح عبد الرزاق صنعانی نے ایک دوسری روایت کو اپنی کتاب امالی میں نقل کیا ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ اور عثمان نے ایک دوسرے کو گالیاں بھی دیں تھیں:

أنا مَعْمَرٌ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: " شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَبَّا بِسِبَابٍ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا اسْتَبَّ بِمِثْلِهِ، وَلَوْ كُنْتُ مُحَدِّثًا بِهِ أَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ بِهِ، قَالَ: ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَيْهِمَا يَوْمًا آخَرَ فَرَأَيْتُهُمَا جَالِسَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ، أَحَدُهُمَا يَضْحَكُ إِلَى الآخَرِ۔

سعید ابن مسیب سے روایت ہوئی ہے کہ میں نے ایک دن علیؑ اور عثمان کو دیکھا کہ ایسی ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے کہ آج تک میں نے ویسی گالیاں نہیں سنی تھیں، پھر کہا لیکن ایک دوسرے دن میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہنس رہے تھے۔

الصنعاني، ابوبكر عبد الرزاق بن همام (متوفي211هـ)، الأمالي في آثار الصحابة، ج 1، ص70، ح91 ، تحقيق : مجدي السيد إبراهيم ، ناشر : مكتبة القرآن - القاهرة ۔

امیر المؤمنین علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام نے عثمان اور اسکے گھر کا کسی قسم کا کوئی دفاع نہیں کیا تھا۔ بعض اہل سنت کے علماء بنی امیہ سے اپنی وفاداری اور اسلام سے اپنی خیانت کو ثابت کرنے کے لیے جعلی اور جھوٹی روایات گھڑتے رہتے ہیں۔

اگر فرض بھی کریں کہ وہ اسکے گھر کے سامنے حاضر ہوئے تھے تو وہ اسکے گھر میں موجود بے گناہ افراد کی جان کی بچانے کے لیے حاضر ہوئے تھے نہ کہ عثمان کی جان بچانے کے لیے۔

اہل سنت اور وہابی ان غلط قصے کہانیوں سے رسولؐ خدا ﷺ کے اہل بیتؑ اور ظالم، فاسق اور غاصب صحابہ کے درمیان تعلقات کے اچھا ہونے کو ہر گز ثابت نہیں کر سکتے۔

والسلام علیکم، ابو عبد اللہ

70 بار اپنی ماں سے حرام کرنے والے گناہ سے بچاؤ کا طریقہ

آج میری تحریر ایک خاص مقصد پر ہے اور انشاء اللہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد آپ کی زندگی سے جھوٹ جیسی غلاظت کا یقیناً خاتمہ ہو جائے گا۔

ویسے تو لاتعداد احادیث جھوٹ کی مذمت میں موجود ہیں لیکن میں اپنی تحریر کا آغاز رسولؐ خدا کی اس حدیث سے کرتا ہوں جسے آیت اللہ شہید دستغیب نے اپنی کتاب گناہانِ کبیرہ میں نقل کیا ہے جسے پڑھ کر یقیناً غیرت مند مومن جھوٹ سے دور رہے گا

حضرت رسولؐ خدا ﷺ ہم مومنین کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

مومن جب بغیر کسی عذر کے جھوٹ بولتا ہے تو اس پر 70 ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اس کے دل سے ایسی سخت بدبو اٹھتی ہے جو عرش تک پہنچتی ہے اور اس ایک جھوٹ کے سبب خدا اُس کے لئے 70 مرتبہ زنا کرنے کے برابر گناہ لکھ دیتا ہے۔ اور وہ بھی ایسا زنا جو اپنی ماں سے کیا جائے۔۔

اللہ اکبر۔۔ اللہ اکبر۔۔ تو دیکھا آپ نے۔۔ یہ ہے جھوٹ بولنے کا گناہ جس کا تصور بھی کوئی عام غیرت مند انسان کبھی نہیں کر سکتا تو کجا علیاًولی اللہ کا اقرار کرنے والے۔۔

تو آج میں آپ کو وہ طریقے بتاؤں گا جس سے اس غلیظ ترین گناہ سے جھٹکارا حاصل ہو جائے

۔

یاد رکھیں، شریعت ہمیں اگر کسی بات سے روکتی ہے تو ساتھ اس کا متبادل بھی فراہم کرتی ہے، مثال کے طور اگر کوئی نوجوان شادی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو زنا کے بچنے کے لئے نکاح متعہ کی سہولت دی گئی۔ ایسے ہی متعدد احکامات ہیں جس پر دین آپ کو کچھ اس طرح کہتا ہے، "دیکھو ایسے نہیں ایسے کرو"!

تحریر طول پکڑتی جارہی تو مختصر کرتے ہوئے براہ راست جھوٹ سے بچنے کے طریقے پر آتا ہوں

-جھوٹ سے بچنے کے تین طریقے ہیں-

1۔سوالیہ بات کرنا

2۔توریہ کرنا

3۔انشائیہ جملے کا استعمال کرنا

آپ بالکل پریشان نہ ہوں ان سب اصطلاحات کو انتہائی آسان کر کے مثالوں سے سمجھتا ہوں

1-سوالیہ بات کرنا:

سوال وہ واحد جملہ ہوتا ہے جس میں جھوٹ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔یعنی سوال میں جھوٹ نہیں ہوتا

مثال:فرض کریں کہ آپ نے نمازِ مغربین ادا نہیں کی،اب اگر کوئی آپ سے سوال کرے کہ کیا آپ نے نمازِ مغربین ادا کر لی ہے؟تو آپ اس سے الٹا سوال کر کے جھوٹ سے بچ سکتے ہیں یعنی آپ اس سے کہیں "کیا میں نے نماز نہیں پڑھی ہو گی؟؟تو یقیناً سوال کرنے والا یہی سمجھے گا کہ آپ نے نماز پڑھ لی ہے۔

تو دیکھا آپ نے،کس طرح سے آپ نے سوال کر کے خود کو جھوٹ سے بچالیا۔۔

2-توریہ کرنا:

توریہ سے مراد ہے ایسی بات کہنا جس کا ایک ظاہری مفہوم ہو لیکن کہنے والے کی مراد کچھ اور ہو،اگرچہ سامع کی نظر ظاہری مفہوم کی طرف ہی جاتی ہو۔مثلاً وہی مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ کیا آپ نے نمازِ مغربین ادا کرلی ہے جبکہ آپ نے نہیں کی ہوئی تو آپ یہاں سوال کے علاوہ توریہ سے بھی بچ سکتے ہیں۔یعنی آپ دل میں نیت کریں توریہ کرنے کی اور اس سے کہیں

جی ہاں میں پڑھ چکا ہوں- یہاں آپ نے دل میں یہ نیت کی زندگی میں کبھی تو پڑھی ہی تھی تو اس کی نیت کر کے جملے کو تھا، تھی، تھے سے ادا کر دیا۔"جی ہاں میں نے پڑھ لی تھی یا میں پڑھ چکا ہوں"

یاد رہے کہ توریہ میں نیت ضروری ہے یعنی دل میں فوراًاس عمل کا ارادہ کریں جو آپ کر چکے ہیں پھر ماضی کے صیغے سے جواب دیں یعنیPast Tenseسے۔کرلی تھی، تھا وغیرہ

3-انشائیہ جملہ:

انشائیہ جملہ یعنی جس جملے کو انشاء اللہ کے ساتھ ادا کیا جائے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی آپ سے کہے کہ کل آپ فلاں جگہ اس وقت پر پہنچ جائیں اور آپ کے جانے ارادہ نہ ہو تو جھوٹ بولنے سے بہتر ہے آپ اسے یہ جواب دیں"ہاں انشاء اللہ کل حاضر ہوتا ہوں"یعنی اگر اللہ نے چاہا تو کل حاضر ہو جاؤں گا۔

اب اگر آپ کل نہ جاسکے تو یقیناً اللہ نے یہ چاہا نہیں ورنہ اگر اللہ چاہ لیتا تو آپ یقیناً وہاں پر چلے جاتے کیونکہ اللہ جس کا ارادہ کرلے وہ کام ہو کر رہتا ہے۔

نوٹ:ایک بات یاد رکھیں کہ یہ تین طریقے آپ عمومی مرحلوں میں استعمال کر سکتے ہیں نا کہ مالی و تجارتی معاملات میں، جس سے کسی کو مالی نقصان ہو جائے۔آسان الفاظ میں یہ کہ: یہ طریقے اگر ان طریقوں سے اگر کسی مومن کو کسی بھی طرح کا نقصان پہنچنے کا اندیشا ہو تو ان کا استعمال حرام ہو جائے گا، یا تجارتی معاملات میں خواہ کوئی مومن ہو یا نہ ہو اس کا استعمال جائز نہیں۔

تو دیکھا آپ نے کتنی آسانی سے آپ ان طریقوں پر عمل کرتے ہوئے جھوٹ جیسے عظیم گناہ کبیرہ سے با آسانی بچ سکتے ہیں۔

ان پر عمل کریں اور مجھ حقیر کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں

والسلام، ابو عبد اللہ

امام خمینیؒ اور دیگر فقہاء امامیہ کی توہین پر جواد نقوی صاحب کو جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجھم

مومنین و مومنات السلام علیکم،

دو ڈھائی ماہ کی پابندی کے بعد جب دوبارہ فیس بُک پر آیا تو یک دم ایک ویڈیو نظر سے گزری۔۔ ویڈیو کو دیکھتے ہی میرا وہ پارہ جو کئی ماہ سے سطحِ زمین پر تھا ایک دم شوٹ مار گیا۔۔

تو فوراً وہ ویڈیو اٹھا کر میں نے اپنی وال پر پوسٹ کر دی، نسبتاً مناسب تبصرے کے ساتھ تاکہ مومنین مزید ہوشیار ہو جائیں۔۔

ہمیشہ کی طرح وہی ہوا جو ہوتا رہا ہے۔جی ہاں میں بات کر رہا ہوں اسی شخص کی جو پہلے خود کو استاد کہلانے کے درپے رہا پھر آیت اللہ بننے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے۔

جی جی اسی دشمنِ تشیع کی بات کر رہا ہوں جسے میں "مبینہ استاد" لکھتا آیا ہوں یعنی جواد نقوی۔

اس شخص سے اب کوئی بھی احترام کا رشتہ نہیں رہا، کیونکہ یہ مسلسل مکتبِ اہل بیت کو نشانہ بنا رہا ہے۔پہلے جب اسے عصمتِ انبیاء پر جواب دیا تو اس کی پدی فوج کے اہلکاروں نے نا صرف گالیاں نکالیں بلکہ اس پوسٹ کو رپورٹ کر کے فیس بُک سے بھی ہٹوا دیا اور بعد میں جب جب بھی اسے علمی جواب دیا گیا تو اس نے اپنے سیمی سقیفائی فوج کو گندی زبان کے ہتھیار تھما کر پیچھے لگا دیا نا کہ علمی انداز میں جواب دیا۔

خدا بھلا کرے مولانا شہریار عابدی اور دیگر علماء حق کا کہ انہوں نے اس کو بے نقاب کرنے میں بہترین اجر رسالت ادا کیا بلکہ اب بھی کر رہے ہیں۔

خیر اب اس ویڈیو پر آتا ہوں۔۔

تو سب سے پہلے اس سیمی سقیفائی فوج کے سپاہ سالار یعنی مبینہ استاد و سید جواد نقوی کی اس ویڈیو سے اس کے جملے نقل کر دوں جو اس نے رویت ہلال پر بکواس کرتے ہوئے توہینِ مراجع کی۔۔ ملاحظہ فرمائیں

1 – یہ ایک عیب بھی ہے کہ علمی اصولوں کو نظر انداز کر کے شرعی مسائل کو غیر علمی اصولوں پر مبتنی کرنا اور یہ واقعاً ایک شرمندگی کا بھی باعث ہے

2 – شریعت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ: دوربین سے آپ جہاز دیکھیں تو دیکھنا ہی ہوتا ہے، دوربین سے اگر کوئی چیز دیکھیں تو دیکھنا ہی شمار ہوتا ہے۔ دوربین سے اگر چاند دیکھیں تو یہ دیکھنا شمار نہیں ہوتا یہ نہ دیکھنا شمار ہوتا ہے، خوب۔۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہنسی کا باعث بنتی ہیں...

3 – یہ "تقویٰ" نہیں ہے جو یہ کہے کہ چاند دوربین سے نظر نہیں آتا

پھر مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ ایسے علماء کو تب آنا چاہیے تھا جب دوربین کشف نہیں ہوئی تھی یہ قدیم زمانے کے ہیں۔۔

اور پتا نہیں کیا کیا بکواس اس نے علماء حق کے بارے میں کی جو آپ اس لنک پر ملاحظہ فرما سکتے تا کہ تحریر طویل نہ ہو۔

لنک:

https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=415678336782837&id=100050220228597

المختصر کہ جس بھی مرجع نے دوربین ایجاد ہونے کے بعد چاند کے مسئلے پر اس کو معیار قرار نہیں دیا وہ سب اس مبینہ استاد کی نظر میں دقیانوسی، باعثِ شرمندگی اور غیر متقی ہیں معاذاللہ۔۔

تو اس جاہل کو میں بتاتا چلوں کہ آج سے تقریباً چار سو سال قبل دوربین ایجاد ہو چکی تھی اور پوری دنیا میں بہترین دوربینوں سے کام تقریباً 40 سال پہلے سے لیا جارہا ہے۔

یعنی چار سو سال تک جتنے بھی شیعہ فقہاء گزرے بلکہ چار سو سال چھوڑ کر حالیہ چالیس سال کو لے لیتے ہیں تاکہ یہ بہانہ بھی ختم ہو جائے دوربین ہر کسی کی دسترس میں نہیں تھی۔۔

اس استاد الفتنہ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اگر چاند کو ایک بہت بڑی دوربین ہبل سے دیکھا جائے تو ہر وقت چاند سامنے ہی رہے گا، رویت ہلال کا مسئلہ ہی ختم اور جس انداز میں اس نے چشمے کا دوربین پر قیاس کیا ہے، سائنسدانوں کو چاہئے کہ گیلیکسیز کو چشمے کی مدد سے دیکھا کریں دوربین سے نہیں اور جواد نقوی نے جو عینک لگا رکھی ہے وہ دراصل دوربین ہے عینک نہیں۔

تو قارئین کرام۔۔ اس شخص بنام جواد نقوی کے نزدیک جو جو مراجع عظام، انسانوں کے لیے باعثِ شرمندگی بنے اور اس کی نگاہ میں غیر متقی اور دقیانوسی ہیں ان کی لسٹ میں اول

نمبر پر رہبر انقلابِ اسلامی مرحوم حضرت آیت اللہ العظمی سید روح اللہ خمینیؒ ہیں کیونکہ وہ بھی دور بین سے چاند دیکھنے کو رویت ہلال کا معیار قرار نہیں دیتے تھے۔

امام خمینیؒ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔۔

تحریر الوسیله : «لا اعتبار برؤية الهلال بالآلات المستحدثه۔۔

آن لائن لنک :

http://www.imam-khomeini.ir/fa/c12_20429/%D8%A7%D8%B3%D8%AA%D9%81%D8%AA%D8%A7%D8%A6%D8%A7%D8%AA/%D8%B1%D9%88%D8%B2%D9%87/%D8%B1%D9%88%D8%B2_%D8%B9%DB%8C%D8%AF_%D9%81%D8%B7%D8%B1_%DA%86%DA%AF%D9%88%D9%86%D9%87_%D8%AB%D8%A7%D8%A8%D8%AA_%D9%85%DB%8C_%D8%B4%D9%88%D8%AF%D8%9F_%D8%A7%DA%AF%D8%B1_%D9%85%D8%AC%D8%AA%D9%87%D8%AF%DB%8C_%D8%A8%D9%87_%D8%A7%D8%B3%D8%AA%D9%86%D8%A7%D8%AF_%D8%B1%D8%A4%DB%8C%D8%AA_%D9%87%D9%84%D8%A7%D9%84_%D8%A8%D8%A7_%D8%AA%D9%84%D8%B3%DA%A9%D9%88%D8%A8_%D8%A7%D9%88%D9%84_%D9%85%D8%A7%D9%87_%D8%A7%D8%B9%D9%84%D8%A7%D9%85_%D9%86%D9%85%D8%A7%DB%8C%D8%AF_%D8%A2%DB%8C%D8%A7_%D8%AA%D8%A8%D8%B9%DB%8C%D8%AA_%D8%A7%D8%B2_%D8%A2%D9%86_%D8%AC%D8%A7%DB%8C%D8%B2_%D8%A7%D8%B3%D8%AA_%DB%8C%D8%A7_%D8%AE%DB%8C%20

جی تو اب مجھے بتائیں سارے جوادی چیلے۔۔ کیا اب بھی تم جواد نقوی کی جانب سے توہینِ علماء کا دفاع کروگے ؟؟؟ کہ اس شخص نے تو امامِ خمینی تک کو غیر متقی، دقیانوسی اور انسانوں کے لیے باعثِ شرمندگی قرار دے دیا۔

جواب ہے ؟؟؟ جواب تو دینا ہی پڑے گا تم چیلوں کو۔۔

چلیں جی اب ذرا ان مراجع عظام کے فتاویٰ بھی نقل کردوں جو دوربین کو معیار قرار نہ دیتے ہوئے اس جاہل کی نظر میں غیر متقی، دقیانوسی اور باعث شرمندگی ہیں۔۔ ملاحظہ فرمائیں

رؤية الهلال بواسطة العين المسلحة

—

السؤال:

هل تكفي رؤية الهلال بواسطة العين المسلحة من قبيل المنظار الإلكتروني والتلسكوب ونحوهما في ثبوت الهلال ؟

—

الجواب۔:

السيّد علي السيستاني:

ج . لا تكفي رؤيته بالادوات المقرّبة إذا لم يمكن رؤيته بدونها۔- الموقع–

—

السيّد محمد سعيد الحكيم:

ج . يشترط الرؤية بالعين المجردة في احد بلدان العالم القديم اي اسيا اوربا افريقيا فقط۔ – استفتاء–

—

الشيخ حسين وحيد الخراساني:

ج . لا يثبت الهلال بواسطة العين المسلحة من قبيل المنظار و التلسكوب ونحوهما۔- استفتاء–

—

السيّد محمد تقي المدرسي:

ج . يثبت الهلال بالعين المجرّدة۔

استفتاءات ج2 س 402–

—

السيّد محمد صادق الروحاني:

ج . الرؤية بالمنظار الالكتروني لا إعتبار بها ـ- الموقع–

—

الشيخ محمد إسحاق الفياض:

ج . تثبت رؤية الهلال بالعين المجردة۔ – الاستفتاءات الشرعية س 402 –

—

السيّد محمد الشيرازي:

ج . يشترط في ثبوت الهلال الرؤية بالعين المجرَّدة۔ – الموقع–

—

السيّد أبو القاسم الخوئي:

ج . إذا كان لا يرى عادياً إلا بالمجهر فلا يكفي۔ – صراط النجاة ج1 س 320–

—

السيّد محمد صادق الصدر:

ج . لابد من رؤية العين المجردة الطبيعية۔- المنهج ج 1 م 1040-

المختصر کہ ایک دو مرجع کو چھوڑ کر کثیر تعداد میں مجتہدین کی جانب سے دوربین سے رویت ثابت نہیں ہوتی۔۔

ہاں جی... سیمی سقیفائی فورس کے اہلکاروں اب بتاؤ امامِ خمینی کے ساتھ ساتھ آیت اللہ العظمی سید سیستانی، صادق روحانی، وحید خراسانی، اسحاق فیاض...... جیسے عظیم الشان مراجع عظام بھی کیا غیر متقی، باعثِ شرمندگی اور دقیانوسی اور وہ سب بکواس جو تمہارے سیمی سقیفائی استاد نے اپنی ویڈیو میں کی ہے اس کے معاذاللہ مستحق ہیں؟؟؟

قارئین... دیکھا آپ نے کس طرح سے یہ جواد نقوی نامی مبینہ استاد مکتبِ تشیع کے عظیم علماء کو تنقید کا نشانہ بنارہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے رہبر معظم اور امامِ خمینی تک سے بغاوت شروع کردی ہے اور وہ بھی ان کا نام لے کر اور تصاویر لگا کر!

مومنین و مومنات بہت محتاط رہیں اور اس جوادی فتنے سے مکمّل آگاہ رہیں۔

والسلام، ابوعبداللہ

شیعوں کو ابن سبا یہودی کا طعنہ دینے والوں کو جوابی پھکی

سوال: ابو عبد اللہ مجھے یہ جاننا ہے کہ جب دشمن اہلبیت ہم شیعوں پر یہودی ہونے کی تہمت لگاتے ہیں عبد اللہ ابن سبا کو لے کر تو میں ان کو کیسے جواب دوں؟

جواب: سلام، ان سے کہیں کہ تم اپنی ہی کسی صحیح کتاب سے شیعوں کا یہودی ہونا ثابت کر کے دکھادو جبکہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں فقط اور فقط شیعہ ہی ہیں جو اپنے اس نام سے زبانِ رسالت سے ثابت ہیں اور وہ بھی اہل سنت کی کتابوں سے... البتہ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اصل میں چھپا ہوا یہودی یا پھر یہودیوں کا سہولت کار کون تھا اور وہ بھی اسی کی زبانی اور آپ کی اپنی کتابوں سے...

تو لیجیے پھکی حاضر ہے۔۔

آپ کے ہر دل عزیز خلیفہء دوم ارشاد فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَشْهَدُ الْيَهُودَ يَوْمَ مِدْرَاسهم فَأَعْجَبُ مِنَ التَّوْرَاةِ كَيْفَ تُصَدِّقُ الْفُرْقَانَ وَمِنَ الْفُرْقَانِ كَيْفَ يُصَدِّقُ التَّوْرَاةَ؟ فَبَيْنَمَا أَنَا عِنْدَهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ، قَالُوا: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، مَا مِنْ أَصْحَابِكَ أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْكَ۔ قُلْتُ: وَلِمَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: إِنَّكَ تَغْشَانَا وَتَأْتِينَا

ترجمہ: میں یہودیوں کے مدرسوں میں جایا کرتا تھا اور اس چیز پر تعجب کرتا تھا کہ قرآن کس طرح تورات کی تائید کرتا ہے اور تورات قرآن کی۔۔

ایک دن میں یہودیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، اس وقت یہودیوں نے مجھ سے کہا: اے خطاب کے بیٹے! تمہارے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی ہم تیرے جیسا دوست نہیں رکھتے، تم ہمارے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص ہو۔

عمر نے کہا: کیوں میں یہودیوں کے نزدیک باقی سب سے زیادہ محبوب ہوں؟

یہودیوں نے جواب دیا: کیونکہ تم ہمیشہ ہمارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ خاص الفت رکھتے ہو۔

حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

امام طبری:

- تفسير الطبري، جامع البيان ط دار التربية والتراث، جلد 2، صفحه 381

امام ابن کثیر:

- تفسير ابن كثير – ت السلامة، جلد 1، صفحه 339

امام ابن حجر عسقلانی:

- كتاب العجاب في بيان الأسباب، جلد 1، صفحه 293

امام ابن بدران:

- تفسير ابن بدران؛ جواهر الأفكار ومعادن الأسرار المستخرجة من كلام العزيز الجبار، صفحه 272

امام ابن شبۃ:

- تاريخ المدينة لابن شبة، جلد 3، صفحه 866

ہاں جی تو آپ نے اب خلیفہ جی کا بیان حلفی خود ان کی زبانی ملاحظہ فرمالیا ہوگا کہ موصوف کس قدر یہودیوں سے الفت رکھتے تھے اور اسلام کے بدترین دشمن یعنی یہود کی حضرتِ دوم کے بارے میں کیا شاندار خیالات تھے۔

چلیں اب ذرا قرآن مجید کو بھی دیکھ لیتے ہیں کہ وہ کیا کہتا ہے۔

سورہ مائدہ کی آیت 51 میں اللہ کا ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ

ترجمہ: اے ایمان والو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست اور سرپرست نہ بناؤ کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی انہیں دوست بنائے گا تو ان ہی میں شمار ہو جائے گا بیشک اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

پھر سورہ مائدہ کی آیت 82 میں ارشاد ہوتا ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ ٱلنَّاسِ عَدَٰوَةً لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلَّذِينَ أَشْرَكُواْ

ترجمہ: آپ دیکھیں گے کہ صاحبانِ ایمان سے سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے یہودی اور مشرک ہیں

ہاں جی ان دو آیات کے تناظر میں ذرا حضرتِ دوم کا اقرار ملاحظہ فرمائیں اور پھر ہمیں بتائیں کہ اس کے بعد آپ کا جواب کیا ہوگا؟

جواب کا انتظار رہے گا۔۔

والسلام، ابوعبداللہ

کتابِ سلیم بن قیسؒ اور راوی ابان بن ابی عیاشؒ کا علمی دفاع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ

اللهم العن الشقيّ الأعظم والملحد المشرك المجتذم، رئيس اهل الظلم، عدوَّ الله وعدوَّ الوليّ، الملعون بالنّص الجليّ، غاصب حقّ فاطمة الزهراء يا بنت محمد۔

حضرت سلیم ابن قیسؒ ایک بلند مرتبہ، گرانقدر اور قابلِ اعتماد ثقہ انسان تھے۔ ان کے مقام کے لیے برقی کی اس بات پر گواہی کہ وہ اولیاء اور امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے بزرگ اصحاب میں سے تھے اور اس طرح سے علّامہ حلّیؒ نے بھی ان کی عدالت کا حکم دیا ہے۔

کتابِ غیبت میں نعمانیؒ کے قول کی بنیاد پر، کتابِ سلیم اصولِ معتبر میں سے بلکہ ان میں سے سب سے بڑے اصول ہیں، اس کا سارا محتویٰ صحیح ہے اور یا معصوم علیہ السلام سے یا ایسے شخص سے ہے جس کی روایت کی تصدیق اور اسے قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ کے مؤلف نے کتاب کے اختتام میں کہا ہے کہ: کتاب سلیم قابل اعتماد کتابوں میں سے ہے کہ جس کے قرائن اس کے ثبوت پر قائم ہیں اور یہ کتاب مؤلفین سے تواتر کی حدّ تک پہنچی ہے، یا ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کتاب کی نسبت اس کے مؤلفین کی طرف صحیح ہے، اس طرح سے کہ اس میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔

آیت اللہ العظمی شاہرودی فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے بعض نسخوں میں، دو مطالب پائے جاتے ہیں: ایک یہ کہ آئمہ تیرہ ہیں، البتہ اس نسخہ میں غلطیاں موجود ہیں جس پر صاحبِ وسائل نے فرمایا کہ:

"کتاب سلیم میں سے جو نسخہ ہم تک پہنچا ہے اس میں کسی قسم کا فساد نہیں پایا جاتا اور شاید جعل کیا گیا فاسد نسخہ اس کے علاوہ ہو۔ اور اسی وجہ سے وہ نسخہ مشہور نہیں ہوا اور ہم تک نہیں پہنچا۔"

اور شاید مراد یہ ہو کہ آئمہ علیہم السلام پیغمبر صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے ساتھ ملا کر تیرہ عدد ہیں، جیسا کہ دوسرے نسخوں میں ہے کہ آئمہ فرزندانِ اسماعیلؑ میں سے ہیں اور پیغمبر صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے ساتھ تیرہ عدد ہیں۔

دوسرا یہ کہ اس کتاب میں محمد ابن ابی بکرؓ کی اپنے باپ کو ان کی موت کے وقت نصیحت شامل ہے جبکہ ان کی عمر تین سال سے بھی کم تھی لیکن یہ چیز بھی اس کتاب کو خدشہ دار نہیں کرتی، کیوں کہ ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نسخہ مخدوش ہے لیکن دوسرے نسخے اس طرح کے مطالب اور باتوں سے خالی ہیں۔

بعض بزرگ رجالی علماء نے جیسے میرزاؒ نے رجالِ کبیر میں کہا ہے:

جو کچھ ہم تک پہنچا ہے (کتابِ سلیم میں سے) اس بات کو بیان کررہا ہے کہ محمد ابن ابی بکر نے اپنے باپ کی موت کے وقت نصیحت کی، اور یہ چیز ممکن ہے اور اس کتاب کے جعلی ہونے کے حکم پر دلالت نہیں کررہی۔

اسی طرح سے ''تفرشی'' نے کتابِ ''نقد الرجال'' کے حاشیہ میں کہا ہے: سلیم کی احادیث میں سے زیادہ تر، شیعہ اور سنی کتابوں میں دوسرے طریقوں سے بھی روایت ہوئی ہیں، اور یہ بات خود اس کتاب کی صحت پر دلالت کررہی ہے۔

اجماع علمائے شیعہ کا اس پر اعتقاد ہے جن میں سے کچھ کے نام پیش کررہا ہوں۔

1 - عمر بن ابی سلمہ (المتوفی ۸۳ھ)

2 - ابو طفیل عامر ابن واثلہ الکنانی (المتوفی ۱۰۰ھ)

3 - مہشور تاریخ نویس ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ)

4 - محمد بن اسحاق المعروف ابن ندیم (المتوفی ۳۸۰ھ)

5 - شیخ عبد العباس احمد بن علی النجاشی (المتوفی ۴۵۰ھ)

6 - شیخ جلیل ابو عبد اللہ محمد بن ابراھیم النعمانی (المتوفی ۴۶۲ھ)

7 - حافظ محمد بن شہر آشوب (المتوفی ۵۸۸ھ)

8 -سید جمال الدین احمد بن موسی الطاوس (المتوفی ۶۷۷ھ)

9 -علامہ محمد تقی مجلسی (المتوفی ۱۰۷۰ھ)

10 - شیخ محمد بن الحسن الحر العاملی (المتوفی ۱۱۰۴ھ)

11 -سید محمد تفرشی (المتوفی گیاہوی صدی)

12 -سید ھاشم البحرانی (المتوفی ۱۱۰۷ھ)

13 -علامہ الحجہ مولا محمد باقر مجلسی (المتوفی ۱۱۱۱ھ)

14 -علامہ حیدر علی الشیروانی (علامہ مجلسی کا نواسہ)

15 - آیت اللہ العظمٰی سید میر حامد حسین الھندی

16 - آیت اللہ العظمٰی سید محمد خوانسواری

17 - آیت اللہ العظمٰی الحاج مرزا حسین نوری

18 - آیت اللہ العظمٰی محمد ھاشم الخراسانی

19 - آیت اللہ العظمٰی الحاج شیخ عباس قمی

20 - آیت اللہ العظمٰی شیخ عبد اللہ مامقانیؒ

21 - آیت اللہ العظمیٰ سید حسین بن محمد رضا البروجردی

22 - آیت اللہ العظمیٰ مرزا محمد المدرس الخیابانی

23 - آیت اللہ العظمیٰ الحاج آغا بزرگ طہرانی

24 - آیت اللہ العظمیٰ سید حسن صدر

25 - آیت اللہ العظمیٰ شیخ عبد الحسین الامینی النجفی

26 - آیت اللہ العظمیٰ سید محمد صادق بحار العلوم

27 - آیت اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفی

28 - آیت اللہ العظمیٰ شاہرودی

وغیرہ۔۔

آیت اللہ العظمیٰ خوئیؒ کے نزدیک تو رجال العضائری بھی ثابت نہیں لیکن معترض جواد رضوی اس کتاب کو معتبر مانتے ہیں۔

اب رہی بات شیخ مفید کی تو شیخ مفید نے تصحیح الاعتقاد کے آخر میں لکھا ہے:

اور وہ کہ جس سے ابو جعفرؒ نے تعلق پیدا کیا ہے یعنی سلیم کی حدیث کہ جس میں رجوع کیا ہے اس کتاب کی طرف ابان بن ابو عیاش کی روایت سے سلیم کی طرف منسوب ہے اس کا

معنٰی و مفہوم تو صحیح ہے لیکن اس کتاب پر وثوق نہیں اور اس کے بہت سے مطالب پر عمل جائز نہیں، کیونکہ اس میں مطالب کا خلط ملط اور تدلیس ہوئی ہے، اور متدین شخص کو اس کی ہر چیز پر عمل کرنے سے اجتناب برتنا اور ساری کتاب پر اعتماد نہیں کرنا چاہئیے۔

- تصحیح الاعتقاد ۔۔۔۱۲۶

اب بات ہو جائے روای **ابان بن ابی عیاش** پر۔۔

محترم قارئین، اہل سنت علماء کی مجبوری ہے کہ ایسے راوی کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جس نے وہ تمام روایات نقل کی ہیں جس میں مولا علیؑ کی ولایت و خلافت کو ابو بکر و عمر کا غصب کرنا، جنابِ سیدہؑ کے گھر پر عمر کا حملہ، جنابِ محسن کی شہادت، ابو بکر کا فدک چھین لینا، ان اصحاب کا نام لے کر مذمتی روایات نقل کرنا جنہوں نے اہل بیت پر ظلم کیا۔۔ وغیرہ۔۔ اگر اہل سنت ایسے راوی کو مان لیں گے تو پھر ان کے پاس بچے گا ہی کیا؟

تو آسان ترین حل یہی نکلا کہ اسے جھٹلا دیا جائے تا کہ ان سب سے جان چھوٹ جائے۔

آپ تب حیران ہوتے ہیں جب اس روای پر جرح کو پڑھتے ہیں کہ آخر یہ غیرِ ثقہ کیسے ہے۔ جتنے بھی علماء اہل سنت ہیں سب نے جو اسباب لکھے وہ یہ ہیں کہ اس کا حافظہ کمزور تھا، یہ رافضی شیعہ تھا، متروک الحدیث تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کے کردار کے بارے میں لکھا کہ وہ ایک نیک انسان تھا۔۔ جیسا کہ امام ابو حاتم رازی جو کہ مشہور اہل سنت عالم ہے جسے حافظ الحدیث کا خطاب بھی دیا گیا اور یہ امام بخاری و مسلم کے زمانے میں تھا۔ جس

کی تصنیفات میں طبقات التابعین، کتاب الزینة ، تفسیر القرآن العظیم ، أعلام النبوۃ اور الجامع فی الفقه جیسی معتبر کتب شامل ہیں۔

تو یہی اہل سنت عالم ابو حاتم رازی اپنی رجالی کتاب الجرح والتعدیل میں اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ابان بن ابی عیاش نیک آدمی تھا مگر اس کا حافظہ ضعیف تھا۔

جبکہ خود بڑے بڑے علماء اہل سنت نے اس راوی سے اپنی کتابوں میں احادیث نقل کی ہیں جیسے امام حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں۔۔ وغیرہ وغیرہ

من أصبح والدنيا أكبر همه فليس من الله في شيء ، ومن لم يتق الله فليس من الله في شيء ـ

حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- المستدرك على الصحيحين، جلد 4، ص 317 ، حديث رقم 8002
- والخطيب في تاريخ، جلد 9 ، ص 373

تو محترم قارئین جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج بھی جو شخص ولایت علیؑ کا اقرار کرے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل بیتؑ کو افضل جانے، مصائب اہل بیتؑ بیان کرے اور اس پر آنسو بہائے اسے آج بھی یہ حضرات کائنات کا غلیظ ترین کافر، شیعہ کافر کہتے نہیں تھکتے تو ابان بن ابی عیاش کو کیونکر قبول کریں گے۔۔

اب رہی یہ بات کہ ابان کو مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید خوئیؒ نے ضعیف شمار کیا ہے تو بھائی وہاں پر آغا خوئیؒ نے جرح مفصل نہیں کی بلکہ صرف ضعیف لکھا ہے۔

جرح مفصل کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں ضعف کی وجہ ہی بیان نہیں کی۔۔ جبکہ انہوں نے فقط اقوال کو نقل کیا ہے۔۔ ملاحظہ فرمائیں

22 -أبان بن أبي عياش فيروز:

عده الشيخ في رجاله من أصحاب السجادؑ(10) و الباقرؑ(36) و الصادقؑ(190)، و قال- عند ذكره في أصحاب الباقر ع- تابعي ضعيف، و عند ذكره في أصحاب الصادقؑ: البصري تابعي۔ و قال ابن الغضائري: أبان بن أبي عياش- و اسم عياش هارون- تابعي، روى عن أنس بن مالك، و روى عن علي بن الحسينؑ، ضعيف لا يلتفت إليه، و ينسب أصحابنا وضع كتاب سليم بن قيس إليه۔ و ذكره البرقي في أصحاب السجادؑو في أصحاب الباقرؑمن أصحاب الحسنؑو الحسينؑ۔ و يأتي في سليم ما يتعلق بكتابه۔

- معجم رجال الحديث نويسنده : الخوئي، السيد أبوالقاسم جلد : 1 صفحه : 129

اس میں خود سید خوئی کی رائے کہاں ہے؟

اور اگر مان بھی لیں کہ سید خوئی کے نزدیک ابان ضعیف ہے تو بھی اجماع محدثین سے یہ ضعف باطل ہو جائے کیونکہ جمہور علماء تشیع نے ابان کو ثقہ شمار کیا ہے۔

آغا خوئی نے فقط اسے ضعیف لکھا ہے جبکہ وہ خود کتاب سلیم کے مولف یعنی حضرت سلیم بن قیس کو ثقہ مانتے ہیں تو یہ بھی ثابت ہے کہ سلیم بن قیس نے یہ کتاب ابان بن ابی عیاش کو دی جو معصومین سے تصدیق کے لیے مدینہ لے کر گیا۔۔

اب اگر سلیم بن قیس ثقہ ہیں تو یہ بات کیسے قبول کی جا سکتی ہے کہ وہ عظیم صحابی امیر المومنینؑ کے جن کے پاس اسرارِ آل محمدؑ کا کتابی نسخہ ہو وہ ایسے شخص کے حوالے کریں جس میں کسی بھی قسم کا ضعف پایا جائے؟

ذرا سوچیے یعنی سلیم بن قیس کا کتاب ابان کو دینا ہی ان کے ثقہ ہونے پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

سید خوئی اس کے بعد تسلسل میں مزید لکھتے ہیں۔۔

طبقته في الحديث

روى أبان بن أبي عياش عن سليم بن قيس، أو سليم بن قيس الهلالي، و روى عنه عمر بن أذينة، أو ابن أذينة۔ الكافي: الجزء 1، الكتاب 2، باب استعمال العلم 13، الحديث 1، و باب المستأكل بعلمه و المباهي به 14، الحديث 1، و الجزء 2، الكتاب 1، باب البداء 131، الحديث 3، و باب دعائم الكفر و شعبه 167، الحديث 1، و باب أدنى ما يكون به العبد مؤمنا 179، الحديث 1، و التهذيب:

یعنی روى أبان بن أبي عياش عن سليم بن قيس، أو سليم بن قيس الهلالي

ابان بن ابی عیاش نے روایت کو سلیم بن قیس سے نقل کیا ہے۔۔

سید خوئی کا یہ اقرار ہی کافی ہے کہ ابان نے سلیم سے روایت نقل کی ہیں تو ابان کی ثقایت پر دلیل قائم ہو گئی۔

أن راوي كتاب سليم بن قيس هو أبان بن أبي عياش، وهو ضعيف على ما مر، فلا يصح الاعتماد على الكتاب، بل قد مر عن العقيقي أنه۔

- معجم رجال الحديث – السيد الخوئي – ج ٩ – الصفحة ٢٣٤

یہ دوسری جگہ سید خوئی نے لکھا۔۔ لیکن یہاں بھی جرح مفصل نہیں کی بس ضعیف لکھ دیا جبکہ ضعف کی وجہ ہمیں وہی سمجھ آتی ہے جو میں نے اوپر بیان کی کہ سید نے اقوال کو نقل کیا ہے۔ اور یہ خاص ایک روایت کو لے کر آیت اللہ خوئیؒ نے بات کی ہے وہ تیرہ آئمہ والی روایت پر۔۔

جبکہ تمام شیعہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اصحابِ اجماع سے جو احادیث نقل ہوئی ہیں وہ سب صحیح السند ہیں کیونکہ اصحاب اجماع خود بھی ثقہ ہیں اور جس سے حدیث نقل کرتے ہیں وہ بھی ثقہ ہوتا ہے جن میں حماد بن عیسیٰ، عثمان بن عیسیٰ، عمر بن اذنیہ و ابراہیم بن عمر الیمانی وغیرہ اصحابِ اجماع میں شامل ہیں اور ان اصحاب اجماع نے ابان بن ابی عیاش سے روایات نقل کی ہیں تو ان حضرات کا ابان سے نقل کرنا اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

تو محترم قارئین اَصحاب اِجماع، علم رجال میں شیعوں کی ایک اصطلاح ہے جس سے مراد راویوں کا ایک ایسا گروہ ہے جن پر علم رجال کے ماہرین کو نہایت وثوق اور بھروسہ ہو۔

مشہور کے مطابق ان کی تعداد اٹھارہ ہے۔ جن میں امام محمد باقرؑ سے لے کر امام رضاؑ تک کے اصحاب شامل ہیں۔ علم رجال کے تمام علماء انہیں قابل بھروسہ سمجھتے ہوئے ان پر اعتماد کرتے ہیں اور انہی میں سے حماد بن عیسیٰ جہنی و عثمان بن عیسیٰ شامل ہیں جنہوں نے 1500 سے زائد احادیث نقل کی ہیں جن میں اکثر احکام سے متعلق ہیں اور یہی معتبر ترین روای عقائدی احادیث بھی نقل کرتے ہیں جو آج تک شیعہ حوزہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔

مثال کرے طور پر کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد جو کہ علامہ حلی کی تالیف ہے اس میں عقائدی حدیث بھی ابان بن ابی عیاش سے مروی ہے۔

اس پر اگر کھل کر لکھوں تو پوری ایک کتاب تشکیل دینا پڑھ جائے گی تو مختصر کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ابان بن ابی عیاش کو جسے علماء اہل سنت نے جھوٹا اور خائن لکھا ہے ویسے ہی حماد بن عیسیٰ کو بھی یہ حضرات کذاب لکھتے ہیں تو ہمارے شیعہ جو سطحی مطالعہ سے اخذ کر بیٹھے ہیں کہ ابان بن ابی عیاش ثقہ نہیں تو ان کے لیے یہ سب تھوڑی تفصیل سے ذکر کیا کہ فوری کسی نتیجے پر نہ پہنچ جایا کریں اور شیعہ مخالفین کے جھانسے میں نہ آجایا کریں جبکہ مرزا حسین نوریؒ اور آیت اللہ العظمیٰ مامقانیؒ جیسے بزرگ علماء کے نزدیک ابان ایک ثقہ و صدوق راوی ہے۔

والسلام، ابو عبداللہ

دفاعِ امیر مختارؒ، برادر حسن اللہیاری کو دعوت رجوع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم مومنین و مومنات۔۔۔ تحفہ یا علیؑ مدد

اپنی تحریر کا آغاز زیارتِ مختارؒ کے ان جملوں سے کر رہا ہوں جس کو شہید اول نے اپنی کتاب المزار کی فصل ثالث کے صفحہ 298 پر درج کیا ہے۔۔۔

السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا الْوَلِيُّ النَّاصِحُ السَّلَامُ عَلَيْکَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ الْمُخْتَارَ السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا الْآخِذُ بِالثَّارِ الْمُحَارِبُ لِلْكَفَرَةِ الْفُجَّارِ السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا الْمُخْلِصُ لِلَّهِ فِي طَاعَتِهِ وَ لِزَيْنِ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَحَبَّتِهِ السَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ رَضِيَ عَنْهُ النَّبِيُّ الْمُخْتَارُ وَ قَسِيمُ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ وَ كَاشِفُ الْكَرْبِ وَ الْغُمَّةِ قَائِماً مَقَاماً لَمْ يَصِلْ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ الْأُمَّةِ السَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ بَذَلَ نَفْسَهُ فِي رِضَاءِ الْأَئِمَّةِ فِي نُصرَةِ الْعِتْرَةِ الطَّاهِرِينَ وَ الْأَخْذِ بِثَارِهِمْ مِنَ الْعِصَابَةِ الْمَلْعُونَةِ الْفَاجِرَةِ فَجَزَاكَ اللَّهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَام

دفاعِ مختار پر میری یہ تحریر آپ سب قارئین کو تھوڑی طویل تمہید کی زحمت دے گی تا کہ کچھ دیگر نکات سے مومنین و مومنات کو آگاہی دلا کر پھر اصلِ مدعا پر قلم درازی کر سکوں۔

دیکھیے مومنین۔۔۔ جو شخص بھی دفاعِ اہل بیت علیہم السلام میں کام کرے وہ میرے سر کا تاج ہے یہی وجہ ہے کہ میں نے کبھی بھی حسن اللہیاری کے خلاف کچھ نہیں لکھا بلکہ یہاں

موجود کافی مومنین و مومنات اس بات کے گواہ بھی ہونگے کہ جب بھی کسی نے مجھ سے پرائیویٹ میسج پر اللہیاری کے متعلق پوچھاہے تو میں نے ہمیشہ دفاع مکتبِ تشیع پر ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مومنین کو یہی جواب دیا ہے کہ حسن اللہیاری کے بنیادی عقائد بالکل درست ہیں اور دفاع مکتب پر ان کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔

لیکن جہاں تک ان سوالات کا تعلق ہے جن میں مومنین نے مجھ سے اجتہاد و تقلید پر اللہیاری کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے ہمیشہ یہی کہا کہ اس عنوان پر اللہیاری صاحب کی معلومات انتہائی ناقص ہیں اور انشاء اللہ جلد ہی ان کے اجتہاد مخالف نظریات کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔

تو 14 اکتوبر 2022 بروز جمعہ 17 ربیع الاول کو مولانا شیخ تقی ہاشمی النجفی صاحب نے جنابِ اللہیاری سے لائیو مباحثہ منعقد کیا تاکہ اجتہاد پر ان کے تحفظات کا ازالہ ہوسکے اور انتہائی علمی انداز میں اللہیاری سمیت دیگر مومنین کے اذہان عالیہ کو اس شش و پنج سے آزاد کرایا جاسکے۔

پروگرام کا دورانیہ لگ بھگ 5 گھنٹے طویل رہا اور لاتعداد مومنین رات گئے تک اس مباحثے کو دیکھتے رہے۔

مگر اللہیاری صاحب کی روشِ استدلال انتہائی درجہ جارحانہ اور غیر علمی دیکھنے میں آئی جبکہ مولانا تقی ہاشمی صاحب نے مسلسل توہین آمیز باتوں کو بھی انتہائی اخلاق وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے پروگرام کو جاری رکھا اور بالکل بھی اللہیاری جیسی روش اختیار نہ کی۔

واللہ اگر کوئی میرے جیسا شخص اس وقت اللہیاری صاحب کے مقابلے میں ہوتا تو یقیناً لائیو شو کا ماحول بالکل پاکستانی ٹاک شو جیسا ہو جاتا۔۔ کیونکہ اس قدر بدتمیزی کو برداشت کرنا مجھ جیسے ادنیٰ مبلغ کے بس کی بات نہیں !

خلاصہ کروں تو اب تک مومنین ومومنات کے سوالات آرہے ہیں کہ آپ لائیو مباحثہ پر اپنا تبصرہ ضرور دیں جو کہ عدل کے مطابق ہو۔۔

تو مومنین کی اس درخواست پر اللہ کو حاضر ناظر جان کر اور وقت کے امام (عج) کو گواہ بنا کر پروگرام کے خلاصہ پر اپنا تبصرہ کچھ اس انداز سے مختصراً پیش کر رہا ہوں۔۔

(نوٹ: میں مجبور ہوں کہ اب اللہیاری کو اسی کے انداز میں مخاطب کروں)

پروگرام پر ابوعبداللہ کا تبصرہ۔۔

مولانا تقی ہاشمی کہتے رہے کہ ماہر و اسپیشلسٹ ڈاکٹر سے علاج دریافت کیا جائے اور آپریشن سند یافتہ سرجن سے کروایا جائے جبکہ اللہیاری صاحب بضد تھے کہ کسی بھی اتائی، نائی قصائی سے بھی علاج کروایا جاسکتا ہے یعنی سرجری کی کتاب پڑھنی آئے یا نہ آئے مکلف اپنی ذاتی ٹامک ٹوئی مارے اور خود ہی علاج نکال لے۔۔

مولانا تقی ہاشمی کہتے رہے کہ میڈیکل کالج سے مکمل علم حاصل کر کے انسان علاج کرے جبکہ اللہیاری صاحب بضد رہے کہ گھر بیٹھے ڈاکٹر بننے والی کتاب پڑھ کر خود اپنا علاج دریافت کریں اور سرجری بھی خود کتاب پڑھ کر سیکھ لیں کیونکہ عوام گدھے نہیں ہیں اور اپنا علاج و سرجری خود کر سکتے ہیں۔۔

بقول اللہیاری صاحب۔۔ اسی نوے سال مسلسل علوم اہل بیت علیہم السلام میں غواصی کرنے والے فقہاء تشیع کی بات نہ مانی جائے لیکن کسی بھی اتائی کی بات حجت سمجھ کر مان لی جائے۔۔

واہ، واہ کیا اپروچ ہے اللہیاری صاحب کی، سبحان اللہ، چشم بد دور

واقعاً حیرت ہے کہ کون اشخاص جنابِ اللہیاری کی ان بکواسیات کی تائید کریں گے۔

میرے بھائیوں المختصر یہ کہ جس دن لوگ قصائی سے اپنے دماغ کا آپریشن کروانے لگیں اور رکشہ ڈرائیور کو بطور پائلٹ مسافروں سے بھرا جہاز اڑانے دیں، اسی دن اللہیاری کی تعلیمات پر ہر ایرے غیرے نتھو خیرے سے مسائل دین بھی حل کروانے لگیں گے۔۔

یہ ہے میرا تبصرہ جو کسی بھی عقل و شعور رکھنے والے مومن کے لیے کافی ہو گا۔۔

اب چلتے ہیں امیر مختار پر اللہیاری کے اٹھائے فضول ترین اور انتہائی درجے بچکانہ سوال کی جانب جہاں موصوف اپنے آفیشل یوٹیوب چینل کی کمیونٹی میں ایک پوسٹ کچھ اس طرح لگاتے ہیں:

"جو لوگ کہتے ہیں کے مختار ثقفی شیعہ عقیدے کے حامل تھے، ان سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی مذکور کی شیعہ ہونے کی دلیل (جو مختار کو شیعہ ثابت کرے نہ یہ کہ انہوں نے اچھے اچھے کام کیے ہیں) کمنٹ سیکشن میں تحریر فرمائیں"

جی مومنین و مومنات ملاحظہ کیا کہ موصوف نے کس قدر بچکانہ سوال داغ کر حضرت امیر مختارؒ پر سقیفائی روش کو اپنایا ہے۔۔

میں نے جس زیارت نامہ کو اپنے سرنامہ میں لکھا ہے، اللہیاری کے بچکانہ سوال کے جواب میں وہی کافی ہے جہاں کوئی عام عالم نہیں بلکہ شہید اول جیسے عظیم الشان عالم نے اپنی کتاب المزار میں حضرت مختار کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ کر زیارت نامے کو نقل کر کے اللہیاری سمیت تمام ناقص علم افراد کو جواب دے دیا ہے۔

ممکن ہے کہ اللہیاری و جواد نقوی جیسے افراد اور ان کے چیلوں کو اس پر اعتراض ہو۔۔تو کیوں نا کچھ سوالات کر کے تحریر کا باضابطہ آغاز کیا جائے۔

اللہیاری سے معصومانہ سوال:

اللہیاری صاحب مجھے بتانا پسند فرمائیں گے کہ جو اصول آپ نے جنابِ مختار کے لیے وضع کیا ہے، کیا وہ فقط مختار ثقفیؒ تک ہی محدود ہے یا اس کا اطلاق دیگر اصحابِ رسول و آئمہ علیہم السلام پر بھی ہو گا؟

اگر اسی جہالت کو اصول بنالیا جائے تو پھر بڑے بڑے اصحابِ معصومین کو بآسانی شیعیت سے مکھی کی طرح باہر نکال دیا جائے گا کہ ان کے کارنامے اپنی جگہ ہیں اور انہوں نے اپنی جانیں بھی امام پر قربان کر دیں جبکہ تاریخی منابع سے اللہیاری یہ والے الفاظ کہ جن میں انہوں اپنے تمام عقائدِ حقہ کسی جملوں میں بیان کیا ہو دکھادیں ...

مجھے تو حیرت ہے کہ اللہیاری جیسے افراد اتنی ناقص سوچ کے مالک ہو سکتے ہیں؟؟

یعنی اللہیاری صاحب تمام اصحاب رسول و آئمہ کی زبان سے ختمِ نبوت کا اقرار ثابت کریں ورنہ سب قادیانی ثابت ہو جائیں گے۔۔

چلیں توحید کا زبانی اقرار ثابت کریں خواہ جہاد کیا ہو، نمازیں پڑھی ہوں یا دیگر نیک کام کئے ہوں۔۔ ورنہ ک ا۔ فر کا حکم لگائیں کہ زبان سے اقرار توحید تو ثابت نہیں ہے۔۔

ہاں جی اللہیاری... کرو گے ثابت؟؟

ان کا کیا کرو گے جو جہادِ کربلا میں آقا حسین علیہ السلام پر اپنی جانیں فدا کر چکے ہیں جن کے بارے میں فقط نام کی حد تک معلومات کتابوں میں میسر ہیں؟؟ کیا وہ سب بھی 72 شہداء میں ہو کر بھی اس وجہ سے شیعہ قبول نہیں کیے جاسکتے کہ ان کے عقائدِ حقہ کا کتابوں سے اقرار ثابت نہیں؟؟؟ کیا یہی پیمانہ ہے کسی کو شیعہ ثابت کرنے کا؟

واللہ حد درجے جہالت... قسم سے۔۔ میں واقعا اللہیاری کے اس جاہلانہ اصول کو لے حیران ہوں۔

قارئین کرام۔

اوپر پیش کیے گئے میرے سوالات ہی اللہیاری کے شدید جاہلانہ سوال کے جواب کے طور پر کافی ہیں پر سوچ رہا ہوں کہ حضرت مختارؒ پر اللہیاری کو مختصر اگلاس کے طور پر سبق پڑھا ہی دیا جائے تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

تو شروع کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا مختار شیعہ تھا یا نہیں۔۔

امیر المومنین امام علی علیہ السلام اور حضرتِ مختارؒ

سب سے پہلے پیش خدمت ہے امام علیؑ جیسے کُل علم و عقل ولی خدا کا مختار کو اپنے زانو مبارک پر بٹھا کر "ذہین" کا لقب دینا۔۔ جسے تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے بزرگ شیعہ عالم عبد العزیز کشی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب معرفة الناقلين عن الائمة الصادقين جو رجال کشی کے نام سے جانی جاتی ہے رقم کرتے ہیں جبکہ اسی حدیث کو علامہ مجلسیؒ نے بحار میں،

عبداللہ بن نوراللہ بحرانی نے جامع العلوم و المعارف و الاحوال من الایات و الاخبار و الاقوال میں بھی نقل کیا ہے۔

عن الأصبغ قَالَ: رَأَيْتُ الْمُخْتَارَ عَلَى فَخِذِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَهُوَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ وَيَقُولُ: يَا كَيِّسُ يَا كَيِّسُ۔

اصبغ ابن نباتہ نے کہا کہ میں نے مختار کو دیکھا کہ وہ امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے زانو پر بیٹھا ہوا تھا اور مولا اپنا دستِ مبارک اس کے سر پر پھیر رہے تھے اور ساتھ اس سے فرما رہے تھے کہ اے ذہین اے ذہین۔

حوالہ :

- رجال الکشی، الجزء١، الصفحة١٢٧
- بحار الأنوار، الجزء٤٥، الصفحة٣٤٤
- جامع العلوم و المعارف و الاحوال من الایات و الاخبار، الجزء١٧، الصفحة٦٤٩

جی مومنین آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس شخص کا کیا مقام ہو گا جسے مولائے کائنات جیسا امامِ معصومؑ اپنی گود میں بٹھا کر اور شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے زیرک و ذہین ہونے کی ڈگری عطا کرے۔

جی اللھیاری صاحب۔۔ کیا کہتے ہیں اب مختار کے بارے میں ؟؟

چلیں آگے چلتے ہیں۔۔

اللہیاری صاحب ملاحظہ فرمائیں کہ امیر المومنین کن الفاظ کے ساتھ مختار کے قیام کی بشارت دے رہے ہیں:

سيقتل ولدى الحسين و سيخرج غلام من ثقيف و يقتل من الذين ظلموا۔

بہت جلد میرے بیٹے حسین کو قتل کیا جائے گا لیکن زیادہ دیر نہیں ہو گی کہ قبیلہ ثقیف سے ایک جوان قیام کرے گا اور ان ستمگروں سے بدلہ لے گا۔

- حديقة الشيعه، ص 405

چلیں جلدی سے اسی انداز کی ایک اور روایت علامہ مجلسیؒ سے بھی وصول کر لیں۔

علامہ مجلسیؒ اپنی بحار کی جلد 45 میں امیر المومنین امام حسین کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال أمير المؤمنين عليه السلام: وسيصيب الذين ظلموا رجزا في الدنيا بسيوف بعض من يسلط الله تعالى عليهم للانتقام بما كانوا يفسقون كما أصاب بني إسرائيل الرجز، قيل: ومن هو؟ قال: غلام من ثقيف، يقال له المختار بن أبي عبيد

ترجمہ: اور اس دنیا میں ظلم کرنے والوں پر ایک مصیبت نازل ہو گی، بعض کی تلواروں سے جنہیں خدا تعالیٰ ان کی خطا کا بدلہ لینے کی طاقت دے گا، جیسا کہ بنی اسرائیل پر غضب نازل ہوا، عرض کیا گیا: اور وہ کون ہے؟ فرمایا: ثقیف کا ایک لڑکا جس کا نام مختار بن ابی عبید ہے۔

- حواله : بحار الأنوار - العلامة المجلسي - ج ٤٥ - الصفحة ٣٤٠

اللہیاری صاحب۔۔ ذرا غور کریں امیر المومنین کے الفاظ پر۔۔ مختار کو خدا طاقت دے کر ظالموں پر اپنا غضب نازل کرے گا۔۔

چلیں جی اب مختار کی پرورش پر بھی کچھ بیان ہو جائے۔۔

مکتبِ تشیع کے بلند قامت عالم محمد بن جعفر ابن نماؒ جو کہ محقق حلیؒ کے استاد اور خاندان ابن نما کے معروف ترین شیعہ علماء میں سے ایک ہیں، جنہوں نے ابن ادریس حلیؒ، برہان الدین محمد قزوینیؒ اور جعفر بن نماؒ جیسے اساتذہ سے کسب فیض کیا اور سید بن طاووسؒ، عبد الکریم بن احمد ابن طاووسؒ، ابن علقمی وزیرؒ، محقق حلیؒ اور یوسف بن علی حلیؒ جیسے عظیم الشان علماء اپنے شاگرد بنا کر تشیع کو دیے وہ اپنی کتاب ذوب النضار میں لکھتے ہیں:

فَنَشَأَ مِقْدَاماً شُجَاعاً لَا يَتَّقِي شَيْئاً وَتَعَاطَى مَعَالِيَ الْأُمُورِ وَكَانَ ذَا عَقْلٍ وَافِرٍ وَجَوَابٍ حَاضِرٍ وَخِلَالٍ مَأْثُورَةٍ وَنَفْسٍ بِالسَّخَاءِ مَوْفُورَةٍ وَفِطْرَةٍ تُدْرِكُ الْأَشْيَاءَ بِفَرَاسَتِهَا وَهِمَّةٍ تَعْلُو عَلَى الْفَرَاقِدِ بِنَفَاسَتِهَا وَحَدْسٍ مُصِيبٍ وَكَفٍّ فِي الْحُرُوبِ مُجِيبٍ وَمَارَسَ التَّجَارِبَ فَحَنَّكَتْهُ وَلَابَسَ الْخُطُوبَ فَهَذَّبَتْهُ۔

ترجمہ:

مختارؒ نے اس حال میں پرورش پائی کہ وہ بہت بہادر اور نڈر انسان تھے، وہ اپنی بلند ہمتی کے ساتھ ہمیشہ بلند ہمت کام انجام دیتے تھے، وہ عقلمند اور حاضر جواب تھے، سخاوت اور صداقت میں بے مثال تھے، اپنی ذہانت اور دور اندیشی سے کاموں کو سمجھ لیا کرتے تھے، وہ

آئندہ واقع ہونے والے کسی بھی کام کے اندازہ لگانے اور جنگ کرنے میں بہت طاقتور تھے۔

- ذوب النضار في شرح الثار، ص61

یہی متن علامہ مجلسی نے بھی اپنی بحار کی جلد 45 کے صفحہ 350 پر لکھا ہے۔

اب ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں اور دیکھ کر بتائیں کہ کی مختار شیعہ تھا یا نہیں۔۔ ابن نما حلی نے ذوب النضار في شرح الثار میں، علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں اور شیخ بحرانیؒ نے العوالم میں لکھا۔۔

ثم جعل يتكلم بفضل آل محمد وينشر مناقب علي والحسن والحسين عليهم السلام ويسير ذلك ويقول: إنهم أحق بالأمر من كل أحد بعد رسول الله، ويتوجع لهم مما نزل بهم

ترجمہ:

پھر اس (مختار) نے آل محمدؑ کی فضیلت کے بارے میں کلام کیا اور لوگوں کے درمیان امام علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام کے فضائل اور مناقب پھیلایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ: رسول خدا ﷺ کے بعد انکے اہل بیتؑ ہی مقام خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہیں۔

حوالہ جات:

- بحار الأنوار، ج 45، الصفحة 352
- ذوب النضار في شرح الثار، الصفحة 61
- العوالم ، الصفحة 671

اللہیاری صاحب۔۔ مختارؒ کے بارے میں شیعہ کتب تو چھوڑیں اہل سنت نے بھی ایسے ایسے اقوال نقل کیے ہیں جو آپ ہمیں کسی غیر شیعہ کی زبان سے پوری تاریخ اسلام میں کہیں دکھادیں۔۔ جیسے ابن خلدون نے لکھا اور علامہ مجلسیؒ نے بھی بحار کی زینت قرار دیا ہے۔

وقال المختارؒ: لو قتلت ثلاثة أرباع قريش لما وفوا بأنملة من أنامل الحسين عليه السلام

مختارؒ کہا کرتا تھا کہ خدا کی قسم اگر قریش کا دو تہائی حصہ بھی قتل کیا جائے تو امام حسینؑ کی ایک انگلی کے برابر بھی نہیں ہو گا۔

حوالہ جات:

- بحار الأنوار، ج 45 ، الصفحة 379
- تاريخ ابن خلدون، ج 2 ص 44
- الفخرى،ص: 122

اب امام سجاد علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی حضرت مختارؒ ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ اَلْحُسَيْنِ : أَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ لَمَّا أُتِيَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اَللَّهِ بْنِ زِيَادٍ وَ رَأْسِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ خَرَّ سَاجِداً وَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ اَلَّذِي أَدْرَكَ لِي ثَأْرِي مِنْ أَعْدَائِي وَ جَزَى اَلْمختارؒ خَيْراً

امام سجادؑ کے بیٹے عمر بن علیؑ بن حسینؑ فرماتے ہیں: جب مختارؒ نے ابن زیاد اور عمر سعد کا سر امامؑ کے پاس بھیجا تو آپ سجدہ میں گر گئے اور سجدہ شکر میں خدا کی اس طرح حمد کی:

الحمد لله الذی ادرک لی ثأری من اعدائی و جزی الله المختارؒ خیراً

تمام تعریف ہے اس خدا کی جس نے ہمارے دشمنوں سے ہمارا انتقام لیا خدا مختارؒ کو جزائے خیر عطا کرے۔

حوالہ جات:

- بحار الأنوار، الجزء٤٥ ، الصفحة٣٤٤
- اختيار معرفة الرجال (رجال الكشى)، الجزء١، الصفحة١٢٧
- الوافي ، الجزء٢٥، الصفحة٦٩٣
- عوالم العلوم، الجزء١٧، الصفحة٦٤٩

اب دوسری حدیث پیش خدمت ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے جب مختارؒ کا بیٹا ملنے آیا تو امام نے فرمایا:

۔۔۔۔ فقال (عليه السلام) : سبحان الله، أخبرني أبي والله، أن مهر أمي كان مما بعث به المختارؒ، أولم يبن دورنا، وقتل قاتلنا، وطلب بدمائنا ؟ فرحمه الله، وأخبرني والله أبي، أنه كان ليمر عند فاطمة بنت علي يمهدها الفراش، ويثني لها الوسائد، ومنها أصاب الحديث، رحم الله أباك، ما ترك لنا حقا عند أحد إلا طلبه، قتل قتلتنا وطلب بدمائنا

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں

: خدا کی ذات پاک ہے، میرے والد نے خدا کی قسم مجھے بتایا کہ میری والدہ کا مہر مختارؒ نے بھیجا تھا۔ خدا اس پر رحم کرے کیا مختارؒ کے علاوہ کوئی اور تھا جس نے ہمارے برباد گھروں کو پھر سے آباد کیا؟ کیا وہ ہمارے قاتلوں کا قاتل نہیں ہے؟ خدا اس پر رحمت کرے، خدا کی قسم میرے بابا نے مجھ کو بتایا ہے کہ جب بھی مختارؒ، فاطمہ علیھا السلام بنت امیر المومنین کے گھر میں داخل ہوتے تھے، آپ ان کا احترام کرتی تھیں۔ آپ کے لیے فرش بچھاتیں اور تکیہ لگاتی تھیں، آپ بیٹھتے تو آپ کی باتیں سنتی تھیں۔

پھر امام باقر علیہ السلام نے مختارؒ کے بیٹے کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

رحم الله اباک، رحم الله اباک، ما ترک لنا حقاً عند احد الا طلبه قتل قتلتنا و طلب بدمائنا ۔

خدا تمہارے باپ مختارؒ پر رحمت نازل کرے، خدا تمہارے باپ مختارؒ پر رحمت نازل کرے، انہوں نے ہمارا حق واپس لیا، ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا انتقام لینے کے لیے قیام کیا۔

حوالہ جات:

- اختیار معرفة الرجال (رجال الکشی)، الجزء١، الصفحة١٢٥
- بحار الأنوار، الجزء۴۵ ، الصفحة٣۴٣
- عوالم العلوم و المعارف و الأحوال من الآیات و الأخبار و الأقوال، الجزء١٧، الصفحة۶۵٠

تحریر طویل ہوتی جا رہی ہے۔۔ تو اب فقط تین احادیثِ معصومؑ پیش کر کے آگے بڑھتا ہوں

امام حسین علیہ السلام نے یزیدی لشکر سے جو خطاب کیا تھا جسے علامہ مجلسیؒ نے بحار میں رقم کیا ہے اس میں مختارؒ کی بشارت ملاحظہ فرمائیں

امام حسینؑ نے روز عاشور یزیدی لشکر سے فرمایا:

-----اَللَّهُمَّ اِحْبِسْ ----- وَ سَلِّطْ عَلَيْهِمْ غُلاَمَ ثَقِيفٍ يَسْقِيهِمْ كَأْساً مُصَبَّرَةً وَ لاَ يَدَعُ فِيهِمْ أَحَداً إِلاَّ قَتَلَهُ قَتْلَةً بِقَتْلَةٍ وَ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ يَنْتَقِمُ لِي وَ لِأَوْلِيَائِي وَ أَهْلِ بَيْتِي وَ أَشْيَاعِي مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ

ترجمہ :

بہت جلد ایک ثقفی جوان مردان پر مسلط ہو گا تا کہ انہیں موت و ذلت کا تلخ جام چکھائے، ہمارے قاتلوں میں سے کسی کو معاف نہیں کرے گا، ہر قتل کے بدلے میں قتل اور ہر ضربت کے بدلے میں ضربت، میرا، میرے دوستوں کا، میرے اہل بیتؑ کا اور میرے شیعوں کا ان سے انتقام لے گا۔

حوالہ جات :

- بحار الأنوار الجامعة لدرر أخبار الأئمة الأطهار عليهم السلام، جلد۴۵، صفحہ۸
- تسلية المُجالس و زينة المَجالس (مقتل الحسين عليه السلام)، جلد۲، صفحہ۲۷۶

امام صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

وروي عن أبي عبد الله الصادق عليه السلام أنه قال عندما أرسل المختارؒ برأس عبيد الله بن زياد وعمر بن سعد إلى المدينة: إن المختارؒ أدخل السرور على أهل البيت عليهم السلام۔ ثم قال: ما امتشطت فينا هاشمية ولا اختضبت حتى بعث المختارؒ إلينا برؤوس الذين قتلوا الحسين عليه السلام۔

ترجمہ :

۔۔۔۔حادثہ عاشورا کے بعد بنی ہاشم کی کسی بھی عورت نے زینت نہیں کی اور خضاب نہیں لگایا یہاں تک کہ مختارؒ نے ابن زیاد اور عمر سعد کا سر ہمارے لیے مدینہ میں بھجوایا۔

- رجال الكشي، ص 127

سدید کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت مختارؒ کے بارے میں فرمایا:

لا تَسُبّوا المختارؒ، فَانه قَد قَتَلَ قَتَلَتَنا و طَلَب بِثَارِنا، و زَوَّجَ ارَامِلنَا، و قَسَمَ فينا المالَ عَلَى العُسرَةِ

مختارؒ کو برا بھلا مت کہو کیونکہ انہوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہم اہل بیتؑ کے خون کا انتقام لیا اور ہماری بیٹیوں کا عقد کروایا اور مشکل دور میں ہمارے درمیان مال تقسیم کیا۔

- رجال كشی، ص 125
- بحار الانوار ،ج 45 ص 343

جی اللہیاری صاحب۔۔ اب کیا کہیں گے آپ؟؟ویسے آپ بہت عقل عقل کی رٹ لگاتے ہیں ذرا اسی عقل سے فیصلہ کر کے بتائیں کہ کیا شیعہ مذہب میں معصومین علیہم السلام کی رضا وخوشنودی، اللہ کی رضایت وخوشنودی کے تابع ہے یا نہیں؟یقیناً تابع ہے۔۔

تو اب آپ کی عقل کیا کہتی ہے ایسے شخص کے لیے جو آئمہ علیہم السلام کی نگاہ میں قابل رحمت ہو، سیدانیوں کی شادیاں کروائے ان کی مالی مدد کرے امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لے وہ عقیدہ کے اعتبار سے منحرف غیر شیعہ ہو سکتا ہے؟

چلیں جی اب جلدی جلدی یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ مختارؒ کا ساتھ دینے والے کون اشخاص تھے اور ان کا مذہب کیا تھا کیونکہ کوئی بھی شیعہ مومن ایسے شخص کا قطعاً ساتھ نہیں دے سکتا جو ابو بکر وعمر وعثمان کی باطل خلافت کو حق سمجھ کر امیر المومنین کے حق کا انکار کرے۔

یہ بھی عین عقلی ہے کہ اگر کسی کے متعلق جاننا ہو تو اس کے ساتھیوں کو دیکھا جائے کہ وہ کون ہیں۔۔ آئیں اللہیاری صاحب آپ کو مختارؒ کے ساتھیوں کا جلدی سے تعارف کروادیا جائے وہ بھی انتہائی اختصار کے ساتھ۔

اگر مختارؒ بد عقیدہ تھا تو سفیر امام حسینؑ حضرت مسلم بن عقیلؑ نے اس پر اعتماد کیوں کیا اور اپنی پناہ کا مرکز مختارؒ کو کیوں چنا؟؟

تمام مورخین نے لکھا کہ:

حضرت مسلم ابن عقیلؑ کی کوفہ آمد کے موقع پر مختارؒ ان افراد میں سے ایک تھا کہ جنہوں نے حضرت مسلم کی حمایت کا اعلان کیا۔ اسی وجہ سے حضرت مسلم جب کوفہ میں آئے تو مختارؒ کے گھر گئے اور جب عبید اللہ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ مسلم کی پناہ گاہ مختارؒ کا گھر ہے تو وہ وہاں سے ہانی ابن عروہ کے گھر منتقل ہوئے۔

- الكامل، ج 4، ص 36
- ابن قتيبة الدينوری، الأخبار الطوال، ص 231
- مروج الذهب مسعودی شافعی، ج 3 ص 252

چلیں اب دیکھتے ہیں کہ قیام مختارؒ میں مختارؒ کے لشکر کا علم دار کون تھا۔۔

بغدادی لکھتا ہے:

وكان من وجوه شيعته وله منه محلٌّ خاص يستغني بشهرته عن ذكره۔ ثم خرج طالباً بدم الحسين رضي الله عنه مع المختارؒ بن أبي عبيد وكان معه حتّى قتل المختارؒ۔

ابو الطفیل بزرگان شیعیانِ علی میں سے تھا، اسکو علیؑ کے نزدیک ایک خاص منزلت حاصل تھی۔ ابو طفیل نے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مختارؒ کے ساتھ خروج کیا اور وہ مختارؒ کے قتل ہونے تک، اسی کے ساتھ تھا۔

- خزانة الأدب ولب لباب لسان العرب، ج4، ص39

المعارف میں ابن قتیبہ لکھتا ہے:

أبو الطفيل الكناني رضى الله عنه هو أبو الطفيل عامر بن وائلة رأى النبي وكان آخر من رآه موتا ومات بعد سنة مائة وشهد مع علي المشاهد كلها وكان مع المختارؒ صاحب رأيته۔۔۔

ابو الطفیل کنانی وہی ابو الطفیل عامر ابن واثلہ ہے کہ جس نے رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا تھا اور وہ آخری صحابی تھا کہ جو دنیا سے گیا تھا، وہ سن 100 ہجری میں فوت ہوا تھا اور اس نے تمام جنگوں میں شرکت کی تھی اور وہ لشکر مختارؒ کا علمدار تھا۔

- المعارف، ج1، ص99

ابن کثیر البدایہ میں بھی تائید کرتا ہے۔

ويقال أنه كان حامل رأيته۔

ابو الطفیل لشکر مختارؒ کے پرچم کا حمل کرنے والا تھا۔

- ابن كثير الدمشقي، البداية والنهاية، ج9

طبری، ابو مخنف سے مختارؒ کے ساتھیوں کے نام یوں نقل کرتا ہے:

قال [ابومخنف] ولما نزل المختارؒ داره عند خروجه من السجن اختلف إليه الشيعة واجتمعت عليه واتفق رأيها على الرضا به وكان الذي يبايع له الناس وهو في السجن خمسة نفر السائب بن مالك الأشعري ويزيد بن أنس وأحمر بن شميط ورفاعة بن شداد الفتياني وعبدالله بن شداد الجشمي۔

ابو مخنف نے کہا ہے کہ: مختارؒ جب زندان سے آزاد ہو گیا تو وہ اپنے گھر آیا۔ کوفہ کے شیعہ اسکے پاس آئے اور سب نے مختارؒ کی رائے پر اتفاق کر لیا۔ مختارؒ ایسا شخص تھا کہ جب وہ زندان میں تھا تو پانچ بندوں نے اسکی بیعت کر لی تھی، وہ بندے سائب ابن مالک اشعری، یزید ابن انس، احمر ابن شمیط، رفاعہ ابن شداد فتیانی اور عبد اللہ ابن شداد جشمی تھے۔

- تاريخ الطبري، ج3، ص434

چلیں اب دیکھتے ہیں کہ وہ افراد جنہوں نے مختارؒ کا ساتھ دیا ان کا مذہب کیا تھا۔

سائب ابن مالک اشعری:

سائب نے مختارؒ کی بیعت کی تھی اور وہ شیعیان علی میں سے تھا۔ جب ابن زبیر کی طرف سے ابن مطیع کوفے کا حاکم بن کر آیا تو اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: مجھے ابن زبیر نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان سیرت شیخین (ابو بکر و عمر) اور سیرت عثمان کے مطابق عمل کروں۔ یہ سن کر سائب ابن مالک کھڑا ہوا اور کہا:

فقال: لا نرضى إلا بسيرة على بن أبى طالب التى سار بها فى بلادنا ولا نريد سيرة عثمان وتكلم فيه ولا سيرة عمر وان كان لا يريد للناس إلا خيرا وصدقه على ما قال بعض أمراء الشيعة فسكت الأمير وقال إنى سأسير فيكم بما تحبون من ذلك وجاء صاحب الشرطة وهو إياس بن مضارب البجلى إلى ابن مطيع فقال: إن هذا الذى يرد عليك من رؤس أصحاب المختارؒ ولست آمن من المختارؒ فابعث إليه فاردده إلى السجن۔

ہم علی ابن ابی طالبؑ کی وہ سیرت کہ جو ہمارے شہروں میں رائج تھی، اسی پر ہی ہم راضی ہیں، اور اگر تم لوگوں سے نیک سلوک کرنا چاہتے ہو تو عثمان اور عمر کی سیرت کے بارے میں بات نہ کرو۔ اسکی اس بات کی بعض شیعہ عمائدین نے بھی تصدیق کی اور اس پر ابن مطیع خاموش ہو گیا اور کہا: جس سیرت کو تم پسند کرتے ہو، میں بھی اسی کے مطابق تمہارے ساتھ عمل کروں گا۔ اسی جگہ پر لشکر کے سالار ایاس ابن مضارب نے ابن مطیع سے کہا: یہ جو تم پر اعتراض کر رہا ہے، یہ مختارؒ کے دوستوں میں سے ہے اور مجھے مختارؒ پر کوئی اعتماد نہیں ہے، لہذا کسی کو مختارؒ کے پیچھے بھیجو تا کہ وہ اسے دوبارہ زندان میں لا کر ڈال دے۔

- البداية والنهاية، ج8، ص265

رفاعہ ابن شداد فتیانی بجلی :

علامہ شاہرودی نے رفاعہ کو امیر المومنینؑ کا صحابی گردانا ہے۔۔

رفاعة بن شداد البجلي: من أصحاب أمير المؤمنين عليه السلام وشهد معه في حرب الجمل۔۔۔ وهو ممن كتب إلى الحسين عليه السلام من أهل الكوفة۔ ولما ورد الحسين عليه السلام كربلاء، دعا بدواة وبيضاء وكتب إلى أشراف الكوفة: بسم الله الرحمن الرحيم من الحسين بن علي إلى سليمان بن صرد، و المسيب بن نجية، ورفاعة بن شداد، وعبد الله بن وأل، وجماعة المؤمنين - الخ۔

قيام هؤلاء الجماعة لطلب ثار الحسين عليه السلام۔ وكانوا رؤساء على جند المختارؒ وجاهدوا، وله أشعار في الرجز۔ قاتل رفاعة، قتال الشديد البأس، القوى المراس، حتى قتل۔

رفاعہ ابن شداد بجلی، امیر المؤمنین علیؑ کے شیعوں میں سے تھا کہ جس نے جنگ جمل میں آپؑ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ رفاعہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جس نے امام حسینؑ کو خط لکھا تھا اور جب امام حسینؑ کربلا پہنچ گئے تو امام نے کوفہ کے بزرگان کے نام لکھا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ خط حسین ابن علیؑ کی طرف سے سلیمان ابن صرد، مسیب ابن نجیہ، رفاعۃ ابن شداد، عبد اللہ ابن وال اور دوسرے مؤمنین کے نام ہے۔۔ وہ ایسے لوگ تھے کہ جہنوں نے امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینے کے لیے قیام کیا اور وہ لشکر مختارؒ کے سالار تھے اور انہوں نے مختارؒ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ رفاعہ کے جنگوں کے رجز کے بارے میں اشعار بھی ہیں، رفاعہ نے زبردست جنگ کی، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔

- مستدركات علم رجال الحديث، ج3، ص403، رقم 5647

سید خوئیؒ نے بھی لکھا:

رفاعة بن شداد: رجال الشيخ في أصحاب علي عليه السلام، وفي أصحاب الحسن عليه السلام۔

رفاعہ ابن شداد شیخ طوسی کے نقل کردہ راویوں میں سے ہے اور شیخ طوسی نے اسکو حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔

- معجم رجال الحديث وتفصيل طبقات الرواة، ج8، ص203

یہاں تک کہ اہل سنت علماء نے بھی اسے اصحاب امیرؑ میں شامل کیا ہے

خیر الدین زرکلی لکھتا ہے:

رفاعة بن شداد البجلي: قارئ، من الشجعان المقدمين، من أهل الكوفة۔ كان من شيعة علي۔ ولما قتل الحسين وخرج المختارؒ يطالب بدمه انحاز إليه رفاعة۔

رفاعۃ ابن شداد بجلی، قاری قرآن، اہل کوفہ کا بہت شجاع اور شیعیان علیؑ میں سے تھا۔ جب حسینؑ قتل ہوگئے اور مختارؒ نے جب امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے قیام کیا تو رفاعہ بھی اس کے ساتھ آکر مل گیا۔

- الزركلي الأعلام، ج3، ص29

سعد ابن حذیفہ :

شیعہ علماء نے لکھا ہے کہ سعد ابن حذیفہ امام علیؑ کے اصحاب میں سے تھا۔

سعد بن حذيفة بن اليمان: من أصحاب أمير المؤمنين عليه السلام۔

- الشاهرودي، مستدركات علم رجال الحديث، ج4 ، ص 27

سعد بن حذيفة اليمان، من أصحاب علي عليه السلام، رجال الشيخ۔

- معجم رجال الحديث وتفصيل طبقات الرواة، ج9، ص59

طبری اور دوسرے مؤرخین نے بھی لکھا کہ سعد ابن حذیفہ مختارؒ کی طرف سے شہر مدائن کا قاضی لگایا گیا تھا :

وبعث سعد بن حذيفة بن اليمان على حلوان۔

مختارؒ نے سعد ابن حذیفہ ابن یمان کو شہر حلوان بھیجا۔

حوالہ جات:

- تاريخ الطبري، ج4، ص509
- تاريخ بغداد، ج9، ص123

جنابِ ابراہیم بن مالک اشتر :

ابن نمای حلی لکھتے ہیں۔۔

وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْتَرُ مُشَارِكاً لَهُ فِي هَذِهِ الْبَلْوَى وَمُصَدِّقاً عَلَى الدَّعْوَى وَلَمْ يَكُ إِبْرَاهِيمُ شَاكّاً فِي دِينِهِ وَلَا ضَالًّا فِي اعْتِقَادِهِ وَيَقِينِهِ وَالْحُكْمُ فِيهِمَا وَاحِد۔

ابراہیم ابن مالک اشتر تمام حالات میں مختارؒ کے ساتھ شریک تھے اور وہ مختارؒ کے دعووں کی تصدیق کرتے تھے، ابراہیم اپنے دین میں شک نہیں کرتے تھے اور وہ اپنے اعتقاد اور یقین میں گمراہ نہیں تھے یہاں تک کہ مختارؒ اور ابراہیم ایک ہی تھے۔

- جعفر بن هبة الله، ذوب النضار في شرح الثار، ص58

صاحبِ اعیان الشیعہ لکھتے ہیں :

إبراهيم بن مالك بن الحارث الأشتر النخعي قتل سنة 71---- وكان مع أبيه يوم صفين مع أمير المؤمنين عليه السلام وهو غلام وابلى فيها بلاء حسنا وبه استعان المختارؒ حين ظهر بالكوفة طالبا بثار الحسين عليه السلام وبه قامت امارة المختارؒ وثبتت أركانها۔

ابراہیم ابن مالک ابن حارث اشتر نخعی سن 71 ہجری میں شہید ہوئے، انہوں نے اپنے والد کے ہمراہ جنگ صفین میں اس حال میں کہ وہ نوجوان تھے امیر المومنینؑ کے لشکر میں شریک ہو کر جنگ کی اور سرخرو ہوئے اور جب مختارؒ نے کوفہ میں قیام کیا تو انہوں نے امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے ابراہیم سے مدد مانگی اور انہی کے توسط سے مختارؒ کی حکومت قائم و محکم ہوئی۔

- أعيان الشيعة، ج2، ص 200

عبد اللہ ابن حارث:

امیر المؤمنینؑ کے اصحاب میں سے ایک مالک اشتر کا بھائی، عبد اللہ ابن حارث ہے۔

شیخ طوسیؒ نے ان کو امام علیؑ کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے

- الطوسي، رجال الطوسي، ص70

سید خوئی اور علامہ شاہرودی نمازی نے ابھی انہیں اصحاب امیرؑ میں لکھا ہے :

عبد الله بن الحارث أخو مالك: الأشتر: من أصحاب علي (عليه السلام)، رجال الشيخ۔

حوالہ جات :

- معجم رجال الحديث وتفصيل طبقات الرواة، ج11، ص164
- الشاهرودي، مستدركات علم رجال الحديث، ج4، ص508

اب مختارؒ کے گھر کی بات ہو جائے۔۔

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں مختارؒ کی بیوی عمرہ کے بارے میں لکھا کہ

مصعب نے عمرہ سے کہا کہ مختارؒ کے بارے میں تمہاری کیارائے ہے؟ عمرہ نے بڑی دلیری سے جواب دیا کہ وہ ایک پرہیز گار آدمی تھااور ہر روز روزہ رکھتا تھا۔ اس پر مصعب نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیااور اسلام میں یہ پہلی خاتون تھی کہ جسکی تلوار کے ذریعے سے گردن اڑادی گئی تھی۔

- تاريخ اليعقوبي،ج 2 ص 264

تو اللہیاری صاحب نے دیکھ لیاہو گا کہ جن جن بھی مختارؒ کا قیام میں ساتھ دیاوہ سب کے سب پکے شیعہ اور اصحاب امام علی میں سے تھے یہاں تک کہ مختارؒ نے جن سے شادی کی وہ بھی شیعہ علیؑ تھی اور تاریخ اسلام کی پہلی سر قلم کرواکر درجہ شہادت پر فائز ہونے والی!

اب اہل سنت کتاب سے بھی تھوڑی مختارؒ کی تمجید نقل کر دوں۔۔

بلاذری نے انساب میں لکھا :

جب ابن عباس کے سامنے مختارؒ کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا: ملائکہ کراما کاتبین کا درود و سلام ہو مختارؒ پر۔

- البلاذري، أنساب الأشراف، ج2، ص371

بہت سی روایات کو عمداً ترک کر رہا ہوں کیونکہ تحریر اب کتاب کی شکل لیتی جا رہی ہے۔۔ کوشش کرتا ہوں کہ جلد از جلد اختتام کی طرف آؤں۔۔

اللہیاری صاحب آپ اس بندہ خدا کے ایمان پر شک کر رہے ہیں جس نے بنو ہاشم کے حالات کو بدلا اور انہیں گھر تک تعمیر کرا کر دیے۔۔

سید خوئی لکھتے ہیں۔۔

مختارؒ نے 20 ہزار دینار امام سجادؑ کی خدمت میں بھیجے اور امام نے اسے قبول کیا اس کے ذریعے عقیل ابن ابی طالبؑ اور دوسرے بنی ہاشم کے خراب شدہ گھروں کی تعمیر فرمائی تھی۔

- معجم الرجال، ج 18 ص 96

اسی طرح مختارؒ نے 30 ہزار درہم میں ایک کنیز خرید کر امام سجادؑ کو ہدیہ کی جس سے حضرت زید شہید پیدا ہوئے جن سے آج زیدی سادات کا سلسلہ موجود ہے یعنی زید ابن علی ابن الحسینؑ۔

- مقاتل الطالبیین، ص 124

علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ کوفہ کے اشراف میں سے بعض امام سجادؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ سے مختارؒ کے قیام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے انہیں بھی "محمد بن حنفیہ" کی طرف بھیجا اور فرمایا: اے میرے چچا! اگر کوئی سیاہ فام غلام بھی ہم اہل بیتؑ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے تو لوگوں پر واجب ہے کہ اس کی ہر ممکن حمایت کریں۔ اس بارے

میں آپ جو کچھ مصلحت جانتے ہیں، انجام دیں۔ میں اس کام میں آپ کو اپنا نمائندہ قرار دیتا ہوں۔

حوالہ جات:

- بحار الأنوار، ج 45 ص 365
- رياض الأبرار ج 1 ص 298
- معجم الرجال، ج 18 ص 100
- تنقيح المقال، ج 3 ص 206

یہ امام سجادؑ کی روایت قیام مختارؒ پر دلیل نہیں؟؟ ذرا اپنی عقل سے فیصلہ لیں؟؟ کیا امامِ معصوم کسی ایسے شخص کی حمایت کر سکتا ہے جو ان کے جد امیر المومنین کا عادل شیعہ نہ ہو؟ کیا کہتی ہے آپ کی عقل؟

یہاں پر جان بوجھ کر علماء امامیہ کے مختارؒ کے بارے میں اقوال نقل نہیں کر رہا کیونکہ آپ اپنے علاوہ کسی شیعہ عالم کو نہ ہی فقیہ مانتے ہیں نا ہی محدث۔

آخر کلام میں اہل سنت کا سب سے متعصب ترین عالم ابن تیمیہ کے قلم سے مختارؒ کو شیعہ ثابت کرتا ہوں پھر تحریر کا اختتام۔

ابن تیمیہ مردود لکھتا ہے۔

صحیح مسلم میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ”قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک سفاک (ناحق خون بہانے والا) ہو گا۔“

[مسلم ۳/۱۷۹۱] آپ کے ارشاد گرامی کے مطابق ثقیف کا کذاب مختارؒ بن ابی عبید شیعہ تھا اور سفاک حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔

- ابن تيميه منهاج السنه النبويه ،جلد 3، 4 صفحه نمبر: 620

جی اللہاری صاحب۔۔۔ کیا اب بھی آپ کو یہی لگتا ہے کہ مختارؒ کے شیعہ ہونے میں کوئی بھی عقلی و نقلی دلیل شیعوں کے پاس نہیں؟

اگر واقعی یہی لگتا ہے تو پھر کھل کر اپنی سقیفہ دوستی کا اعلان فرما دیں اور شیعوں میں انجینئر مرزا بن کر دفاع تشیع کی آڑ میں فقہاء تشیع پر طعن کا بازار گرم کریں اور شیعیت کو خوب نقصان پہنچائیں۔

اور یہ قطعاً نہیں سمجھیئے گا کہ ہم جیسے افراد کی آپ پر نگاہیں جمی ہوئیں ہیں !

چلتے چلتے دل کر رہا ہے کہ کچھ نصیحت کے موتی کلام امامؑ سے آپ کو ہدیہ کر تا جاؤں تا کہ مختارؒ کو لے کر آپ کے دل میں جو سیاہی ہے وہ صاف ہو جائے اور یہی موتی واقعاً ان کے لیے بھی اعزاز ہے جو مکتب کا دفاع کرتے ہیں اب چاہے وہ آپ ہوں، مجھ جیسا حقیر ہو یا امیر مختارؒ جیسی بزرگ شخصیت۔۔

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

من أعاننا بلسانه على عدونا أنطقه الله بحجته يوم موقفه بين يديه عز وجل۔

جو شخص ہمارے دشمن کے خلاف اپنی زبان سے ہماری مدد کرے اللہ اسے قیامت کے دن اپنے روبرو اس کی حجت اور دلیل کو اس کی زبان پر جاری کرے گا۔

- الأمالي - الشيخ المفيد - الصفحة ٣٣

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

مَن أحَبّنا بقلبه ونَصَرنا بيده ولسانه فهو مَعنا في الغرفة التي نحن فيها ، ومَن أحَبّنا بقلبه ونصرنا بلسانه فهو دون ذلك بدرجة ، ومن أحَبّنا بقلبه وكفَّ بيده ولسانه فهو في الجنة

جو شخص ہمیں اپنے دل سے دوست رکھے، اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے تو وہ ہمارے ساتھ اس جگہ ہو گا جہاں ہم ہونگے اور جو شخص ہم سے محبت کرے اور صرف اپنی زبان ہماری مدد کرے تو اس کا درجہ پہلے سے ایک درجہ کم ہو گا اور جو شخص ہم سے دل سے محبت کرے اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے تو وہ بھی بہشت میں ہو گا۔

- الأمالي - الشيخ المفيد - الصفحة ٣٣

ان اختتامی دو احادیث کی روشنی میں آپ کو مختارؒ پر فیصلہ لینے میں ضرور مدد ملے گی۔۔

والسلام یا علیؑ مدد

احقر، ابو عبد اللہ

سورہ رعد کی آیت 43 میں رسالت پر گواہ کون؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین ایک محترم بھائی کی جانب سے مسلسل سورہ رعد کی آیت 43 کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ

ترجمہ: اور یہ ک اف- رکھتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں کہہ دیجئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رسالت کی گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔

اس آیت میں عندہ علم الکتاب یعنی وہ جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے وہ کون ہیں کی تفسیر جاننا چاہتے ہیں۔

شیعہ منابع میں توبلا شک اس سے مراد حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام کی ذات مقدس ہے جس پر فقط ایک حدیث سے استدلال کر کے اہل سنت منابع کی طرف آؤں گا کیونکہ اگر شیعہ روایات لکھنے بیٹھا تو جواب کافی طولانی ہو جائے گا۔

اس آیت کی تفسیر سے متعلق جب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

الذي عنده علم الكتاب هو أمير المؤمنين عليه السلام .

وہ کہ جسکے پاس کتاب (قرآن) کا علم ہے، وہ امیر المؤمنین علیؑ ہیں۔

- تفسير القمي ، ج 1 ، ص 367

قارئین آپ سب جانتے ہی ہیں کہ کس طرح سے غیروں نے ہر فضائل امیر المومنین علیہ السلام کو توڑ مروڑ کر کبھی اپنے شیخین کے گلے میں باندھنے کی کوشش کی تو کہیں شیخین پر بس نہیں چلا تو اسے کسی غیر معروف صحابی سے جوڑ دیا۔

لیکن ان خائن کارستانیوں کے باوجود بھی وہ اہل بیت کے فضائل کو لے کر ہمیشہ منہ کی کھاتے آئے ہیں کیونکہ جن کے ذکر کو خدا خود بلند کرے اسے کوئی بھی اپنی پست پھونکوں سے بجھا نہیں سکتا۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس آیت کے ساتھ ان امیہ کی چوسی ہڈیوں نے کیا کرنے کی کوشش کی۔۔

قارئین کرام آپ یقین مانیں گے کہ اس عظیم آیت میں موجود امام علیؑ کی جگہ مکتب خلفاء کے ناہنجاروں نے تاریخ میں مشکوک بنی قینقاع کا ایک یہودی عالم جو کہ شہادت رسول اکرم سے فقط دو سال پہلے اسلام لایا اس کو فضیلت کی مالا پہنا کر اپنے نجس نطفوں پر گواہ بنا کر اپنے ہی چوتھے خلیفہ کی فضیلت پر ڈاکہ مارا۔

قارئین یہ وہی مبینہ صحابی ہے جس کو دشمنِ علیؑ ہونے پر خلفاء کی جانب سے اپنے مشیروں میں بڑا مقام دیا گیا اور عثمان بن عفان تو اس کا خاص معتقد تھا اسی وجہ سے اس نے امیر المومنین علیہ السلام کی ظاہری خلافت کو بھی قبول نہ کیا اور جا کر معاویہ کے دستر خوان پر حرام خوری جاری رکھی۔

اس نے اپنی خوبصورت بیوی کو فقط اس لیے طلاق دی تا کہ معاویہ اپنے نجس بیٹے یزید کی شادی اس سے کروا سکے۔ اسی وجہ سے بنی امیہ نے ابن سلام کی سیرت اور صفات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار

کی وجہ سے اس کو فضل و کرم کا مالک مانتے تھے اور قرآن کریم کی آیات کے نزول کو ان کی شان میں شمار کیا ہے۔

المختصر کہ بنی امیہ کی طرف سے عبد اللہ بن سلام جیسے یہودیوں کی فضیلت اور علمی حیثیت کے بارے میں جو احادیث شائع ہوئی ہیں ان میں یہ حدیث بھی ہے کہ چار لوگوں سے علم حاصل کرو: ابی الدرداء، سلمان، ابن مسعود اور عبد اللہ بن سلام۔۔

یہ تھا مختصر تعارف اب آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا یہ امیہ کے پالتو جانور سورہ رعد کی اس آیت کو اس یہودی کے فضائل میں شمار کرانے میں کامیاب ہو سکے یا نہیں۔

اہل سنت منابع میں سورہ رعد کی تفسیر۔

پہلی روایت۔

٣٩٣٩٨ - عن أبي عمر زاذان، عن ابن الحنفية، في قوله: {ومَن عندَه علم الكتاب}، قال: هو علي بن أبي طالب۔

ترجمہ: ابن عباس اور ابن حنفیہ سے اسی آیت کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا: جسکے پاس کتاب کا علم ہے، وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

٣٩٤٠٤ - عن أبي مريم، حدثني عبد الله بن عطاء، قال: كنتُ جالسًا مع أبي جعفر في المسجد، فرأيت ابن عبد الله بن سلام جالِسًا في ناحيةٍ، فقلتُ لأبي جعفر: زعموا أنّ الذي عنده علم الكتاب عبد الله بن سلام۔ فقال: إنّما ذلك علي بن أبي طالب

ترجمہ: ابو مریم سے مروی ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عطا نے بیان کیا، انہوں نے کہا: میں ابو جعفر کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، میں نے ابن عبد اللہ بن سلام کو ایک طرف بیٹھے

ہوئے دیکھا، تو میں نے ابو جعفر سے کہا: اس نے دعویٰ کیا ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ عبد اللہ بن سلام ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: وہ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

- كتاب موسوعة التفسير المأثور، جلد 12، صفحه 171

یہی حدیث مزید سند سے ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کی ہے:

أخبرنا أبو بكر محمد بن الحسين السميعي بحلب حدثني الحسين بن إبراهيم بن الحسين الجصاص. أخبرنا الحسين بن الحكم حدثنا سعيد بن عثمان عن أبي مريم وحدثني بن عبد الله ابن عطاء قال: كنت جالسا مع أبي جعفر في المسجد فرأيت ابن عبد الله بن سلام جالسا في ناحية فقلت لأبي جعفر: زعموا أنّ الذي عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ عبد الله بن سلام. فقال: إنما ذلك علي بن أبي طالب (رضي الله عنه)

- الكشف والبيان عن تفسير القرآن [الثعلبي]، جلد٥، ص ٣٠٣

اور اب مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ابو بکر کی نسل سے اہل سنت کے بڑے عالم امام ابن جوزی جس کے متعلق ذھبی نے لکھا کہ اس کے ہاتھ پر ایک لاکھ لوگ تائِب ہوئے اور بیس ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور اسے محدث، مفسر اور علامہ کے القاب سے نوازا۔

یہی ابن جوزی اپنے بارے میں لکھتا ہے کہ میرے زمانے تک رسول اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم سے روایت شُدہ کوئی بھی حدیث میرے سامنے بیان کی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ یہ صحت و ضعف کے کس درجے پر ہے۔

تو قارئین اہل سنت کے اسی جلیل القدر امام سے بھی یہی روایت مروی ہے ملاحظہ فرمائیں:

أحمد بن مفضل حدثنا مندل بن علي عن إسماعيل بن سلمان عن أبي عمر زاذان عن ابن الحنيفة وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ قال: هو علي بن أبي طالب (رضي الله عنه)

ترجمہ: احمد بن مفضل سے مروی ہے کہ جنابِ حنفیہ نے فرمایا جس کے پاس کتاب کا علم ہے وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

- زاد المسير لابن الجوزي، جلد٤، ص ٢٥٢

اب اہل سنت کے دوسرے بڑے عالم امام قرطبی کہ جس کے متعلق ذہبی لکھتا ہے: آپ مختلف فنون میں نہایت تامہ رکھنے والے اور علم میں متبحر امام ہیں۔ آپ کی بڑی مفید تصانیف ہیں جو آپ کے کثرت علم اور زیادتی فضل پر دلالت ہیں۔ آپ کی تفسیر کو شہرت نصیب ہوئی یہ تفسیر اپنے معنی میں کامل ہے۔ اس میں ایسی چیزیں ہیں جو آپ کی امامت، ذکاوت اور کثرت علم پر دال ہیں۔

تو قرطبی نے بھی اسی حدیث کو اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کی جلد 9 کے صفحہ 336 پر بیان کیا ہے ۔

اسی حدیث کا تیسرا طرق بھی ہے جس کو ایک اور اہل سنت کے بڑے عالم امام حسکانی کہ جس کے بارے میں ذھبی نے لکھا:

الحسكاني القاضی المحدث أبو القاسم عبيد الله بن عبد الله بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حسكان القرشی العامري النيسابوري الحنفي الحاكم ويعرف بابن الحذاء الحافظ شيخ متقن ذو عناية تامة بعلم الحديث

کہ حسکانی صاحب، قاضی، محدث، حافظ اور علم الحدیث میں گہری دلچسپی رکھنے والے ایک ماہر شیخ تھے۔۔

نوٹ: یہاں ذھبی کا قول اس لیے لکھا کہ اب اہل سنت حضرات ان کو بھی فضائل اہل بیتؑ بیان کرنے کے جرم میں شیعوں کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

امام حسکانی نے بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب شواھد التنزیل کی جلد اول کے صفحہ ۴۰۱ پر یہی روایت نقل کی ہے۔

اسی طرح اہل سنت کے ایک عالم ابن مغازلی جو کہ شافعیوں کے بڑے آئمہ میں سے ایک ہیں وہ لکھتے ہیں:

٣٥٨ - أخبرنا أحمد بن محمد بن طاوان إذناً أن أبا أحمد عمر بن عبد الله بن شوذب أخبرهم قال: حدثنا محمد بن جعفر بن محمد العسكري، حدثنا محمد بن عثمان، حدثنا إبراهيم بن محمد بن ميمون، حدثنا علي بن عابس قال: دخلت أنا وأبو مريم على عبد الله بن عطاء قال أبو مريم: حدث علياً بالحديث الذي حدثني عن أبي جعفر، قال: كنت عند أبي جعفر جالساً إذ مر عليه ابن عبد الله بن سلام قلت: جعلني الله فداك هذا ابن الذي عنده علم من الكتاب، قال: لا، ولكنه صاحبكم علي بن أبي طالب الذي نزلت فيه آيات من كتاب الله عز وجل {الذي عنده علمٌ من الكتاب}، {أفمن كان على بينةٍ من ربه ويتلوه شاهدٌ منه}، {إنما وليكم الله ورسوله}، الآية۔

- كتاب مناقب لابن المغازلي، ص 380، رقم الحديث: 358

مزے کی بات یہ ہے کہ مغازلی نے اس روایت کو إنما وليكم الله ورسوله کے ضمن میں لکھا ہے۔

امام ابن عطیہ نے بھی اس آیت مقصود امیر المومنین علیہ السلام کو لیا ہے:

أبي بن كعب: ٣/ ٣١٩ ٤٣: وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتابِ: ومن عنده: علي بن أبي طالب- أبيّ بن كعب- ابن عباس: ٣/ ٣٢٠ ومن عنده علم الكتاب: علي بن أبي طالب-

- ابن عطية المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، جلد 6، ص 57

یہ امیہ کے پالتو کتے کچھ بھی کر لیں لیکن کبھی بھی اہل بیت علیہم السلام کے فضائل پر ہمارے ہوتے ہوئے ڈاکہ مارنے پر کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ فقط یہی ایک آیت نہیں بلکہ اس آیت میں امیر المومنین علیہ السلام پر دیگر اہل سنت احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے۔ نمونے کے طور پر کچھ بیان کیے دیتا ہوں۔۔

ابن طفیل نے ایک روایت کو امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ:

ابن يونس أخبرنا أبو بكر بن عياش عن نصير عن سليمان الأحمسي عن أبيه قال قال علي عليه السلام : و الله ما نزلت آية إلا و قد علمت فيما نزلت و أين نزلت و علي من نزلت إن ربي و هب لي قلبا عقولا و لسانا طلقا ـ

خدا کی قسم میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں اور کہاں اور کس پر نازل ہوئی، بے شک میرے پروردگار نے مجھے فہیم قلب اور بلیغ زبان بخشی ہے۔

ایک اور روایت میں ابی طفیل نے نقل کیا ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

أخبرنا عبد الله بن جعفر الرقي أخبرنا عبيد الله بن عمرو عن معمر عن و هب بن أبي دبي عن أبي الطفيل قال قال علي عليه السلام : سلوني عن كتاب الله فإنه ليس من آية إلا و قد عرفت بليل نزلت أم بنهار في سهل أم في جبل ۔

مجھ سے کتاب خدا کے بارے میں سوال پوچھو کہ بے شک خدا کی قسم ہر آیت کے بارے میں مجھے علم ہے کہ وہ دن کو نازل ہوئی ہے یا رات کو، صحرا میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر۔

- الطبقات الكبري ، محمد بن سعد بن منيع أبو عبدالله البصري الزهري الوفاة : 230 ، ج 2 ، ص 338 ۔ دار النشر : دار صادر بيروت ۔

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ اہل سنت کے امام ابن جوزی نے اس آیت من عندہ علم الکتاب کی تفسیر و مصداق کے بارے میں لکھا۔

أنه علي بن أبي طالب

اس آیت سے مراد امیر المومنین علیؑ ہیں۔

آگے لکھتا ہے۔۔

جہنوں نے اس آیت کا مصداق عبد اللہ ابن سلام کو قرار دیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ یہ سورہ مکی ہے اسلیے عبد اللہ ابن سلام سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے، شعبی نے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ ابن سلام کے بارے میں قرآن کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔

عبارت ملاحظہ فرمائیں:

هو عبد الله بن سلام ؟ قال : و كيف ، و هذه السورة مكية ؟ و أخرج ابن المنذر عن الشعبي قال : ما نزل في عبد الله بن سلام رضي الله عنه شيء من القرآن ـ

- ابن الجوزي ، أبو الفرج ، 508ھ 597 ،6 - 1201 ـ زاد المسير ، ج 4 ص 16
- السُّيوطي ، جلال الدين ، 849 - 911 ھ، 1445 - 1505 ، الدر المنثور ، ج 6 ، ص 30 ـ

تو قارئین ہمیشہ کی طرح جیت فقط اور فقط حجت خدا کی ہوتی اور ثابت ہوا کہ نبوت پر ایسا گواہ جس کے پاس پورے قرآن کا علم ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے بھائی امام علی علیہ السلام ہیں۔

والسلام

ابو عبد اللہ

پہلے خلیفہ کے فضائل پر مشہور اہل سنت روایات کا پوسٹ مارٹم

السلام علیکم مومنین و مومنات۔۔

بالکل بھی تمہیداً یہاں کچھ عرض کرنے کا موڈ نہیں کیونکہ میرے اندر کی جو آگ ہے اگر وہ میں لفظوں میں بھڑکانے بیٹھ گیا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مخالفینِ تشیع کو مزید جھلسانہ دے اور کسی کو یہ محسوس ہو کہ میں اتحاد امت کو پارا پارا کرنے پر قلم کو جنبش دیتا ہوں تو یقین مانیں کہ شدید ترین مصروفیات کے باوجود بھی بطورِ لکھاری اپنی دینی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے چلتے پھرتے موبائل میں جو کچھ لکھ سکا اسے پیش کر رہا ہوں اس امید کے ساتھ کہ اگر کہیں تحریر میں ضعفِ تحقیق یا جامع انداز کی کمی محسوس ہو تو مومنین مجھے ضرور در گزر کریں گے۔

میری یہ بھی خواہش ہے کہ سوشل میڈیا پر موجود دیگر محققین بھی اس عنوان کی جانب ضرور توجہ کریں اور اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کریں۔

چلیں آئیں اب جلدی سے دشمنانِ زہراؑ کے خستہ حال فضائل کا احوال ان کی اپنی کتابوں سے پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں

نوٹ: اس تحریر کو اس عنوان کی فقط ایک ہلکی سی جھلک سمجھیے گا کیونکہ توفیق رہی تو ایسی تمام نام نہاد فضائل کی روایات کا پوسٹ مارٹم جلد پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہونگا۔۔

حدیث 01

٤٦٥٢ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيِّ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ، مَوْلَى آلِ جَعْدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَرَانِي بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِي تَدْخُلُ مِنْهُ أُمَّتِي» فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَكَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي»

- سنن ابي داود، 9۔ باب فِي الْخُلَفَاءِ، حديث نمبر: 4652

ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جناب جبرئیل آئے، میرا ہاتھ پکڑا پھر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت (جنت میں داخل) داخل ہو گی ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ میری آرزو ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا حتی کہ میں بھی اسے دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم ہی وہ شخص ہو جو میری امت میں سب سے پہلے جنت میں جائے گا۔

تخريج الحديث: «تفرد به أبو داود، (تحفة الأشراف: 14880) (ضعيف)»

(اس کے راوی ابو خالد مولی آل جعدہ مجہول ہیں)

قال الشيخ الألباني: ضعيف

عبد الرحمن بن محمد المحاربي

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل: بلغنا أنه كان يدلس (السيوطي - اسماء المدلسين)

وصفه العقيلي بالتدليس (ابن حجر العسقلاني - طبقات المدلسين)

عبد الرَّحْمَن بن مُحَمَّد الْمحَارِبي روى مَنَاكِير عَن مَجَاهِيل (الذهبي)

عبد السلام بن حرب
وكان به ضعيف في الحديث (ابن سعد - الطبقات الكبرى)
أبي خالد الدالاني
يعقوب بن سفيان الفسوي : ضعفه
محمد بن سعد كاتب الواقدي : منكر الحديث
الحسين بن علي الكرابيسي : ذكره في المدلسين (ابن حجر العسقلاني - طبقات المدلسين)
إبراهيم بن إسحاق الحربي : منكر الحديث

حدیث 02

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الدِّيباجِيُّ ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْحَرَّانِيُّ ، نَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سِقْلابٍ الْحَرَّانِيُّ ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ ، عَنْ حَاتِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : " لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : يَا جِبْرِيلُ ، إِنَّ قَوْمِي يَتَّهِمُونِي وَلا يُصَدِّقُونِي ، قَالَ : إِنِ اتَّهَمَكَ قَوْمُكَ ، فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ يُصَدِّقُكَ " ـ لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ إِلا الْمُغِيرَةُ بْنُ سِقْلابٍ ، تَفَرَّدَ بِهِ : أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمُفَضَّلِ

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معراج کی رات جبریل سے کہا: اے جبریل میری قوم مجھے تہمت لگائے گی اور میری تصدیق نہیں کرے گی تو جبریل امین نے کہا کہ اگر آپ کی قوم آپ پر تہمت لگائے تو بے شک ابو بکر آپ کی تصدیق کرے گا اور وہ صدیق ہے۔

- المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ۷۱۴۸، ۷۱۷۳، ج۵، ص ۲۲۶ ملخصاً

پہلا راوی :مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الدِّيباجِيُّ
الأسم : محمد بن عبد الرحيم
الشهرة : محمد بن عبد الرحيم التستري
النسب : التستري
الرتبة : مجهول الحال
الوظيفة : الديباجي

أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْحَرَّانِيُّ
أحمد بن عبد الرحمن بن عقال الحراني: عن النفيلي، قال أبو عروبة: ليس بمؤتمن على دينه ـ۔ وہ اپنے مذہب میں ثقہ نہیں ہے۔

- ص7 - كتاب ديوان الضعفاء - أحمد بن عبد الرحمن بن عقال الحراني - المكتبة الشاملة

- الجامع لكتب الضعفاء والمتروكين والكذابين [شادي آل نعمان]

أحمد بن عبد الرحمن الحراني۔ ليس بمؤتمن، قال ابن عدي هو ممن يكتب حديثه
اور ذھبی نے بھی اسے کتاب موضوعات میں ذکر کیا ہے یعنی جھوٹی احادیث روایت کرنے والا۔

- كتاب موضوعات المستدرك للذهبي، ص 62

مُغِيرَةُ بْنُ سِقْلابٍ الْحَرَّانِيُّ
الكامل في ضعفاء الرجال [ابن عدي]
وقال ابن عدي: حرانی منكر الحديث۔

وَقَالَ ابن عدي: مُنكر الحَدِيث، وَعَامة مَا يرويهِ لَا يُتَابع عَلَيْهِ۔

- مختصر الكامل (ص ٧٢١)

وقال ابن حبان: غلب على حديثه المناكير، فاستحق الترك۔

- الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي (٣/ ١٣٤)

قال أبو جعفر بن نفيل: لم يكن مؤتمناً على حديث رسول الله

حدیث 03

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الحَسَنِ الكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُحْرِزٍ القَوَارِيرِيُّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيدَ الأَوْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِئُهُ اللَّهُ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ»: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ»

ترجمہ: مجھ پر جس کسی کا احسان تھا میں نے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے ابو بکر کے کہ ہم پر ان کا احسان ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت میں عطا فرمائے گا، کسی کا مال مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا نفع ابو بکر کے مال نے پہنچایا، اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر کو دوست بناتا، سنو! بے شک تمہارا صاحب اللہ کا دوست ہے۔

- كتاب سنن الترمذي، جلد 5، ص 609، ح 3662

معلومات عن الراوي

عَلِيُّ بْنُ الحَسَنِ الكُوفِيُّ
الأسم : علي بن الحسن بن فضال
الشهرة : علي بن الحسن الكوفي , الكنيه: أبو الحسن
النسب : الكوفي
الرتبة : مجهول الحال

عاش في : الكوفة
أساتذة الراوي : الحسين بن نصر المنقري - مجهول الحال
خود بھی مجھول اور جس استاد سے روایت نقل کرتا ہے وہ بھی مجھول

مَحْبُوبُ بْنُ مُحْرِزٍ الْقَوَارِيرِيُّ
الأسم : محبوب بن محرز
الشهرة : محبوب بن محرز القواريري , الكنيه: أبو محرز
النسب : التميمي, الكوفي
الرتبة : الدارقطني : ضعيف

دَاوُدَ بْنِ يَزِيدَ الأَوْدِيِّ
الأسم : داود بن يزيد بن عبد الرحمن
الشهرة : داود بن يزيد الأودي , الكنيه: أبو يزيد
النسب : الزعافري, الكوفي, الأودي
الرتبة : ضعيف الحديث، أحمد بن حنبل : ضعيف الحديث، ابن حجر العسقلاني : ضعيف ، الدارقطني : متروك ضعيف، يحيى بن معين : ضعيف
عاش في : الكوفة

حدیث 04

٣٦٧٣ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ مَيْمُونٍ الأَنْصَارِيِّ، عَنْ القَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَنْبَغِي لِقَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ»: «هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ»
[حكم الألباني] : ضعيف جدا

ترجمہ: سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ جس قوم میں ابو بکر ہوں انہیں یہ لائق نہیں کہ ان کی امامت ابو بکر سوا کوئی اور کرے۔

- كتاب سنن الترمذي - ت شاكر، جلد 5، ص 514، ح 3673

الامام أبو عيسى الترمذي : هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ
حكم الألباني : ضعيف جدا

معلومات عن الراوي

نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الأسم : نصر بن عبد الرحمن بن عبد الله
الشهرة : نصر بن عبد الرحمن الكناني
النسب : الكناني, الشامي
الرتبة : قال عنه أبو المحاسن الحسيني :مجهول، ومرة: فيه نظر ، قال عنه ابن حجر العسقلاني :مجهول ، قال عنه الذهبي :لا يعرف
عاش في : الشام

أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ
الأسم : أحمد بن بشير
الشهرة : أحمد بن بشير القرشي , الكنيه: أبو إسماعيل, أبو بكر
النسب : المخزومي, الكوفي, القرشي, الهمداني
الرتبة : أبو جعفر العقيلي : ضعيف، الدارقطني : ضعيف، يعتبر بحديثه، ومرة قال: لا بأس به، عثمان بن سعيد الدارمي : متروك، أحمد بن شعيب النسائي : ليس بذاك القوي
عاش في : بغداد, الكوفة
مولي : مولى عمرو بن حريث المخزومي

عِيسَى بْنِ مَيْمُونٍ
الأسم : عيسى بن ميمون
الشهرة : عيسى بن ميمون البخاري , الكنيه: أبو أحمد
النسب : البخاري
الرتبة : وقال الترمذي: يضعف في الحديث، وقال البخاري: منكر الحديث، وقال ابن حجر : ضعيف ، وقال أبو زرعة الرازي : ضعيف الحديث ، وقال النسائي: متروك الحديث
عاش في : المدني

حدیث 05

٦٠٦٨ -[١٣] (مَوْضُوع) وَعَن عَائِشَة قَالَتْ: بَيْنَا رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حجري لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ إِذْ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَكُونُ لِأَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نُجُومِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: «نَعَمْ عُمَرُ» . قُلْتُ: فَأَيْنَ حَسَنَاتُ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَ: «إِنَّمَا جَمِيعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ» رَوَاهُ رزين

ترجمہ: عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار اللہ کے محبوب کا سر مبارک میری گود میں تھا اور رات روشن تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں جتنی ہوں گی؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جی ہاں! وہ عمر ہیں، جن کی نیکیاں ان ستاروں جتنی ہیں۔“ عائشہ فرماتی ہیں: ”میں نے عرض کیا: ”یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! پھر میرے والد ابو بکر کی نیکیاں کس درجہ میں ہیں؟“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی نیکیوں میں سے صرف ایک نیکی کے مثل ہے۔

- كتاب مشكاة المصابيح، باب مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما الفصل الثالث، ج 3، ص 711، ح 6068

مشکاۃ کے مولف کے نزدیک خود یہ حدیث موضوع ہے یعنی جھوٹی حدیث ہے۔

وقال: إسماعيل بن محمد الصفار أحاديث باطلة موضوعة، ونقل السيوطي في " اللآلئ المصنوعة " ١ / ٣٠٤ عن الخطيب أنه قال: حديث موضوع، وأقره۔

اور محمد صفار نے بھی اسے موضوع اور باطل کہا ہے جسے سیوطی نے کتاب لالئ المصنوعه نقل کیا ہے، خطیب بھی اسے موضوع کہتے ہیں۔

حدیث06

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلم: «عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَمَا مَرَرْتُ بِسَمَاءٍ إلّا وجدت اسمي فِيهَا مَكْتُوبًا، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَأَبُو بَكْرٍ الصّدّيق من خلفي»

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی پس جو چیز بھی میں نے دیکھی اس میں میرا نام "محمد رسول اللہ" اور "ابو بکر صدیق میرا خلیفہ" لکھا ہوا پایا۔

- كتاب الرياض النضرة في مناقب العشرة، الباب الأول: في مناقب خليفة رسول الله أبي بكر الصديق الفصل الثاني: في ذكر اسمه، ج 1 ، ص 81

معلومات عن الراوي

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ
الأسم : عبد الله بن إبراهيم بن أحمد
الشهرة : عبد الله بن إبراهيم الغفاري
النسب : الغفاري، المدني
الرتبة : أبو داود السجستاني :شيخ منكر الحديث، ابن حجر العسقلاني :متروك الحديث، الذهبي :من مشايخ جرجان، أبو أحمد بن عدي الجرجاني :عامة ما يرويه لا يتابعه الثقات عليه، أبو جعفر العقيلي :يغلب على حديثه الوهم، أبو حاتم بن حبان البستي :ممن يأتي عن الثقات المقلوبات وعن الضعفاء الملزقات، له خبر باطل فالبلية منه، ومرة: يضع الحديث، أبو عبد الله الحاكم النيسابوري :روى عن جماعة من الضعفاء أحاديث موضوعة لا يرويها غيره، أبو نعيم الأصبهاني :لا شيء، يروي أحاديث منكرة روى عنه مسلمة بن قعنب وغيره، الدارقطني :حديثه منكر، زكريا بن يحيى الساجي :منكر الحديث ، سبط ابن العجمي :يدلسونه لوهنه

عاش في : المدينة

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ
الأسم : عبد الرحمن بن زيد بن أسلم
الشهرة : عبد الرحمن بن زيد القرشي
النسب : المدني, القرشي, العدوي
الرتبة : ضعيف الحديث، براهيم بن يعقوب الجوزجاني : ضعيف ، ابن حجر العسقلاني : ضعيف ، الذهبي : ضعفوه ، زكريا بن يحيى الساجي : منكر الحديث ، محمد بن سعد كاتب الواقدي : كثير الحديث، ضعيف جدا ، يحيى بن معين : ليس حديثه بشيء ضعيف ، أبو بكر البزار : منكر الحديث جدا
عاش في : المدينة
مولي : مولى عمر بن الخطاب
توفي عام : 182

سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ
وقال يعقوب بن شيبة قد كان تغير واختلط قبل موته بأربع سنين
قد أقر باختلاطه الواقدي وابن سعد ويعقوب بن شيبة وابن حبان

یہ بھی اختلاط کا شکار ہے۔۔

تو دیکھا آپ نے۔۔

یہ حال ہے ان کے اپنے اصحاب کے فضائل و مناقب کا خود ان کے جرح والتعدیل کے اصولوں پر۔۔

اعادہ کرتا چلوں کہ ان شاء اللہ باتوفیق اللہ اس عنوان پر مزید لکھنے کی کوشش کرتا رہوں گا اور مخالفین کو ان کی اپنی کتب سے تمام جبری فضائل کا رَدّ دکھاتا رہوں گا۔

دعاؤں کا محتاج

ابو عبد اللہ

نظر بد کی کیا حقیقت ہے؟

سوال:

السلام علیکم، ہمارے معاشرے میں نظر بد کو لیکر کافی چیزیں ہیں، مثلاً کوئی اجنبی شخص آپ کے گھر، اولاد، مال مویشی، کھیت کھلیان کو دیکھتا ہے تو فصل فوراً سوکھ جاتی ہے، اولاد بیمار، مویشی بیمار، یا مر جاتے ہیں، میرا سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موت وحیات کا مالک ہے، نفع نقصان کا مالک ہے تو اس کے حکم کے بغیر کوئی کس طرح اس قدرت کا حامل ہو سکتا ہے کہ اس طرح کے واقعات سر انجام دے سکے۔؟

جواب:

سلام، جس طرح اللہ موت وحیات کا مالک ہے اسی طرح وہ اس قدرت کا بھی مالک ہے جو اس نے انسانی جسم میں ودیعت کئے ہیں اور ان ہی میں سے نظر میں ایسی طاقت کا ہونا جیسے نظر بد کا لگنا ہے جو اب سائنسی تحقیق سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

اور یہ کفار قرآن کو سنتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ عنقریب آپ کو نظروں سے پھسلا دیں گے۔

بعض لوگوں کی آنکھوں میں ایک مقناطیسی طاقت ہوتی ہے جس سے بہت کام لیا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ اس کی تمرین اور ممارست سے اس میں اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے،

"مقناطیسی نیند"(ہپناٹزم Hypnotism) بھی آنکھ کی اسی مقناطیسی طاقت کے ذریعہ ہوتی ہے۔

آج جبکہ "لیزر شعاعیں" دکھائی نہ دینے والی لہریں ایسا کام کرتی ہیں جو کسی خطرناک اور تباہ کن ہتھیار سے نہیں ہو سکتا، تو بعض لوگوں کی آنکھوں میں اس طاقت کا پایا جانا جو مخصوص لہروں کے ذریعہ مد مقابل پر اثر انداز ہوتی ہے، جائے تعجب نہیں رہ جاتا۔
متعدد لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے بعض لوگوں کی آنکھوں میں ایسی طاقت کا مشاہدہ کیا ہے جنھوں نے اپنی نظر سے انسان یا حیوان یا دوسری چیزوں کو نیست و نابود کر دیا ہے۔
لہٰذا نہ صرف اس چیز کے انکار پر اصرار کیا جائے بلکہ عقلی اور علمی لحاظ سے اس کو قبول کیا جانا چاہئے۔
بعض اسلامی روایات میں بھی ایسے الفاظ ملتے ہیں جن سے اجمالی طور پر اس چیز کی تائید ہوتی ہے۔
چنانچہ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ "اسماء بنت عمیس" نے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: جعفر کے بچوں کو نظر لگ جاتی ہے کیا میں ان کے لئے "رقیہ" لے لوں ("رقیہ" اس دعا کو کہتے ہیں جو نظر لگنے سے روکنے کے لئے لکھی جاتی ہے اور اس کا تعویذ بنایا جاتا ہے)
تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:
"نَعَمْ، فَلَو کانَ شَیءٍ یسبقُ القَدْرِ لَسَبَقَهُ العَیْنِ"

"ہاں، کوئی حرج نہیں ہے، اگر کوئی چیز قضاو قدر پر سبقت لینے والی ہوتی تو وہ نظر بد ہوتی ہے"۔

ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

پیغمبر اکرم ﷺ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے لئے تعویذ بنایا اور اس دعا کو پڑھا:

"أعِيذُ كمَا بِكَلِمَاتِ التَّامةِ وَ أسْمَاءِ اللهِ الحُسْنٰى كُلِّهَا عَامة، مِنْ شرِّ السَّامَةِ وَ الهَّامَةِ، وَ مِنْ شرِّكُلُّ عَينٍ لَامَّةِ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إذَا حَسَد"

تمہیں تمام کلمات اور اللہ کے اسماء حسنیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں، بری موت، موذی حیوانات، بری نظر اور حسد کرنے والے کے شر سے۔

اور اس کے بعد ہماری طرف دیکھ کر فرمایا:

"جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل اور اسحاق کے لئے یہی تعویذ بنایا تھا۔

اسی طرح نہج البلاغہ میں بیان ہوا ہے:

العَيْنُ حَقٌّ وَ الرقيٌّ حَقٌّ

المختصر کہ یہ ایک حقیقت ہے اور نظر بد کو دعا کے ذریعے دفع کرنا حقیقت رکھتا ہے۔

والسلام، ابو عبد اللہ

کیا اسلامی فتوحات کا سہرا، خلفاء کے سر ہے؟

ایک مومن کے سوال کے جواب میں۔۔

سلام، اس کا مختصر الفاظ میں جواب دینا کافی مشکل ہے کیونکہ اس کے لیے دقیق تاریخی مطالعات کی ضرورت ہے۔
المختصر کہ جن افراد نے بعد رسول اللہ ﷺ ان کی وصیت و حکم کو پس پشت ڈال کر اقتدار کی لالچ میں خلافت کو امیر المومنین امام علی علیہ السلام سے غصب کیا تھا آخر وہ کیسے اور کس اسلام کی فروغ میں فتوحات کرتے؟

بالیقین وہ ساری فتوحات قطعاً اسلام کو پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اپنی غیر شرعی بادشاہت و اقتدار کو طول دینے کے لیے لڑی گئیں جسے اسلام کے نام پر تاریخی مؤرخین نے قیاس کیا۔

اب بھلے ہی ان خلفاء کا ارادہ دنیا طلبی تھا پھر بھی زمین پر اللہ کی حجت یعنی امیر المومنین علیہ السلام نے بڑی حکمت سے ان سب فتوحات کو ترویج اسلام کے لیے سپورٹ کیا جن کی مثالیں تاریخی مصادر میں موجود ہیں کہ کس طرح ان خلفاء نے امام علی علیہ السلام سے مجبوراً مشورہ چاہا اور امام نے بھی اپنی الہی امامت کا پاس رکھتے ہوئے اسلام کی بقا کے لئے دستور عمل دیے۔

امام علی علیہ السلام کا ان جنگوں میں شرکت نہ کرنا ہی اس بات پر دلیل ہے کہ آپ ان خلفاء کو حق پر نہیں سمجھتے تھے لیکن الٰہی امامت کا یہ تقاضا تھا کہ جہاں پر اسلام کو ضرورت ہو وہاں وارثِ اسلام اپنا کردار ادا کرے چاہے لوگ اس کو اپنا حاکم تسلیم کریں یا نہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں کو ان جنگوں میں حکمت عملی سے بھیجا تاکہ اسلام دنیا کے ہر خطے میں پہنچے۔ ان اصحابِ امام و شاگردان کی بہت بڑی فہرست ہے جن کی بدولت یہ فتوحات ممکن ہو سکیں۔

جیسے۔۔

حذیفہ بن یمان، سلمان فارسی، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، خالد بن سعید بن العاص بن امیہ اور ان کے بھائی ابان اور عمرو، اور ہاشم بن ابی وقاص المعروف بالمرقال اور اس کے بچے بالخصوص عبد اللہ اور عتبہ، بریدہ الاسلمی، عبادہ بن الصامت، ابو ایوب انصاری، عثمان بن حنیف اور ان کے بھائی، عبد الرحمٰن بن سہل انصاری، مالک بن حارث اشتر اور ان کے بھائی، اور بہت سے لوگ۔۔

اس کے ساتھ نخعی سرداران، صعصع بن صوحان اور اس کے بھائی، احنف بن قیس، حجر بن عدی، عمرو بن حمق خزاعی، اور ابی العبدی، ہیثم بن الطیحان، اور نعمان بن مقرن، اور بدیل بن ورقع الخزاعی، اور جریر بن عبد اللہ البجلی، محمد بن ابی حذیفہ الانصاری، ابو رافع اور ان کے بیٹے، مقداد بن عمرو، واثلہ بن الاسقع الکنانی، البراء بن عازب، ابو ایوب الانصاری، بلال بن رباح، عبد اللہ بن خلیفہ البجلی، عدی بن حاتم طائی، ابو عبید بن مسعود الثقفی اور ابو الدرداء، جریہ بن قدامہ السعدی، ابو الاسود الدوعلی، اور محمد بن ابی بکر وغیرہ وغیرہ

یہ ایک بڑی فہرست ہے جو بنا کسی سرکاری عہدوں پر نامزد ہوئے ہر جنگی محاذ پر اپنی ذمے داریاں نبھاتے رہے ان ہیروز میں سے ہر ایک کے اہم کردار تھے، جنہیں خلفاء کے راویوں نے چھپا دیا اور اس کے بجائے انہوں نے ان لوگوں کو نمایاں کیا تھا جن کے رسمی، ثانوی کردار تھے۔

مختصر یہ کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں جو بھی اسلامی فتوحات ہوئیں دراصل ان کے پیچھے امیر المومنین علیہ السلام ہی تھے تو یہ خلفاء کا کمال نہیں بلکہ امیر المومنین علیہ السلام کا دین اسلام پر احسان ہے۔

والسلام، ابو عبد اللہ

دفاعِ حضرت زید شہیدؑ، برادر حسن اللہیاری کو دعوتِ رجوع

بسم الله الرحمن الرحيم
السلام عليك أيها السيد الزكي الولي السلام عليك يا زيد بن علي أشهد انك قد جاهدت في سبيل ربك صابرا محتسبا لم تأخذك في الله لومة لائم في نصرة

السلام علیکم مومنین و مومنات

آج اپنی تحریر کا سرنامہ اس آیت کو بناؤں جس میں رب الحسین ارشاد فرماتا ہے:

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا

ان پر ہمارا اسلام جس دن پیدا ہوئے اور جس دن انہیں موت آئی اور جس دن وہ دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔

(سورہ مریم، آیت ۱۵)

مومنین و مومنات آپ سب اس بات کے گواہ ہیں کہ میں حسن اللھیاری کا دشمنانِ تشیع کے خلاف جو کام ہے اس کو ہر دم سراہتا رہتا ہوں۔ اور اس امر میں اللہیاری کی خدمات کا شدید معتقد بھی ہوں اور میری مکمّل حمایت بھی انہیں حاصل ہے۔

البتہ جو فقہاء مخالف ان کے بے جا و بے بنیاد نظریات ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر تاریخ تشیع کی عظیم شخصیات کہ جن میں جنابِ زید شہید، امیر مختار، جعفر تواب وغیرہ پر ان کی تحقیق انتہائی ناقص و غیر علمی ہے۔

میرے قارئین جانتے ہیں کہ اللہیاری صاحب کو جنابِ مختار پر پہلے ہی جواب دے چکا ہوں جسے مومنین اسی کتاب کے صفحہ 620 پر ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

آج اپنے ایمانی بھائی حسن اللہیاری کو جنابِ زید شہید پر علمی مقالہ لکھ کر دعوتِ رجوع دوں گا۔

لیکن پہلے مرحلے میں مومنین کے اذہان کو آمادہ کرنے کے لیے کچھ تمہیدی گزارشات کرنا چاہتا ہوں تاکہ مومنین جب بھی ان عظیم شخصیات کے مخالف کوئی بھی روایت سنیں تو وہ اسے فقط ظاہری مفہوم سے قبول کرنے سے گریز کریں اور انہیں پتا ہو کہ ایسی روایات کے پیچھے اصل حقائق کیا ہیں، کیونکہ تاریخی روایات کو فقط سند کے معتبر ہونے سے قبول نہیں کیا جاتا بلکہ دیگر قرائن کو بھی ملحوظ رکھ کر ان کا نتیجہ اخد کیا جاتا ہے۔

مومنین اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ دین خدا ہر مومن اور مومنہ سے قربانی چاہتا ہے یعنی ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے اور جنت ورضا الہی کی بھی ایک قیمت ہے۔

یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ قرآن کے ہیں یعنی سورہ توبہ کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے: اللہ نے خرید لیا مومنین سے اُن کا مال اور جان، جنت کے بدلے میں۔

اور دیکھا جائے تو سب سے بڑی قربانی عزت کی ہوتی ہے جو جان و مال سے کہیں بڑھ کر ہے۔ زندہ ہو اور طعنے سن رہے ہو۔ گالیاں سن رہے ہو اور سب برداشت کر رہے ہو فقط مرضی پروردگار کی خاطر۔

تاریخ اسلام میں متعدد شخصیات ایسی ہیں جنھوں نے اپنی عزت قربان کرکے اہل بیتؑ کو محفوظ کیا ہے،

ایک دو شخصیات کے مختصر تعارف کو مثال بنا کر جنابِ زید شہید کی طرف بڑھتا ہوں۔

سب سے پہلے جنابِ ابو طالبؑ،

اگر ایمان کا اظہار کر کے مسلمان مشہور ہو جاتے تو جو وہ رسول اللہ کو تحفظ دے رہے تھے وہ نہ دے پاتے۔ اس وقت کفار مکہ اسی تذبذب میں تھے کہ ابو طالب ہے تو ہمارے جیسا اور یہ رسول کو پناہ دیا ہوا ہے تو آخر کیسے اس کو نقصان پہنچائیں۔ المختصر کہ حکیم بطحا جناب ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ کر مشرکین مکہ کی مکاریوں سے رسول خدا کو محفوظ رکھا۔

دوسری بڑی شخصیت ہے حضرت محمد حنفیہؒ کی۔۔

کربلا کے واقعہ کے بعد یزیدیت کی ساری توجہ امام سجادؑ کی طرف تھی کہ اب یہ امام ہے، لیکن محمد حنفیہ نے اعلان کر دیا کہ میں امام ہوں، اب یزید بڑا خوش ہوا کہ خاندان میں ہی پھوٹ پڑ گئی یعنی سجاد کے مقابلے میں مجھے آنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے مقابلے میں تو خود اس کا چچا آ گیا ہے تو ایسے محمد حنفیہ نے یزید کی ساری توجہ اپنی طرف مرکوز کر لی تا کہ امام سجادؑ محفوظ ہو جائیں۔ اور بھرپور انداز میں عزاداری سید الشہدا برپا کریں اور امامت کا کام جاری رکھیں۔

اور تیسری شخصیت جعفرؒ تواب کی ہے جو جھوٹے دعویٰ امامت کی وجہ سے تاریخ میں کذاب مشہور ہوئے۔

تو مومنین و مومنات جب گیارہویں امام کو جو زہر دے کر شہید کیا گیا تو اس سے ایک دن پہلے خلیفہ نے مکمل تسلی کی کہ گیارہویں امام کی کوئی اولاد تو نہیں، گھر میں خواتین بھیجی گئیں کہ یہ دیکھو کہ کہیں گھر میں کوئی اور عورت تو حاملہ نہیں کیونکہ سب نے سن رکھا تھا کہ جب بارہواں آئے گا تو ظالمین کا خاتمہ کرے گا تو دیکھا جائے کسی عورت میں پیدائش کے آثار تو نہیں۔۔اسی وجہ سے دسویں امامؑ نے بی بی نرجس خاتونؑ کو گھر میں رکھا ہی نہیں، انہیں گھر کے بیسمنٹ میں اس طرح رکھا کہ ولادت امام مہدیؑ کے وقت بی بی کو سامنے کے دروازے سے بھی اندر نہ بلایا گیا بلکہ حکیمہ خاتون کے گھر کے اندر ہی اندر سے بلایا گیا اور جیسے ہی آئیں ویسے ہی فوراً بیسمنٹ میں بھیج دیا گیا اور ساری زندگی وہاں رہیں اور وہیں انتقال ہوا۔

تو امام مہدیؑ کو محفوظ رکھنے کے لئے جعفر تواب نے بارہواں امام ہونے کا دعویٰ کیا اور خلیفہ کو یقین دلانے کے لیئے اس سے ملاقاتیں بھی کیں اور اس سے پیسے بھی لیے تاکہ اسے یقین آجائے کہ یہ وہ والا بارہواں تو ہے نہیں جس کے بارے میں رسول کہہ گئے اور خلیفہ کو اس سے کوئی خطرہ ہو۔

یعنی یہ تو خلیفہ سے تعلقات بناتا ہے ہر وقت دربار میں آتا جاتا ہے اور یہ سلسلہ تقریباً دس سال تک چلتا رہا کہ جعفر بارہواں امام ہے، بہت سے شیعہ بھی ان کو امام ماننے لگے کہ دسویں کے بیٹے ہیں گیارویں کے بھائی ہیں۔ اور جعفر تواب نے کہا کہ میرا بڑا بھائی لاولد تھا اور اس کی کوئی اولاد نہیں، ساری اٹینشن اپنی طرف کروالی، دس سال گزر گئے اور خلیفہ بھی مر گیا پھر انہوں نے بتایا کہ اصل امام کون ہے اور یہ میں نے دعویٰ کیوں کیا۔

یہاں یہ بات بھی باور کروانا چاہتا ہوں کہ اس تحریر میں بہت سے موضوعات کو تفصیل کے ساتھ زیر بحث نہیں لا رہا کیونکہ اگر ان پر لکھنا شروع ہوا تو ایک مقالہ کجا پوری کتاب ہی لکھنا پڑ جائے گی ۔۔ جیسے ۔۔

- جناب زید کی تاریخ ولادت وشہادت میں علماء کا اختلاف
- حضرت زید شہید کی والدہ ماجدہ جنابِ حوراء کے رتبہ عالی پر جہلاء کے شکوک
- والی مدینہ ہشام کے دربار اور کوفہ کے احوال
- سیاسی محرکات اسباب وعلل جہادِ زید شہید وغیرہ وغیرہ

پہلے مرحلے میں زیدی سادات کے جد حضرت زید شہیدؒ کا مختصر تعارف ہو جائے:

جناب زید شہید جن کا پورا نام زید بن علیؑ ابن حسینؑ ہے جو مشہور قول کے مطابق سنہ 75 ہجری میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد حضرت امام زین العابدینؑ کی کفالتِ روحانی زہد و تقوی اور علم و معرفت کے ماحول میں پروان چڑھے۔
بعض روایات کے مطابق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی اور آپ کے نام کا انتخاب کیا تھا۔
علامہ باقر مجلسیؒ نے تحریر کیا ہے کہ جناب جابر جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ اسلام سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے جناب امام حسین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ:

اے حسینؑ! تمہاری نسل سے ایک فرزند پیدا ہوں گے جنھیں زید کہا جائے گا، وہ اور اُن کے ساتھی قیامت کے دن لوگوں سے آگے قدم بڑھاتے ہوئے گزریں گے کہ اُن کے چہرے روشن اور نورانی ہوں گے اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

- بحارالانوار، ج 2 ص 192

اس حدیث کو متعدد کتب میں علماء و مورخین نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔
جیسے ابو الفرج اصفہانی نے اس طرح لکھا ہے کہ
حدثني علی بن العباس قال : حدثنی اسماعیل بن اسحاق الراشدی قال : حدثنا محمد بن داود بن عبدالجبار عن ابیه عن جابر عن أبي جعفر قال : قال رسول الله ﷺ للحسین : یخرج رجل من صلبک یقال له زید یتخطی هو و اصحابه یوم القیامة رقاب الناس غرا المحجلین یدخلون الجنة بغیر حساب ۔

ترجمہ: جناب رسالتمآب نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے حسین تمہارے صلب سے ایک فرزند عالم وجود میں آئیگا جس کا نام زید ہو گا، قیامت کے دن وہ اور اس کے اصحاب اُن لوگوں سے آگے آگے چلتے ہوں گے جو خوبصورت سفید گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے۔

اسی مقاتل کے صفحہ ۸۸ میں ابو الجارود کی یہ گواہی بھی موجود ہے کہ:
حدثنا یحیی بن الحسین قال: حدثنا الحسن بن یحیی بن الحسین بن زید قال : حدثنا الحسن بن الحسین عن یحیی بن مساور عن ابی الجارود قال: قدمت المدینة فجعلت کلما سألت عن زید بن علي قیل لي ذاك حلیف القرآن۔

ترجمہ: ابو الجارود کہتا ہے: میں جب مدینہ آیا تو جب بھی میں زید کے بارے پوچھتا تو مجھے کہا جاتا وہ ہے حلیف القرآن (قرآن کا ساتھی)، وہ ہے أسطوانة المسجد (مسجد کا ستون)۔

- مقاتل الطالبين ص: ۸۸

جناب زید شہید نے اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ اپنی مبارک حیات کی 15 بہاریں دیکھیں اور 95ھ-جری میں اپنے بابا کی شہادت کے بعد اپنے بھائی امام باقر علیہ السلام کے زیر سایہ زندگی گزارنے لگے۔

جناب زید مدینہ کے جید علماء اور اکابرین میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے، مختلف علوم وفنون اسلامیہ کے ماہر تھے، قرأت، علوم قرآنیہ، عقائد، مقالات اور علم کلام پہ انہیں مکمل عبور حاصل تھا، امام ابوحنیفہ کے استاد تھے، امام حنیفہ ان کے حلقہ درس میں دو سال رہے، ابو حنیفہ کہتا تھا کہ "میں نے زید بن علی سے زیادہ فقیہ اور فصیح و بلیغ کسی کو نہیں پایا، حقیقت یہ ہے کہ علم میں ان کی کوئی مثال نہیں تھی"۔

تین صفر 121 ھجری وہ دن ہے کہ جس میں امام حسینؑ کے پوتے، امام زین العابدینؑ کے بیٹے، امام محمد باقرؑ کے بھائی اور امام جعفر صادقؑ کے چچا جناب زید کو شہید کیا گیا، کہ جن کا مزار کوفہ سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پہ "الکفل" نامی شہر میں ہے۔

(ان شاء اللہ آخر تحریر میں جناب زید شہید کی انتہائی مظلومانہ شہادت کا احوال بیان کروں گا)

قارئین کرام اس وقت میں عجیب کیفیت میں ہوں کہ کیا کیا لکھوں اور کیا کیا چھوڑ کر آگے بڑھوں کیونکہ اس تحریر کو مقالہ ہی رکھنا ہے نا کہ کتاب۔

تو ذہن کہتا ہے کہ فقط معصومینؑ کے فرامین کو مومنین کے اذہان عالیہ کے سپرد کروں تا کہ وہ زید شہید کو لے کر حق و باطل کا فیصلہ خود کر سکیں۔

زید شہید کے قیام اور ان کے بارے میں سب سے پہلے جناب رسول خدا ﷺ کے کلام مبارک سے یہ حدیث پیش خدمت ہے جسے علامہ مجلسیؒ نے اپنی بحار میں ابن ادریس حلیؒ اور انہوں نے ابن قولویہؒ سے نقل کیا ہے:

وعن حذيفة بن اليمان قال : نظر رسول الله ﷺ إلى زيد بن حارثة فقال : المقتول في الله ، والمصلوب في امتي ، والمظلوم من أهل بيتي سمي هذا ، وأشار بيده إلى زيد بن حارثة فقال : ادن مني يا زيد ، زادك اسمك عندي حبا فأنت سمي الحبيب من أهل بيتي

ترجمہ: حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زید بن حارثہ کو دیکھا تو انکی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: راہ خدا میں شہید ہونے والا، میری امت میں جسے سولی دی جائے گی، میرے اہلبیتؑ میں سے ایک مظلوم شخصیت جو ان کا ہم نام ہو گا، اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا: اے زید (بن حارثہ)! میرے قریب آو، تمہارے نام کے سبب تم سے محبت زیادہ ہو گئی ہے۔ تم میرے اہلبیتؑ میں میرے ایک محبوب کے ہم نام ہو۔

- بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۱۹۲

مومنین بغور دیکھیں کہ جس ہستی کو رسول اللہ ﷺ اس کی پیدائش سے پہلے یاد کر کے اپنے اہل بیتؑ میں شمار کریں، شہادت کی خبر دیں اور اپنا محبوب قرار دیں اس کی شخصیت پر کیسے انگشت بازی کی جاسکتی ہے۔

اب رسول خدا کی اگلی روایت بھی ملاحظہ فرمائیں جسے کتاب روض النضیر میں منہاج سے بحوالہ ابن اطہر اور کتاب جلاء الا لصبار میں حاکم اور امالی سے یحییٰ بن حسین ہارونی کی اسناد سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

الشهيد من ذريتي والقائم بالحق والذي المصلوب بالكناسة كوفه أن إمام المجاهدين وقائد الغر المحجلين يأتي يوم القيامة وأصحابه تتلقاهم الملائكة المقربون فيادونهم ادخلوا الجنة لا خوف عليكم ولا أنتم تحزنون۔

ترجمہ:

میری ذریت میں سے ایک شہید ہے اور حق قائم کرنے والا ہے جس کو کنارہ کوفہ میں سولی دی جائیگی۔ وہ اور اس کے اصحاب جب قیامت کے دن آئیں گے تو ملائکہ مقربین ان سے ملاقات کرینگے اور ان سے کہیں گے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ تمہارے لئے نہ خوف ہے نہ حزن!

- روض النضير، ج ١ ص ٥٨
- مقتل الحسين از خوارزمى، ج ٢ : ١٢

اب جنابِ زید شہید کی ولادت کا احوال بھی ملاحظہ فرمائیں کہ امامِ معصومؑ نے کیا اہتمام فرمایا۔

كنت عند علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب (عليهم السلام) فكان إذا صلّى الفجر ، لم يتكلم حتى تطلع الشمس ، فجاؤوه يوم وُلِدَ فيه زيد ، فبشروه به بعد صلاة الفجر ، قال : فالتفت الى اصحابه وقال : « اي شيء ترون ان اسمي هذا المولود؟) قال : فقال كل رجل منهم : سمه كذا سمه كذا ، قال : فقال : « يا غلام عليَّ بالمصحف » قال : فجاؤوا بالمصحف ، فوضعه على حجره ، قال : ثم فتحه فنظر الى اول حرف في الورقة ، وإذا فيه (وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما) قال : ثم طبقه ، ثم فتحه فنظر فاذا في اول الورقة (ان الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التوراة والانجيل والقرآن ومن اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم) ثم قال : « هو والله زيد هو والله زيد » فسمي زيداً۔

ترجمہ:

ابن ادریس حلی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی سیرت تھی کہ آپ نمازِ صبح کے بعد کسی سے گفتگو نہیں فرماتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا تھا۔ ایک دن آپؑ کو جناب زید کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی تو آپؑ نے اپنے اصحاب سے پوچھا اس بچہ کا کیا نام رکھوں۔ سب نے ایک ایک نام تجویز کیا تو امام سجاد علیہ السلام نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ قرآن کریم لاو، جب قرآن کریم لایا گیا تو آپ نے اپنے دست ہائے مبارک میں قرآن کریم لیا اور کھولا تو آیت آئی ''وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا''

اللہ نے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو درجہ کے اعتبار سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے اور یوں تو اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ مگر اس نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم کے ساتھ فضیلت دی ہے۔

(سورہ نساء، آیت ۹۵)

امام سجادؑ نے قرآن کریم کو بند کر کے دوبارہ کھولا تو آیت آئی۔

’’إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ‘‘

بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں خرید لی ہیں اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے بہشت ہے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پس وہ مارتے بھی ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں (ان سے) یہ وعدہ اس (اللہ تعالیٰ) کے ذمہ ہے تورات، انجیل اور قرآن (سب) میں اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا ہے؟ پس اے مسلمانو! تم اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا ہے خوشیاں مناؤ۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ (سورہ توبہ، آیت 111)

تو آپؑ نے مکرر فرمایا: خدا کی قسم یہ وہی بچہ ہے جس کا نام زید ہے۔

حوالہ جات:

- مستطرفات السرائر ، ابن إدريس الحلي جلد : 1 صفحه : 63
- مستدرك الوسائل، المحدّث النوري جلد : 4 صفحه : 305

مومنین خود فیصلہ کریں کہ جس کی پیدائش کے وقت قرآنِ ناطق کے مبارک ہاتھوں پر قرآن صامت کی یہ عظیم الہی گواہیاں موجود ہوں اور اس پر قرآن ناطق یعنی امامِ سجادؑ قسم کھا کر کہیں کہ یہ زید ہے تو اس شہید کا کیا مقام ہو گا۔

اوپر ابو الفرج اصفہانی کی جو حدیث پیش کی تھی اسے دوبارہ بحار الانوار میں بھی ملاحظہ فرمائیں: عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر ، عن آبائه : قال :قال رسول الله ﷺ للحسين : يا حسين يخرج من صلبك رجل يقال له زيد يتخطى هو وأصحابه يوم القيامة رقاب الناس غرا محجلين يدخلون الجنة بلا حساب۔

ترجمہ: امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت فرمائی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: اے حسینؑ! تمہاری نسل میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام زیدؓ ہو گا۔ وہ اور اسکے اصحاب روز قیامت صراط سے اس طرح گذریں گے کہ انکی پیشانیاں روشن و منور ہوں گی اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

حوالہ جات:

- بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۱۷۰
- نفس المصدر ج ۱ ص ۳۳۰
- عیون أخبار الرضاؑ ج ۱ ص ۲۴۹

سید ابن طاؤسؒ نے مولا علی علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ۔۔

ان مولانا علياء عرف من حضره بما جرى أشار اليه ان أمير المؤمنين ء وقف بالكوفة في الموضع الذي صلب فيه زيد بن علي عليه السلام و بكى حتى اخضلت لحيته و بكى الناس لبكائه فقيل له يا أمير المؤمنين مما بكاؤك فقد أبكيت أصحابك؟فقال: ان رجلا من ولدي يصلب في هذا الموضع لا أرى فيه خشية من رضى أن ينظر الى عورته۔۔۔

ترجمہ: ا

یک مرتبہ امام علیؑ اپنے اصحاب کے ہمراہ کوفہ میں اس مقام پر مقیم ہوئے جہاں حضرت زیدؒ شہید کو سولی دی جانیوالی تھی۔ آپ علیہ السلام ملول ہوئے آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے ،اصحاب نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ان رجل من ولدى يصلب هذا الموضع من رضى ان ينظر الى عورته اليه الله على وجهه في النار یعنی میری اولاد میں سے

ایک مرد کو اس مقام پر سولی دی جائے گی اور جو شخص اس کے جسم کے پوشیدہ حصوں پر نظر ڈالے گا خداوند عالم اس کو منہ کے بل دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

حوالہ:

- الملاحم و الفتن السيد بن طاووس جلد : 1 صفحه : 120

امام محمد باقر علیہ السلام کی رائے بھی جان لیتے ہیں وہ جنابِ زید شہیدؒ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

محمد بن مسعود ، عن أبي عدالله الشاذاني ، عن الفضل ، عن أبيه ، عن أبي يعقوب المقري وكان من كبار الزيدية ، عن عمرو بن خالد وكان من رؤساء الزيدية ، عن أبي الجارود وكان رأس الزيدية قال : كنت عند أبي جعفر جالسا إذ أقبل زيدبن علي فلما نظر إليه أبوجعفر قال : هذا سيد أهل بيتي ، والطالب بأوتارهم

ترجمہ:

عمرو بن خالد نے ابو الجارود سے روایت نقل کی کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ جناب زیدؒ تشریف لائے تو جیسے ہی امام علیہ السلام کی نظر ان پر پڑی فرمایا: ”هذا سيد أهل بيتي، والطالب بأوتارهم“ یہ ہم اہلبیت کی عظیم شخصیت ہیں، یہ دشمن سے انتقام لینے کے لئے قیام کریں گے۔

حوالہ جات:

- رجال كشی، صفحه۱۵۱
- بحارالانوار، جلد۴۶، صفحه۱۹۴

یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔۔

عبد الرحمن بن محمد الازدي، قال: حدثنا (حسين بن محمد بن علي الازدي) قال: أخبرني أبي، عن الوليد بن عبد الرحمن، قال: أخبرني أبو حمزة الثمالي، قال: كنت أزور علي بن الحسين (عليه السلام) في كل سنة مرة في وقت الحج، فأتيته سنة من ذاك وإذا على فخذه صبي، فقعدت إليه وجأ الصبي فوقع على عتبة الباب فانشج، فوثب إليه علي بن الحسين ويقول له: يا بني أعيذك بالله ان تكون المصلوب في الكناسة۔ قلت: بأبي أنت وأمي وأي كناسة ؟۔ قال: كناسة الكوفة۔ قلت: جعلت فداك أو يكون ذلك ؟۔ قال: أي والذي بعث محمدا بالحق ان عشت بعدي لترين هذا الغلام في ناحية من نواحي الكوفة مقتولا مدفونا منبوشا مسلوبا مسحوبا مصلوبا في الكناسة، ثم ينزل ويحرق ويدق ويذرى في البر۔ قلت: جعلت فداك وما اسم هذا الغلام ؟۔ قال: هذا ابني زيد۔ ثم دمعت عيناه

ترجمہ:

سید بن طاووس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''فرحۃ الغری'' میں ثمالی سے روایت نقل فرمائی کہ میں ہر سال ایام حج میں امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، ایک سال جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آغوش میں ایک بچہ ہے، اسی وقت دروازے سے ایک دوسرا بچہ حجرہ میں داخل ہوا اور زمین پر گرا اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔ امام سجاد علیہ السلام فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور کرتے کے دامن سے اس کے خون کو صاف کرنے لگے اور فرمایا: نور نظر! تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں تجھے کناسہ میں سولی دی جائے گی۔ عرض کیا: آپؑ پر میرے ماں باپ قربان، یہ کناسہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: کناسہ کوفہ میں ہے، عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان کیا ایسا حادثہ ہو گا؟ فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث کیا ہے اگر میرے بعد تم زندہ رہو گے تو دیکھو گے کہ میرا یہ فرزند کوفہ کے نزدیک قتل کیا جائے گا، دفن کے بعد اسکی قبر کھول کر جنازہ کو باہر نکال کر گلیوں میں پھرایا جائے گا اور سولی دی جائے گی، سولی سے اتار کر

جنازہ کو جلا کر راکھ کو صحرا میں اڑا دیا جائے گا۔ عرض کیا کہ اس بچہ کا نام کیا ہے؟ فرمایا یہ میرا بیٹا زید ہے۔ پھر آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

حوالہ:

- فرحة الغرى ابن طاووس، السيد عبدالكريم جلد : 1 صفحه : 139

اب امام جعفر صادق علیہ السلام کی بھی جناب زید شہیدؒ کے بارے میں گواہی ملاحظہ فرمائیں:

رجال الكشي نصر بن الصباح عن إسحاق بن محمد البصري عن علي بن إسماعيل عن فضيل الرسان قال : دخلت على أبي عبد الله بعد ما قتل زيد بن علي فأدخلت بيتا جوف بيت فقال لي يا فضيل قتل عمي زيد قلت جعلت فداك قال رحمه الله أما إنه كان مؤمنا وكان عارفا وكان عالما وكان صدوقا۔۔۔

ترجمہ:

فضیل کہتے ہیں میں زید بن علیؒ کے قتل کے بعد جب امام جعفر صادقؑ کے گھر گیا اور جب میں گھر میں داخل ہوا تو آپؑ نے کہا میرے چچا زید کو قتل کر دیا گیا؟ میں نے کہا ہاں میں آپ پر قربان ہو جاؤں تو آپؑ نے فرمایا: اللہ کی ان پر رحمت ہو وہ مومن تھے، وہ عارف تھے، وہ عالم تھے، اور وہ سچے تھے۔

حوالہ:

- بحار الأنوار العلامة المجلسي جلد : 4 صفحه : 325
- رجال الكشي ص 184

یہ روایت بھی ملاحظہ ہو۔۔

فدخلنا علي الصادق عليه السلام فدفعنا إليه الكتابة فقرأه وبكى ثم قال: انا لله وانا إليه راجعون عند الله احتسب عمى انه كان نعم العم ان عمى كان رجلا لدنيانا وآخرتنا مضى والله عمى شهيدا كشهداء استشهدوا مع رسول الله ﷺ وعلى والحسن والحسين صلوات الله عليهم۔

ترجمہ:

جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو جناب زیدؒ کی شہادت کی خبر ملی تو زبان پر کلمہ استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون جاری کیا اور فرمایا: میں اپنے چچا کی مصیبت پر اللہ سے اجر کا طالب ہوں۔ وہ میرے بہترین چچا تھے۔ بے شک وہ دنیا و آخرت میں میرے ساتھی تھے۔ میرے چچا نے اسی طرح شہادت پای جیسے اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی رکاب میں شہداء نے شہادت پائی۔

حوالہ:

- عيون أخبار الرضاء- الشيخ الصدوق - ج ٢ - الصفحة ٢٢٨

قارئین کرام اگر ہر روایت کا عربی متن بھی ساتھ پیش کرتا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ فیس بک پر پوسٹ کرنے میں مسائل پیدا نہ ہو جائیں تو اب فقط ترجمہ اور حوالہ جات پر اکتفاء کروں گا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے جناب زید شہیدؒ کے سلسلہ میں فرمایا:

خدا کی قسم! زید بن علیؑ ان لوگوں میں سے تھے جنکے سلسلہ میں یہ آیت ہے "وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ" (سورہ حج، آیت ۷۸) اور اللہ کے بارے میں اس طرح جہاد کرو جو جہاد کرنے کا حق ہے کہ اس نے تمہیں منتخب کیا ہے۔

- عیون اخبارالرضا، جلد ۱، صفحہ ۲۴۸

عیون اخبار کی یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔۔

ابن ابی عبدون نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مامون کے دربار میں لائے گئے جبکہ انہوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا اور بنی عباس کے گھروں کو آگ لگائی تھی، مامون نے انکے اس جرم کو اُنکے بھائی امام علی رضا علیہ السلام سے بیان کیا اور کہا کہ اے ابو الحسن ! اگر آپکے بھائی نے خروج کیا ہے اور جو انھیں کرنا تھا وہ سب کچھ کر بیٹھے ہیں تو ان سے پہلے زید بن علی بن الحسین نے بھی خروج کیا تھا اور وہ قتل کر دیئے گئے تھے اسلئے اگر آپ کا احترام میری نگاہوں میں نہ ہوتا تو میں بھی انہیں قتل کر دیتا ،جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

امام علی رضاؑ نے جواب دیا کہ اے امیر۔۔ میرے بھائی کو جناب زید شہید بن علی بن حسین پر قیاس نہ کر اور انہیں اُن کے برابر نہ سمجھ۔ جناب زید بن علی تو آل محمد علیہم السلام کے علماء میں سے تھے اور خدا کی خوشنودی کے لئے اُٹھے تھے اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کیا اور اُسی کی راہ میں قتل ہوئے۔ میرے پدر بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد نامدار حضرت امام جعفر صادق کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ خداوند عالم میرے چچا جناب زید پر رحمت نازل فرمائے۔ انہوں نے تو آل محمد علیہم السلام کی رضاو خشنودی کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی اگر وہ باطل کے خلاف جہاد کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اپنی دعوت الی الحق کو پورا کر لیتے، انہوں نے اپنے خروج کے بارے میں مجھ سے مشورہ لیا تھا تو میں نے اُن سے یہی کہا کہ ہم محترم اگر آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ قتل ہو جائیں اور کناسہ میں سولی پر لٹکائے جائیں تو آپ اس میں مختار ہیں جو چاہیں کریں۔

جب جناب زید نے اپنے مقصد کے لئے قدم اُٹھالیا تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا تھا کہ ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہو جنہوں نے ان کی پکار کو سُنا اور پھر بھی ان کی مدد نہ کی۔ یہ سن کر

مامون نے کہا کہ کیا یہ سب کچھ درست نہیں کہ جو بغیر استحقاق دعوی امامت کر بیٹھے اور اُسے سزا نہ ملے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ جناب زید بن علی بن حسین نے کبھی اُس امامت کا دعوی نہیں کیا جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ وہ تو خدا سے اس بارے میں ڈرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا دعویٰ کریں جس کے وہ حقدار نہیں۔ انہوں نے تو لوگوں سے یہ کہا تھا کہ میں تو تمھیں رضاء آل محمد علیہم السلام کی طرف بلا رہا ہوں۔ خدا کی طرف سے سزا کا مستحق تو وہ شخص ہے جو یہ دعوی کر گزرے کہ خدا نے اس کے بارے میں نص کر دی ہے اور پھر وہ دین الہی کے علاوہ کسی دوسرے دین کی طرف بلائے اور بغیر تحقیق کے اسکی راہ سے لوگوں کو ہٹا دے۔ خدا کی قسم جناب زید تو ان لوگوں میں سے تھے جنکے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے: وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ ''(سورہ حج، آیت ۷۸) اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے وہ تو تمھیں اس کیلئے منتخب کر چکا ہے۔

اسی طرح ابو ہاشم جعفری نے کہا کہ جب میں نے امام علی الرضاؑ سے پھانسی پائے ہوئے (مصلوب) شخص کے بارے میں سوال کیا کہ اسکی کیا حیثیت ہوتی ہے اور کیا اس کیلئے رحمت کی دعا کی جا سکتی ہے؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے جد بزرگوار (امام جعفر صادقؑ) نے اپنے چاچا جناب زید پر صلوات بھیجی اور طلب رحمت کی دعا فرمائی ہے۔

حوالہ جات:

- بحارالانوار ، ج 6، ص 19
- عیون اخبارالرضا، جلد۱ ، صفحه۲۴۸

امید کرتا ہوں کہ حسن اللہیاری سمیت دیگر برادران یہاں تک پیش کی گئی احادیث و روایات سے مان چکے ہونگے کہ جو بھی امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اس نے حکمِ خدا پر اپنی مرضی و حرص کو فوقیت دی اور ایسا کرنے والے کے لیے قطعاً امامِ معصومؑ صلوات اور دعائے رحمت کے ساتھ اس کے صدیق ہونے پر گواہی نہیں دے سکتے اور نہ ہی اس کے لیے گریہ و حزن کا اظہار فرماتے۔ تو یہ ثابت ہو چکا کہ جناب زید شہیدؒ پر دعویٰ امامت سراسر بہتان ہے اور خاندانِ اہل بیتؑ کے عظیم مرتبے پر حملہ ہے۔

اگر پھر بھی کوئی شک باقی ہے تو یہ احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

حدّثنا أبو الحسن محمّد بن جعفر بن محمّد التميمي المعروف بابن النجّار النحوي الكوفي، عن محمّد بن القاسم بن زكريّا المحاربي، قال: حدّثني هشام بن يونس، قال: حدّثني القاسم بن خليفة، عن يحيى ابن زيد، قال: سألت أبي(عليه السلام) عن الأئمّة، فقال: الأئمّة اثنا عشر، أربعة من الماضين وثمانية من الباقين، قلت: فسمّهم يا أبه، فقال: أمّا الماضين فعلي بن أبي طالب والحسن والحسين وعلي بن الحسين، ومن الباقين أخي الباقر، وجعفر الصادق ابنه، وبعده موسى ابنه، وبعده علي ابنه، وبعده محمّد ابنه، وبعده علي ابنه وبعده الحسن ابنه، وبعده المهدي، فقلت يا أبه، ألست منهم ؟

قال: لا، ولكنّي من العترة۔

قلت: فمن أين عرفت أساميهم؟ قال: عهد معهود عهده إلينا رسول الله(صلى الله عليه وآله وسلم)

ترجمہ:

قاسم بن خلیفہ سے روایت ہے کہ جناب یحییٰ بن زیدؒ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد جناب زید سے اماموں کے سلسلہ میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: امام بارہ ہیں، جن میں سے چار گذر گئے اور آٹھ باقی ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ باباجان ان کے نام کیا ہیں ؟ فرمایا: جو چار امام گذر گئے ان میں پہلے امام علی بن ابی طالب علیہ السلام، دوسرے امام حسن بن علی علیہ السلام، تیسرے امام حسین بن علی علیہ السلام اور چوتھے امام علی بن الحسین علیہ السلام ہیں۔ اور آٹھ امام جو باقی ہیں ان میں میرے بھائی امام محمد باقر علیہ السلام ہیں، ان کے بعد ان کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں، ان کے بعد ان کے فرزند امام موسیٰ (کاظم) علیہ السلام ہیں، ان کے بعد ان کے فرزند امام علی (رضا) علیہ السلام ہیں، ان کے بعد ان کے فرزند امام محمد (تقی) علیہ السلام ہیں، ان کے بعد ان کے فرزند امام علی (نقی) علیہ السلام ہیں، ان کے بعد ان کے فرزند امام حسن (عسکری) علیہ السلام، ان کے بعد محمد (امام مہدی) عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ کیا آپ ان میں سے نہیں ہیں ؟

فرمایا: نہیں میں ان اماموں میں سے نہیں ہوں لیکن میں عترت رسولؐ میں شامل ہوں۔

عرض کیا کہ آپ کو ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے اسماء کا علم کیسے ہوا؟ فرمایا: یہ وہ عہد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے لیا ہے۔

حوالہ:

- بحار الأنوار، ج ٤٦ ،ص ١٩٨

اگر اب بھی کسی کو یہ باطل گمان ہے کہ جناب زید شہیدؒ امامت الٰہیہ کے معصوم آئمہ علیہم السلام سے متنفر تھے تو اب یہ دو احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام کی تصدیق بھی۔۔

حدّثنا أبو علي أحمد بن سليمان، قال: حدّثني أبو علي بن همام، قال: حدّثنا الحسن بن محمّد بن جمهور، عن أبيه محمّد ابن جمهور، عن حمّاد بن عيسى، عن محمّد بن مسلم، قال: دخلت على زيد بن علي(عليه السلام) فقلت: إنّ قوماً يزعمون أنّك صاحب هذا الأمر۔

قال: لا، ولكنّي من العترة۔
قلت: فمن يلي هذا الأمر بعدكم؟
قال: ستّة من الخلفاء والمهدي منهم۔
قال ابن أسلم: ثمّ دخلت على الباقر(عليه السلام) فأخبرته بذلك فقال: "صدق أخي زيد، سيلي هذا الأمر بعدي سبعة من الأوصياء والمهديّ منهم"

ترجمہ:

محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں جناب زیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ولی امر (امام) ہیں؟

فرمایا: میں ولی امر نہیں ہوں بلکہ عترت رسول میں شامل ہوں۔ پوچھا آپ کی ہدایت و رہنمائی کون کرتا ہے؟ فرمایا: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے) خلفاء و جانشینوں میں سے سات افراد، جنمیں مہدی (علیہ السلام) بھی ہیں۔

جناب محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمات میں حاضر ہوا اور پورے ماجرے سے باخبر کیا تو امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: میرے بھائی زیدؒ نے صحیح کہا۔ میرے بعد سات افراد اولیاء امر ہوں گے۔ (امام) مہدی (علیہ السلام) بھی انہیں میں سے ہوں گے۔

حوالہ جات:

- كفاية الأثر : ٣٠٩ . ٣١٠
- بحار الأنوار ٤٦ : ٢٠٠

اب یہ آخری حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں

نص علي بن الحسين بن محمد ، عن هارون بن موسى ، عن محمد بن مخزوم مولى بني هاشم ، قال أبومحمد : وحدثنا عمر بن الفضل المطيري عن محمد بن الحسن الفرغاني ، عن عبدالله بن محمد البلوي ، قال أبومحمد : وحدثنا عبيدالله بن الفضل الطائي عن عبدالله بن محمد

البلوي ، عن إبراهيم بن عبدالله بن العلا ، عن محمد بن بكير قال :
دخلت على زيد بن علي وعنده صالح بن بشر فسلمت عليه ، وهو يريد الخروج إلى العراق ، فقلت له : يا ابن رسول الله حدثني بشئ سمعته عن أبيك فقال : نعم
حدثني أبي عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله : من أنعم الله عليه بنعمة فليحمدالله ، ومن استبطأ الرزق فليستغفر الله ، ومن أحزنه أمر فليقل : لا حول ولا قوة إلا بالله۔
فقلت : زدني يا ابن رسول الله ، قال : نعم حدثني أبي عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله : أربعة أنا لهم الشفيع يوم القيامة ، المكرم لذريتي ، والقاضي لهم حوائجهم ، والساعي لهم في امورهم عند اضطرارهم إليه ، والمحب لهم بقلبه ولسانه۔
قال : فقلت : زدني يا ابن رسول الله من فضل ما أنعم الله عزوجل عليكم قال : نعم حدثني أبي عن أبيه ، عن جده قال : قال رسول الله : من أحبنا أهل البيت في الله حشر معنا ، وأدخلناه معنا الجنة ، يا ابن بكير من تمسك بنا فهو معنا في الدرجات العلى ، يا ابن بكی إن الله تبارك وتعالى اصطفى محمدا و اختارنا له ذرية فلو لانا لم يخلق الله تعالى الدنيا والآخرة ، يا ابن بكير بنا عرف الله ، وبنا عبدالله ، ونحن السبيل إلى الله ، ومنا المصطفى والمرتضى ، ومنا يكون المهدي قائم هذه الامة۔
قلت : يا بن رسول الله هل عهد إليكم رسول الله متى يقوم قائمكم؟ قال : يا ابن بكير إنك لن تلحقه ، وإن هذا الامر تليه ستة من الاوصياء بعد هذا ثم يجعل الله خروج قائمنا ، فيملاها قسطا وعدلا ، كما ملئت جورا وظلما ، فقلت : يا ابن رسول الله ألست صاحب هذا الامر؟ فقال : أنا من العترة ، فعدت فعاد إلي فقلت : هذا الذي تقول ، عنك أو عن رسول الله ؟
فقال : لو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير ، لا ولكن عهد عهده إلينا رسول الله ، ثم أنشأ يقول :
نحن سادات قريش وقوام الحق فينا
نحن الانوار التي من قبل كون الخلق كنا
نحن منا المصطفى المختار والمهدي منا
فبنا قد عرف الله وبالحق أقمنا
سوف يصلاه سعير من تولى اليوم عنا

ترجمہ:

۔۔۔اے ابن بکیر! جو بھی ہم سے متمسک ہو اوہ میرے ساتھ اعلیٰ درجات میں ہو گا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو منتخب کیا اور ہمیں ان کی نسل میں قرار دیا۔ اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ دنیا و آخرت کو خلق نہ کرتا۔ اے ابن بکیر! اللہ کی ہمارے ذریعہ معرفت حاصل کی گئی اور اسکی عبادت کی گئی۔ ہم ہی ہیں جو اللہ کی راہ پر گامزن ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم میں سے ہیں، امیر المومنین امام علی علیہ السلام ہم میں سے ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام ہم میں سے ہیں جو اس امت کے قائم ہیں۔

عرض کیا اے فرزند رسولؐ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کو نہیں بتایا کہ حضرت قائمؑ کب قیام کریں گے؟ فرمایا: اے ابن بکیر! تم ان کا ادراک نہیں کر پاؤ گے۔ لیکن جان لو کہ ان (امام جعفر صادق علیہ السلام) کے بعد چھ امام اس امت کے سرپرست ہوں گے۔ پھر ہمارے قائمؑ کا قیام ہو گا جو دنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی۔ عرض کیا کہ فرزند رسولؐ! کیا آپ ولی امر (امام) نہیں ہیں؟ فرمایا: میں عترت رسولؐ میں ہوں۔ میں نے دوبارہ پوچھا تو یہی جواب دیا۔ عرض کیا کہ آپ جو فرما رہے ہیں یہ اپنی جانب سے کہہ رہے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جانب سے؟ فرمایا: ''ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت لنفسی'' اگر مجھے علم غیب ہوتا تو اس سے زیادہ اپنے لئے طلب کرتا۔ لیکن یہ وہ عہد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہم سے لیا ہے۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

’’نحن سادات قریش و قوام الحق فینا‘‘ ہم سادات قریش ہیں اور حق کا قیام ہم سے ہے۔ ہم وہ نور ہیں جو مخلوقات کی خلقت سے پہلے موجود تھے۔ پس اللہ ہماری وجہ سے پہچانا گیا اور ہم حق کو قائم کئے ہیں۔ جو بھی ہم سے روگردانی کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حوالہ:

- بحار الأنوار - ط مؤسسةالوفاء العلامة المجلسي جلد : 46 صفحه : 202
- كفاية الاثر للخزاز ص ٣٢٦

کون ہے جو یہ کہے کہ معاذاللہ جنابِ زید بن علیؑ نے امامت کا دعویٰ کیا؟ ہے کوئی جواب؟

اب وہ احادیث بھی ملاحظہ فرمالیں جس سے یہ قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ جنابِ زید شہیدؒ کو نا صرف امام جعفر صادقؑ کی تائید حاصل تھی بلکہ قیامِ زید میں شامل ہونے والوں کی امامؑ نے تعریف و تمجید بھی فرمائی اور جو شامل نہ ہوئے ان پر نفرین بھی کی۔۔ ملاحظہ فرمائیں۔۔

عن ابن الوليد،عن الصفّار،عن البرقي،عن أبيه،عن ابن شمّون،عن عبد اللّه بن سنان،عن الفضيل،قال:انتهيت إلى زيد بن علي(عليهما السلام)صبيحة خرج بالكوفة، فسمعته يقول:من يعينني[منكم على قتال أنباط أهل الشام،فو الذي بعث محمّدا صلّى اللّه عليه و آله و سلّم بالحقّ بشيرا،لا يعينني منكم على قتالهم أحد إلاّ أخذت بيده يوم القيامة فأدخلته الجنة بإذن اللّه

فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ جس دن حضرت زیدؒ نے قیام کیا اس دن صبح میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ فرما رہے تھے انباط (شمالی عرب) اہل شام سے جنگ کرنے میں کون میری مدد کرے گا؟ اس خدا کی قسم جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا ہے تم میں سے جو بھی جنگ میں ان (چچا زیدؒ) کی مدد کرے گا تو قیامت کے دن میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اذن خدا سے جنت میں داخل کروں گا۔

حوالہ جات:

- عيون أخبار الرضا عليه السلام 252/1
- أمالي الشيخ الصدوق رحمه الله:349

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

میرے چچا زیدؑ نے کوفہ جانے سے پہلے مجھ سے مشورہ کیا تو میں نے ان سے کہا: چچا! اگر آپ کناسہ میں قتل ہونے کے بعد پھانسی پر لٹکنا چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ جب وہ امام صادق علیہ السلام کے بیت الشرف سے نکلے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: افسوس ہے اس شخص پر جو ان کی آواز سنے اور ساتھ نہ دے۔

-۔ وَ لَقَدِ اسْتَشَارَنِي فِي خُرُوجِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَا عَمِّ إِنْ رَضِيتَ أَنْ تَكُونَ الْمَقْتُولَ الْمَصْلُوبَ بِالْكُنَاسَةِ فَشَأْنَكَ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَيْلٌ لِمَنْ سَمِعَ وَاعِيَتَهُ

حوالہ:

- عيون أخبار الرضاؑ الشيخ الصدوق جلد : 1 صفحه : 249

یہاں جان بوجھ کر شیعہ محدثین کی دفاع جناب زید میں پیش کی گئی آراء شامل نہیں کر رہا کیونکہ تحریر اب تحریر سے بڑھ کر کتابی شکل لینے لگی ہے تو فقط چند قدیم علماء کی لکھی ان

کتابوں کی معرفی کروادوں جو انہوں نے جناب زید شہید کے دفاع میں لکھی ہیں پھر اس کے بعد جناب زید شہید کے شدید ترین مصائب اور شہادت کا بیان کر کے تحریر کا اختتام کرتا ہوں۔۔

1 - إبراهيم بن سعيد بن هلال الثقفي المتوفى 283، له كتاب أخبار زيد
2 - محمد بن زكريا مولى بني غلاب المتوفى 298، له كتاب أخبار زيد
3 - الحافظ أحمد بن عقدة المتوفى 333، له كتاب من روى أخبار زيد ومسنده
4 - عبد العزيز بن يحيى الجلودي المتوفى 368، له كتاب أخبار زيد
5 - محمد بن عبد الله الشيباني المتوفى 372، له كتاب فضايل زيد
6 - الشيخ الصدوق أبو جعفر القمي المتوفى 381، له كتاب في أخباره
7 - ميرزا محمد الاسترابادي صاحب الرجال الكبير
8 - السيد عبد الرزاق المقرم

خاندانِ رسالت کے عزادارو آوٴاب سید سجادؑ کے مظلوم بیٹے زید شہید کے مصائب سنو۔۔

مسعودی کا بیان ہے کہ پورے دن جہاد کے بعد جب شب کو زید زخموں سے چور پلٹے تو ان کی پیشانی میں ایک تیر پیوست تھا۔ بہت تلاش کے بعد کسی گاوٴں سے ایک حجام لایا گیا۔ جنابِ زید کے ساتھیوں نے اُس سے جگہ کو راز رکھنے کا عہد لیا، اس نے تیر نکالا اور اور ادھر زید شہید کی روح بھی نکل گئی۔ ایک راج بہے میں ان کو دفن کر کے اس پر مٹی اور بانس وغیرہ ڈال کر قبر کو پانی میں غرق کر دیا تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ اُس حجام نے جو اُن کے دفن میں موجود تھا اور جس نے اس مقام کو اچھی طرح دھیان میں رکھا تھا صبح ہوتے ہی خود جا کر حاکم کو سارے واقعہ کی اطلاع کی اور ان کی قبر بتادی۔ حاکم نے زید کی لاش نکلوائی اور سر کاٹ کر ہشام بن عبد الملک کے پاس بھیج دیا۔ ہشام نے حاکم (یوسف) کو حکم دیا کہ

زید کے جسد کو عریاں کر کے سُولی پر لٹکا دیا جائے۔ یوسف نے حسب حکم بجا آوری کی۔ اس کے متعلق بنی امیہ کے کسی شاعر نے آل ابی طالب اور اُن کے شیعوں کو خطاب کر کے ایک طویل قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے کہ:

صلبنا لكم زيدا على جذع نخلة
ولم أر مهد يا على الجذع يُصلب

ترجمہ: ہم نے کھجور کے تنے پر تمہاری عبرت کے لئے زید کو سولی پر لٹکا دیا اور میں نے کبھی کسی مہدی کو اس طرح درخت کے تنے پر سُولی دیا جاتا ہوا نہیں، دیکھا۔

المختصر کہ اس سولی کے نیچے (جس پر زید شہید کے جسد کو آویزاں کیا گیا تھا) حکومت نے اور ستون کھڑے کرا دیئے تھے، اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد ہشام نے یوسف کو حکم دیا کہ زید کے لاشہ کو جلا کر اس کی خاک ہوا میں اڑا دی جائے۔۔

۔اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جب زید شہید کا برہنہ جسم دار پر چڑھایا گیا تو مکڑی نے جالا لگا کر اُن کی شرمگاہ کو چھپا دیا۔!

ایک اور روایت یہ ہے کہ ہشام نے حضرت زید شہید کا سر دمشق کے دروازہ پر نصب کرا دیا اور پھر اس سر کو مدینہ بھیجوا دیا۔ ہشام کے مرنے تک حضرت زید شہید کی لاش کناسہ میں سولی پر لٹکی رہی اور اُس کے مرنے کے بعد ولید نے اُسے اتروا کر جلوا دیا۔
واغربتا۔۔ وامصیبتا۔۔

شیخ صدوق وطوسی نے اپنی امالی میں اور علامہ مجلسی نے اپنی بحار میں صادقِ آل محمدؑ کی زبانی جنابِ زید شہید کے مصائب اس طرح نقل کیے۔۔

امام صادق علیہ السلام نے حمزہ بن حمران سے فرمایا: زید کی پیشانی مبارک سے تیر نکلنے کے بعد ان کے جسم سے روح نکل گئی۔ چنانچہ ان کے جنازے کو ایک چھوٹی نہر کے پاس لائے جو ایک باغ کے کنارے سے نکلی تھی، وہاں قبر کھودی اور ان کے جنازے کو دفن کر کے پانی کو اس پر جاری کر دیا گیا (تاکہ دشمنوں کو ان کی قبر کا پتہ نہ چلے اور وہ قبر کی بے حرمتی نہ کر سکیں۔) لیکن جب جناب زیدؒ کو وہاں دفن کر رہے تھے تو ان کے ساتھ ایک سندی غلام تھا ۔وہ سندی غلام یوسف بن عمر کے پاس گیا اور اس کو جناب زیدؒ کی قبر کا پتہ بتا دیا۔یوسف بن عمر جناب زیدؒ کی قبر مبارک کے پاس آیا اور اس نے قبر کھلوا کر جنازہ کو باہر نکلوا کر سولی پر لٹکوا دیا جو چار سال تک سولی پر لٹکا رہا۔ خدا جناب زید کے قاتل اور انکی توہین کرنے والے پر ل،ع۔نت کرے۔

حوالہ جات: امالی صدوق، صفحہ ۳۵۱؛ امالی طوسیؒ، صفحہ ۶۵۴؛ بحارالانوار، جلد ۴۶، صفحہ ۱۷۳

ایک روایت اس طرح ہے۔۔

حمزہ بن حمران کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا کوفہ سے آرہا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ امامؑ نے اس قدر گریہ کیا کہ آپؑ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ عرض کیا فرزند رسولؐ! کیوں اس قدر گریہ فرما رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے میرے چچا زید یاد آگئے اور ان پر پڑنے والے مصائب

یاد آ گئے۔ میں بھی گریہ کنا تھا۔ حالت گریہ میں پوچھا مولا! آپؑ کو کیا چیز یاد آئی؟ فرمایا: انکی شہادت یاد آ گئی کہ ایک تیر انکی پیشانی پر لگا تھا انکے بیٹے نے خود کو باپ پر گرا دیا اور کہا بابا جان! آپ کو بشارت ہو کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین امام علی، حضرت فاطمہ زہرا، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی خدمت میں پہنچیں گے۔ جناب زیدؒ نے فرمایا، میرے بیٹے تم نے سچ کہا ایسا ہی ہو گا۔ اس کے بعد جب تیر کو پیشانی سے نکالا گیا تو آپ کی روح نکل گئی اور آپ شہید ہو گئے۔

حوالہ:

- امالی صدوق، صفحہ ۳۵۱

امالی شیخ طوسی کے مطابق مھزم بن ابی بردہ اسدی کا بیان ہے کہ جناب زیدؒ کو سولی دیئے ہوئے چند دن گذرے تھے کہ میں مدینہ منورہ پہنچا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جیسے ہی امامؑ کی نگاہ مجھ پر پڑی فرمایا: ائے مھزم! میرے چچا زید کا کیا ہوا؟ عرض کیا کہ انہیں سولی دے دی گئی۔ پوچھا سولی کہاں دی گئی؟ عرض کیا کہ کناسہ بنی اسد میں۔ امام صادق علیہ السلام نے پوچھا: تم نے کناسہ بنی اسد میں انہیں سولی پر دیکھا ہے؟ عرض کیا ہاں۔ یہ سننا تھا کہ امام عالی مقام نے گریہ کیا اور خواتین نے بھی گھر کے اندر گریہ کیا کہ پشت پردہ سے آواز گریہ بلند تھی۔ اس وقت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ابھی دشمنوں کی ایک خواہش باقی ہے۔ یہ سن کر میں سوچنے لگا قتل اور سولی کے بعد کیا خواہش باقی رہ سکتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کو خدا حافظ کہا اور جب کناسہ کوفہ پہنچا تو دیکھا کہ لوگوں کی بھیڑ ہے۔ نزدیک گیا کہ دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے؟ نزدیک پہنچا تو کیا دیکھا

کہ لوگ جناب زیدؒ کے جنازہ کو سولی سے اتار کر جلانا چاہتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہی خواہش باقی ہے جسے امامؑ نے فرمایا تھا۔

حوالہ:

- امالی شیخ طوسی، صفحہ ۹۴۵

جناب زید شہید کے جسد کو جلا کر راکھ کرنے پر ان ہی کے ایک شہید بیٹے سید سبط جعفر زیدی نے یہ اشعار کہے۔۔

حسینیت کی بقا تھے جناب زید شہید
یزیدیت کی فنا تھے جناب زید شہید
جلا کے راکھ بنایا پر روشنی نہ گئی
چراغ حق کی ضیاء تھے جناب زید شہید

والسلام، احقر

سید ابو عبد اللہ زیدی

امام علیؑ کا خلیفہ بلا فصل ہونا قرآن و سنت سے!

ایک مومن کے سوال پر مختصر جواب

سلام، بالکل ثابت کئے دیتے ہیں، تو شروع آیت ولایت سے کرتے ہیں۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَ كِعُونَ

المائدة : 55

ایمان والو بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اہل سنت کے بزرگ آئمہ نے مجاہد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، نَزَلَتْ فِي عَلي بن أبي طالب تَصَدَّقَ وَهُوَ راكِعٌ۔

جس وقت علی ابن ابی طالب حالت رکوع میں تھے اور آپ نے حالت رکوع میں صدقہ دیا تو یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

- تفسیر طبری، ج 6 ص 390

اسی طرح ابن ابی حاتم و عتبہ بن ابی حکیم نے اسی مطالب کو نقل کیا ہے۔

- تفسير ابن أبي حاتم ج 4 ص1162

شیعوں کے بغض میں نمایاں اہل سنت امام ابن تیمیہ بھی ان دونوں تفاسیر کے بارے میں کہتا ہے :

تفاسيرهم متضمّنة للمنقولات التي يعتمد عليها في

تفسیر طبری اور ابن ابی حاتم کی تفاسیر ایسی تفاسیر میں سے ہیں جن میں ایسی احادیث اور باتیں موجود ہیں جن پر قرآن کی تفسیر کے لئے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

آلوسی سلفی بھی لکھتا ہے:

وغالب الأخباريّين على أنّ هذه الآية نزلت في علي

اکثر اخباریوں کا یہ نظریہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے نازل ہوئی ہے۔

- تفسير روح المعاني ج6ص167

اسی طرح آلوسی کہتا ہے۔۔

والآية عند معظم المحدثين نزلت في علي

اکثر محدثین کا یہ نظریہ ہے کہ آیت، علی ابن ابی طالبؑ کے بارے نازل ہوئی ہے۔

- تفسير روح المعاني ج6ص186

تو آیت ولایت سے ثابت ہوا کہ نبی کریم کے فوراً بعد جس کی ولایت ہے وہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام ہیں۔

اب آیت ابلاغ کی جانب بڑھتے ہیں۔۔

سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

المائدة: 67

اے رسول! آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا۔

اہل سنت کے بڑے عالم امام ابن ابی حاتم نے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے :

نزلت هذه الآية ۔ ۔ ۔ في علي بن أبي طالب

یہ آیت ابلاغ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

- تفسير ابن أبي حاتم ج 4 ص1172

آلوسی جو کہ اہل سنت کا ایک اور بڑا عالم ہے وہ عبد اللہ ابن مسعود کی یہ روایت نقل کرتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس آیت کی اس طرح سے تلاوت کرتے تھے:

بَلِّغْ مَا اُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ إنّ علياً وليُّ المؤمنين وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

یہ جو چیز آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے "علی مومنوں کے ولی ہیں" اس کو لوگوں تک پہنچائے اگر ایسا نہیں کیا تو گویا آپ نے رسالت کے کام کو نہیں پہنچایا۔

- تفسیر روح المعاني ج6 ص193

اسی طرح دیگر آئمہ اہل سنت جن میں سیوطی، شوکانی، محمد رشید رضا وغیرہ نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

- الدر المنثور ج 2، ص 298
- فتح القدير ج 2، ص 60
- والمنار: ج 6، ص 463

اب آیت اکمال الدین سے آخری قرآنی استدلال۔۔

مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے:

أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً

المائدة: 3

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے۔

خطیب بغدادی کہ جسے اہل سنت محدثین نے حافظ المشرق اور خطیب کے نام سے بھی پکارا ہے۔ امام ابن الاثیر نے خطیب بغدادی کو اِمامُ الدنیا فی زَمانہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

اور امام ذہبی نے خطیب بغدادی کو اِن القابات سے یاد فرمایا ہے:

الاِمام الاَوْحَد، العَلاَّمة المفتی، الحَافظ الناقد، محدث الوقت۔

اسی خطیب بغدادی نے ابو ھریرہ سے نقل کیا ہے کہ

غدیر خم کے دن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے علی ابن ابی طالبؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا :

أَلَسْتُ وَلِيَّ المُؤْمِنِين؟

کیا میں مومنوں کے ولی اور ان کا سرپرست نہیں ہوں ؟

سب نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ !

اس وقت آپ نے فرمایا:

مَنْ كُنْتَ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں۔ اس کے بعد عمر بن خطاب نے کہا: اے ابو طالب کے بیٹے مبارک ہو، آپ میرے اور سارے مسلمانوں کے ولی بن گئے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی "آج آپ کے دین کو ہم نے کامل کیا" (اس روایت کی سند معتبر ہے)

- تاریخ بغداد ج8 ص284

امام ابن کثیر کی نقل کردہ روایت کے مطابق عمر بن خطاب نے کہا :

أَصْبَحْتَ الْيَومَ وَلِيَّ كُلِّ مُؤْمِنٍ

یا علیؑ! آج کے بعد آپ تمام مومنوں کے ولی بن گئے۔

- البداية والنهاية ج 7 ص350

اب کچھ اہل سنت احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔۔

اہل سنت کا وہابی عالم امام البانی لکھتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علیؑ سے فرمایا:

لَا يَنْبَغِي اَنْ اَذْهَبَ اِلَّا وَأَنْتَ خَلِيفَتِي

سزاوار نہیں ہے کہ میں جاؤں مگر یہ کہ آپ میرے جانشین ہو۔

البانی کہتا ہے کہ حاکم اور ذہبی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور جس طرح سے ان دونوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، یہ صحیح ہے۔

- سلسلة الصحيحة ج 5 ص263

امام حاکم نیشاپوری لکھتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ عَلِيّاً مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي

علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے، علیؑ میرے بعد تمام مومنین کے ولی ہیں۔

یہ روایت مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اسی طرح ذہبی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا۔

- مستدرک، ج 3 ص 110

اسی طرح مناقب خوارزمی میں موجود ہے

رسول اللہ ﷺ نے امام علیؑ سے فرمایا

أَنْتَ إِمَامُ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ

آپ تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے امام ہیں۔

- مناقب خوارزمی، ص 61

خود عمر بن خطاب سے ایک صحیح روایت موجود ہے جس میں ابن عباس سے خطاب ہے کہ

إنَّ أَحْراهُمْ إنْ وَلِيَهَا أَنْ يَحْمِلَهُمْ عَلَى كِتَابِ اللّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ صَاحِبُكَ، يَعِنِي عَلِيّاً۔

جو شخص مسلمان کو قرآن اور سنت کے مطابق عمل کرانے کے لئے سب سے زیادہ مناسب اور اہلیت رکھتا ہے، وہ آپ کے دوست علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

- ابن شُبّه نُمَيري تاريخ المدينة المنورة ، ج 3 ص 883

انساب الاشراف اور مصنف میں موجود ہے:

لَوْ بَايَعُوا عَلِيّاً لَأَكَلُوا مِنْ فَوقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ

اگر علیؑ کی بیعت کرتے تو آسمان اور زمین کی برکتوں سے استفادہ کرتے۔

- أنساب الأشراف ج 2 ص 274
- مصنف ابن أبي شيبة ج 7 ص 443

حسکانی بھی شواھد میں نقل کرتا ہے کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں کے ولی بنانے کا حکم دیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي قَرِيبُوا عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ وَفِيهِمْ تَنَافُسٌ وِفَخْرٌ ، وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وقد وتره وليهم۔۔۔

اے اللہ (قریش کہ جو عصر جاہلیت کے نزدیک ہے یعنی تازہ مسلمان ہوا ہے اور اسلام ابھی ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا ہے اور یہ لوگ رقابت اور غرور و تکبر کی ذہنیت کے مالک ہیں، مجھے اس چیز کا خوف ہے کہ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے قریبی رشتہ دار علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا ہے اس وقت جبرئیل سورہ مائدہ کی آیت 67 لے کر نازل ہوئے اور یہ پیغام دیا ہے آپ ولایت علی علیہ السلام لوگوں تک پہنچائے (وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

- شواهد التنزيل ج 1 ص 254

المختصر کہ قرآن و سنت سے خود اہل سنت منابع میں امیر کائنات جنابِ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خلیفہ بلافصل پر بین نصوص موجود ہیں۔

والسلام، ابو عبد اللہ

کیازیارتِ عاشوراکی سند ضعیف ہے اور اس میں لعنت کے جملے اضافہ ہیں؟

(شیعوں میں موجود نیم سقیفائی ٹولے کو جواب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّهُمَّ خُصَّ أَنْتَ أَوّلَ ظالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّي وَأَبْدأْ بِهِ أَوَّلاً ثُمَّ العن الثَّانِي وَالثَّالِثَ وَالرَّابِعَ ، اللّهُمَّ الْعَنْ يَزِيدَ خامِساً وَالعَنْ عُبَيْدَ الله بْنَ زِيادٍ وَابْنَ مَرْجانَةَ وَعُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَشِمْراً وَآلَ أَبِي سُفْيانَ وَآلَ زِيادٍ وَآلَ مَرْوانَ إلى يَوْمِ القِيامَةِ

مومنین و مومنات فیس بک پر موجود ایک سو کالڈ محققین کا ٹولہ ہے جو اپنی ناقص علم کو تحقیق کا جبہ پہنا کر تشیع اور فقہائے تشیع پر اعتراضات اٹھا کر مومنین و مومنات کے اذہان کو منتشر کرتا رہتا ہے جس کی لاتعداد مثالیں ہیں جن کا تذکرہ پھر کسی وقت کروں گا۔

(ابھی دامنِ وقت میں گنجائش نہیں)

حال ہی میں اسی گروپ کی ایک محترمہ نے مکتبِ اہل بیت کی عظیم الشان زیارت یعنی زیارتِ عاشورا جو کہ آسمان سے نازل کی گئی زیارت ہے یعنی حدیث قدسی ہے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی جس میں محترمہ کے اختتامی الفاظ یہ تھے:

"زیارت عاشوراء عربی عبارت کے بارے میں ہمیں کہیں یہ صحیح سند کے ساتھ نہیں ملی۔ نیز یہ کہ آیمہ اہل بیت ع نے فرمایا ہے کہ ان کا ماننے والا ل ع نت بھیجنے والا، سب و شتم کرنے

والا نہیں ہوتا۔ حضرت علی علیہ السلام کا خطبہ نہج البلاغہ میں موجود ہے جس میں آپ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا ہے کہ لشکر صفین پر ل ع نت نہ کریں۔ جنگ جمل کے بعد امام ع نے ام المومنین رض سے ایک ماں کی طرح سلوک کیا اور انتہائی عزت و احترام سے مدینہ روانہ فرمایا۔ یہ سب حقایق اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ کوئی ایسی عبارت جس میں اصحاب رسول رض پر ل ع ن, سب و شتم کی گئی ہو, الا یزید لع, کسی امام کا فرمان نہیں ہو سکتا۔"

اور اپنی ناقص تحقیق کا اختتام ان جملوں پر کیا۔

"زیارت عاشوراء جس میں ل ع نتیں ہیں بالکل اماموں ع سے ثابت نہیں ہے۔ امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن کبھی ل ع نت کرنے والا اور بیہودہ گو نہیں ہوتا"

ہاں ان موصوفہ کے الفاظ پیش کرنا اس لیے بھی ضروری تھا تاکہ مومنین و مومنات اچھی طرح سے دیکھ لیں کہ ان افراد کی مبینہ تحقیقات کا اصل ہدف و مقصد کیا ہے۔ یعنی مسلماتِ تشیع مطلب دشمنان اہل بیت پر ل ع ن کرکے ان سے برات کا اظہار کرنے سے روکا جاسکے۔

مومنین و مومنات یاد رکھیں اور میرے ان فقروں کو محفوظ رکھیں کہ

زیارت عاشورا، آئینِ تشیع ہے!

آئینِ تشیع مطلب، زیارت عاشورا منشورِ اہل ولایت ہے جس میں زیارت کرنے والا اپنے مولا سے عہد و پیمان کرتا ہے، جو اس کی روح کو حق و باطل کا فرق سمجھاتی ہے اور اس میں یہ جرات پیدا کرتی ہے کہ وہ ہمیشہ ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت میں رہے گا۔

المختصر کہ زیارت عاشورا عزم، ایمان و عمل صالح کا ایک ایسا درس ہے جو ایک نعرے میں ہم ہمیشہ ادا کرتے ہیں، ہے ہماری درسگاہ۔۔ کربلا کربلا۔۔

مجھ جیسے کم علم کی اتنی اوقات و طاقت نہیں کہ زیارت عاشورا کے عظیم رازوں کو مختصر الفاظ میں بیان کر سکوں، اس کے لیے علماء نے تفاسیر و تشریحات لکھی ہیں اور ہر جہت سے زیارت عاشورا کے رموز کو بیان کیا ہے۔

میرا اصل مدعا زیارت عاشورا میں موجود پہلے، دوسرے، تیسرے سمیت دیگر دشمنانِ اہل بیت پر موجود لعنت کی عبارات کو جز متن ثابت کرنا ہے۔

مومنین و مومنات یاد رکھیں کہ لعنت اور سَب دو الگ الگ فعل ہیں جس میں لعنت سے مراد کسی سے بیزاری اختیار کرتے ہوئے اس کی رحمت خدا سے دوری کی استدعا کہلاتی ہے جبکہ سب کرنا، گالی گلوچ کرنا ہے جس سے شریعت میں منع کیا ہے اور لفظ لعنت اپنے مصدر و مشتقّات کے ساتھ 41 مقامات پر قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے اور ان میں سے بہت سے مقام پر لعنت کی نسبت خود اللہ کی طرف دی گئی ہے۔ لفظ سبّ یعنی گالی دینا فقط ایک مرتبہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔

یہاں قرآن سے فقط ایک مثال پیش کر دوں:

سورہ احزاب کی آیت 57 میں ارشاد ہوتا

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے۔

ان صاحبہ کا بالعموم یہ کہنا کہ "امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن کبھی لعنت کرنے والا نہیں ہوتا" اس کے عدم اثبات پر قرآن کی یہ واضح نص ملاحظہ فرمائیں جس پر خود اہل سنت کے جلیل القدر مفسر کا قول بھی موجود ہے:

سورہ اِسراء کی آیت 60 جس میں شجرہ ملعونہ کے الفاظ ہیں اس پر اہل سنت امام طبری لکھتے ہیں:

قوله (والشجرة الملعونة في القرآن ---) ولا اختلاف بين أحد أنه أراد بها بنى أمية

قرآن میں اس قول کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

- تاریخ طبری، جلد 5، صفحه 622

تو جن کے مقدسات کے دفاع میں یہ گروہ اتحادی اپنی توانائی خرچ کر رہا ہے خود اسی مکتب کے امام کی جانب سے شجرہ ملعونہ، بنی امیہ ہیں جس میں تیسرے خلیفہ بھی شامل ہیں!

مومنین و مومنات! لعنت کرنا اللہ کی سیرت ہے اور اُسی کے حکم پر سرکار محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُن کے اہل بیت علیہم السلام کی سنت ہے جو کہ عین عبادت ہے کیونکہ جس فعل کے کرنے پر اجر و ثواب ذکر ہو وہ مباح نہیں بلکہ مستحب ہوتی ہے اور اکثر جگہوں پر واجب بھی ہو جاتی ہے۔

یہاں رک کر میں ان نام نہاد محققین جو اصلاحی نعرے کی آڑ میں عقائدِ تشیع پر حملہ آور ہیں ان سے یہ سوال بھی کروں کہ اگر بالفرض تمہاری بات مان بھی لی جائے کہ یہ لعنت کے الفاظ زیارت عاشورا میں ثابت نہیں (جو یقیناً ثابت ہیں اور آگے ثابت کروں گا) تو کیا لاتعداد ایسی احادیثِ معصومین علیہم السلام نہیں جس میں دشمنان پر لعنت کی تاکید موجود ہے؟

کیا اب ان سب کا بھی انکار کر کے اتحادی لالی پاپ چوس کر خود کو تقویت دو گے؟

تو سب سے پہلے وہ روایات پیش کر رہا ہوں جو شیعہ و سنی دونوں منابع میں پوری آب و تاب کے ساتھ دمک رہی ہیں۔

تو اتحاد کا زیادہ ہی بخار چڑھا ہوا ہے تو ان احادیث سے آغاز کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

شب معراج میں آسمان پر گیا تو میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہے۔

لا اله الا الله، محمد رسول الله، علی حبیب الله، الحسن والحسین صفوة الله ، فاطمة خیرة الله اور ان کے دشمنوں پر لعنةالله

حوالہ جات:

- تاریخ بغداد، جلد 1، ص259
- تہذیب دمشق، جلد 4، ص 322
- مناقب خوارزمی، ص 297/302
- فرائد السمطین، جلد 2، ص 396/74
- امالی طوسیؒ ص 737/355
- کشف الغمه، جلد 1، ص94
- کشف الیقین، ص 551/445
- فضائل ابن شاذان، ص 71

اگلی روایت۔۔۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو ہم اہلبیتؑ سے نفرت کرے گا وہ منافق ہو گا۔

نوٹ: یاد رہے کہ منافقین پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہے!

حوالہ جات:

- فضائل الصحابہ ابن حنبل، جلد 2، ص 661،1166
- تفسیر درمنثور، جلد 7، ص349
- نقل از ابن عدی ،مناقب ابن شہر آشوب، جلد 3، ص 205
- کشف الغمہ، جلد 1، ص 47 (روایت ابوسعید 1080)

اب اہل سنت منابع سے ایک آخری حدیث پیش کر کے آگے بڑھتا ہوں ورنہ احادیث ہی بیان کرتا رہا تو مقالہ کم کتاب زیادہ بن جانے کا امکان ہے۔

رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ارشاد فرماتے ہیں:

چھ افراد ہیں جن پر میری بھی لعنت ہے اور خدا کی بھی لعنت ہے اور ہر نبی کی لعنت ہے، کتاب خدا میں زیادتی کرنے والا، قضاو قدر کا انکار کرنے والا، لوگوں پر زبردستی حاکم بن کر صاحب عزت کو ذلیل اور ذلیلوں کو صاحب عزّت بنانے والا، میری سنت کو ترک کر دینے والا، میری عترت کے بارے میں حرام خدا کو حلال بنا لینے والا اور حرمِ خدا کی بے حرمتی کرنے والا۔

- مستدرک حاکم، جلد 2، ص3940/572
- المعجم الکبیر، جلد 3، ص 2883/126 (بروایت عبیداللہ بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن موہب)
- المعجم الأوسط، جلد 2، ص 1667/186
- شرح الاخبار، جلد 1، ص 878/494 (عائشہ سے روایت)
- خصال صدوقؒ 41/338

ہاں جی تو پھر کیا خیال ہے ؟؟ اہل سنت سے ان احادیث کی روشنی میں اتحاد ہو جائے ؟؟

مزید روایات ایک ایک کر کے ملاحظہ فرمائیں

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

جو ہماری عترت سے بغض رکھے وہ ملعون، منافق اور خسارے والا ہے۔

- جامع الاخبار، ص 527/214

عبداللہ بن میمون سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پانچ افراد ہیں جن پر میری بھی لعنت ہے اور ہر نبی کی لعنت ہے، کتاب خدا میں زیادتی کرنے والا، میری سنت کا ترک کرنے والا، قضائے الٰہی کا انکار کرنے والا میری عترت کی حرمت کو ضائع کرنے والا، مال غنیمت پر قبضہ کر کے اسے حلال کر لینے والا۔

- الکافی، جلد 2، ص 14/293

اب ذراوہ حدیث بھی پیش کروں جس میں آقا حسین علیہ السلام نے دوسرے خلیفہ کو جلال میں منبر سے اترنے کا کہا اور پھر خود عمر نے اقرار کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس پر لعنت کی ہے، ملاحظہ فرمائیں

زید بن علیؑ اپنے والد بزرگوار کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نے مسجد میں روز جمعہ عمر بن الخطاب کو منبر پر دیکھا تو فرمایا کہ میرے باپ کے منبر پر سے اتر آ۔۔ تو عمر رونے لگا اور کہا فرزند سچ کہتے ہو، یہ تمہارے باپ کا منبر ہے، میرے باپ کا نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے واقعہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میں نے نہیں سکھایا ہے!

عمر نے کہا یہ سچ ہے، ابو الحسن! میں آپ کو الزام نہیں دے رہا ہوں، یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا اور آپ کو منبر پر لے جا کر پہلو میں بٹھایا اور خطبہ شروع کیا اور کہا!

ایہا الناس! میں نے تمہارے پیغمبر ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ مجھے میری عترت و ذریت کے ذیل میں محفوظ رکھو، جو ان کے ذیل میں مجھے محفوظ رکھے گا خدا اس کی حفاظت کرے گا اور جو ان کے بارے میں مجھے اذیت دے گا اس پر خدا کی لعنت، خدا کی لعنت، خدا کی لعنت (تین بار لعنت کی)

- امالی طوسی ص1504/703

رسول اللہ ﷺ ایک طویل روایت میں یہ ارشاد فرماتے ہیں:

۔۔۔ یا علیؑ! ان کینوں سے ہوشیار رہنا جو لوگوں کے دلوں میں چھپے ہوئے ہیں اور ان کا اظہار میری موت کے بعد ہو گا، یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی بھی لعنت ہے اور تمام لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔

حوالہ جات:

- ينابيع الموده، ج 3، ص 72/279
- مناقب خوارزمی، 31/62
- امالی طوسیؒ 726/351

ریان بن شبیب کہتے ہیں کہ میں ماہ محرم کی پہلی تاریخ کو امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ سَرَّكَ أَنْ تَسْكُنَ الْغُرَفَ الْمَبْنِيَّةَ فِي الْجَنَّةِ مَعَ النَّبِيِّ وَ آلِهِ ص فَالعن قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ

ترجمہ: اے شبیب کے بیٹے اگر بہشت میں پیغمبر اکرم ﷺ اہل بیتؑ کے حجرے میں رہنا چاہتے ہو تو حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت بھیجو۔۔

(روایت طویل ہے تو اس کا یہ جملہ منتخب کیا)

- شيخ صدوق، الامالی، ص 129 و 130، اعلمی، بيروت، چاپ 5 ، 1400 ق

داؤد بن کثیر کی یہ روایت کہ جس میں امامِ صادقؑ حکم فرماتے ہیں:

يَا دَاوُدُ لعن اللَّهُ قَاتِلَ الْحُسَيْنِؑ فَمَا مِنْ عَبْدٍ شَرِبَ الْمَاءَ فَذَكَرَ الْحُسَيْنَؑ وَ لعن قَاتِلَهُ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ حَطَّ عَنْهُ مِائَةَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَ رَفَعَ لَهُ مِائَةَ أَلْفِ دَرَجَةٍ وَ كَأَنَّمَا أَعْتَقَ مِائَةَ أَلْفِ نَسَمَةٍ وَ حَشَرَهُ اللَّهُ

ترجمہ: اے داؤ، اللہ حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت بھیجے، کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جو پانی پیتے وقت حسینؑ کو یاد نہ کرے اور ان کے قاتلوں پر لعنت نہ بھیجے، اس کے لئے اللہ ایک لاکھ ثواب لکھتا ہے اور اس کے ایک لاکھ گناہ بخش دیتا ہے۔ اس کے لئے ایک لاکھ درجات بلند کرتا ہے، گویا اس نے ایک لاکھ بندے آزاد کئے ہیں اور قیامت کے دن نورانی چہرہ سے محشور ہو گا۔

- ابن قولویه قمی، کامل الزیارات، ص 107، الباب الرابع و الثلاثون ثواب من شرب الماء و ذکر الحسینؑ و لعن قاتله، مرتضوی، طبع اول، نجف، 1356ق۔

مومنین یاد رکھیں کہ کتاب کامل الزیارات شیعہ منابع میں اہم ترین، معتبر ترین روایات اور دعاؤں کے مجموعے کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔

علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں:

وكتاب كامل الزيارة من الأُصول المعروفة ، وأخذ منه الشيخ في التهذيب وغيره من المحدّثين

ترجمہ: کتاب کامل الزیارات شیعہ فقہا کے درمیان مشہور اور اصول معتبر میں سے جانی جاتی ہے۔

- بحار الانوار، ج۱، ص۲۷

تو اس کتاب کا تھوڑا تعارف اس لیے کرایا کہ یہ باور کرایا جائے کہ کامل الزیارات میں لعنت کرنے کے اجر و ثواب پر باقاعدہ مکمّل ایک باب "ثواب من شرب الماء و ذکر الحسینؑ و لعن قاتله" کے نام سے موجود ہے۔

احادیث لاتعداد ہیں تو اب یہی توقف کر کے متن زیارت پر آتا ہوں۔

زیارت عاشورہ کو اگر ملاحظہ کیا جائے تو انسان کو اطمئنان بلکہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ امام محمد باقر علیہ السلام سے صادر ہوئی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اطمئنان دلانے والے کافی عوامل اس زیارت میں موجود ہیں پس عدد کے اعتبار سے عوامل کا جمع ہونا تو ان مصادر میں بالکل واضح ہے جن میں یہ زیارت نقل کی گئی ہے اور اس کی نوعیت یہ ہے کہ اس زیارت کو مزارات کی کتابوں میں نقل کیا گیا جو کہ معروف علماء تشیع کی تصانیف ہیں جو کہ تحقیق اور دقتِ نظر اور اپنے فن میں ماہر علماء ہیں جیسے ابن قولویہؒ کہ انہوں نے اس زیارت کو اپنی کتاب کامل الزیارات میں نقل کیا اور شیخ طوسیؒ نے مصباح المتھجد اور مختصر مصباح میں اس زیارت کو نقل کیا اور شیخ محمد بن المشھدی نے مزار کبیر میں، سید علی بن طاووس نے اپنی کتاب مصباح الزائر میں، علامہ حلی نے منھاج المصباح میں، شہید اول نے اپنی کتاب المزار میں، شیخ ابراہیم کفعمی نے جنت الامان الواقیہ میں اور جنت الامان الباقیہ میں جو کہ مصباح کے نام سے معروف ہے، علامہ مجلسی نے اپنی تین کتابوں میں، بحار الانوار کی کتاب مزار میں اور تحفۃ الزائر اور زاد المعاد میں اس زیارت کو نقل کیا اور اس کے علاوہ بھی دیگر کتب میں اس زیارت کو نقل کیا گیا۔ اور علمائے متاخرین نے بھی اس زیارت کو اپنے تمام فقرات

اور اجزاء کے ساتھ اپنی کتب میں نقل کیا۔ ان تمام علماء کا اس زیارت کو نقل کرنا انسان کو اطمئنان دلاتا ہے کہ یہ زیارت امام معصوم سے وارد ہوئی ہے۔

اسی طرح متن کے اعتبار سے بھی اگر عوامل کو دیکھا جائے تو بالکل واضح ہے کہ یہ زیارت روحِ تولا اور ظالمین اور ظلم سے تبرا اور ل۔ع۔ن۔ پر مشتمل ہے کہ یہ تولا اور تبرا قرآن مجید کی ان بنیادی تعلیمات میں سے ہے جو ہر مسلمان کے نزیک بالکل واضح ہے جیسا کہ میں نے اوپر یہ بات ذکر کر دی تھی۔

قرآن مجید میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ بے شک جو لوگ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلائل اور ہدایت میں سے نازل کی بعد اس کے کہ ہم نے یہ چیزیں لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر دیں تھیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی ل۔ع۔ن۔ت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔(بقرہ، آیت 159)

تو زیارت عاشورا روحِ قرآن کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور وہ یہ کہ (ظالمین کے لئے) اللہ کی رحمت سے دوری کی دعا کرنا۔

عربی ادب کے عامل کے اعتبار سے بھی اگر دیکھا جائے تو ہر وہ شخص جو ادبی اسلوب کی سمجھ رکھتا ہے اگر وہ زیارت عاشورا کے فقرات اور اس کے سیاق میں تامل کرے تو اسے باخوبی اندازہ ہو جائے گا اس زیارت کا لب ولہجہ دوسری منقول زیارات کہ جن میں بعض کا امام معصومؑ سے صادر ہونا یقینی طور پر ثابت ہے، ان کے لب ولہجہ سے مناسبت رکھتا ہے جیسے

زیارت وارثہ، زیارت عرفہ، زیارت نصف شعبان وغیرہ اور اس زیارت کا اسلوب امام محمد باقر علیہ السلام کی دعاؤں اور ان کے تربیتی کلمات کے ساتھ کاملاً منسجم ہے۔

ان تمام عوامل کا زیارت عاشورا میں یک جا جمع ہونا ایک منشائے عقلائی ہے اس بات کے لئے کہ انسان کو وثوق اور اطمئنان حاصل ہو جائے کہ یہ زیارت امام محمد باقر علیہ السلام سے صادر ہوئی ہے۔

دوسرا نقطہ اور وہ یہ کہ اگر ہم ان تمام باتوں سے چشم پوشی کریں جو اَب تک ذکر ہوئیں ہیں اور شیخ طوسی کی مصباح الکبیر کے تمام نسخوں کا مقایسہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ابھی جتنے نسخے اس کتاب کے موجود ہیں ان تمام میں لعنت کے فقرات موجود ہیں جن کو سو دفعہ پڑھنے کا کہا گیا ہے اور سلام کے وہ فقرات بھی موجود ہیں جن کو سو دفعہ پڑھنے کا کہا گیا ہے جبکہ ان دونوں فقروں (لعن و سلام) کو ابن قولویہ نے کامل الزیارات میں بھی نقل کیا گیا جہاں انہوں نے زیارت عاشورا نقل کی اور ابن قولویہ سے متاخر علماء نے لی کر انہی فقرات کو زیارت میں نقل کیا ہے۔

جہاں تک عاشورہ کی معروف زیارت کا تعلق ہے جس کا ذکر شیخ عباس قمیؒ نے مفاتیح الجنان میں کیا ہے، اس کا تذکرہ مصباح الشیخ کے متعدد معتبر نسخوں میں کیا گیا ہے۔

ان میں شیخ طوسیؒ کے زمانے کا ایک پرانا نسخہ بھی ہے جو سید بروجردیؒ کے کتب خانے میں موجود ہے اور اس میں مذکورہ بالا لعنت کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ جس میں مولی احمد تونی کی نقل اور ابن ابی جود کا نسخہ جو مصنف کی نقل تک جاتا ہے۔

اور اسی میں سید ابن طاؤس کی نقل بھی شامل ہے، جسے انہوں نے اپنی کتاب مصباح الزائر میں نقل کیا ہے، جیسا کہ وہ واضح طور پر خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں مذکورہ بالا لعن بھی شامل ہے۔

دوسری طرف، مصباح الکبیر کے نسخوں میں سے ایک نسخہ مسخ شدہ ہے، اور یہ امام رضاؑ کی رضویہ لائبریری میں موجود ہے اور اسے (دورستی) کے نام سے جانا جاتا ہے، جو کہ 502 قمری ہجری کا ہے۔

اس نسخے پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ نقل کرنے کے دوران مذکورہ ل۔ع۔ن۔ کو یا تو حذف کر دیا گیا تھا یا اس کی جگہ کوئی اور عبارات لکھ دی گئی تھیں، چونکہ اس میں جو کچھ ملتا ہے وہ یہ ہے (اللهم خص أنت أول ظالم بالل۔ع۔ن۔ مني وابدأ به جميع الظالمين لهم)

ایسے افراد جو عربی لغت و اسلوب کے ساتھ تھوڑا سا غور و فکر اور تجربہ رکھتے ہیں ان کے لیے اس فقرے کے الفاظ کی عدم مطابقت و متناسب ہونا بالکل واضح ہے!

فقروں کا آغاز اس قول (اللهم خص) سے ہے۔ اس کا قول (وابدأ به) متناسب ہے، سوائے اس کے کہ اس کے بعد (جميع الظالمين) کا ذکر کیا ہے اور فعل اور اس کے بعد آنے والے فعل میں کوئی ہم آہنگی نہیں ہے، اس لیے کہ فعل (ابدأ) اگر اس کے ساتھ زیادتی ہو۔

یہ خیال کرتے ہوئے کہ فعل (ابدأ) اگر با کے ساتھ ہو تو اس کا تقاضا ہے کہ شے متعدد ہو اور فعل کا تعلق پہلے ایک سے اور پھر دوسرے سے ہو اور چونکہ یہاں فعل اس قول (جميع الظالمين) سے متعلق ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ مفعول نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک میں تمام افراد شامل ہیں، لہذا شروع کرنے کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔

توجو اوپر بیان ہوا اس میں اضافہ یہ کیا جاسکتا ہے کہ شیخ طوسیؒ کے زمانے سے پہلے کسی نے بھی ان فقرات (اللهم خص أن أول ظالم باللعن مني۔۔۔) پر اعتراض نہیں کیا۔ جیسا کہ سید ابن طاؤس کہ جنہوں نے شیخ طوسی کی کتاب سے اس زیارت کو نقل کیا ہے اور یہ بات لکھی کہ:

هذه الرواية نقلناها بإسنادها من المصباح الكبير, وهو مقابل بخط مصنفه رحمه الله

ترجمہ: ہم نے اس روایت کو مصباح الکبیر سے پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور جو ہمارے پاس مصباح الکبیر کا نسخہ ہے وہ شیخ طوسی کے لکھے خطی نسخے سے جانچا جا چکا ہے۔

چلیں اب زیارت عاشورا کی سند کو صاحبِ شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشورہ حاج میرزا ابوالفضل طہرانی کے توسط سے پیش کرتا ہوں کہ جن کے بارے میں شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب ''الکنی والالقاب'' میں فرمایا ہے :

"میرزاابوالفضل عالم، فاضل، فقیہ، اصولی، متکلم، عارف بالحکمۃ، ریاضی، سیرت وتاریخ سے باخبر، ادیب، شاعر، جن کی وفات ۱۳۱۶ھ ق تہران میں ہوئی اور حضرت شاہ عبدالعظیم میں صحن امام زادہ حمزہ میں اپنے والدماجد کے مقبرہ میں سپرد لحد کئے گئے"

میرزاابوالفضل تہرانی فرماتے ہیں میرے نزدیک جو سب سے عزیز اور محبوب طریق سند ہے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے حدیث زیارت عاشورا نقل کرتا ہوں۔

حَدَّثَنِیْ بِالْاِجَازَۃ۔۔الخ۔۔

مجھ سے شیخ الفقیہ السعید الثقہ، علامہ عصر الشیخ محمد حسین بن محمد ھاشم الکاظمی نے اور انہوں نے شیخنا الامام الاعظم آیۃ اللہ العظمیٰ مرتضیٰ بن محمد امیر الجابری الانصاری سے اور انہوں نے شیخ فقیہ محقق مدقق، ثقۃ الحاج ملا احمد النراقی سے۔

اور انہوں نے سید الامۃ، کاشف الغمہ، صاحب کرامات الباھرۃ والمعجزات القاھرہ السید محمد مہدی الطباطبائی معروف بہ علامہ بحر العلوم سے۔

اور انہوں نے شیخ اعظم، استاد اکبر، مدیر الحدیث مولانا الاعظم محمد باقر البہبہانی معروف بہ آقائے وحید بہبہانی سے۔

اور انہوں نے اپنے پدر بزر گوار الشیخ الافضل صاحب تقدس وزھد، محمد اکمل اصفہانی سے

اور انہوں نے اپنے ماموں مروج آثار الائمۃ الاطہار غواص "بحارالانوار" مجدد مذھب مولانا محمد باقر المعروف علامہ مجلسی سے۔

اور انہوں نے اپنے والد گرامی شیخ الفقیہ محقق دقیق، صاحب تقویٰ وزہد علامہ محمد تقی المجلسی اول سے۔

اور انہوں نے شیخ الاسلام والمسلمین اکمل الحکماء والمتکلمین افضل الفقہاء والمحدثین بہاء الملۃ والدین محمد بن حسین عاملی معروف بہ شیخ بہائی سے۔

اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار العالم العلامۃ والفاضل الفہامۃ شیخ الفقہاء والمحققین حسین بن عبد الصمد العاملی سے۔

اور انہوں نے شیخ الامام خاتم فقہاء الاسلام، لسان المتقدمین، ترجمان المتاخرین الشہید زین الدین بن علی العاملی معروف بہ شہید ثانی سے۔

اور انہوں نے شیخ فاضل احمد بن محمد بن خاتون العاملی سے۔

اور انہوں نے تاج الشریعہ فخر الشیعۃ شیخنا الاعلم علی بن عبد العالی الکرکی معروف بہ محقق ثانی سے۔

اور انہوں (محقق ثانیؒ) نے فقیہ، محدث ثقة علی بن هلال الجزائری سے اور انہوں نے قدوة الزاہدین، عمدة الفقہاء الراشدین، حلیة المحدثین شیخنا احمد بن فہد حلی سے۔

اور شیخ احمد بن فہد حلی نے شیخ فقیہ، فاضل زین الدین علی بن الخازن سے۔

اور زین الدین علی بن خازن نے برهان علماء الاسلام، استاد فقہاء الانام، صاحب الایات الباهرة والکرامات الطاهرة، شیخنا الافضل والاقدم شمس الدین محمد بن مکی معروف بہ شہید اول سے۔

اور شہید اول نے فخر المحققین استاد الفقہاوالمحدثین، حکیم، متکلم، الامام فخر الدین ابو طالب محمد بن حسن بن یوسف حلی سے

اور فخر الدین ابو طالب محمد بن حسن نے اپنے والد گرامی علامة المشارق والمغارب آیة اللہ فی العالمین وسیف المسلول علیٰ رقاب المخالفین، جن کی ذات گرامی تمام عالم اسلام میں بلا تفریق مذھب وملة محتاج تعارف نہیں ہے، مراد ابو منصور جمال الدین حسن بن یوسف الحلی سے۔

اور علامہ حلی نے شیخ الامام مؤسس فقہ والاصول ابو القاسم نجم الدین جعفر بن سعید الحلی معروف بہ محقق اول سے

اور محقق حلی نے سید فقیہ، محدث، ادیب فخار بن معد الموسوی الحائری سے۔

اور انہوں نے عالم، عامل، محدث فقیہ شاذان بن جبرئیل القمی سے اور شاذان بن جبرئیل قمی نے شیخ، ثقہ، فقیہ عماد الدین محمد بن ابو القاسم الطبری سے۔

اور انہوں نے شیخ الامام، مدار الشریعۃ، ابو علی حسن بن شیخ معروف بہ مفید ثانی سے۔

اور مفید ثانی یعنی فرزند شیخ طوسی نے اپنے والد گرامی معلم فضلاء المحققین اور مربی فقہاء المحصلین، تالیفات وتصنیفات کے میدان کے شہسوار شیخ الطائفہ، رئیس المذہب ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی سے نقل فرمایا۔ اور شیخ طوسی اپنی گرانقدر کتاب ''مصباح المتہجد''میں اس طرح فرماتے ہیں :

''محمد بن اسمٰعیل بن بزیع نے اور انہوں نے صالح بن عُقبہ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی عقبہ بن قیس بن سمعان سے اور انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے۔۔۔ الخ (پھر وہ پوری روایت جو ہر زیارت کی کتاب میں موجود ہے)

خیر مومنین۔۔ یہاں پر زیارت عاشورا کی سند اور اس کے خطی نسخوں کی بحث کو تمام کرتا ہوں کیونکہ تحریر بہت طول پکڑ چکی۔۔

آسمانِ تشیع کے عظیم ستارے یعنی اب جلیل القدر فقہاء و مجتہدین کی آراء بھی جان لیتے ہیں۔

جب آیت اللہ العظمیٰ میرزا جواد تبریزی سے زیارت عاشورا کی سند و صحت کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا:

وجميع مضامينها ومحتوياتها موجودة في الروايات الشريفة، زيارة عاشوراء هي زيارة مشهورة وثابتة ولم يقع فيها أي تحريف أو تزوير، وهذا الاختلاف بين النسخ لا يُسمى تزويرا، لقد اطلعت على نسخة ثابتة من جهة المتن والسند، وزمانها متصل بزمان الشيخ الطوسي (قدس سره الشريف) وقد اشتملت على جميع فقرات الزيارة، وعليه فلا شك في صحة الزيارة. وعمل العلماء الكبار وكون زيارة عاشوراء مجربة كافٍ في إثباتها. لا تستمعوا إلى تشكيكات التي يطلقها بعض من أبعده الله عن لذة العبادة

ترجمہ: اور اس کے تمام مضامین اور مشمولات روایاتِ شریفہ میں موجود ہیں، زیارتِ عاشورا ایک معروف اور ثابت شدہ زیارت ہے، اس میں کوئی تحریف یا جعلسازی نہیں ہوئی اور نسخوں کے درمیان جو متن کا اختلاف ہے اس کو جعلسازی نہیں کہا جاتا، کیونکہ میں نے خود اس نسخے کو دیکھا ہے جو سند اور متن میں شیخ طوسیؒ کے زمانے سے متعلق ہے۔ اس میں زیارت کے تمام فقرات شامل تھے، اس لیے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے اور ہمارے کبار علماء کا عمل بھی اس کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ تو ایسے افراد پر کان نہ دھریں جو اس کو مشکوک کہتے ہیں کہ خدا نے انہیں اپنی لذتِ عبادت سے دور کر دیا ہے۔

- زيارة عاشوراء فوق الشبهات التبريزي، الميرزا جواد الجزء : 1 صفحة : 359

ایک اور جگہ جواب میں فرماتے ہیں:

(282)هل صحيح أنه صدر ضمن فتاوي سماحتكم أنه لا تجوز الصلاة خلف إمام لا يعترف بزيارة عاشوراء أو خلف إمام يدافع عن شخص ينكر مظلومية الزهراء عليها السلام ؟

الجواب:

بسمه تعالى نعم هذا صحيح لأن إنكار ما هو مسلم عند الطائفة يخرج الإنسان عن صلاحيته لإمامة الجماعة

خلاصہ۔۔

منکر زیارت عاشورا و مظلومیت حضرت زہراؑ کے پیچھے نماز جماعت صحیح نہیں ہے۔

- صراط النجاة / ج 10/ص 90

آیت اللہ فاضل لنکرانی سے زیارت عاشورا کی صحت پر سوال اور ان کا جواب۔۔۔

سوال:

هل زيارة عاشوراء معتبرة الاسناد؟ وهل الل۔ع۔ن۔ الوارد في ذليها من أصل الرواية أم مندسة فيها؟ وهل الل۔ع۔ن۔ مخالف لروح الاسلام؟

جواب:

نعم زيارة العاشور معتبرة قطعاً وصدرت من المعصوم(عليه السلام) ووصلت إلينا بالطرق المعتبرة مثل كامل الزيارات لابن قولويه والمزار الكبير والمصباح للشيخ الطوسي وغيرها۔

واللعن المذكور وارد فيها وليس بموضوع كما ان لعن اعداء الدين موافق لروح الاسلام وجزء من فروع الدين۔

وقد ورد اللعن في كتاب الله العظيم :

مثل قوله عز وجل « رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ ٱلْعَذَابِ وَٱلعنهُمْ لعنًا كَبِيرًا» (احزاب: 68)،

وقوله سبحانه: «فَل۔ع۔ن۔ةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَافِرِينَ» (سورة البقرة: 89)،

وقوله تبارك وتعالى: «إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَمَاتُواْ وَهُمْ كُفَّارٌ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لعنةُ ٱللَّهِ» (سورة البقرة: 161)

وغيرها من الايات۔

خلاصہ جواب۔۔

جی ہاں زیارت عاشورا قطعی طور پر معتبر ہے اور اسے معصومؑ نے جاری کیا ہے اور معتبر طریقوں سے ہم تک پہنچی ہے جیسے ابن قولویہ کی کامل الزیارات، مزار الکبیر اور شیخ طوسی کی المصباح وغیرہ

اور (زیارت) میں جو لعنت کے فقرے ہیں وہ مذکور ہیں جو بالکل موضوع (گڑھے ہوئے) نہیں ہیں اور دین کے دشمنوں پر لعنت بھیجنا بھی اسلام کی روح کے مطابق ہے اور یہ فروع دین کا جز ہے۔

- سؤال وجواب مكتب اية الله فاضل لنكراني، 1430/8/23

جب ہمارے فقہاء سے سوال ہوا کہ زیارت عاشورا کی صحت اور اس میں یہ جملے اللهم خص انت اول ظالم ... جز زیارت ہیں یا نہیں تو فقہا نے کیا فرمایا، ملاحظہ فرمائیں:

آیت اللہ سید صادق روحانی کا جواب:

سند زیارت عاشورا قوی و معتبرو للفقهاء فی بیان المراد من اول ظالم الخ معان لم یرد نص فیه و الرابع ایضاً من اجزاء الزیاره و الله العالم بما زاد علی ذالک

ترجمہ: زیارت عاشورا کی سند مضبوط و معتبر ہے اور فقہاء کے درمیان اس لعن کے جملے کہ اول ظالم سے لیکر آخر تک سے کون مراد ہیں کے مختلف معانی ہیں کہ جن کے متعلق نص وارد نہیں ہوئی لیکن یہ جملے زیارت کے اجزاء میں سے ہیں اور والرابع بھی زیارت کا جزء ہے اور اس سے جو زیادہ ہے اس کے بارے میں اللہ جانتا ہے۔

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کا جواب:

در بسیاری از کتب زیارت , این جملہ جزو زیارت عاشورا شمردہ شدہ است

ترجمہ: بہت سی کتبِ زیارت میں یہ جملہ زیارت عاشورا کا جز ہے۔

آیت اللہ شاہرودی کا جواب:

عبارت مذکور جزو زیارت عاشورا می باشد و در نسخ قدیمتر نیزوارد شدہ است

ترجمہ: مذکورہ جملہ زیارت عاشورہ کا جز ہے اور پرانے نسخہ میں بھی شامل ہے۔

آیت اللہ مظاہری کا جواب:

زیارت عاشورا از زیارات معتبر است واین جملہ در کتابھای معتبر نظیر کامل الزیارات موجوداست۔

ترجمہ: زیارتِ عاشورا معتبر زیارتوں میں سے ہے اور یہ جملہ کامل الزیارات جیسی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی کا جواب:

زیارت عاشورا معروفه با صد لعن وصد سلام در بین علمای بزرگ و مومنین و صلحاء خلفا عن سلف اهل بیت سلام الله علیهم اجمعین همیشه به آن اهتمام داشته اند و بر آن تأکید شده است و سند آن نیز معتبر است و متن زیارت همان است که در مفاتیح الجنان آمده است

ترجمہ: عاشورا کی زیارت سو لعنتوں اور سو سلاموں کے ساتھ ایک معروف زیارت ہے جو عظیم علماء، مومنین اور خلفاء اہل بیت علیہم السلام میں معروف رہی ہے اور انہوں نے ہمیشہ اس کی طرف توجہ دی اور تاکید کی ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے اور زیارت کا متن وہی ہے جو مفاتیح الجنان میں آیا ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ سید سیستانی دام ظلہ الوارف ایک استفتاء میں فرماتے ہیں :

اللعن مأة مرة و السلام مأة مرة مما ورد في نص زيارة العاشورة فالزيارة العاشورة الكاملة فيها مأة لعن و مأة سلام ، نعم يجوز الاقتصار على اللعن الواحد و السلام الواحد برجاء المطلوبية

ترجمہ: متنِ زیارت عاشورا میں سو مرتبہ لعنت اور سو مرتبہ سلام کا ذکر آیا ہے، چنانچہ عاشورا کی مکمل زیارت میں سو لعنتیں اور ایک سو سلام شامل ہیں۔ اور اگر اسے اختصار کے ساتھ یعنی ایک بار لعن اور ایک بار سلام پڑھیں تو اسے رجائے مطلوبیت کی نیت سے پڑھنا ہو گا۔

یعنی سید سیستانی کے نزدیک بھی یہ زیارت سو لعن و سو سلام کے ساتھ معتبر ہے تبھی استفتاء میں ایک بار لعن و سلام پر رجائے مطلوب کا کہا!

اب آخر میں آیت اللہ العظمی الحاج حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ الوارف سے ایک استفتاء ملاحظہ فرمائیں۔۔

سوال: سند، متن اور مضمون کے اعتبار سے زیارت عاشورہ کی کیا حیثیت ہے اور کیا یہ بات درست ہے کہ "زیارت عاشورہ میں موجود یہ فقرہ "اللھم العن الاول والثانی۔۔۔ تا آخر "زیارت کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس کو کسی نے خود ہی وضع کیا ہے اور اسی طرح کچھ اور جملے بھی ہیں جو اصل زیارت میں داخل کئے گئے ہیں اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم اس زیارت کے پرانے نسخوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں یہ جملے نظر نہیں آتے بلکہ یہ جملے بعض افراد نے حاشیہ میں لکھے ہیں اور نہ ہی ابن طاؤس نے شیخ طوسی سے نقل کرتے ہوئے ان جملوں کو زیارت میں لکھا ہے اور اسی طرح بزرگ علمائے قدماء نے بھی ان جملوں کو زیارت میں ذکر نہیں کیا۔

جواب: جن جملوں کا آپ نے ذکر کیا ہے ان جملوں سمیت یہ زیارت میرے نزدیک سند اور مضمون کے اعتبار سے صحیح ہے۔ میں اس زیارت کو پابندی سے ہمیشہ پڑھتا ہوں اور جن جملوں کی آپ بات کر رہے ہیں ان کو میں نے خود "شیخ طوسی کی کتاب مصباح المتھجد کے پرانے نسخے میں لکھا ہوا دیکھا ہے اور وہ نسخہ کہ جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ ان جملوں سے خالی ہے اس کی تاریخ کے مقابلے میں اس نسخے کی تاریخ بہت پرانی ہے کہ جس میں میں نے خود ان جملوں کو دیکھا اور پڑھا ہے۔ اسی طرح محمد بن قولویہ کہ جن کا زمانہ شیخ طوسی سے بھی بہت پہلے کا ہے ان کی کتاب کامل الزیارات میں بھی زیارت عاشورہ کے

اندر یہ جملے موجود ہیں۔ محمد بن قولویہ کی وفات ۳۶۸ ہجری میں ہوئی جب کہ شیخ طوسی نے ۴۶۰ ہجری میں اس دنیا کو خیر باد کہا اور سید ابن طاؤس کی تاریخ وفات ۶۶۹ ہجری ہے۔

ایک اور استفتاء میں فرماتے ہیں:

سوال: زیارت عاشورہ میں بعض سطروں کو سو سو دفعہ پڑھنا ہوتا ہے کیا یہ ضروری ہے کہ جب بھی زیارت پڑھی جائے تو ان سطروں کو سو دفعہ پڑھنا چاہیے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: بسمہ سبحانہ اگر ان سطروں کو سو دفعہ نہ پڑھا گیا تو زیارت ناقص ہو گی۔ واللہ العالم

http://www.alnajafy.com/list/mainnews-7-3-491-43.html

اب یہاں تحریر کو ان جملوں پر اختتام کرتا ہوں کہ زیارت عاشورا اور اس کے بعد پڑھی جانے والی دعا جو دعائے علقمہ کے نام سے مشہور ہے یہ دونوں ایسی روشن حقیقتیں ہیں جن کا انکار ہرگز ہرگز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

معتبر اور قدیم ترین شیعہ کتابوں میں اس کا وجود ہے اور علماء، محدثین، متکلمین، فقہاء و مجتہدین و مراجع تقلید عظام جن پر اوپر بحث کی گئی ہے انہوں نے اس کی حفاظت اور اہتمام کے لئے مخصوص انتظام کیا ہے اور مراجع تقلید نے اس کے نقل کرنے کی اجازت دینے میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔

مومنین اس تحریر کو اپنے پاس ضرور محفوظ رکھیں اور جتنا ممکن ہو اس کو دیگر مومنین سے شئر کر کے ہر اس سقیفائی سوچ کے مبینہ شیعہ ظاہر کرنے والے افراد کی ناک رگڑ دیں جو عقائد تشیع پر حملہ آور ہیں۔

جنابِ سیدہ ؑ اس حقیر غلام کی کاوش کو قبول کریں۔

والسلام، ابو عبد اللہ

کڑے، بیڑیاں اور دیگر رسوماتِ عزاداری کا دفاع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم مومنین ومومنات۔۔۔

ایک صاحب بنام جوادرضوی جوخود کو اتنا عاقل سمجھتے ہیں کہ فقہاء و مجتہدین عظام کے فتاویٰ کا مذاق اڑانے میں شرم محسوس نہیں کرتے اور نجانے کون کون سی باتیں اپنی ناقص عقل و علم سے عوام میں ایسے پیش کرتے ہیں کہ ان سے بڑا کوئی محقق ہی نہیں گزرا۔۔ خیر ان کے دیگر جرائم پر انشاء اللہ ایامِ عزا کے بعد لکھوں گا ابھی فقط ان کی ایک تازہ پوسٹ جس میں موصوف نے کڑے اور بیڑیاں پہننے پر انتہائی شاطرانہ انداز استعمال کرتے ہوئے پہلے اسے "سنتِ سجاد" سے تشبیہ دے کر امام سجادؑ کی جانب جھوٹی نسبت دی پھر بیڑی کو نمازِ شب سے تقابل کر کے یاد امام سجادؑ میں عزادار و کے اس عمل کو غلط و تشیع مخالف ظاہر کرتے ہوئے پاک و ہند میں رائج قدیم عزاداری پر حملہ کیا۔۔

ان صاحب کے اس عمل پر میرے جیسے غیور عزادار کا خون کیوں نہیں کھولتا تو جواباً میں نے بھی اسی طرز اعتراض سے ان پر اعتراض کیا جسے الزامی جواب کہا جاتا ہے۔

میرا پوسٹ کرنا تھا کہ ان کے مخصوص فیس بو کی گروپ جو پہلے ٹروشیعہ کے نام سے تھا اور اب نام بدل کر ٹرو اسلام ہو گیا ہے کہ سارے ان کے مقلدین مجھ پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے میں نے کسی کو گناہ کی دعوت دے ڈالی ہو۔۔

اور تو اور میرے لکھے کو پڑھے بغیر ہی مجھ پر الٹی تہمات لگانا شروع ہو گئے کہ کیسے تم نے کڑے پہننے کو سنت سجاد لکھا جبکہ ایسا لکھنا خود ان کے اپنے محقق عالی جنابِ جوادرضوی کا تھا جس کے رد عمل میں میں نے فقط اتنا لکھا کہ۔۔

تمام عزادار ایسے نام نہاد اصلاحی پسند ٹولے سے ہوشیار رہیں !

جوادرضوی سے میں پوچھتا ہوں کہ آدھی رات کو اٹھ کر قید امام سجادؑ کی یاد میں کڑا پہن کر نماز شب پڑھنے میں کیا موت پڑتی ہے جو ایک مستحب عمل کو دوسرے کے مقابل کھڑا کر کے شعائرِ عزاداری پر حملہ کر رہے ہیں؟؟

حقیقت یہ ہے کہ معترض کو نہ نماز شب پڑھنی ہے اور نہ امام سجادؑ کی مصیبت کی یاد منانی ہے" !

خیر افسوس ان کے کم عقل مقلدین پر نہیں بلکہ کچھ خاص برادارن جن کو میں صاحبِ فہم و علمی سمجھتا ہوں ان کی طرف سے رسپانس پر ہوا۔۔

پہلے ان برادران نے میری پوسٹ کو سمجھا ہی نہیں اور جب کمنٹس میں ان سے بات ہوئی تو پھر انہوں نے اس بات پر اعتراض شروع کر دیا کہ آپ نے کیسے کڑے پہننے کو مستحب لکھ دیا اور اسے شعائر عزاداری میں شامل کر دیا وغیرہ وغیرہ

چلیں اب مجبوراً مجھے کچھ تفصیل سے بیان کرنا ہو گا تا کہ اصلاح کی راہ ہموار کی جا سکے۔

تحریر شروع کرنے سے پہلے میرے عزادار مومنین و مومنات ایک بات یاد رکھیں کہ اصلاح کا نعرہ بلند کر کے رائج عزاداری پر حملہ کرنا یہ شیوہ تشیع نہیں بلکہ سقیفائی روش ہے تبھی 14 سو سال پہلے امیر المومنین علیہ السلام نے ایک فقرے میں تا قیامت ایسی سازشوں کو سمجھنے کا اصول عطا کر دیا تھا یہ کہہ کر کے۔۔۔

"کَلِمَۃ حَقٍ اُرِیدَ بِھَا بَاطِلٍ"۔۔ ان کا نعرہ تو (بظاہر) حق ہے پر ان کا ارادہ باطل ہے!

ہمارے مجتہدین عظام نے بھی واضح طور پر نصیحت کرتے ہوئے تلقین کردی کہ جیسی عزاداری آپ تک اپنے اجداد سے منتقل ہوئی ہے اسی پر قائم رہیں اور وہی مراسم عزاداری اپنی اگلی نسل میں منتقل کریں۔

واقعاً ہمارے مراجع عظام کی یہ نصیحت اس قدر حکیمانہ ہے کہ جس نے باطل کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا ہے!

انہی مراسم عزاداری کی اہمیت و عظمت میں زنجیر و قمہ زنی کے جواز پر اپنی تحریر میں پیش کر چکا ہوں تو مومنین اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں تاکہ یہاں تکرار کر کے اپنے و قارئین کے وقت کو بچا کر عزاداری میں مصروف رکھ سکوں۔

تو اب مدعا یہ تھا کہ ابو عبد اللہ آپ نے کیسے کڑے و بیڑی کو مستحب کہہ دیا جبکہ یہ تو سکھوں کا شعار ہے کہ وہ کڑے پہنتے ہیں اور پتا نہیں کیا کیا اور کیا۔۔ مومنین جا کر اسی پوسٹ کے کمنٹس سیکشن میں سارے فضول کمنٹس خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔۔

اب فوکس کرتے ہیں کہ کیارائج عزاداری کی رسومات بدعت و گمراہی ہیں یا شیعہ فقہاء نے ان مراسم کو مباح و جائز کجا ان کے مستحب ہونے تک پر فتاویٰ دیے ہیں۔

اسی مسئلے یعنی کڑے پہننے پر جواب آیت اللہ شیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ العالی سے سوال ہوا تو انہوں اس کے جواب میں فرمایا:

"اگر کڑی کو اس نیت سے پہنا جائے کہ امام نے حکم دیا ہے تو پھر پہننا حرام ہے لیکن اس نیت سے پہنیں کہ امام کی قید کو نہ بھولیں تو یہ باعثِ ثواب ہے "

حوالہ: صوت النجف، تیرہواں شمارہ

تو اب بتائیں کہ مجتہد کبیر تو واضح الفاظ میں اس کے پہننے کو باعثِ ثواب کہہ رہیں جو کہ مستحب کہلاتا ہے جبکہ ہمارے نادان دوست اس کے مخالف ہیں۔۔

اب آگے چلتے ہیں۔۔۔

آیت اللہ العظمی سید سیستانی دام ظلہ العالی سے جب کڑا و ہتھکڑی و کلاوا پہننے پر سوال ہوا تو انہوں نے کیا فرمایا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

سوال :

پاکستان اور ہندوستان میں ایام عزا میں، مومنین عام طور پر امام سجاد علیہ السلام کی یاد میں ہاتھوں میں چھوٹی زنجیریں (جسے ہتھکڑی یا کڑا کہتے ہیں) پہنتے ہیں اور اسیران کربلا کی گردنوں میں رسیوں کی یاد میں چند دھاگے (جسے کلاوا کہتے ہیں) پہنتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ مباح عمل ہے لیکن وہ اس عمل کی وجہ سے کربلا والوں کو یاد کر کے ان مصیبت کو محسوس کرتے ہیں۔

کیا انہیں ایسے اعمال کرنے کی اجازت ہے ؟ کیا یہ اب بھی ناپسندیدہ ہیں اور نہیں ہونے چاہئیں ؟ ؟ جیسا کہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ چیزیں پہن کر وہ شہداا ور اسیر ان کربلا کے قریب محسوس کرتے ہیں ؟

اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی کا بہت خیر مقدم کیا جائے گا۔

جواب:

یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔

استفتاء : www۔alistani۔org

دفتر مرجع اعلیٰ آیت اللہ سیستانی

Date: Sat 8 Dec 2012, 20:13:09 + 0400

اب آیت اللہ العظمی سید سیستانی کو بھی اس میں حرج محسوس نہیں ہو رہا۔۔۔ تو آپ کیا مراجع عظام سے زیادہ عاقل ہیں؟؟

اور ایک اور استفتاء میں سید سیستانی دام ظلہ العالی فرماتے ہیں:

سوال :

منبر حسینی کا بوسہ لے کر اپنے آپ کو متبرک کرنے کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں نکلے ہوئے جلوس کے عَلم مبارک اور امام بارگاہ کی دیواروں کا بوسہ لینا جائز ہے؟

جواب:

ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جس کی نسبت سید الشھداا اور دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف ہو ان سے متبرک ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

جی میرے بھائیوں سید سیستانی تو بالعموم ہر اس شے سے متبرک ہونے کے جواز میں فتویٰ دے رہے ہیں جس کی نسبت معصومین علیہم السلام سے ہو۔۔ تو اب جا کر کسی کڑے یا بیڑی پہننے والے عزادار سے پوچھیں کہ تم آخر کس کی نسبت سے یہ سب پہنتے ہو۔۔۔؟ اور ساتھ مجھے یہ بھی بتائیں کہ "متبرک" ہونا کسے کہتے ہیں؟

اگر یہ اعتراض ہو کہ یہ تو مباح کام ہے جس کا ثواب سے کوئی تعلق نہیں جبکہ اوپر میں نے باعثِ ثواب ہونے پر فتاویٰ پیش کر دیے ہیں۔۔۔ پھر چلیں ایک اور استفتاء کا جواب پیش کئے دیتا ہوں۔۔

سید سیستانی دام ظلہ العالی فرماتے ہیں:

بسمہ تعالی

ثواب بستگی بہ نیت انسان و قابلیت او دارد ممکن است عمل مباحی نیز ثواب داشتہ باشد۔

موفق باشید

ترجمہ: عمل کا ثواب انسان کی نیت و قابلیت پر منحصر ہے ممکن ہے کہ ایک عملِ مباح بھی ثواب کا باعث بن جائے۔۔

حوالہ www : ۔sistani۔org

دفتر حضرت آیت اللہ العظمی سیستانی (دام ظلہ)۔بخش استفتائات

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علم و تعزیہ و کڑا و بیڑی کیسے شعائر حسینیہ میں سے ہو گئے تو اب مرحوم آیت اللہ العظمی سید صادق روحانیؒ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سوال: آیا علم عباس از شعایر حسینی محسوب میشود یا خیر؟

جواب: ھو العالم، عزاداری بر امام حسین علیہ السلام بہ تمام معنای کلمہ از مستحبات اکیدہ است و از شعایر مذھبی است و پرچم سیاہ کہ بہ عنوان اعلام آنکہ زمان و مکان آمادہ است برای عزاداری نہ اینکہ بدعت نیست بلکہ از شعایر مذھبی است۔

حوالہ: استفتات آیت اللہ صادق روحانی، جلد نمبر 3

جی میرے عزیزان بغور دیکھیئے کہ تمام شعائر مستحب بھی ہیں اور عَلم عباس علیہ السلام بالخصوص شعائر مذھب شیعہ بھی ہے۔

تو اب آیت اللہ صافی گلپایئگانی کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ عَلم اٹھانا تعظیمِ شعائر حسینیہ ہے۔۔

"حمل عَلَم بعید نیست از تعظیم شعائر محسوب شود وبی اشکال باشد "

حوالہ: صافی، جامع الاحکام، ج2، س1595

ایک تو آج کل کے فیس بُکی محققین کو جب کچھ بھی نہ ملے تو فوراً وھن مذہب کا کارڈ کھیل کر عزاداری پر حملہ آور ہو جاتے ہیں کہ بھئی یہ تو توہینِ مذہب ہو رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔

اب اگر میں یہاں وھن مذھب کی بحث میں یہ شروع کر دوں کہ ناظرانِ بیرونی کے کیا معیارات ہیں یا ناظر سے کون مراد ہے، کس طرح کا عرف وھن مذھب کا تعین کرتا ہے، املاک و متشرعین کون ہیں، تحقیق مکلف سے کیا مراد ہے یا معیارِ غالب کسے کہتے ہیں، زمان و مکان کے بدلنے سے وھن پر اثرات وغیرہ وغیرہ تو یہ عام مومنین و مومنات کہ اذہان کو الجھن کا شکار کرے گا کیونکہ یہ خلصاً فقہی بحث ہے۔

بس مومنین و مومنات ایک اصول سمجھ لیں کہ کوئی بھی عزاداری کی رسم توہینِ مذہب اس وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ ہمارے دشمنوں اور مخالفین جو کہ فسادیوں کا ٹولہ ہے ان کے سوشل میڈیا پیجز یا اکاؤنٹس سے تصویر یا ویڈیو کی صورت میں شائع کر دی جائے اور ہمارے نادان بھائی وہاں سے اسکرین شاٹ یا ویڈیو اٹھا کر ہنگامہ آرائی شروع کر دیں کہ دیکھیں یہ توہین مذہب کا سبب بن رہی ہے کیونکہ توہینِ مذہب کے فقہی احکام میں ایسے دشمنانِ تشیع، فسادیوں و غیر دینی افراد کی جانب سے کچھ کہنا عرفِ معیار نہیں ہے!! یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لیں۔۔

اب استفتائات پر ہی توقف کر کے آگے بڑھتا ہوں تا کہ عوام الناس آسانی سے سمجھ سکیں۔

آیت اللہ سید محمد وحیدی فرماتے ہیں:

ان مایخالف الأسلوب الحضاري مخالفه عرفیه ولیس مخالفه شرعیه، والعرف مختلف، لمایکون ما هو مستهجن عند جمع مستحسنا عند عرف جمع آخر

ترجمہ: ہر وہ چیز جس کا عرف مخالف ہو ضروری نہیں ہے کہ شریعت بھی اس کی مخالف ہو، عرف بہت مختلف ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی عرف کے نزدیک ایک چیز قبیح ہو اور دوسرے عرف وہی چیز مستحسن ہو۔

جب توہینِ مذہب اور رسومات عزا کا مذاق اڑانے کو عنوان قرار دے کر عارف با عمل مرحوم آیت اللہ العظمی بہجت سے استفتاء کیا گیا تو ان کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محضر مبارک حضرت آیہ اللہ العظمی بھجت

سلام علیکم، برخی از افراد مدعی ھستند کہ برخی از انواع شعائر حسینیؑ موجب میشود کہ بہ استھزاء ما بپردازند و مذھب ما را مسخرہ کنند بنابراین انجام این عمل حرام است

مستدعیست نظر مبارک را در این بارہ مرقوم فرمایید؟

والسلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

جواب :

بسم اللہ تعالیٰ

این حرف ھااعتبار ندارد والا کافران گاھی نماز خواندن ما یا اعمال حج مارا ھم مسخرہ میکنند

یعنی کچھ لوگ ہمارے شعائر حسینی کا مذاق اڑاتے ہیں۔۔ تو آیت اللہ بہجت نے یہی جواب دیا کہ اس قسم کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، کا۔ فر بھی ہماری نمازوں اور اعمال حج کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان کی پرواہ نہ کریں۔

انٹر نیٹ بھرا پڑا ہے کہ دیکھو یہ مسلمان ایک پتھر کو شیطان کہہ کر کنکریاں مار رہے ہیں تو کیا اب حج میں شیطان کو کنکریاں مارنا اس لیے ترک کر دیا جائے کہ غیر مسلم اس کا مذاق اڑاتے ہیں ؟؟؟

اسی طرح آیت اللہ صافی گلپایگانی بھی فرماتے ہیں کہ

ھمانا جزع مکروہ است مگر در مصیبت سید الشھداؑ و جزع بہ سبب اختلاف زمان ھا و سر زمین ھا مختلف است پس ھمانا اگر جزع بر فعل معینی صدق کند آن کار مستحب است و بہ سخن دشمنان و مبغضین اھل بیتؑ توجھی نمی شود۔

یعنی دشمن اگر آپ کے رونے کا مذاق اڑائے جو کہ وہ اڑاتے ہیں تو ایسے دشمنانِ اہل بیت علیہم السلام کی پرواہ نہ کریں۔۔

ایسے ہی آیت اللہ یثربی بھی فرماتے ہیں کہ کوئی بھی مستحب عمل مذہب کو کمزور کرنے کی وجہ نہیں بنتا۔۔

ھیچ عمل مستحبی باعث وھن مذھب نمیشود۔

منبع: سایت معظم لہ

اسی طرح ایسے نام نہاد اصلاحی پسند ٹولے اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ننگے ہو کر ماتم کرنا درست نہیں یہ توہینِ مذہب کا سبب بنتا ہے۔۔۔

اس پر بھی لاتعداد فتاویٰ موجود ہیں جن کو پیش کرنے کی یہاں ضرورت نہیں البتہ امامِ خمینی رح کا فتویٰ ضرور پیش کر دوں کیونکہ ایسا زیادہ تر ان افراد کی طرف سے فتنہ کیا جاتا ہے جو خود کو بہت بڑا انقلابی ظاہر کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں امام خمینی کا ننگے ہو کر ماتم پر فتویٰ

سوال؛

سینہ زدن با بدن برھنہ در انظار عمومی چہ حکمی دارد ؟

جواب؛

مانعی ندارد۔

حوالہ: استفتائات امام خمینی (رہ)، جلد 3 صفحہ 583

لگے ہاتھوں ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سوال؛

آیا جایز است در مراسم عزاداری امام حسینؑ مردھا با حضور زن ھا لخت شدہ و عزاداری نمایند؟

جواب؛

اشکال ندارد، مگر در صورتی کہ مفسدہ داشتہ باشد، و بر زن ھا واجب است از نگاہ کردن بہ بدن نامحرم اجتناب نمایند۔

حوالہ: استفتائات امام خمینی (رہ)، جلد 3 صفحہ 584

جب امام خمینی سے پوچھا گیا کہ آیا مردوں کا عورتوں کے سامنے قمیض اتار کر ماتم کرنا جائز ہے؟ تو رہبر انقلاب اسلامی نے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں البتہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ مردوں پر نظر نہ کریں۔

خیر میں کڑے و بیڑی سے کسی اور طرف نکل گیا واپس آتا ہوں،، کیا کروں کہ اتنا کچھ ہے ذہن میں کہ۔۔۔۔ افففف

اب آخر میں کچھ سوالات۔۔۔ ان افراد سے جو اپنی کج فہمی کو عقل سلیم سمجھ کر عزاداری کی عظیم رسومات پر اعتراض کرتے ہیں۔۔۔

سوال نمبر 1 :

اگر آپ کہتے ہیں کہ کڑا و بیڑی یزیدیوں کی جانب سے پہنائی گئی تھی نا کہ امامِ سجاد علیہ السلام نے اپنی خوشی سے پہنی تو پھر ہمیں بتائیں کہ کیا امام موسی کاظم علیہ السلام نے بھی طوق و

زنجیر اپنی مرضی سے پہنی تھی؟ اگر نہیں تو پھر امام نے اپنی وصیت میں یہ کیوں تلقین فرمائی کہ مجھے انہی طوق وزنجیر کے ساتھ دفن کیا جائے؟؟

أنہ (علیہ السلام) دفن بقیودہ وأنہ أوصی بذلک

ترجمہ: امام موسی کاظم علیہ السلام کو زنجیروں کے ساتھ دفن کیا گیا کیونکہ انہوں نے اس کی وصیت فرمائی تھی۔

حوالہ:

الأنوار البھیة - الشیخ عباس القمي - الصفحة ۲۰۳

مستدرک الوسائل - المیرزا النوري - ج ۲ - الصفحة ۴۸۵

شجرۃ طوبی نویسندہ: الحائري المازندراني، الشیخ محمد مھدي جلد: 1 صفحہ: 89

سوال نمبر 2:

امامِ حسین علیہ السلام، خاندان اہل بیت اور اصحاب امامِ حسین علیہ السلام کو بھوکا پیاسا کس نے رکھا تھا؟ یزیدیوں نے۔۔ ایسا ہی ہے نا۔۔ تو پھر آج سے آپ 10 محرم کو فاقہ کرنا چھوڑ دیں گے ؟ کیونکہ یہ کام تو یزیدیوں کا تھا کہ آقا حسین علیہ السلام اور ان کے خاندان نے بخوشی یہ کیا تھا۔۔

سوال نمبر 3:

امامِ حسین علیہ السلام کو رلا رلا کر شہید کیا گیا اور دیگر اسیران کربلا کو کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام مسلسل کس نے رلایا تھا؟؟؟ یزیدیوں نے ؟ ہاں یا نہیں ؟

اگر ہاں تو پھر کیا آج سے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا بھی چھوڑ دیں گے ؟؟؟

سوال نمبر 4:

حضرت ہاجرہ نے پانی کی تلاش میں جو سات دفعہ صفا اور مروہ کا چکر لگایا تھا وہ اپنی خوشی سے لگایا تھا یا ایسے کرنے پر مجبور ہوئیں تھیں ؟؟ تو کیا اب مکہ میں سعی کرنا بھی چھوڑ دیا جائے کیونکہ ایسا انہوں نے خوشی میں تو نہیں کیا تھا۔۔

اگر بن پڑے تو جواد رضوی اور دیگر معترضین اس تحریر کا اور بالخصوص ان 4 سوالات کے جوابات علمی و منطقی طریقے سے ضرور دیں۔۔

والسلام

عزادار #ابو عبداللہ

کیا معراج پر اللہ نے اپنے حبیب سے مولا علیؑ کے لہجے میں بات کی؟

ایک سوال کے جواب میں۔۔

سوال: شب معراج پر جو نبی کریم صلی آلہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ نے جو مولا علی علیہ السلام کے لہجہ میں بات کی تھی اس میں کتنی حقیقت ہے اگر اہلسنت کی کتب سے بھی اسکا ثبوت ہو تو بھیج دیں اور کیا مولا علی علیہ السلام بھی معراج پر گئے تھے؟

جواب: سلام، شب معراج النبی ﷺ میں اللہ کا اپنے محبوب سے امام علی علیہ السلام کے لہجے میں کلام کرنا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا کیونکہ سید ابن طاووس، علامہ اربیلی، علامہ مجلسی، شہید اول کے شاگرد شیخ ابو محمد الحلی جیسے جید علمائے تشیع کی اپنی کتابوں میں اس کی تصریح کی ہے۔

اس واقعہ پر کتب اہل سنت میں بھی احادیث موجود ہیں اور ہلکے علماء اہل سنت نہیں بلکہ مکتبِ خلفاء کے امام لیول کے علماء جو شدید شیعہ دشمنی میں مشہور ہیں جن میں ابن تیمیہ اور ذھبی وغیرہ تک نے اس واقعہ پر احادیث نقل کی ہیں اور وہ بھی دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کے بیٹے عبد اللہ ابن عمر سے۔۔

حدیث کا متن ملاحظہ فرمائیں:

وعن عبد الله بن عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَدْ سُئِلَ: بِأَيِّ لُغَةٍ خَاطَبَكَ رَبُّكَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ؟ فَقَالَ: خَاطَبَنِي بِلُغَةِ عَلِيٍّ، فَأَلْهَمَنِي أَنْ قُلْتُ: يَا رَبِّ خَاطَبْتَنِي أَمْ عَلِيٌّ؟ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَنَا شَيْءٌ لَسْتُ كَالْأَشْيَاءِ، لَا أُقَاسُ بِالنَّاسِ وَلَا أُوصَفُ بِالْأَشْيَاءِ، خَلَقْتُكَ مِنْ نُورِي وَخَلَقْتُ عَلِيًّا مِنْ نُورِكَ فَاطَّلَعْتُ عَلَى سَرَائِرِ قَلْبِكَ، فَلَمْ أَجِدْ إِلَى قَلْبِكَ أحبَّ مِنْ عَلِيٍّ، فَخَاطَبْتُكَ بِلِسَانِهِ كَيْمَا يَطْمَئِنَّ قَلْبُكَ۔

۔۔ عبد اللہ ابن عمر کہتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال ہوا کہ معراج کی رات اللہ نے آپ سے کس لہجے میں کلام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خاطبني بلغة علي یعنی مجھ سے خطاب علی علیہ السلام کے لہجے میں ہوا۔۔۔

حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن تیمیہ کی کتاب ۔۔۔

- مختصر منهاج السنة، فصل - ص243

امام ذھبی کی کتاب ۔۔۔

- المنتقى من منهاج الاعتدال، الفصل الثالث في إمامة علي رضي الله عنه - ص313

امام دوانی کی کتاب ---

- الحجج الباهرة في إفحام الطائفية ، ص230 - قولهم إن الله تعالى ليلة المعراج خاطب النبي صلى الله عليه وسلم بلغة علي

امام خوارزمی حنفی کی کتاب ---

- المناقب للخوارزمي، الفصل 6 - ص 78 - حديث 61

امام حنفی قندوزی کی کتاب ---

- ينابيع المودة، الجزء 1 ص246 و 247

اب سوال کا تیسرا حصہ کہ کیا مولا علی علیہ السلام بھی معراج پر گئے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شیعہ کا دعویٰ ہے اور نہ ہی شیعہ علماء کا کہ معراج پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مولا علیؑ بھی تشریف لے گئے تھے۔

البتہ ایک مولائی نقطہ میں اپنی جانب سے ذاتی رائے کے طور پر پیش کر دوں کہ نفسِ رسول ﷺ ہونے جیسی عظیم مرتبہ فضیلت کی وجہ سے کیا یہ کہنا غلط ہو گا کہ رسول کا نفس بھی معراج پر ساتھ تھا۔۔۔؟ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ صاحبِ نفس تو معراج پر ہو اور اس کا نفس زمین پر ہو۔۔

والسلام، ابو عبد اللہ

دفاعِ تطبیر: خونی ماتم، زنجیر و قمہ زنی پر فقہائے تشیع کے نظریات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يا اَبا عَبْدِاللّهِ وَ عَلَى الاَْرْواحِ الَّتى حَلَّتْ بِفِنآئِكَ عَلَيْكَ مِنّى سَلامُ اللّهِ اَبَداً ما بَقيتُ وَ بَقِىَ اللَّيْلُ وَ النَّهارُ وَلا جَعَلَهُ اللّهُ اخِرَالْعَهْدِ مِنّى لِزِيارَتِكُمْ اَلسَّلامُ عَلَى الْحُسَيْنِ وَ عَلى عَلِىِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَ عَلى اَوْلادِ الْحُسَيْنِ وَ عَلى اَصْحابِ الْحُسَيْنِ

السلام علیکم مومنین و مومنات

اپنی تحریر کا آغاز میں اس حدیث سے کرتا ہوں جو ہر عزادار نے سن بھی رکھی ہے اور وہ خود اپنی ذات میں اس حدیث کی زندہ تفسیر بھی ہے۔

قالَ رَسُولُ اللّهِ صلّى اللّه عليه و آله:

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ عليه السّلام حَرارَةً فى قُلُوبِ الْمُؤ منينَ لا تَبْرَدُ اَبَداً۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مومنین کے دلوں میں امام حسینؑ کی شہادت کی ایسی حرارت ہے جو کبھی خاموش نہ ہو گی!

- جامع احادیث الشیعه ، ج 12، ص 556

آج کی تحریر اُسی طرح سے میرے لیے لکھنا قدرے مشکل ہے جیسے مسئلہ شہادت ثالثہ پر تحریر لکھی تھی کیونکہ خونی ماتم کا عنوان بھی مسئلہ شہادت ثالثہ کی طرح بہت حساس ہے اور انتہائی ذمہ داری سے مجھے یہ اجر رسالت ادا کرنا ہے۔

جنابِ زہراؑ سے توسل کرتے ہوئے آغاز کرتا ہوں

...یا مولاتی یا فاطمة اغیثینی

دیکھنے میں آیا ہے کہ جب بھی ایامِ عزا قریب ہوتے ہیں تو ایک مخصوص گروہ کی جانب سے سوشل میڈیا پر طوفانِ بدتمیزی برپا کر دیا جاتا ہے اور اصلاح عزاداری کا نعرہ بلند کر کے خود عزاداری سید الشہداءؑ کے خلاف محاذ کھول دیا جاتا ہے اور اسی اصلاحی نعرے کی آڑ میں مجتہدین کے نام پر عوام کو مجتہدین کے خلاف کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مگر ہر بار ایسے نام نہاد مصلحین کو علماء حق اور عزادارانِ مولا حسین علیہ السلام کی جانب سے منہ کی کھانا پڑتی ہے۔

ایسے طبقے کو میں شیعہ وہابی کہہ کر مخاطب کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا طرز عمل بالکل وہابیت کا عکاس ہے یعنی زبردستی اپنے نظریات دوسروں پر تھوپنا اور اگر کوئی نہ مانے تو اسے ایم آئی سکس کا ایجنٹ نہیں تو اس پر غالیت کا ٹھپا لگا کر اس کے خلاف پوسٹس شروع کر دینا ہے۔

خیر مجھے ان باتوں سے قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ میرا ہر لفظ اس سوچ کے ساتھ اترتا ہے کہ ابو عبد اللہ تمہاری ہر سطر اور ہر لفظ پر زمانے کے امام (عج) کی نظر ہے۔۔ کہیں خیانت نہ ہونے پائے۔۔ تو جب قلم ہی معصوم کی خاطر اٹھایا جائے تو پھر ڈر کیسا؟؟

قارئین میں اپنی تحریر کو تطبیر پر اٹھائے اعتراضات میں منقسم کروں گا جیسے کہ:

- خونی ماتم پر دلیل کے طور پر پیش کی جانے والی حضرت زینبؑ کی روایت ضعیف ہے
- خونی ماتم مطلقاً ہر مجتہد کی جانب سے حرام ہے
- رہبر معظم آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای (حفظ اللہ) ولی فقیہ ہیں تو ہر مجتہد کے مقلد کو ان کا حکم ماننا واجب ہے
- کسی بھی مرجع نے اسے فروغ نہیں دیا
- خونی ماتم، عبادات میں رکاوٹ ہے کیونکہ خون نجس ہے اور لباس پر لگے خون میں نماز نہیں ہو سکتی وغیرہ وغیرہ وغیرہ

تو قارئین کرام، خونی ماتم جسے تطبیر بھی کہا جاتا ہے اس پر لکھنے سے قبل میں مرحوم آیت اللہ العظمی کاشف الغطاءؒ کی کتاب اصل و اصول الشیعہ سے کچھ سطریں پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ عوام الناس کو یہ باور کرواسکوں کہ عزاداری سید الشہداءؑ کو لے کر ہمارے عظیم الشان مراجع عظام اور مجتہدین کرام کا کیا نظریہ رہا ہے تاکہ باطل افراد خود بخود بے نقاب ہو جائیں۔

آیت اللہ العظمی شیخ محمد حسین کاشف الغطاء لکھتے ہیں:

عزاداری احیائے دین کا ذریعہ ہے اور عزائے حسین علیہ السلام پر اٹھائے جانے والے شبہات دراصل امویوں اور وہابیوں کی سازشوں کا حصہ ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ حیلے بہانے کارگر ہو گئے اور ان شعائر میں تعطل آ گیا تو ایسی مجلس کے خاتمے کا پیش خیمہ ہوں گے کہ جن سے دین کا احیاء وابستہ ہے۔۔

اسی جانب آیت اللہ العظمی سید جواد طباطبائی تبریزی بھی اپنے ایک فتوے سے مومنین کو ہوشیار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

دشمنان اسلام نے عزاداری کے خلاف مورچہ بندی کر لی ہے لیکن اس عظیم وسیلہ کو لوگوں کے دلوں سے مٹانا ان کے بس سے باہر ہے البتہ انہوں نے بیہودہ اور لغو قسم کے خلافِ حقیقت اعتراضات کا بیج بونا شروع کر دیا ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں۔ بزرگ علماء نے غیر مبہم اور واضح انداز میں مراسم عزا کے جواز کا فتوی دیا ہے۔ چند احمق اور عقل سے بے بہرہ افراد جو مراجع عظام اور علماء کے خلاف زبان درازی کر رہے ہیں ان کی کسی بات پر دھیان نہ دیا جائے اور ان کی ہر بات کو دیوار پر دے مارا جائے۔۔

اور جب آیت اللہ العظمی سید صادق روحانی سے مراسم عزاداری کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

بما أن بقاء الإسلام بالثورة الحسينية، وبما أن الثورة إنما هو بالشعائر الحسينية فإحياء تلكم الشعائر أفضل من جميع الأعمال المستحبة

ترجمہ: اسلام کی بقاء انقلابِ حسینی کی وجہ سے ہے اور انقلابِ حسینی کی جو بقا ہے یہ شعائرِ حسینیہ کو زندہ رکھنے کی وجہ سے ہے اور شعائرِ حسینیہ تمام مستحب اعمال سے افضل ہے!

تو ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ ہمارے عظیم مجتہدین، عزاداری کے معاملے کس قدر حساس ہیں اور اس کی بقا پر کس قدر متحرک ہیں۔

یہاں میں چاہوں تو فتاویٰ کی لائن لگادوں کہ کس کس مجتہد نے کیا کیا کہا ہے لیکن تحریر کے طولانی ہو جانے کے خوف سے گریز کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔

مومنین و مومنات ایک بات اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ مراسم عزاداری پر حملہ دراصل دینِ خدا پر حملہ ہے اور ساتھ ساتھ غیبتِ امامِ زمانہ (عج) میں نظامِ مرجعیتِ تشیع پر بھی تاکہ عوام کو مرجعیت سے دور دھکیل کر دیگر مسالک کی طرح منتشر کر دیا جائے۔۔ جبکہ آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا کہ ہمارے مجتہدین مراسم عزاداری کو تمام مستحب عبادات سے افضل جانتے ہیں۔ اب اگر کوئی مجتہدین پر انگلیاں اٹھانے کی کوشش کرے تو سمجھ لیں یہ شیعیت کے لبادے میں لپٹا دشمنِ تشیع ہے اب چاہے اس کے سر پر عمامہ ہی کیوں نا ہو۔

میری تمہید کافی طویل ہو چکی ہے۔۔ جانتا ہوں۔۔ لیکن مجبوری ہے کہ آپ کو حقائق سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ عام مومنین ایسے گروہ کو اور ان کی سازشوں کو اچھی طرح سے پہچان لیں۔

یہاں رک کر ایک بات خصوصی طور پر واضح کرتا چلوں کہ تطبیر یعنی خونی پرسہ خالصاً فقہی مسئلہ ہے اور ہر فرد اس مسئلے میں اپنے مجتہد کے فتوے پر عمل کرنے کا پابند ہے نا کہ کچھ افراد اپنے مجتہد کا فتویٰ دوسرے مجتہدین کے مقلدین پر تھوپنا شروع کر دیں۔۔

اب باضابطہ طور پر آپ احباب کے سامنے میں تطبیر یعنی خونی ماتم کے جواز میں جو روایت پیش کی جاتی ہے پہلے اسے پیش کرتا ہوں پھر مجتہدین کے فتاویٰ پیش کروں گا اور اس کے بعد انہی مجتہدین کی سیرت سے مراسم عزاداری کا انعقاد بھی پیش کروں گا۔۔ انشاء اللہ

- **روایت: جنابِ زینبؑ کا چوبِ محمل سے اپنی پیشانی زخمی کرنا اور خون جاری ہونا۔۔**

نوٹ: روایت پر بحث کا مقصد قطعاً اس سے جواز کا استدلالی فتوی ثابت کرنا نہیں کیونکہ فقہی احکام کے دلائل دینا مجتہد کا کام ہے مقلد صرف فتاویٰ نقل کر سکتا ہے۔ اس پر مختصر بحث کا مقصد فقط ان حلقوں کو چھکی دینا ہے جو اس روایت کو لے سوشل میڈیا پر وبال مچاتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ بحار الانوار میں ایک طویل روایت نقل کرتے ہیں کہ

...فَإِذَا هُمْ أَتَوْا بِالرُّءُوسِ يَقْدُمُهُمْ رَأْسُ الْحُسَيْنِ ع وَ هُوَ رَأْسٌ زُهْرِيٌّ قَمَرِيٌّ أَشْبَهُ الْخَلْقِ بِرَسُولِ اللَّهِ ص وَ لِحْيَتُهُ كَسَوَادِ السَّبَجِ قَدِ انْتَصَلَ مِنْهَا الْخِضَابُ وَ وَجْهُهُ دَارَةُ قَمَرٍ طَالِعٍ وَ الرُّمْحُ تَلْعَبُ بِهَا يَمِيناً وَ شِمَالًا فَالْتَفَتَتْ زَيْنَبُ فَرَأَتْ رَأْسَ أَخِيهَا فَنَطَحَتْ جَبِينَهَا بِمُقَدَّمِ الْمَحْمِلِ حَتَّى رَأَيْنَا الدَّمَ يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ قِنَاعِهَا...

ترجمہ:

۔۔جب جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی نظر کوفہ میں اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس پر پڑی تو اپنی پیشانی کو چوبِ محمل پر مارا اور پیشانی سے خون جاری ہوا۔

- بحارالانوار، جلد ٤٥، صفحہ ١١٥-١١٤

قارئین کرام سب سے قدیم ترین کتاب جس میں یہ روایت موجود ہے وہ منتخب الاثر ہے جس کے مؤلف فخر الدین طریحیؒ ہیں۔

اس عظیم شیعہ عالم کے بارے میں کچھ معلومات دیتا چلوں کہ یہ کون تھے۔۔

فخر الدین بن محمد علی طُریحیؒ گیارہویں صدی ہجری کے شیعہ مفسر قرآن، جید عالم دین اور کتاب مجمع البحرین کے مولف ہیں۔ وہ پہلے شیعہ عالم ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث کے مشکل کلمات کی شرح کے سلسلہ میں کتاب تحریر کی۔۔

یہ وہ عظیم شیعہ عالم ہیں جن کے شاگردوں میں صفی الدین طریحیؒ، علامہ باقر مجلسیؒ، علامہ سید ہاشم بحرانیؒ اور علامہ سید ہاشم کتکانیؒ جیسے جید علماء شامل ہیں اور آقا بزرگ تہرانیؒ نے ان کا شمار معمر افراد میں بھی کیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ آقائے طریحی کا نام روایات کے اجازات کی سند میں ذکر ہوا ہے اور خود ان کے پاس بھی اجازہ روایت اور سماع تھا اور انہوں نے اپنے بعض شاگردوں کو اجازہ روایت عطا بھی کیا تھا۔

تو اب اس روایت کو آقائے طریحی کے بعد بزرگ فقہائے تشیع کہ جن میں شیخ الشریعہ اصفہانیؒ، آیت اللہ العظمی سید خوئیؒ اور آیت اللہ العظمی سبزواریؒ نے بھی قبول کیا ہے۔

اور یہ روایت

مستدرک سفینة البحار، نفس المهموم، جلا العيون، النعمة الساكبه، معالى ألسبطين، وسيلة الدارين اور اسرار الشهادت میں بھی درج ہے۔

یہاں میں اپنے قارئین کو علم الحدیث کی دقیق اصطلاحات میں الجھا کر تحریر کو طول نہیں دینا چاہتا جیسا کہ مرسل روایت کیا ہوتی، مجہولیتِ مصدر کیا ہے، کیا یہی ایک روایت فقط کتب مقاتل میں مرسل ہے یا یہ کہ اگر قرائن پر مرسل روایت پوری اترتی ہو تو اسے قبول کیا جاتا ہے یا مشہور روایت ہو اور اس پر عمل کیا جارہا ہو تو کیا اس کی سند پر جبران لازم آتا ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔۔

اگر میں نے اس پر بحث کا آغاز کر دیا تو یقین مانیں تحریر تحریر سے ہٹ کر مکمّل کتاب کا رخ لے لے گی تو میں یہاں پر فقط مجتہدین کے فتوے نقل کر دیتا ہوں کہ اس روایت کو لے کر

علماء کا کیا نظریہ ہے تاکہ روایت بھی ثابت ہو جائے اور دقیق بحث کی ضرورت بھی نہ رہے۔

جب آیت اللہ العظمی سید صادق روحانیؒ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ حدیث صحیح؟؟ تو آپ نے کہا معتبر ہے، ملاحظہ فرمائیں:

استفتاء: هل رواية السيدة زينب وضرب رأسها بالمحمل صحيحة ؟

جواب: نعم موجودتان و معتبرتان

- موقع مكتب سماحة آية الله العظمى السيد محمد صادق الحسيني الروحاني، استفتاء 5283

اسی طرح سے آیت اللہ العظمی الشیخ عبد اللہ المامقانیؒ نے بھی المواکب الحسینیہؑ میں یہی جناب زینبؑ والی روایت کو اپنے فتوے میں نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ويمكن الاستيناس لإدماء الرأس بالسيف والسلسلة، بضرب زينب جبينها بمقدّم المحمل، وسيلان الدم من تحت قناعها

- المواكب الحسينيّة (المطبوعة ضمن المجموعة)٢: ٢٤٢

اور آیت اللہ العظمی شیخ جواد تبریزیؒ نے بھی اپنے فتوے میں اس روایت کو پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ما مدى صحة الرواية التي تقول إن السيدة زينب (عليها السلام) ضربت رأسها بالمحمل؟

بسمه تعالى; الأمر في ضرب السيدة زينب (عليها السلام) جبينها على عمود المحمل حتى سالت الدماء منقول كسائر خصوصيات المصائب الواردة عن الأئمة (عليهم السلام) ، واللّٰه العالم۔

- الأنوار الإلهية في المسائل العقائدية

آیت اللہ العظمی سید تقی طباطبايي قمی چوبِ محمل سے سیدہ زینبؑ کے سر ٹکرانے اور خون کے جاری ہونے کے قائل ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

موید این مطلب حضرت زینب علیهاالسلام است که سر خود را به چوبه ی محمل زد بطوری که خون جاری شد

- کتاب شهید کربلا صفحه ۳۸۰

اسی طرح سے آیت اللہ سید مرتضیٰ حسینی فیروزآبادی بھی محمل والی روایت کو صحیح مانتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

وفعل زينب بنت علي عليه السلام من نطح جبينها بمقدم المحمل حتى جري الدم معروف مشهور لاينكر

یعنی سیدہ زینبؑ کا یہ فعل کہ انہوں نے اپنی پیشانی کو محمل پر مارا یہاں تک کہ خون جاری ہو گیا، مشہور اور معروف ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔۔

- الانتصار، جلد 9، صفحه 431

اب مجھے بتائیں کہ جس روایت پر ٹاپ لیول فقہاء اپنے فتاویٰ صادر کریں کیا وہ معاذاللہ جھوٹی روایت ہو سکتی ہے؟؟؟ کیا ایسا ممکن ہے؟؟

مزید فقہاء کے فتاویٰ بھی ہیں جو اس روایت کے صحیح ہونے پر دلیل ہیں لیکن میں اختصار کے پیش نظر ان سب کو ترک کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔

تو مومنین اب براہ راست ان فتاویٰ کو پیش کرتا ہوں جس سے تطبیر یعنی خونی ماتم کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن اگر میں نے تمام شیعہ فقہاء کے فتاویٰ بیان کرنا شروع کر دیے تو یقین مانیں تحریر کی جگہ مکمّل کتاب تشکیل دینا پڑ جائے گی کیونکہ دو سو سے زائد جید فقہائے تشیع خونی ماتم کو جائز قرار دیتے ہیں اور نا صرف جائز بلکہ بعض تو اس کے استحباب کے بھی قائل ہیں۔۔ تو بہتر یہی ہو گا کہ میں ایسے فقہاء کا انتخاب کروں جن کے ناموں سے عام عوام واقف ہیں۔ البتہ کوشش کروں گا کہ کم از کم ان تمام مجتہدین کے نام تو پیش ہی کر دوں جن کے میں فتاویٰ پیش نہیں کر رہا۔۔

سب سے پہلے مرحوم رہبر انقلابِ اسلامی آیت اللہ العظمی سید روح اللہ خمینیؒ کا فتویٰ پیش خدمت ہے۔

امامِ خمینی اور تطبیر:

سوال : نظرتان در مورد زنجیر زنی و لطمه زنی که منجر به خونریزی ومجروح شدن میشود چیست؟

جواب : مانعی ندارد مگر اینکه موجب ضرر فاحش بر بدن شود۔

- استفتاءات ج 3 ص 580

ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔۔

س 38 – آیا قمه زدن در عزای حضرت إمام حسین علیه السّلام جائز است یا نه؟

ج – اگر موجب ضرر نباشد مانع ندارد، ولی در این زمان این عمل نشود۔

- استفتاءات امام خمینی؛ ج 3، ص: 581 – تاریخ 1392/8/19

امام خمینی سے سوال ہوا کہ کیا قمہ زنی عزاداری امام حسین علیہ السلام میں جائز ہے یا نہیں تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

اگر کسی نقصان کا خوف نہ ہو تو جائز ہے پر آج کے دور میں نہ کریں تو بہتر ہے۔

یعنی فی نفسہ بذات خود اسے جائز سمجھتے تھے لیکن مشورہ کے طور پر کہتے تھے کہ آج کل اسے انجام نہ دیں۔ نا کہ اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا۔

آیت اللہ العظمیٰ سید سعید الحکیم اور خونی ماتم

س19: لماذا في أثناء تشيع مراسم عاشوراء يكون هناك عزاء ولطم ؟ وهل يجوز ذلك ؟ وأنا أرى في التلفاز الرجال وهم يعزون بسلاسل من حديد !! ألا يعتبر ذلك من إيذاء النفس ؟

ج19: إظهار الحزن والجزع على مصائب أهل البيت (عليهم السلام) أمر راجح ، ومجرد الإضرار غير الشديد بالبدن لا إشكال فيه ـ

اب اگر یہاں پر ہر فتوے کو متن کے ساتھ اردو ترجمہ کرتا چلا گیا تو بہت وقت لگ جائے گا جبکہ سب فتاویٰ کا عنوان ایک ہی ہے کہ تطبیر جائز ہے۔ تو اب میں فقط مجتہد کا نام اور ان کا

فتویٰ پیش کروں گا۔۔ سوائے ایک مرجع کے جن کا نام آیت اللہ العظمی نائینی ہے کیونکہ متعدد فقہاء نے انہی کے فتوے کو قبول کرتے ہوئے خونی ماتم کو جائز قرار دیا ہے۔

تو پیش خدمت ہے آیت اللہ العظمی نائینی کا فتویٰ

آية الله العظمى النائيني

بسم الله الرحمن الرحيم، إلى البصرة وما والاها: بعد السّلام على إخواننا الأماجد العظام أهالي القطر البصري ورحمة الله وبركاته؛ قد تواردت علينا في (الكرادة الشرقية) برقياتكم وكتبكم المتضمنة للسؤال عن حكم المواكب العزائية وما يتعلق بها، إذ رجعنا بحمده سبحانه إلى النجف الأشرف سالمين، فها نحن نحرر الجواب عن تلك السؤالات ببيان مسائل:

الأولى: خروج المواكب العزائية في عشرة عاشوراء ونحوها إلى الطرق والشوارع مما لا شبهة في جوازه ورجحانه وكونه من أظهر مصاديق ما يقام به عزاء المظلوم. وأيسر الوسائل لتبليغ الدعوة الحسينية إلى كل قريب وبعيد، لكن اللازم تنزيه هذا الشعار العظيم عما لا يليق بعبادة مثله من غناء أو استعمال آلات اللهو والتدافع في التقدم والتأخر بين أهل محلّتين، ونحو ذلك، ولو اتفق شيء من ذلك، فذلك الحرام الواقع في البين هو المحرّم، ولا تسري حرمته إلى الموكب العزائي، ويكون كالناظر إلى الأجنبية حال الصلاة في عدم بطلانها.

الثانية: لا إشكال في جواز اللطم بالأيدي على الخدود والصدور حدّ الإحمرار والإسوداد، بل يقوي جواز الضرب بالسلاسل أيضاً على الأكتاف والظهور إلى الحد المذكور، بل وإن تأدى كل من اللطم والضرب إلى خروج دم يسير على الأقوى، وأما إخراج الدم من الناصية بالسيوف والقامات فالأقوى جواز ما كان ضرره مأموناً. وكان من مجرد إخراج الدم من الناصية بلا صدمة على عظمها ولا يتعقب عادة بخروج ما يضر خروجه من الدم، ونحو ذلك، كما يعرفه المتدربون العارفون بكيفية الضرب، ولو

كان عند الضرب مأموناً ضرره بحسب العادة، ولكن اتفق خروج الدم قدر ما يضر خروجه لم يكون ذلك موجباً لحرمته ويكون كمن توضأ أو اغتسل أو صام آمناً من ضرره ثم تبين ضرره منه، لكن الأولى، بل الأحوط، أن لا يقتحمه غير العارفين المتدربين ولا سيما الشبان الذين لا يبالون بما يوردون على أنفسهم لعظم المصيبة وامتلاء قلوبهم من المحبة الحسينية، ثبّتهم الله تعالى بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة۔

الثالثة: الظاهر عدم الإشكال في جواز التشبيهات والتمثيلات التي جرت عادة الشيعة الإمامية باتخاذها لإقامة العزاء والبكاء والإبكاء منذ قرون وإن تضمنت لبس الرجال ملابس النساء على الأقوى فإنّا وإن كنا مستشكلين سابقاً في جوازه وقيدنا جواز التمثيل في الفتوى الصادرة منا قبل أربع سنوات لكنا لما راجعنا المسألة ثانيةً اتضح لنا أن المحرم من تشبيه الرجل بالمرأة هو ما كان خروجاً عن زي الرجال رأساً وأخذاً بزي النساء دونما إذا تلبس بملابسها مقدراً من الزمان بلا تبديل لزيه كما هو الحال في هذه التشبيهات، وقد استدركنا ذلك أخيراً في حواشينا على العروة الوثقى۔ نعم يلزم تنزيهها أيضاً عن المحرمات الشرعية، وإن كانت على فرض وقوعها لا تسري حرمتها إلى التشبيه، كما تقدم۔

الرابعة: الدمّام المستعمل في هذه المواكب مما لم يتحقق لنا إلى الآن حقيقته فإن كان مورد استعماله هو إقامة العزاء وعند طلب الإجتماع وتنبيه الراكب على الركوب وفي الهوسات العربية نحو ذلك ولا يستعمل فيما يطلب به اللهو والسرور، وكما هو المعروف عندنا في النجف الأشرف فالظاهر جوازه، والله العالم۔

حرره الأحقر محمد حسين الغروي النائيني

- ٥ ربيع الأول ١٣٤٥ للهجرية القمرية

ترجمہ: شروع ہمارے خدا کے نام سے جو جلد معاف اور محبت کرنے والا ہے۔ مجھے آپ کے سوالات کے ٹیلی گراف نامے اور خطوط وصول ہوئے ہیں۔ اب کہ میں شہر نجف اشرف سلامتی سے پہنچ چکا ہوں (الحمد للہ)، آپ کے سوالات کے جوابات دوں گا مختلف سوگ کے طریقوں کے بارے میں جو محرم کے پہلے دس دنوں اور عاشورہ کے دن کو کیئے جاتے ہیں امام حسینؑ کی شہادت کی یادگاری کے رسموں میں۔

اولاً: یہ ظاہر ہے کہ محرم کے پہلے دس دنوں میں عام طور پر لوگوں کے گروہ اور ہجوم سوگ مناتے ہیں گلیوں اور عوامی راستوں پر، اور بے شک یہ افعال صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہیں، اور ان کا واضح مقصد یادگاری سید الشھداء کی طرف ہے۔ یہ رسمیں بہترین ذرائع ہیں مقصد امام حسین بن علیؑ کو آگے بڑھانے کے لئے قرآن مجید کو محفوظ رکھنے اور حقیقی مذہب کو بچانے میں، فاصلے اور دور دور تک۔ مگر، ان اعمال کو ہر حرام اور گناہ سے پاک ہونا چاہیئے جیسے کہ موسیقی گانے، سامان موسیقی کو کھیلنا اور ناچنا، الجھنا اور دھکا دینا ہجوم کے اندر، اور لڑائی کرنا۔ مگر، اگر گناہ ہو جائیں تو ان اعمال کی پاکبازی کو اثر نہیں کریں گے جو یادگاری شہادت امام حسینؑ میں کیئے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اگر ایک آدمی نماز پڑھتے ہوئے نامحرم عورت کو دیکھے، اس نے گناہ کیا مگر اس کی نماز جائز ہے۔

ثانیاً: اپنے آپ کو سینے اور چہرے پر مارنا جائز ہے، حتی کہ اگر وہ بدن کو لال یا کالا کر دے۔ اسی طرح، زنجیروں کا استعمال (نوکیلا یا بغیر نوکیلا) کندھوں اور پیٹھ پر جو بدن کو لال یا کالا

کر دے یا حتی خون کو نکالے جائز ہے۔ بحوالہ خود کو سر پر تلوار سے لگانا جو خون کو نکالے، اگر اپنی صحت پر بغیر کوئی ضرر کے کیا جائے، تو جائز ہے۔ وہ اعمال جو سر سے خون کو نکالیں ان کو کھوپڑی پر نقصان پھنچانے بغیر کرنا چاہیئے، اور عام طور پر یہی صورت حال ہے، کیونکہ جو یہ عمل کرتے ہیں ان کے پاس صحیح مہارت ہے۔ اگر خود کو سر پر تلوار سے مارتے وقت، کسی کو یقین تھاماضی تجربوں سے کہ کوئی نقصان نھی پھنچے گا، مگر یہ عمل کرتے وقت بھت زیادہ خون نکلنے لگا، تو وہ شخص قصوروار نہی ہے اور عمل کرنے کا ثواب کم نھی ہوتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کہ ایک شخص جو وضو اور غسل کرتا ہے یہ سوچتے ہوے کہ پانی کا استعمال اس کے بدن کے لیے نقصان دہ نھی ہے یا وہ جو روزہ رکھتا ہے ماہ رمضان میں یقین سے کہ روزہ رکھنا اسے ضرر نھی کرے گا، مگر بعد میں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ در حقیقت اس کے بدن کو نقصان پھنچایا—تو وہ قصوروار نہی ہے اور ان مذہبی اعمال کی پاکبازی بھی کم نھی ہوتی ہے۔ خدا کرے ہمارے وقف کو صحیح راستے پر محفوظ رکھے اس دنیا اور آخرت میں۔

ثالثاً: تمثیل نگاری کی مشق کرنا جائز ہے جیسے کہ جو شیعوں میں صدیوں سے معمول ہیں جن میں شاید مرد عورت کے لباس پہنے یا عورت مرد کے لباس پہنے تھوری دیر کے لیے، تاکہ غمزدہ ہوں اور دوسروں کو رلا سکیں اپنے جسم کا 'مادّی' ظھور تبدیل کیے بغیر۔ مگر، حرام ہے مرد کے لیے اپنے آپ کو 'جسمانی طور پر' عورت جیسا ظاھر کرنا اپنے بدنی ظھور کو تبدیل کر کے اور اس کے بر عکس۔ احتیاط لازم ہے کہ مذہبی تمثیل کی مشق میں حرام کام نا ہو جائیں

اور حتی کہ ایسا گناہ ہو جائے، تو اس مذہبی عمل کی پاکبازی ناتواں نہیں ہوتی ہے، جیسے پہلے واضح کیا گیا ہے۔

چوتھے: سامان موسیقی کا عام استعمال جائز ہے (جیسے کہ ڈھول، سنج اور سینگ)، اگر وہ ایسی آواز بنانے کے لیے استعمال ہوں جو روایتاً امام حسینؑ کے غموں کی رسموں میں سنتے ہیں، جیسے کہ جو عموماً عرب استعمال کرتے ہیں اور آج نجف میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

اللہ کا ناچیز عبد، محمد حسین الغروی النائنی

۵ ربیع الاول، ۱۳۴۵ قمری تقویم

آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم خوئی اور خونی ماتم

استفتاء من آية الله العظمى الخوئي

السؤال: ما هو رأي سماحتكم حول حكم الحاكم الشرعي في مسأله الشعائر الحسينية، هل تعتبر نافذة أم يرجع كل مقلد إلى رأي وفتوى مرجعه فيها؟

الجواب: لا دليل على نفوذ حكم الحاكم في غير موارد الترافع۔

- التنقيح في شرح العروه الوثقى، كتاب الاجتهاد والتقليد، ص ٣٩٤

فتوى من آية الله العظمى الخوئي

بسمه تعالى، ما يعتبر مصداق للعزاء والندبة في إظهار المصاب فيهم لهو مندوب ومرغوب فيه فلا مانع منه، والله العالم

- ٧ صفر ١٤٠١ للهجرية القمرية

فتوى أخرى لآية الله العظمى الخوئي

بسمه تعالى، أنا أتفق مع حكم آية الله العظمى النائيني، بخصوص التمسك بالشعائر التي تقام في ذكرى إحياء شهادة الإمام الحسين عليه السّلام والتي اعترف بها أقرانه أيضاً ونسأل الله أن يرحمهم جميعا۔

- ٣ ربيع الثاني ١٤٠٠ للهجرة القمرية

آیت اللہ العظمیٰ شیخ حسین نوری ہمدانی اور خونی ماتم

بسمه تعالى؛ سلام عليكم

كل أنواع تعظيم شعائر أهل البيت عليهم السّلام مرغوب فيه وخاصة التي هي من أجل عزاء الإمام الحسين عليه السّلام فإنّ فيها فضل كبير۔

- ١٤ صفر ١٤٣١ للهجرية القمرية – إيران

آیت اللہ العظمیٰ شیخ صافی گلپایگانی اور خونی ماتم

مع الشكر والتقدير من جنابكم (مؤلف الكتاب)، كل أنواع العزاء والحداد على سيّد الشهداء عليه السّلام تعتبر من الشعائر والتطبير أيضاً اذا لم يكن فيه ضرر فلا مانع منه۔

- ٤ ربيع الأول ١٤٣١ للهجرية القمرية – إيران

آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی میلانی اور خونی ماتم

بسمه تعالى۔ سلام عليكم

لا يوجد دليل من الكتاب أو السنة على حرمة التطبير والمنع الموجود في إيران إنّما هو لعناوين أخرى۔

- ٨ صفر ١٤٣١ للهجرية القمرية – قم المقدسة

آیت اللہ العظمیٰ وحید خراسانی اور خونی ماتم

بسمه تعالی۔

مع الشكر والتقدير لجنابكم (مؤلف الكتاب وصاحب الموقع)، كل أنواع العزاء والحداد على سيّد الشهداء عليه السّلام تعتبر من الشعائر والتطبير أيضاً إذا لم يكن فيه ضرر فلا مانع منه بل مستحب۔

- ١٤ ذي الحجة ١٤٣١ للهجرية القمرية

فتوى أخرى لآية الله العظمى الوحيد الخراساني

بسم الله الرحمن الرحيم

إنني أؤيد فتوى آية الله العظمى النائيني بخصوص الشعائر الممارَسة في ذكرى إحياء استشهاد الإمام الحسين عليه السّلام۔

- جمادي الثاني ١٤٠٢ للهجرية القمرية

آیت اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی اور خونی ماتم

بسمه تعالى

برأي أن فتوى آية الله العظمى النائيني صحيحة ولا إشكال في العمل بها۔

- ١٨ جمادي الأولى ١٤٠١ للهجرية القمرية

آیت اللہ العظمیٰ شیخ عبد الکریم حائری اور خونی ماتم

مؤسس الحوزة العلمية في قم المقدسة

السؤال: هل من الجائز ضرب الرأس بالسيف في يوم عاشوراء؟

الجواب: في حالة عدم وجود ضرر للجسم فهو جائز۔

آیت اللہ العظمٰی سید ابو الحسن الاصفہانی اور خونی ماتم

بسمه تعالى

روى محمد رضا الطبسي النجفي الذي كان مقرّبا من آية الله العظمي السيد أبو الحسن الإصفهاني إنّه في يوم عاشوراء كان في حرم أبي الفضل العباس؏ قرب مخزن الأحذية عندما رأى مجموعة من الناس يسألون آية الله الإصفهاني عن جواز ضرب الرأس بالسيف في عزاء الإمام الحسين؏ وكان جواب آية الله الإصفهاني بالجواز۔

- ٢٥ ذي القعدة ١٤٠٠ للهجرية القمرية

آیت اللہ العظمٰی سید محسن طباطبائی حکیم اور خونی ماتم

بسم الله الرحمن الرحيم

إنّ ما أفاده أستاذنا الأعظم (آية الله النائيني)، لهي في نهاية الإتقان وفي غاية الوضوح، بل هي أوضح من أن تتطلب إظهار موافقة سائر الفقهاء۔

- ٢ محرم ١٣٦٧ للهجرية القمرية

آیت اللہ العظمٰی سید مرعشی نجفی اور خونی ماتم

بسمه تعالى

إنّ ما أفاده المرحوم المغفور له آية الله الشيخ الميرزا النائيني قدس سره والذي كان من أعاظم علماء الشيعة؛ يعتبر صحيحاً ومطابقا للحقيقة۔

- شعبان ١٤٠٠ للهجرية القمرية

آیت اللہ العظمیٰ شیخ اسحاق فیاض اور خونی ماتم

لا مانع من إقامة العزاء بأي شكل من الأشكال التي تعبّر عن الحزن والألم على الإمام الحسينؑ بل هي من موجبات الحصول على الأجر والثواب، وكذلك التطبير عندما لا يكون فيه ضرر على النفس ويكون المكان مناسباً فلا مانع منه۔

- ١٩ صفر ١٤٣١ للهجرية القمرية – النجف الأشراف

آیت اللہ العظمیٰ شیخ فاضل لنکرانی اور خونی ماتم

بسمه تعالى بنظرنا التطبير بشكل مخفي لا اشكال فيه۔

قم المقدسة

آیت اللہ العظمیٰ سید صادق روحانی اور خونی ماتم

مختلف أنواع الشعائر الحسينية كالّلطم والتّطبير والسلاسل... ترسخ دعامة الإسلام لذلك كل الذين كانوا يحاربون الإسلام كانوا يقفون في وجه الشعائر الحسينية أولاً۔ لذا إذا لم نقل أنّ إقامة الشعائر الحسينية هي من الواجبات الكفائية فهي بلا شك ولا ريب من أفضل وأحسن العبادات۔

- ١٩ ذي القعدة ١٤٣١ للهجرية القمرية

فتوى أُخرى لآية الله العظمى الروحاني

بسمه تعالى، كل ما كتبه آية الله العظمى النائيني هو واضح ومقبول تماماً۔ وإنّ فتواه لا تتطلب إلى موافقة أي أحد ولكن دفعا لأي شك أصرّح إنّ كل ما كتبه هو صحيح وضمن حدود الإسلام۔

- ٢٣ جمادي الأولى ١٤٠٠ للهجرة القمرية

آیت اللہ العظمیٰ سید محمد شاہرودی اور خونی ماتم

بسمه تعالى

إنّ ما كتبه آية الله العظمى النائيني هو أعلى من أن يحتاج إلى موافقة أي أحد آخر۔

- ٨ ذي الحجة ١٤٠٠ للهجرية القمرية

آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد رضا محققِ طہرانی اور خونی ماتم

بسمه تعالى

الحداد على الإمام الحسين عليه السّلام جائز بل هو مؤكّد، إنّ ما نص عليه آية الله العظمى النائيني بخصوص عزاء الإمام الحسين عليه السّلام صحيح ومحقق۔

- ١٣ مارس ١٩٥٩ التقويم الميلادي

آیت اللہ العظمیٰ شیخ یحییٰ نوری طہرانی اور خونی ماتم

بسمه تعالى

بخصوص الفتوى الصادرة من قبل آية الله العظمى النائيني بشأن الشعائر الحسينية، أود أن أقول إنني سبق أن وافقت عليها وأنا أكرر مرة أخرى أنها صحيحة۔

- ٢٧ شعبان ١٤٠٠ للهجرية القمرية

آیت اللہ العظمیٰ بہجت اور خونی ماتم

السلام عليكم

البعض يدعي أن بعض أنواع الشعائر الحسينية تؤدي بالأعداء إلى الإستهزاء بنا وإبداء السخرية لمذهبنا لذلك فإن هذه الأعمال محرمة نرجوا من سماحتكم أن تدلوا برأيكم المبارك حول هذا الأمر؟

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بسمه تعالى : لا إعتبار لهذه الأقوال وإلا فإن الكفار أيضاً يستهزئون بإقامتنا للصلاة أو أعمالنا في الحج۔

وفي رده عن سؤال : هل التطبير جائز أم لا؟

الجواب:

التطبير جائز ان لم يكن فيه ضرر۔

آیت اللہ العظمیٰ شیخ میرزا علی الغروی (قدس) اور خونی ماتم

مسألة (238) : هل يجوز الضرب بالحديد والقامات على الوجه عند العزاء الحسيني ؟ أفتونا مأجورين۔

ج/ لايجوز الاضرار بالنفس ومع عدم الاضرار المهم بالنفس لا مانع عن الأمور المذكورة بل تستحب , والله أعلم۔

- في طريق النجاة ص 68

آیت اللہ العظمیٰ شیخ حافظ بشیر حسین نجفی اور خونی ماتم

ما هو رأيكم الشريف بفتوى رئيس الفقهاء العظام وأستاذ المراجع الشيخ النائيني (رضوان الله عليه) بخصوص الشعائر الحُسينية افتونا مأجورين؟

بسمه سبحانه : لست ادري ماذا تعني من فتوى أستاذ الأعلام النائيني (رضوان الله عليه) حيث كانت له فتويان الأولى توقف فيها في حكم التطبير، والثانية جوَّزَ التطبير فيها وهي تُعتبر ناسخة للأولى، وأنا كخادم للحوزة العلمية أُبيح التطبير بل أعتبره راجحاً بشرائط ثلاثة:

لا يكون لك الاطمئنان بأنه سوف يؤدي إلى الهلاك والموت أو عطب عضو من الأعضاء۔

أن لا يكون في زمان أو مكان أهله يجهلون مبدأ الحسين (عليه السلام) ومغزى تضحيته ولأجله يتنفرون عن الإسلام ومبدأ الحسين (عليه السلام) بمشاهدة التطبير وما يرافقه۔

أن تكون النية هي فضح أعداء أهل البيت (عليهم السلام) وإظهار مظلومية سيد الشهداء (عليه السلام) والله العالم۔

اب میں یہاں ان تمام مجتہدین کے نام نقل کر رہا ہوں جنہوں نے خونی ماتم کے جائز اور کسی نے استحباب کے فتاویٰ جاری کیے ہیں تا کہ عوام الناس کو پتا چلے کہ کتنی بڑی تعداد میں شیعہ فقہاء تطبیر کے قائل تھے اور ہیں۔

نام ملاحظہ فرمائیں

1 ـ الميرزا فيض الله التفريشي

2 ـ السيد ماجد البحراني

3 ـ الملا عبد الله التوني

4 ـ السيد خلف الحويزي

5 ـ الملا خليل القزويني

6 ـ الشيخ الحر العاملي

7 ـ السيد هاشم البحراني

8 ـ الشيخ جعفر الحويزي الاصفهاني

9 ـ السيد عليخان المدني

10 ـ الآقا جمال الخونساري

11 ـ الامير محمد صالح الخاتون آبادي

12 ـ الشيخ يوسف البحراني

13 ـ السيد حسين الخونساري

14 ـ الآقا باقر الوحيد البهبهاني

15 ـ الامير عبدالباقي الخاتون آبادي

16 ـ الملا اسماعيل القره باغي

17 ـ الحاج ملا محمد مهدي النراقي

18 ـ السيد مهدي بحر العلوم

19 ـ الآقا محمد علي صاحب المقامع

20 ـ الحاج ميرزا ابراهيم الخوئي

21 ـ الشيخ جعفر كاشف الغطاء

22 ـ الميرزا ابو القاسم القمي

23 ـ الامير محمد حسين الخاتون أبادي

24 ـ الشيخ اسد الله الشوشتري صاحب المقابيس

25 ـ الحاج ملا حسن القزويني

26 ـ الشيخ احمد الاحسائي

27 ـ السيد محمد المجاهد

28 ـ الشيخ موسى كاشف الغطاء

29 ـ الحاج ملا أحمد النراقي

30 ـ الملا محمد شريف العلماء

31 ـ الشيخ محسن الخنفر

32 ـ الحاج المير فتاح صاحب العناوين

33 ـ السيد محمد باقر حجة الاسلام الشفتي الاصفهاني

34 ـ الآقا السيد علي آقا التبريزي

35 ـ الشيخ محمد حسين الاصفهاني صاحب الفصول

36 ـ الحاج محمد ابراهيم الكرباسي

37 ـ الشيخ حسن كاشف الغطاء

38 ـ الشيخ خضر بن شلال

39 ـ السيد ابراهيم القزويني صاحب الضوابط

40 ـ صدر الدين السيد محمد العاملي الاصفهاني

41 ـ الحاج الملا علي البرغاني

42 ـ الملا محمد البرغاني

43 ـ الشيخ محمد حسن النجفي صاحب الجواهر

44 ـ الحاج الشيخ علي اكبر النهاوندي

45 ـ الملا محمد صالح البرغاني

46 ـ الحاج ملا اسد الله البروجردي

47 ـ الحاج السيد محمد الجابلقي

48 ـ الحاج الشيخ مرتضى الانصاري

49 ـ الملا آقا باقر الدربندي

50 ـ الشيخ محمد تقي الاصفهاني صاحب الحاشية

51 ـ السيد محمد باقر القزويني

52 ـ الشيخ عبدالحسين الطهراني

53 ـ السيد الحاج ميرزا علي نقي بن السيد المجاهد

54 ـ الحاج السيد اسد الله الاصفهاني

55 ـ الميرزا أبو القاسم الكلانتري

56 ـ الحاج ملا محمد الكاشي

57 ـ السيد علي آل بحر العلوم

58 ـ السيد علي القزويني

59 ـ الشيخ جعفر الصبوري

60 ـ السيد حسين الكوه كمره أي

61 ـ السيد مهدي القزويني

62 ـ الحاج الميرزا موسى التبريزي

63 ـ الحاج السيد مهدي الحلي النجفي

64 ـ السيد صادق الصلواتي

65 ـ الشيخ محمد باقر الاصفهاني

66 ـ الشيخ عبدالحسين التستري

67 ـ السيد صادق الطهراني

68 ـ الحاج الشيخ جعفر الشوشتري

69 ـ الميرزا محمد التنكابني صاحب قصص العلماء

70 ـ الميرزا عبد الرحيم النهاوندي

71 ـ الشيخ محمد حسين الأردكاني

72 ـ الملا محمد فاضل الايرواني

73 ـ الحاج الملا علي الكني

74 ـ المير حامد حسين الهندي صاحب عبقات الأنوار

75 ـ الحاج ملا احمد الكبير

76 ـ الملا نظر علي الطالقاني

77 ـ الحاج ميرزا لطف الله التبريزي

78 ـ الحاج السيد محمد ابراهيم الهندي

79 ـ السيد ابراهيم السيد حيدر الكاظمي

80 ـ الشيخ محمد الكاظمي

81 ـ الشيخ زين العابدين المازندراني

82 ـ الحاج الشيخ محمد حسين المازندراني

83 ـ الشيخ محمد العراقي

84 ـ الحاج الميرزا محمود شيخ الاسلام

85 ـ الحاج الميرزا محمد علي القرجه داغي

86 ـ الآخوند الملا لطف الله المازندراني

87 ـ الميرزا محمد حسن الشيرازي صاحب ثورة التنباك

88 ـ السيد علي الهندي

89 ـ الميرزا محمد تقي التبريزي

90 ـ الميرزا محمد باقر صاحب الروضات

91 ـ الشيخ ابراهيم اللنكراني

92 ـ السيد ابو الحسن الجلوه الاصفهاني

93 ـ الشيخ راضي الكاظمي

94 ـ الحاج الميرزا حسين الشهرستاني

95 ـ الحاج الملا محمد الأشرفي

96 ـ السيد حسين آل بحر العلوم

97 ـ الميرزا محمد هاشم الخونساري

98 ـ الشيخ هادي الطهراني

99 ـ السيد جواد بن السيد حيدر

100 ـ السيد اسماعيل النوري

101 ـ الحاج الميرزا حبيب الله الرشتي

102 ـ الحاج اقا رضا الهمداني

103 ـ الشيخ محمد الشربياني

104 ـ الشيخ محمد حسن المامقاني

105 ـ الشيخ محمد طه نجف

106 ـ الحاج الميرزا حسين الخليلي

107 ـ السيد محمد آل بحر العلوم

108 ـ الشيخ محمد الشوشتري المسموم

109 ـ شهيد الإسلام الحاج الشيخ فضل الله النوري

110 ـ علي بن موسى ثقة الإسلام التبريزي الشهيد

111 ـ الآقا الشيخ عبدالله المازندراني

112 ـ الآقا نجفي الشيخ محمد تقي

113 ـ المير السيد علي صاحب الرياض

114 ـ السيد ناصر البصري

115 ـ الشيخ محمد قاسم الأردوبادي

116 ـ الآقا ابو القاسم الأردوبادي

117 ـ الشيخ محمد أمين آل شيخ اسد الله

118 ـ الحاج مصطفى الكاشي

119 ـ السيد جواد العاملي

120 ـ السيد محمد كاظم اليزدي

121 ـ الحاج السيد اسماعيل الصدر

122 ـ الملا محمد الخونساري

123 ـ الحاج الشيخ فتح الله شيخ الشريعة

124 ـ الميرزا محمد تقي الشيرازي صاحب ثورة العشرين

125 ـ الحاج الشيخ محمد حسين المازندراني

126 ـ الحاج الشيخ مهدي الخالصي

127 ـ الحاج الميرزا بهاء الدين النوري

128 ـ الشيخ احمد آل كاشف الغطاء

129 ـ الحاج ميرزا علي الشهرستاني

130 ـ الحاج آقا مهدي الكرمنشاهي

131 ـ السيد ابو تراب الخونساري

132 ـ السيد محمد مهدي الخونساري

133 ـ الشيخ راضي الخالصي

134 ـ الشيخ حسين الرشتي

135 ـ الشيخ شعبان الرشتي النجفي

136 ـ السيد ابو القاسم الاشكوري الكيلاني

137 ـ السيد حسين الاشكوري الكيلاني

138 ـ السيد صدر الدين القمي شارح الوافية

139 ـ الميرزا صادق آقا التبريزي

140 ـ الشيخ محمد جواد البلاغي

141 ـ السيد ابو القاسم الدهكردي

142 ـ الحاج الميرزا علي الايرواني

143 ـ السيد حسن صدر العاملي

144 ـ السيد ميرزا علي آقا الشيرازي

145 ـ الحاج الشيخ عبدالكريم الحائري اليزدي

146 ـ الميرزا النائيني

147 ـ الآقا ضياء الدين العراقي

148 ـ الحاج الشيخ مرتضى الآشتياني

149 ـ الحاج آقا حسين القمي

150 ـ الميرزا هادي الخراساني

151 ـ السيد عبدالحسين شرف الدين

152 ـ الشيخ محمد كاظم الشيرازي

153 ـ السيد جمال الدين الكلبايكاني

154 ـ السيد صدر الدين صدر

155 ـ الشيخ محمد حسين آل كاشف الغطاء

156 ـ الميرزا مهدي الحسيني الشيرازي

157 ـ السيد حسين البروجردي

158 ـ الميرزا عبد الهادي الشيرازي

159 ـ السيد محسن الحكيم

160 ـ السيد محمود الشاهرودي

161 ـ السيد علي مدد قايني

162 ـ السيد حسين الموسوي الحمامي

163 ـ الشيخ محمد حسن المظفر

164 ـ السيد محمد جواد الطباطبائي التبريزي

165 ـ الشيخ عبد الرسول آل صاحب الجواهر

166 ـ السيد علي الفاني

167 ـ الشيخ هاشم الآملي

168 ـ الشيخ محمد علي السيبويه الحائري

169 ـ السيد مرتضى الحسيني الفيروز آبادي

170 ـ الشيخ محمد رضا الطبسي النجفي

171 ـ الحاج آقا مهدي الكرمانشاهي

172 ـ السيد حسين الموسوي الخادمي

173 ـ الشيخ محمد باقر الآشتياني

174 ـ السيد رضا مستنبط النجفي

175 ـ الشيخ محمد طاهر آل الشبير الخاقاني

176 ـ السيد أحمد الغروي الشهرستاني

177 ـ الشيخ المدني الكاشاني

178 ـ الشيخ بهاء الدين المحلاتي

179 ـ السيد محمد باقر السلطاني

180 ـ الميرزا خليل الكمره أي

181 ـ السيد مصطفى المهدوي الإصفهاني

182 ـ السيد مصطفى الخوانساري

183 ـ الشيخ مجتبى الحاتمي اللنكراني

184 ـ الشيخ على النمازي الشاهرودي

185 ـ السيد محمد علي العلوي الكركاني

186 ـ السيد كرامة الله ملك حسين الشيرازي

187 ـ السيد جعفر المروج الأهوازي

188 ـ السيد محمد مهدي الإشكوري

189 ـ السيد محمد الكاظمي البروجردي

190 ـ السيخ رضا الأنصاري

191 ـ الشيخ محمد الكرمي

192 ـ الشيخ أحمد سبط الشيخ الأنصاري

193 ـ الشيخ أبو القاسم الفقيه

194 ـ الشهيد السيد كاظم الشريعتمداري

195 ـ السيد عبدالله الشيرازي

196 ـ الشيخ مرتضى الحائري

197 ـ المحقق أبو القاسم الخوئي

198 ـ السيد عبدالأعلى السبزواري

199 ـ السيد محمد رضا الكلبايكاني

200 ـ السيد شهاب الدين المرعشي النجفي

201 ـ الشيخ محمد على الأراكي

202 ـ السيد البهشتي

203 ـ الشهيد السيد محمد الروحاني

204 ـ السيد رضا الصدر

205 ـ السيد كاظم الأخوان المرعشي

206 ـ السيد محمد محمد صادق الصدر

207 ـ السيد محمد الوحيدي التبريزي

208 ـ الشهيد السيد محمد الحسيني الشيرازي

209 ـ السيد محمد علي الموحد الأبطحي

210 ۔ السيد محمد الفاطمي الأبهري

معاصر فقہاء کے نام۔۔

211 ۔ الشيخ حافظ بشير حسين النجفى

212 ۔ السيد محمد صادق الروحاني

213 ۔ السيد حسن القمي

214 ۔ السيد تقي القمي

215 ۔ السيد محمد سعيد الحكيم

216 ۔ الشيخ بهجت

217 ۔ السيد مهدي الأخوان المرعشي

218 ۔ الشيخ حسين الوحيد الخراساني

219 ۔ الشيخ ميرزا جواد آقا التبريزي

220 ۔ الشيخ لطف الله الصافي الكلبايكاني

221 ۔ السيد ابو القاسم الحسيني الكوكبي

222 ۔ السيد محمد علي الطباطبائي

223 ۔ السيد محمد باقر الشيرازي

یہ وہ دوسو تیئس عظیم فقہائے تشیع کے اسماء ہیں جنہوں نے نا صرف خونی ماتم کے جواز میں فتاویٰ دیے بلکہ اسے شعائر حسینیہؑ اور ایک پسندیدہ و مستحب عمل بھی قرار دیا ہے۔

اب کچھ بات ہو جائے ان ناپاک چلاکیوں کی جو عزاداری دشمن عناصر عوام کو بے وقوف بنانے کی غرض سے کرتے ہیں یعنی مجتہدین کے فتاویٰ کو غلط پیش کر کے، جن میں دو بڑے نام شامل ہیں ایک رہبر کبیر مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید خمینیؒ اور دوسرے آیت اللہ العظمیٰ سید سیستانی۔

آغا خمینیؒ پر جو چالا کی تھی وہ تو میں اوپر بے نقاب کر چکا کہ امام خمینی، سو فیصد تطبیر کو جائز سمجھتے تھے اب یہاں آغا سیستانی کی بھی بات ہو جائے کیونکہ دشمنِ عزا سید سیستانی کے حوالے سے پوسٹس لگاتے ہیں کہ وہ بھی تطبیر یعنی خونی ماتم کی حرمت کے قائل ہیں اور اسی غلط بیانی پر کبھی ویڈیوز نشر کی جاتی ہیں تو کبھی مقالے لکھے جاتے ہیں۔۔۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ آغا سیستانی اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔۔

حضرت کا استفتاء ملاحظہ فرمائیں

سؤال: أنا من مقلدي سماحة السيد علي السيستاني حفظه الله وفي الآونه الأخيره سمعنا أن سماحة السيد أصدر حكما بتحريم التطبير ، فهل هذا صحيح ؟

الجواب: لقد أكد سماحة السيد دام ظله مراراً وتكراراً وأمام مجاميع مختلفة من الزوار أنه . رعاية لبعض المصالح . لا يبدي رأياً حول التطبير لا تحليلاً و لا تحريماً ، فما ينسب إليه دام ظله أحياناً من التحليل أو التحريم لا يعبّر عن موقفه۔

السؤال : ما هي فتوى التطبير عند السيد السيستاني ؟

الجواب : سماحة السيد السيستاني (دام ظله) لم يبين ولم يبد رأيه في هذه المسألة۔ ويمكنكم الرجوع الى غيره من العلماء المراجع مع مراعاة الأعلم فالاعلم

السؤال :قرأت قبل فترة أن السيد علي السيستاني دام ظله ما صدر منه أي شيء عن التطبير بس قبل هوة قال أن التطبير جائز و طبروا و برقبتي هذآ الكلام قريته في كتاب لماذا التطبير للشيخ المهتدي البحراني صح أو لا ؟

الجواب : سماحة السيد السيستاني "دام طلّه الوارف" متوقف في الفتوى حول مسألة التطبير ۔

- مكتب السيد السيستاني في النجف الأشرف – أجوبة المسائل الشرعية

آیت اللہ سیستانی کے فتوے کا خلاصہ۔۔

سید سیستانی فرماتے ہیں کہ ہم نے بارہااور کئی بار اس کی تکرار کی ہے اور زائرین کے مختلف اجتماعات کے سامنے بھی اس بات کو کہاہے کہ بعض مصلحتوں کے باعث ہم نے تطبیر یعنی خونی ماتم کے بارے میں کوئی رائے نہیں دی ہے،نہ حلال کہااور نہ ہی حرام، لھذا جو کوئی بھی ہم سے کوئی رائے منسوب کرکے حلال کہے یا حرام کہے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے۔

تو دیکھ لیامومنین نے کہ مرجع عالی قدر سید سیستانی نے خونی ماتم پر اس کے حرام یا حلال ہونے پر قطعاً کوئی فتویٰ نہیں دیابلکہ خاموشی اختیار کی ہے تواب وہ حضرات جو آغا سے منسوب کرکے کچھ بھی سوشل میڈیاپر پھیلارہے ہیں جیسے کہ آیت اللہ سیستانی نے قمہ و

زنجیر زنی کو حرام کہا ہے تو یہ سراسر جھوٹ اور غلط بیانی ہے اور مومنین کو گمراہ کرنے کی گھناؤنی سازش ہے۔

آغا سیستانی نے تو اس ویڈیو تک سے بیزاری اختیار کی ہے جس میں شیخ مہتدی بحرانی یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ سیستانی صاحب تطبیر کو حرام سمجھتے ہیں، اوپر فتوے میں موجود ہے۔۔

اب رہی یہ بات کہ اگر سیستانی صاحب نے اس مسئلے میں خاموشی اختیار کی ہے تو پھر ان کے مقلدین قمہ و زنجیر زنی کے مسئلے میں کیا کریں؟؟

اس کا انتہائی سادہ اور آسان جواب یہ ہے کہ وہ اس مسئلے میں کسی دوسرے فال اعلم مجتہد جو آغا سیستانی کے بعد زیادہ علم رکھتا ہے اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں جس کا جواب خود سید سیستانی کے دفتر نے بھی دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

السؤال : ما هي فتوى التطبير عند السيد السيستاني ؟

الجواب : سماحة السيد السيستاني (دام ظله) لم يبين ولم يبد رأيه في هذه المسألة۔ ويمكنكم الرجوع الى غيره من العلماء المراجع مع مراعاة الأعلم فالاعلم ۔

تو قارئین وہ جو اعتراض تھا کہ ۔خونی ماتم مطلقاً ہر مجتہد کی جانب سے حرام ہے، اس اعتراض کا انتہائی مدلل جواب مکمل ہوا۔

اب اگلے اعتراض کی جانب بڑھتے ہیں کہ رہبر معظم آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای (حفظ اللہ) ولی فقیہ ہیں تو ہر مجتہد کے مقلد کو ان کا حکم ماننا واجب ہے۔

یہاں سب سے پہلے ایک بات کی تکرار دوبارہ کر دی جائے کہ بے شک رہبر معظم نے خونی پرسے کو حرام قرار دیا ہے اور ان کے مقلدین پر واجب ہے کہ وہ اپنے مجتہد کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے خونی ماتم کا پرسہ پیش نہ کریں!

البتہ یہ کہنا کہ چونکہ رہبر معظم ولایت فقیہ رکھتے اور اگر ولی فقیہ کوئی حکم دے یعنی خونی ماتم کے حرام ہونے کا اطلاق ہر مجتہد کے مقلد پر ہوتا ہے تو بالکل غلط بات ہے کیونکہ آیت اللہ سیستانی کے نزدیک حکم ولی فقیہ فقط ان مسائل پر نافذ ہے جس پر لوگوں کی اجتماعی زندگی کا نظام موقوف ہوتا ہے جیسے دفاع، وغیرہ، جس کی مخالفت سے نظام حرج و مرج ہو جائے اور قمہ زنی ایسے موارد میں ہے ہی نہیں جس پر لوگوں کی اجتماعی زندگی کا نظام موقوف ہو اور اس کی مخالفت سے نظام اجتماعی حرج و مرج نہیں ہوتا۔۔

آغا سیستانی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

استفتاء آیت الله سیستانی

السؤال: هل يجب طاعة ولي الفقيه؟ وما المقصود بنظام المجتمع؟

الجواب: حكم الفقيه الجامع للشرائط المقبول لدى عامة المؤمنين نافذ في كل ما يتوقف عليه نظام المجتمع والمقصود به القوانين التي لا بد منها لإقامة النظام وعدم حدوث الخلل

اب اس عظیم الشان مجتہد کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں جن کو رہبر کبیر مرحوم آیت اللہ العظمیٰ خمینی نے "شمس العلماء" کا لقب دیا تھا یعنی مرحوم سید خوئی کا کیونکہ وہ بھی اس مسئلے میں ولی فقیہ کا فتویٰ ماننے کی حمایت میں نہیں تھے۔

آیت اللہ العظمیٰ سید خوئی فرماتے ہیں:

لا دلیل علی نفوذ حکم الحاکم فی غیر موارد الترافع

- التنقیح فی شرح العروہ الوثقی،کتاب الاجتھاد والتقلید،ص 394

آیت اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی بھی اس معاملے میں ولی فقیہ کا حکم ماننے کے قائل نہیں، فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

آیة الله العظمی الشیخ التبریزي

هل یجب تنفیذ الحکم الولائی علی کافه المسلمین حتی علی من لم یقلد الحاکم او لا؟

الجواب:بسمه تعالی،یجب علی المکلف فی هذه المساله کما فی سائر المسائل ان یرجع الی مقلده الواجد لشرائط التقلید۔

- الانوار الالهیه،فی المسائل العقائدیه،آیه الله العظمی المیرزا جواد التبریزی

عارف کامل مرحوم آیت اللہ بہجت بھی ولی فقیہ کا اس معاملے حکم ماننے کے قائل نہیں

آية الله العظمى بهجت

سوال: هل العمل بحكم أو فتوى ولي أمرالمسلمين واجب على غير مقلديه، و في حين تعارض رأيه مع رأي المجتهد الأعلم فأيهما المقدم؟

جواب:يجب على المقلد أن يرجع إلى فتوى مرجعه و أن يسأله الأمور الخاصة۔

- استفتاءات آية الله العظمى بهجت،ج 1،ص 36،س 105

آیت اللہ العظمیٰ شیخ حافظ بشیر بھی قائل نہیں،فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

آية الله العظمى الشيخ بشير النجفي

لا تمضى ولايه فقيه على فقيه آخر فيما يخالف فتواه۔۔

المختصر کہ آیت اللہ العظمیٰ سید الحکیم، آیت اللہ العظمیٰ سید صادق روحانی، آیت اللہ العظمیٰ شیخ فیاض، آیت اللہ العظمیٰ شیخ مدنی التبریزی بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں۔۔

تو یہاں اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا کہ کیونکہ کے رہبر معظم نے خونی ماتم پر حرام کا فتویٰ دیا ہے تو ہر مجتہد کے مقلد پر اس کا ماننا واجب ہے۔

اب اگلا اعتراض کے کسی بھی مرجع نے خونی ماتم کو فروغ نہیں دیا تو قارئین میں یہاں اب وہ حوالے پیش کرنے لگا ہوں جس میں مراجع عظام نے اپنے گھروں میں قمہ زنی برپا کی اور نہ صرف خونی پرسہ دلوایا بلکہ اس میں عزاداروں کی مالی امداد بھی کی تاکہ وہ قمہ وغیرہ خرید سکیں۔

مومنین آیت اللہ میزرا عبدالرزاق حائری اصفہانی کی کتاب " بررسي پيرامون مواكب حسينيه "اور آیت اللہ سید حسین معتمدی کاشانی کی کتاب "عزاداری سنتی شیعیان" ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے مرجع عظام کے گھروں میں جو قمہ زنی کا پرسہ ہوتا تھا ان سب واقعات کو جمع کیا ہے۔

مثال کے طور پر۔۔

قمه زنی در خانه میرزای شیرازی بزرگ اقامه می شد و پول کفن قمه زنها با آن مرحوم بود...

لازم به ذکر است که مرحوم میرزا عبدالرزاق انطور که در کتابش گفته است حوالی سال 1300 در حوزه های عراق بوده و لذا از عزاداری های ان روز به طور کامل مطلع بوده است۔

همچنین مرحوم علامه ایه الله شیخ عبدالله سبیتی عاملی در کتاب خود به نام "رنه الاسی" در ص 44 از مرحوم ایه الله میرزا علی شیرازی فرزند ارشد مرحوم ایه الله العظمی میرزای شیرازی نقل میکند که پدرشان همه ساله پول کفن قمه زنها را میداده است۔

همچنین میرزا عبدالرزاق محدث در همان مصدر در ص 43 نقل میکند که دسته های قمه زنی در خانه مرحوم شربیانی و مرحوم مامقانی و سید علی بحر العلوم و میرزا حبیب الله رشتی و سید محمد بحر العلوم می امدند و در برخی ازین خانه ها همچون منزل سید محمد بحر العلوم قمه میزدند...

قمه زنی در منزل علامه بحر العلوم و هدیه گرفتن کفن از علمای بیت بحرالعلوم:

علامه ایه الله سید حسین معتمدی کاشانی در کتاب خود "عزاداری سنتی شیعیان" جلد دوم ص 685 در مطلبی تحت عنوان رفتن مواکب قمه زنی نجف به منزل علامه بحر العلوم در روز عاشورا نقل میکند که:

سنت دسته جات قمه زنی نجف این است که صبح عاشورا به حسینیه علامه سید بحر العلوم رضوان الله علیه رفته و در انجا کفن هایی که علمای بیت بحر العلوم به انها هدیه میدهند میپوشند و قمه زنی را اغاز میکنند،زیرا از زمان علامه سید مهدی بحر العلوم به انجا میرفته و کفن میپوشیده و قمه میزدند...

و در صفحه 699 نقل میکند که:

رسم و قاعده هدیه دادن کفن توسط علمای بیت بحر العلوم از زمان علامه بزرگوار سید مهدی بحر العلوم رضوان الله علیه پایه گزاری شد و رسم گردید و علمای اعقابش نیز نسلا بعد نسل از ان پیروی نموده و سنت گذشته خود را حفظ می نمایند...

قمه زنی در بیت ایه الله العظمی شیخ محمد طه نجف:

مرحوم ایه الله العظمی ال مظفر در کتاب خود نصره المظلوم فرموده اند که:در دوران عالم زاهد،شیخ محمد طه نجف که سخنش در نجف و بلکه تمام عراق نافذ بود،ایشان تمام این عزاداریها را میدید اما منع

ننمود،و تمامی هیئتها حتی هیئات قمه زنی وارد خانه او می شدند و او حتی سخنی در جلوگیری از آن به زبان نیاورد...۔

قمه زنی در بیت سید محمد بحر العلوم:

مرحوم ایه الله العظمی ال مظفر در کتاب خود نصره المظلوم فرموده اند که:علامه متبحر سید محمد بحر العلوم در خانه اش مراسم سوگواری برپا میکرد که اهل علم در آن شرکت میکردند و مراسم تعزیه نیز انجام میشد و هیئت های قمه زنی در منزلش قمه می زدند...

قمه زنی در بیت ایه الله العظمی شیخ محمد جواد بلاغی:

مرحوم ایه الله العظمی ال مظفر در کتاب خود نصره المظلوم فرموده اند که:در روز عاشورا در خانه مرحوم بلاغی تعزیه انجام میگرفت،آنگاه در ملا عام می آمدند،همچنین هیئتهای قمه زنی،مردم قمه زنان از منزل او به بیرون حرکت میکردند و پول کفن قمه زنها از او گرفته می شد...۔

قمه زنی در بیت علم و فضیلت،بیت آل نراقی:

آل نراقی و علمای بزرگ این خاندان را کمتر کسی است که نشناسد،از خصایص ویژه ایشان عزاداری حسینی و برقراری انواع مراسیم عزا در بیتشان بوده است،قمه زنی مردم نیز چنانچه ذیلا میخوانید در منزل این مراجع بزرگ اقامه میشده است:

در جلد اول کتاب عزاداری سنتی شیعیان صفحه 729 آمده است که:

از روز اول محرم تا یازدهم که مجلس روضه خوانی علمای نراقی در محله طاهر و منصور کاشان ادامه داشت،بسیاری از مواکب حسینی از قبیل سقاها،سینه زنها،زنجیر زنها و قمه زنها و شبیه خوانهای سیار هر کدام در هر روزی که برای عزاداری حرکت میکردند در مجلس روضه خوانی علمای نراقی شرکت کرده و انجا عزاداری میکردند و مورد احترام علمای محترم این بیت قرار میگرفتند۔

المختصر کہ جہانِ تشیع کے عظیم مراجع عظام جن میں آیت اللہ العظمیٰ نراقی، آیت اللہ العظمیٰ سید بحر العلوم، آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد جواد بلاغی، آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد طٰہٰ نجف اور آیت اللہ العظمیٰ میرزای شیرازی جیسے بزرگ شیعہ فقہاء نے اپنے اپنے گھروں میں قمہ زنی کی پرسہ داری فرمائی ہے۔

اب یہ اعتراض بھی باطل ہو چکا کہ مجتہدین نے کبھی اسے فروغ نہیں دیا۔۔

مومنین و مومنات سے معذرت چاہتا ہوں کہ تحریر اتنی طویل ہو گئی پر کیا کروں کے مطالب کو پیش کرنا بھی ناگزیر ہے اور یقین مانیں کہ بہت سے حوالے میں نے جان بوجھ کر اسکپ کیے ہیں جیسے تطبیر کا وہن مذہب ہونا وغیرہ۔۔

چلیں اب جلدی سے اس اعتراض کا جواب دے دوں جسے دشمنان عزاء اپنے آخری حربہ کے طور پر استعمال کر کے شعائر حسینیہ پر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر آپ کی زحمتوں کو تمام کروں۔۔

اعتراض: خونی ماتم، عبادات میں رکاوٹ ہے کیونکہ خون نجس ہے اور لباس پر لگے خون میں نماز نہیں ہو سکتی۔

اس میں قطعاً کسی لمبی چوڑی تمہید کی ضرورت نہیں فقط مراجع کے حوالے کافی ہیں۔۔ البتہ ایک بات کو سمجھانا ضروری محسوس ہو رہا ہے تو وہ بھی بیان کر دوں کہ جو بھی خونی پرسہ پر اس بات کو اعتراض کے طور پر پیش کرتا ہے وہ بے چارہ اس بات پر گواہی دے رہا ہوتا ہے

کہ اسے فقہی مسائل کی الف ب پ نہیں معلوم اور نہ ہی اس نے اس مجتہد کی توضیح المسائل پڑھ رکھی ہے جس کی وہ تقلید میں ہے۔

مومنین کرام۔۔ کسی بھی مجتہد کی توضیح المسائل اٹھا کر اس میں خون جراحت کے مسائل دیکھ لیں یعنی کسی زخم سے اگر خون نکل رہا ہو تو اس میں نماز ادا کرنے کا کیا فقہی حکم ہے تو یہ اعتراض بھی فوراً باطل ہو جائے گا۔

تو سب سے پہلے رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ 63۔ چار صورتوں میں نماز پڑھنے والے کا بدن یا لباس نجس ہو تو بھی نماز صحیح ہے۔

پہلی صورت: زخم، جراحت اور پھوڑے کا خون

مسئلہ 64۔ اگر نماز پڑھنے والے کے بدن یا لباس پر زخم، جراحت یا پھوڑے کا خون ہو چنانچہ بدن یا لباس کو دھونا یا لباس کو بدلنا اکثر لوگوں کے لئے یا خود اس شخص کے لئے مشکل اور مشقت و تکلیف کا باعث ہو تو جب تک زخم، جراحت یا پھوڑا ٹھیک نہ ہو جائے اس خون کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح خون کے ساتھ نکلنے والی پیپ اور زخم پر لگائی جانے والی دوائی نجس ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ 65۔ معمولی اور جلدی ٹھیک ہونے والے زخم سے نکلنے والا خون جس کو دھونا آسان ہے، یہ حکم نہیں رکھتا اور اس کے ساتھ نماز باطل ہے۔

مسئلہ 66۔ اگر بدن یا لباس کا وہ حصہ جو عام طور پر زخم کی رطوبت سے آلودہ ہو جاتا ہے، اس رطوبت کی وجہ سے نجس ہو جائے تو اس کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن زخم سے دور بدن یا لباس کا کوئی حصہ زخم کی رطوبت سے نجس ہو جائے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے تو نماز باطل ہے۔

مسئلہ 67۔ اگر بدن پر کئی زخم ایک دوسرے سے اس طرح نزدیک ہوں کہ ایک زخم شمار ہوں تو جب تک سارے زخم ٹھیک نہ ہو جائیں ان کے خون کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن اگر ایک دوسرے سے اس قدر دور ہوں کہ ہر ایک الگ زخم شمار کیا جائے جو زخم ٹھیک ہو جائے بدن یا لباس کے اس حصے کو نماز کے لئے پاک کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 68۔ جب بھی یقین ہو کہ بدن یا لباس پر موجود خون ایسا خون ہے جس کے ساتھ نماز صحیح ہے مثلاً یقین ہو کہ زخم، جراحت یا پھوڑے کا خون ہے، چنانچہ نماز کے بعد معلوم ہو جائے کہ یہ وہ خون تھا کہ جس کے ساتھ نماز باطل ہے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

https://www.leader.ir/ur/book/229?sn=31078

چلیں اب آغا سیستانی کا بھی اس پر فتوے کا لنک پیش کر کے تحریر کا اختتام کروں

ایسے مقامات جن میں نماز گزار کا بدن یا لباس پاک ہونا لازم نہیں ہے: زخم اور پھوڑے کا خون

https://www.sistani.org/urdu/book/26352/4310/

تو مومنین و مومنات تطبیر پر سو کالڈ تقلیدی افراد کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کا اپنے تئیں جامع جواب دینے کی کوشش تمام ہوئی۔

آخر کلام میں وہی بات پھر سے دہراؤں گا جو تحریر میں متعدد بار لکھ چکا ہوں۔۔

خونی پرسہ جسے تطبیر کہا جاتا ہے یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے جس پر ہر انسان اپنے مجتہد کے فتوے کا پابند ہے، خدارا سازش کو سمجھیں اور کسی بھی پلیٹ فارم پر آپسی لڑائی کا منظر پیش نہ کریں اور نہ ہی کسی فقیہ کی توہین کریں اور جو بھی اسے ہوا دے سمجھ لیں کہ وہ عزاداری کا بھی دشمن ہے اور مجتہدین کا بھی مخالف ہے!

والسلام علیکم، عزادار

ابو عبداللہ